

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیشتر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

عَلَّامُ مَسْئِدِ غَلَامِ جِيلَانِي رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ
صَدِّقُ الدَّرَسَيْنِ مَدْرَسَا اسْلَامِي عَرَبِي اَمْدُوكُو مَلِكُ مِيرْثِي (اَنْدِيَا)

میر محمد اکبر صاحب خان

آرام باغ، کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدر الدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی



فہرست دیباچہ بشیر القاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	خطبہ شملی صفت جامع	۱۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۲۳	غور و غوش کے تین مرتبے	۳۶	حدیث مرفوعہ کے اقسام اعتبار دفع
۲	وجہ تالیف	۵	امام بخاری کے والد ماجد	۲۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۳۳	اقسام حدیث اعتبار ذکر رواۃ
۶	حالات خود بقیم خود	۱۹	دعا مقبول نہ ہونے کا سبب	۵	کشان کل	۵	حدیث مرسل و منقطع کا حکم
۷	بہن کے سفر میں ایک مشہور	۲۰	امام بخاری کی ولادت	۵	حقوق العباد کا احکام	۵	انقطاع کی معرفت کیسے ہوتی ہے
۸	اعتراض کا حل	۵	ان کی دعا سے بھلائی واپس کوئی	۲۶	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۳۴	حدیث بذکر اس کا حکم
۹	مراد آباد سے دارالخیر ابو شریف	۵	حفظ حدیث کی طرف توجہ کیسے ہوتی	۵	کی پابندی نیت	۵	تدلیس کا سبب
۱۰	کوشد رحال	۵	آفتاب زیت المیعش	۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۵	حدیث کی روایت بالسنن کا حکم
۱۱	واجب الاتباع طریقہ تدبیریں	۵	تحصیل حدیث کیو اسطے سفر	۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۳۵	مستابت و غیرت کی تعریف
۱۲	شرکار اسحاق	۵	امام بخاری کے شیوخ کی تعداد	۵	رضائل عادت غیر مقیدین پر قیادت	۵	اقسام حدیث باعتبار صحت ملوی
۱۳	سلسلہ تدبیریں	۵	لوہ ان کے طبقات	۲۷	قصہ وفات	۵	عدالت و غیرہ کا بیان
۱۴	ہنگام دین کی جگہ: اہل کی سزا	۲۱	حدیث لا تشد الرحال کا مطلب	۲۸	امام بخاری کی بارگاہ رسالت	۳۶	عدالت میں ظن کے وجوہ
۱۵	فیقہ کے والد ماجد	۵	بیان کردہ واپس	۵	میں عزت	۵	ضبط میں ظن کے وجوہ
۱۶	پڑگان دین کی اعداد	۵	حدیث لا تشد الرحال کا مطلب	۵	قبر انور کی خاک مشک بن گئی	۳۸	اقسام حدیث باعتبار تعدد راوی
۱۷	فیقہ کے علم معظم	۵	کوفہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۵	قبر انور پر دعا مقبول ہوتی ہے	۵	کونسی احادیث قابل اجتماع ہیں
۱۸	مصرع طبع: ہمارے نہیں؟ دو تو	۲۳	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۲۹	بخاری شریف کی وجہ تصنیف	۳۹	اور کونسی نہیں۔
۱۹	مولود فاکہ	۵	کی قوت حافظہ	۵	بخاری شریف کی خصوصیات	۵	حدیث کا موضوع ہونا کس
۲۰	فیقہ کے جہاد محمد	۵	تعداد شریف میں امام بخاری	۵	بخاری شریف کا موجب عمل	۵	طرح ثابت ہوتا ہے۔
۲۱	ادب مرشد	۵	رحمۃ اللہ علیہ کا اسم	۳۰	بخاری شریف کی تعلیم کے واسطے	۵	کونسا امر کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے
۲۲	زخم گئے سے کبھی ریت عمل ہوتی ہے	۲۳	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۵	نبوی ارشاد	۵	اور کس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا
۲۳	فیقہ کی سند منقول	۵	احادیث زبانی یا تصنیف	۵	بخاری شریف کی احادیث کا شمار	۳۰	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
۲۴	رواں صدی کے مجدد	۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۵	آزاد سب کا تب	۵	پر عمل مستحب ہے۔
۲۵	فیقہ کی سند منقول	۵	کثرت غذا کے نقصانات	۳۱	کتب حدیث کی تعریفات	۵	اذان میں نبوی نام پاک گننے کا حکم
۲۶	ہندوستان کی آراء کی تحریک اول	۵	اسلام میں سب سے پہلی بدعت	۳۲	علم حدیث کی اصطلاحات	۵	انگوٹھے جوئے کے آنکھ سے لگانا مستحب
۲۷	سلسلہ تصنیف	۵	قلبت خدا کے فوائد	۵	اقسام حدیث باعتبار نسبت	۵	خدا کا اور اہل بیت کا حق کیا فرق ہے

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۵	حیات نبیہ و حقیقہ جہان نبوی ہے	۲۰	باب الخو	۲۳	فاروقی زہد و تواضع
۲	حدیث تمیز و تمیز میں دفع تناقض	۱۶	زمین کی پیمائش	۵	رد علی فیض البخاری	۲۳	فاروقی کسر نفس و حق پسندی
۳	کے وجوہ	۱۷	بارگاہ ایزد میں مرد و شریف کی تربیت	۲۱	جدد کل طرف مضامین و نوازل الفاظ	۵	فاروقی وسعت نظر
۴	رد علی فیض البخاری	۵	سلطان محمود غزنوی کا وہ ہزاری	۵	آیت کو ترجمہ الہاب سے کیا نسبت ہے	۵	ہام نیل معرفہ فاروقی مشہور اور
۵	محمد و شکر کے معانی میں نسبت	۵	رد و شریف	۵	رد علی فیض البخاری	۵	فاروقی کرامت کاظمہ
۶	رد و شریف کی بحث	۱۸	رد و شریف کا موجب عمل	۵	باب الصوف	۲۵	باب اللغۃ
۷	بارگاہ رسالت میں رد و شریف کا کمال	۵	رضوی رد و شریف	۵	باب التفسیر	۵	رد علی فیض البخاری
۸	پیش کا پہلا طریقہ	۵	علم حدیث کی تعریف	۲۲	آیت میں صحت نوح علیہ السلام	۲۶	نیت کی تعریف لغوی اور اصطلاحی
۹	پیش کا دوسرا ترجمہ اور طریقہ	۱۹	پیش ترجمہ الہاب	۵	کے ذکر سے ابتدا کیوں کی گئی	۵	اور نیت و قصد و عزیمت میں فرق
۱۰	زمانہ ترمیم میں موجود ہے	۵	باب اللغۃ	۵	اور اس کے دو جواب	۵	جب باری عزیمت میں راہ کا اطلاق
۱۱	پیش کا پانچواں طریقہ	۵	وحی انبیاء کے اقسام اور اس کی	۵	حدیث لا انا الاحمال بالنیات	۵	درست ہے اور قصد و نیت اور عزیمت
۱۲	کیا حضور پر نور رد و شریف اسلام خود	۵	صور توں کا بیان	۵	اسمائے رحال	۵	کا درست نہیں۔
۱۳	بھی سنتے ہیں	۵	رسول و نبی کا منسوق	۲۳	فاروقی علم رضی اللہ عنہ تلمذ کے حالات	۲۷	رد علی فیض البخاری

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰	چیسٹاں	۵۱	رد علی فیض الباری	۶۱	حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۱	تذکرہ گوشتیہ
۳۱	باب الفحو	۵۲	تقدیم کسی فقرہ مستند علی المستند	۶۲	بزرگوارین محمدیہ کا سلام عرض کر کے دست پوس کرنا اور تلامذہ کے لئے مسئلہ ہے کہ وہ نصیب ہو کر کادھہ الہی	۷۲	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۳۲	رد علی فیض الباری	۵۳	دوبارہ فقرہ تقدیم کو انہی پر وقت تلف ترمیم ہو کر ورنہ نہیں	۶۳	ایصال ثواب پر اعتراض	۷۳	آپ کے خصوصیات
۳۳	باب المعانی	۵۴	مجلس داوید فقیر عبادت کا ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۶۴	جواب اول	۷۴	ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت
۳۴	رد علی فیض الباری	۵۵	مجلس داوید فقیر عبادت کا ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۶۵	اہل محبت کے ہدیہ	۷۵	انصاف میں ہونا اور حق کے لئے کھڑے ہونا
۳۵	باب البیان	۵۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۶۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۳۶	باب التبیان	۵۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۶۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۳۷	باب التبیان	۵۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۶۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۳۸	باب التبیان	۵۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۶۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۳۹	باب التبیان	۶۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۰	باب التبیان	۶۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۱	باب التبیان	۶۲	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۲	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۲	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۲	باب التبیان	۶۳	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۳	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۳	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۳	باب التبیان	۶۴	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۴	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۴	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۴	باب التبیان	۶۵	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۵	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۵	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۵	باب التبیان	۶۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۶	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۶	باب التبیان	۶۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۷	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۷	باب التبیان	۶۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۸	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۸	باب التبیان	۶۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۷۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۹	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۴۹	باب التبیان	۷۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۹۰	خبریں حق اور غوی قوی کی بات
۵۰	باب التبیان	۷۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۸۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات	۹۱	خبریں حق اور غوی قوی کی بات

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح جامع البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۸	انہوں سے معاف مسنونہ پورے کتاب	۱۰۷	غیر حرام جہل میں علیہ الصلوٰۃ	۱۲۵	محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف	۱۴۱	استاذ معظم حفظہ کیساتھ خطاب
۸۹	اس حدیث سے ثابت شدہ بات	۱۰۸	والقلم بشکل بشرح حاضر نہ تھے۔	۱۲۶	صحابی کی قسم اول	۱۴۲	کرنے کا حکم
۹۰	مسائل اور ایک نئی سوال در جواب	۱۰۹	ما انا بقاری کی پہلی تقریر	۱۲۷	حضور غوث اعظم کے مرید فرشتے	۱۴۳	مریدین پر واجب ہے کہ ہر کو
۹۱	حدیث ۷۷	۱۱۰	دوسری تقریر	۱۲۸	بھی تھے	۱۴۴	ایسے الفاظ سے خطاب کریں
۹۲	ہم بخاری کے متن مذہب شیخ	۱۱۱	فقیہ غزالی کی تحقیق	۱۲۹	مذہب جہانیاں تاہیں تھے	۱۴۵	جن سے عظمت جہنم ہو۔
۹۳	زائد سابق کے تیس اور چوبیس	۱۱۲	ہا انا بقاری کی چوتھی تقریر	۱۳۰	صلی علیہ السلام صحابی میں	۱۴۶	ہر کی خدمت میں پہلے مرید کو اصل
۹۴	حضرت بشرح علی قدر سہولت	۱۱۳	در علی فیض الباری	۱۳۱	اور ان کے دیکھنے والے نبی علی	۱۴۷	مقام کے لوگوں کو درود کر دینا ہے
۹۵	کی مسکن کے ساتھ غم غوری	۱۱۴	تحقیق فقیر غزالی	۱۳۲	حضرت در قدوسی اللہ تعالیٰ ہند	۱۴۸	بزرگوں کے لیے اول ہے کہ بھول جائے
۹۶	شاگردوں کی خدمت	۱۱۵	جہل میں علیہ الصلوٰۃ وسلم	۱۳۳	حضرت ورقہ کے صحابی نبی علی	۱۴۹	جس سلب ہو جاتا ہے۔
۹۷	بر اصطلح مشہور حافظ	۱۱۶	کی طاقت کا بیان اور ایک مسئلہ	۱۳۴	اس دلیل کا جواب	۱۵۰	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹۸	اور جو کہ تقریب	۱۱۷	علامہ طبری کا جواب	۱۳۵	در علی فیض الباری	۱۵۱	کا ادب
۹۹	روایت سے صالحہ اور صادقہ	۱۱۸	جواب فقیر غزالی	۱۳۶	ہم اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی	۱۵۲	مکتبہ تقریب کی فضیلت کا ثبوت
۱۰۰	کا فتنی	۱۱۹	توحید کے تین مرتبہ اول	۱۳۷	تعلیق	۱۵۳	در علی فیض الباری
۱۰۱	روای کے اقسام اور کون سا	۱۲۰	توحید ایمانی	۱۳۸	صحابی کی قسم دوم	۱۵۴	در علی فیض الباری
۱۰۲	نبوت کا جہز ہے	۱۲۱	دوم توحید مصلی	۱۳۹	زید بن عمرو بن نفیل کے حالات	۱۵۵	سورہ یا اہل الذل والشکرت بتذاتی
۱۰۳	طلوت کریم کے فوائد	۱۲۲	سوم توحید حالی	۱۴۰	صحابی کی قسم سوم	۱۵۶	آیات میں ارتباط
۱۰۴	حدیث اللہ بیان علی قلب کا	۱۲۳	در علی فیض الباری	۱۴۱	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	۱۵۷	در علی فیض الباری
۱۰۵	بہترین مطلب	۱۲۴	روایت جمیعین کی روایت غیر	۱۴۲	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۱۵۸	تابع عبداللہ بن یوسف
۱۰۶	طلوت کے لئے خدا کی قسم	۱۲۵	جمیعین پر مطلقاً ترجیح دینا	۱۴۳	اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۹	اعتقاد اور متبت اور شام کی توحید
۱۰۷	کے نظامی اور بعضی دو سبب	۱۲۶	تحقیق احادیث کے خلاف ہے	۱۴۴	عز کے حالات	۱۶۰	مشاعت کے اقسام اور ان کی
۱۰۸	دو زبان صحابین اور لکے وقت	۱۲۷	در علی ابن الصلاح من	۱۴۵	ناموس اور ناموس کا فرق	۱۶۱	تقریب
۱۰۹	انصاف کا بیان	۱۲۸	بجو العلوی مع ما اللہ تعالیٰ	۱۴۶	در علی فیض الباری	۱۶۲	حدیث ۷۷
۱۱۰	اس امت میں سب سے پہلے	۱۲۹	بسم اللہ کے جو ستر پہلے ہو سکتی	۱۴۷	ناموس موسیٰ کہیں تھے	۱۶۳	تحصیل علم دین کے غلام کو
۱۱۱	خوش کون ہوا	۱۳۰	بکث	۱۴۸	لفظ ثوب کے معنی	۱۶۴	آقا بنار یا
۱۱۲	اولیائے افراد حضور پر مطلق	۱۳۱	قائین جبریت کی پہلی دلیل	۱۴۹	حضرت ورقہ کی وفات قبل موت	۱۶۵	خواجہ ابوسلمہ کی شہید کی
۱۱۳	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت	۱۳۲	قائین عدم جبریت کی جانب سے	۱۵۰	کا حدیث زید بکث سے طریقہ نبوت	۱۶۶	زبور شریف کا ارشاد
۱۱۴	تھے	۱۳۳	اس کا جواب	۱۵۱	بر تقدیر وفات قبل موت حدیث	۱۶۷	خواجہ زکریا صری کا سوال
۱۱۵	غیر حرام آپ کی عادت	۱۳۴	قائین جبریت کی دوسری دلیل	۱۵۲	زید بکث کا دوسری روایت سے	۱۶۸	اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب
۱۱۶	کی نفس	۱۳۵	دوسری دلیل کا جواب	۱۵۳	تقاضی	۱۶۹	خواجہ بایزید کے نام کی برکت
۱۱۷	فکوکے معنی	۱۳۶	بسم اللہ کے آیت سے دوسری دلیل	۱۵۴	ربیع تھیں بطور جواب جامع اور	۱۷۰	سعید بن جبیر رضی اللہ
۱۱۸	تنگ سے ڈرنا نہیں ہے	۱۳۷	اس دلیل کا جواب اللہ کے	۱۵۵	اس کا طریق اول	۱۷۱	تعالیٰ عز کے حالات
۱۱۹	ڈر کر کے اقسام	۱۳۸	کیت و لحدہ جملہ کا اثبات	۱۵۶	جواب بایزید اور کی تضعیف	۱۷۲	آپ کی کرامت
۱۲۰	ڈر کر جہر جہر کی طرف	۱۳۹	در علی فصح اللہم	۱۵۷	حدیث ۷۷	۱۷۳	شان توکل اور اطاعت و اللہ
۱۲۱	ڈر کر جہر جہر کی طرف	۱۴۰	در علی فیض الباری	۱۵۸	در علی فیض الباری	۱۷۴	مختار کا عبرت آموز واقعہ
۱۲۲	ڈر کر خصوصیت	۱۴۱	در علی فصح اللہم	۱۵۹	ابو سلمہ کے حالات	۱۷۵	آپ کے ارشاد فرمودہ جامع ہے
۱۲۳	ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت	۱۴۲	معروض علی الحدیث الصلوٰۃ	۱۶۰	حضرت ہاجر کے دو لڑکے نبوی	۱۷۶	واقعہ شہادت
۱۲۴	تعالیٰ عنہ کے حالات	۱۴۳	السندی و محمد اللہ تعالیٰ	۱۶۱	دعا سے زندہ ہو گئے	۱۷۷	دعا مقبول ہونے کی علامت
۱۲۵	حدیث کی ترجمہ الہیہ ساتھ	۱۴۴	سوال	۱۶۲	سورہ اہل الذل والشکرت بتذاتی	۱۷۸	شہادت کے بعد آپ کی کرامت
۱۲۶	مطابقت	۱۴۵	جواب	۱۶۳	آیات نزول میں اول نہیں	۱۷۹	کا ظہور
۱۲۷	اعوذ باللہ من اللہ رب	۱۴۶	حضرت ورقہ کا اسلام	۱۶۴	لفظ "بعین" کے احکام	۱۸۰	عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
۱۲۸	نازل ہوتی ہیں	۱۴۷	حدیث منقطع کا حکم	۱۶۵	ترجمہ آپ کی کتاب حدیث کی مطابقت	۱۸۱	عز کے حالات
۱۲۹	اقرء امر نہیں	۱۴۸		۱۶۶		۱۸۲	عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۰	آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد	۱۶۹	آپ مزمزم ہر مقصد کے لئے مفید ہے	۲۱۸	سجدہ عبادت اور سجدہ توحید میں تسبیح کیلئے	۲۲۰	الاعادہ پش و توبہ الہاب	۲۳۰	الغلو علی الخیر
۱۶۱	گناہوں سے زیادہ بڑی باتیں	۱۷۰	ح کے انگریز مذہب مختار محمد بن کے نزدیک مثل اور نیکو کاروں	۲۱۹	نبوی بارگاہ میں بکروں کا سجدہ نبوی بارگاہ میں نوشی کا سجدہ نبوی کی پکی پکی روایت کی توحید نبوی تفسیر	۲۲۱	معروضہ علی الخیر دوم	۲۳۱	الحمد شاہ ولی اللہ
۱۶۲	اسلامی اخلاق کی بہترین مثال	۱۷۱	حدیث کی ترجمہ الہاب کے ساتھ مطابقت	۲۲۰	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۳	کمال کا بہترین جواب	۱۷۲	حدیث کے ساتھ مطابقت	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۴	نسب ازکی اہمیت	۱۷۳	حدیث کے ساتھ مطابقت	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۵	تقریر اشکال	۱۷۴	البرخیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۶	”صن“ ابتدائی کی دوئم	۱۷۵	ہر قیل کے حالات	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۷	اشکال کا جواب اول	۱۷۶	رکب اس طرح ہے صحیح نہیں	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۸	اشکال کا جواب دوم	۱۷۷	قریش کن لوگوں کو کہتے ہیں	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۶۹	نبی کے تحقیق اور مہذب	۱۷۸	قریش کی چند وجوہ تسمیہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۰	مصلحت	۱۷۹	طہات عرب کے نام	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۱	لامتبعین کے اقسام	۱۸۰	بنک اور ڈاک خانے میں روپیہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۲	سماح استعمال نصات کے	۱۸۱	جمع کر کے منع لینے کا حکم	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۳	احسان	۱۸۲	نظر ترجمان کی تحقیق	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۴	ترجمہ الہاب کے ساتھ حدیث	۱۸۳	افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۵	کی مطابقت	۱۸۴	محل ہے	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۶	در علی فیض الہاری	۱۸۵	امام النجاشی سیوہ کی حضرت کا	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۷	اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں	۱۸۶	عجب واقعہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۸	رابطہ آیت	۱۸۷	لفظ ”قطہ“ کے معانی	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۷۹	حدیث کے	۱۸۸	ترجمہ الہاب کے ساتھ مطابقت	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۰	امام عرواضہ بن مبارک کے	۱۸۹	لفظ ”ماذا“ کے دوہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۱	حالات	۱۹۰	اشد ضروری تنبیہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۲	زبدہ سابق میں عالم دین کی	۱۹۱	شرک کے معنی	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۳	جانب رغبت	۱۹۲	اور جاہلیت کا بیان	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۴	صاحب دینا بھن کی صحبت اب	۱۹۳	ام جرد کی بحث	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۵	بھی نصیب ہو سکتے ہیں	۱۹۴	ان اور لاکھ کسانوں کی جہان	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۶	اہل علم کی خدمت دوسرے	۱۹۵	ہر قیل کے اسلام کی بحث	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۷	اصحاب حاجت سے مشفق ہیں	۱۹۶	حضرت دین محمد علی رضی اللہ عنہ کا کرم	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۸	انسان صرف علم نہیں	۱۹۷	نبوی دعوت نامے کی تشریح	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۸۹	دعوی زہدانی زہد ہوتا ہے	۱۹۸	سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دعوت نامہ	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی
۱۹۰	اہل و عیال کی پرورش کیجئے	۱۹۹	بنام یحییٰ علیہ السلام	۲۲۱	نبوی توحید میں توحید کا سجدہ سرکاری	۲۲۱	دعوی قدس سرہ	۲۳۲	القوی</

اور سید احمد صاحب کو فرید کی اسکی شاعت و تبلیغ کے لئے مقرر کیا گیا ہے (تہذیب الاخلاق) نامی ایک بڑے جاری کیا جس مخالفت اسلام
جو نیریت کے اصول سر لے جانے لگے۔ انگریزی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا گیا۔ اور اسکے محاسن و فوائد بیان کرتے ہوئے اسکی تحصیل کی جانب بڑے زور و شور
کے ساتھ ترغیب دی جانے لگی۔ ابتداءً مثنوی جہان علی صاحب دہلوی جہدی علی صاحب گجراتی جو نیریت کے شہادت میں ناز و قلم دکھاتے رہے
ان کے بعد مولوی اسحاق حسین ممتاز حاکم ہائی پٹی اور آفتاب علی ممتاز کی خدمات تقویٰ ہوئیں۔ ان دونوں صاحبان نے انگریزی تعلیم کی مداخلت
کی تعریف اور نیریت کی توصیف میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور اپنی پوری قابلیت انگریز کے اشارے پر اسلام کی مخالفت میں صرف فرمادی۔
جس سے متاثر ہو کر مولوی حافظ محمد سلیم الدین احمد صاحب اسکیم بنے اپنے فریضہ انعام میں فرمایا تھا۔

شعبہ قدر کا خوب چولا پہلا ہے + توہب کی ہر شاخ میں پھل لگی ہے ① مزہ ایک چل میں کٹے طے کا ہے + نئی داستان ہے نیا ماجرا ہے
ہر اک کام کا یا پلٹ ہو گیا ہے + کہ اسلام کا یا پلٹ ہو گیا ہے
بھا اعتراض! اور توہب بھی پہلا ہے + مگر کام پورا تسلط کے ڈھب کا ② ناول سے نکلا نہ تانی سے بگلتا + تو ثالث تلاش ہوئے دولتی افزا
خلف در خلف واصل بن عطاء + مخالفت نبی کے مقابل خدا کے
وہ اتحاد کے یادگار گرامی + وہ کفر و تہذیب کے فرزند نامی ③ ہول کے درگاہ رحمت کے حامی + خلافت کے سنبھلے ہوئے کنگستانی
وہ تہذیب خاؤں کے فرزند یعنی + وہ آزاد بانو کے دلہند یعنی
نہیں رہتے نام مبارک سننے میں + تو سنئے کہ وہ فکر دنیا سے امین ④ نہا بسن ظاہر نہ ظہر باطن + نہ صوفی نہ زنا جہ مسلم نہ مومن
متمدن کی جو رو ترقی کے شور + وہ ہیں جن کو حضرات کہتے ہیں
اسی غم کے مارو گیو ستلنیا + قدم آپ کے کہے ہندوستان میں ⑤ بہانہ گئی علم کے بوستان میں + کھلے عقل کے گلہری بوستان میں
یہ آئے اہل ان کے خیالات دیکھو + دکھاتے ہیں کیا کیا کمالات دیکھو
بنا مدرسہ کی جو لہر نے ڈالی + نئی راہ چننے کی پہلے نکالی ⑥ لڑنے لگنا ایک ایوان عالی + جسے دیکھ کر کہہ کہتے ہیں عالی
کہ پانی تہی دست از حق نشوید + قلندہ جو گوید ہمہ دیدہ گوید
بشارت جو لہر ہستیاں - پھر علی گڑھ میں ہوتا ہے اس کے ⑦ یہ جہ کہیں جہ نند سے بزرگ + کہ ہے مدرسہ کے بھڑا اسکے در پر
کسی کا دل پاک ہے سنگ اسود + بڑھو کچھ لیک یا سیدنا محمد
یہ والاہر سید خاندانی + ہیں اس کعبہ نیریت کیانی ⑧ ہر میں جو ہے کبہاستانی + وہ حضرت کے دادا کی بکاؤانی
تو جو مدرسہ کوں میں ہیں رہا ہے + یکے بنا ہوا آپ کا ہے
یہ رنگ انگن کعبہ نیریت + دبیر الادارت مشیر المشیت ⑨ ہیں اک مروزی غم پاکیزیت + طبیعت میں جو گئی قوی حیت
یہ کرتے ہیں سام کی غرقابی + یہ ہیں یادگار خلیل الہی
یہی دین نیر کے پیر صرسل + یہ نیر نہیں کا ہے وہی منزل ⑩ یہی جانتے ہیں کتاب مفصل + انہیں پرکھ لے ہر کلام محل
جہاں ہیں نبوت کے صدق ان کے + چھپتے ہیں تہذیب الاخلاق ان کے
بڑے کام کے پہلے دوتے جاری + کہہ لے تھے احکام انشراح جاری ⑪ انہیں کو بھی تہذیب کی پائیگاری + انہیں سے بھی نیریت کی جھڑپ
چراغ ان کی تحقیق کے ٹٹھانے + تو آئینہ ہمد و مہر دکھاتے
مگر وہ چراغ اب زندہ رہا ہے + راگلی سی تالش نہ زور و ضیا ہے ⑫ اور اس ہمد و مہر کو بھی اختتام ہے + آخر غیبت نامہ کا ہوا ہے

نہ اچانک ہیں وہ اب بھی کھلتے + نہ سواب سے ہیں وہ مٹے نکلتے
 تو نکلتے ہیں پھر دھاری نای + قوانین شریعہ نیچے کے جامی (۱۳) تجل کے عالم شریعہ کے عای + ترنق کے مارے تشنق نای
 خرمستہ گویا دلسان دونوں + بنی نوع نیچے کے انسان دونوں
 وہ ایک دن میل و پام غفلت کے نای + کہ ہیں نام کے آفتاب الہی (۱۴) ریاضی دقیقوں کے ماہر کما ہی + توارق کے ماہر بے تنہا ہی
 عروج خیالات میں منبہ اپنے + ہر اک طور کی قدہ ہست اپنے
 خداوند عالم کو اب کہنے والے + نبی کو حکیم عسرب کہنے والے (۱۵) شریعہ کو دنیا کے دھبہ کے والے + عقائد کو قوی ادب کہنے والے
 عقیدے میں پورے مٹوئے پہچے + کہ ہیں بروز و حشر قوی زندگے
 وہ ہیں دوسرے صاحب طبع عالی + فنی نظم میں ہم صغیر زلالی (۱۶) بہت کچھ ہے جن کا عروج خیالی + ہر اک قال کے راز ہیں چالی
 یہ کچھ لطف گفتار ہے کام ان کا + کہ مجموعہ لطف ہے نام ان کا
 ترقی نے جلوہ یہ اپنا دکھایا + کہ واحد نے مجموعہ کا نام پایا (۱۷) مگر حق آگے نہ رنگ لایا + کہ تفسیر کے ہر حق میں سلایا
 بجا ہے ترقی ہے ماں بھی نظرس + فردنی جو ہے حق کی تو صغیر
 جس جس کے کسی کی فہوت + نہ اسکی مفاہک ہے ہم کدورت (۱۸) نظر انوشٹ دشان ذکورت + غرض تم نہ بھولے جس صورت
 بدو حق ہے حق پائیدہ حق + جسے اہل دل کہتے ہیں حق معنی
 غرض آپ ہیں ناظم ملک نجر + سخن آپ کہتے ہیں دفتر کے خضر (۱۹) مغلے میان کا یہ بلا ہے پیکر + کہ ہر شر ہے آپ کا موجب گھر
 نئی ٹھیک اندکی یہ شد مدد + کہ بھاشا کے لفظ لانے میں لگے ہے
 سخن میں نیا دھنکے خوب ہے طبیعت میں بیا دطر عجیب ہے (۲۰) کلام آپ کا جو ہے سو قتب ہے + مدد و جن دلاسلہ ملک غیب ہے
 مدد و جن دلاسلہ یعنی مدد + مدد کو یا کتاب بعدد س
 غضب شہو پہا اہل نجر میں اسکا + فصاحت بلافتک لکھتے ہیں غا (۲۱) لگایا ہے نجر کے مرسل نے فتویٰ + کہ یہ نظم ہے سائے ہم میں پنا
 نہیں مثل کا اس کا مکان نجر + کہ یہ وحی نجر میں ہے نظم معجز
 بڑے ناز سے اس کا شعور نیک + شتا ہے کہ فرماتے ہیں پیر نجر (۲۲) کہ گرجہ سے پوچھا گیا زور عشر + عل کو سالائے دوست بہتر
 تو حاضر کروں گا یہ نظم حلی + ہے دیر حضرت ذوالجلالی
 تھا آپ سے کوئی پوچھ کہ حضرت + قیامت کے پورے پہا اہل طرقت (۲۳) نہیں مانے کوئی دھوی نہ محبت + بھلا آپ کو کیا ہے عشرے نہبت
 کہ یہ احقا دہل اسلام کہے + نہ قانون نیچے کے احکام کا ہے
 ہر اچھا ہوا مدد عشر تو پھر کیا + سوال آپ سے پہلے اسای ہوگا (۲۴) مجھے یاد آتی ہے اک نقل زیبا + کسی نے یہ کہتے ہیں صبی ہو چکا
 کہ سید اگر پوچھ شریعی جواری + تو احکام کیا آپہ ہوتے ہوئے جواری
 کھا شیخ نے ایک قطعہ جواری + کہ میں تو دیکھی نہیں یہ طرابی (۲۵) بنی فاطمہ ہاشمی جو ترائی + غضب کہ ہر دیں جواری شالی
 خورنے کی ہے انہیں تو ظاہر + طہارت ہے قرآن سے انکی ظاہر
 اور یہاں اگر ہے تو ایسے قسمت + قیامت میں مت چٹنی حسیبت (۲۶) انہیں کو پیکر کو کب ہوگی فرصت + کہ گئے گی اپنی شفاعت کی نوبت
 انہیں کچھ بیڑوں میں وہ قیاسلا + نکل جائے گا کوں ہے پھر ہمارا

اسی طرح جب اے خداداد عجیب + پر غم جناب آگیا روزِ عشر (۳۵) اور اس دن آخر کے جھگڑوں کی دفتر + کھلے پیش خلاق دانائے داور اور آئی: می مثل پشی می راول + ہے اسلام کا جس میں دعویٰ مکمل اور اسکی پوئی آپ سے روکا + ہوئے رد و ذکر کے جوابات جاری (۳۶) لگی ہوئے تقریر کی سحر کاری + تو یہ مثل پر سخت جھگڑا ہر چاہی وہ دلائل کھیروں میں کٹ جائیگا + یہ نوبت جھلا کوئی نہ لائے کہ ادھر کہ حرکت پوچھے خداداد حرکت + ہمارے لئے تھلا لائے ہو تم کیا (۳۷) اور آپ اس مدرسہ کھلا کے اجزا + کرس مشر کے جائزے کی تمت اور انت الخیر لکھ کر یہ مکتوب + خطاب آپ پائیں کمال شرف مگر آپ کچھ دلیں رمان اس کا + نہ کھیں کہ یہ خاص تمنائے اعلیٰ (۳۸) اور اس بھی بڑھ کر کوئی اور تمنا + یقیناً طے کا معتر رملے گا طے کا بنے گا و تلج تارک + تو پوچھیں گے ہم بھی مزاج مبارک

چونکہ حکومت کا سایہ عاطفت سر پر تھا اس لئے اسباب ظہر کے بار فراہمی سے سبکدوش رہے اور انکی تبلیغ تجزیہ و تعلیم انگریزی کی تحریک آفاقاً منازل ترقی طے کرتی چلی گئی۔ ابتداً طبقہ روحانے انکی آواز پر لبیب کی کوا اور مدت و یک سال تمام تدریس میں صرف ہی لوگ شغل ہوئے۔ پھر حکومت نے کچھ ایسی تدابیر اختیار کیں جنکی بنا پر متوسطا حال طبقہ کے لئے انگریزی تعلیم کے نیز محاش کے ذرائع محدود ہونے کے نظر را طبقہ بھی انگریزی تعلیم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت ہائیں جاوید کہ اسلامی تمدن اسلامی معاشرت اسلامی وضع قطع اسلامی پوشاک اسلامی آداب اسلامی اخلاق اور اسلامی امتیازات کی دولت بے بہارہ دونوں طبقے اپنے ہاتھ سے کھینچے جسکو انظر اقبال مرحوم نے محسوس کیا مگر انوقت جبکہ پانی سر سے اوجھا ہو چکا تھا اللہ ہر گز بے میں سرایت کر گیا اور نہایت ہم پر کفر مانے لگے۔

کون ہے تارکائین رسولِ حقار + مصلحت وقت کی پوک کے عمل مجاہد + کس کی نظروں میں سادہ پند و پیرا + ہوئی کس کی نگاہوں سے سیرا + ہم میں سے تم ہونے والے تھے تمدن میں + یہ مسلمان ہیں جنہیں کچھ کے شہا ہیں + قلب میں انہیں روح میں خاص نہیں + کچھ بھی پیچھم کھٹکاتے ہیں اس نہیں یونانی رید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو + تم بھی کچھ ہو بتادو مسلمان بھی ہو

الغرض سرسید و مخالفان کی شکوہ والا تحریک کی بدولت قوم مسلم کے ان ہر دو طبقات کے حسن طرح اور اسلامی امتیازات و تمدن کو اور انکی تحصیل علم دین بھی انہیں منقود ہو گئی۔ اب طبقہ غریب باقی رہا جو علوم دین کی تحصیل میں مشغول تھا۔ اور ہندوستان کے عربی مدارس سے علوم انھوں قالیات کے الگ طلبہ فراغت پا کر کل رہے تھے۔ کیونکہ اساتذہ اور طلبہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے فرائض منصبی کو محسوس کرتا تھا اور پوری پوری خودمندی کیساتھ ان سے ہمہہ ہوتا ہوئی طرفین سے کشمکش جاری تھیں۔ مددہ حدیث میں طلبہ کا داخلہ فنون کی تکمیل کے بعد کیا جاتا تھا۔ امتحان اعلیٰ میں صدارت نیکوئی کی استعداد کے مطابق کتب میں جانب شرکت و یکساں معمول تھا۔ پھر کتابیں بعد امتحان اعلیٰ تدریس کی جاتیں طلبہ کی تحصیل ترقی و شوق کیساتھ معترف رہتے ہر کتاب کے مطالعہ کو نام کچھا جاتا اور انکو از انرا نام کی جاتی تھی۔ اسی طرح اساتذہ کے نزدیک بھی چون مطالعہ درس دینا یا امتداری کے خلاف تھا عربی مدارس انہیں خوش گوار نہیں دیتا تھے۔ گزشتہ بے کر یکا یک ضلع ہماچل کی سر زمین پر غزوت کی گشتائیں چھپائیں مہیبت کے اہل گرجے اور غریب تعلیم کا صاحب آسمانی ٹوٹ کر دارالعلوم دیوبند پر گر پڑا۔ بہتم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے پاس ایسے شدید مظالم اختلافات پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے مدرسین اور طلبہ میں تفریق ڈال کر دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جماعت بہتم کی ہوا خلو جو اقلیت میں تھی۔ دوسری شیخ الحدیث کی پیروا جو اکثریت میں عرصہ دراز کے لئے دونوں جماعتیں آپس میں گزریاں اور ہل و خوب۔ اچھا لگا ہا۔ آخر اس معرکہ جنگ کا اختتام ہائیں طلبہ جو انکے ایک جماعت پسپا ہوئی اور شیخ الحدیث میدان چھوڑ کر اپنے حوالی موالی کیساتھ ڈھاسیل صوبہ گجرات میں پہونچ کر نہاہ گز میں ہوئے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۲۷۲ھ یا ۱۲۷۳ھ کا ہے۔ حدودہ حدیث کا اکثر و بیشتر طلبہ اور گروہ کے ساتھ چلے گئے تھے اسلئے دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث خالی ہو گیا۔ اسباب بہتم نے یہ ظاہر کرنے کے لئے شیخ الحدیث کے چنے چنے

والاعلام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ دورہ حدیث کا سوا اگر دوا بقول شخصے (مکی کے بھاگوں حسین کا ٹوٹا) بیقراری ہی اظہار انکسائے سے وہ احافیت اندیش طلبہ ٹوٹ پڑے جن کا مقصد صرف فکری سزا حاصل تھا اور دوا حدیث سائن کی طرح پھر ہالاب ہو گیا۔ اشیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب کو سندہ صدارت پہلا بھایا جب وہ حدیث کا میاں دار العلوم دیوبند میں گرایا گیا جو ہندوستان کی عربی درگاہوں میں باعتبار وصیت عمارت اور علمی طاقت کے بعد طلبہ ربیب بڑی درس گاہ ہے تو بغولائے (جو کفر از کعبت خیر و کجا ماند سلمان) دوسرے مدارس اس سے کب محفوظ رہ سکتے تھے وہ بھی مصلح زندگی کے پیش نظر اپنے معمول میں نرمی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت رفتہ فوت باجنا رسید کہ برتوقیہ بیت حوصلہ اہل طلبہ کی نیابت کا اشتیاق اگر واسطہ ہو تو دورہ حدیث کے طلبہ کو دیکھ کر پورا ہو سکتا ہے کہ اس درجہ کے اندر اکثریت میں ہی ہوتے ہیں جن کے بے حیثی مشن پر اچار پائے بروکے بے چارے کا روشن تلخ چمکتا ہوا دسے نظر آتا ہے۔ اس انبری کے باوجود بیٹے نازکیا تھے بیقراریا نایا اشتہارات و رو میڈا میں بچپانہا کمال مسال ہا ہے وارا العلوی سے بفضلہ تعالیٰ اتنے طلبہ فایہ اقصیل ہوئے ہیں جیسے کہ ایسا ہے جسے کوئی کہے کہ مسال ہے اتنے انسانی نفوس کو خلوہ ایمان بنا کر غفلت قعالے اپنی قوم کی آنکھوں میں مول جھونکی ہے۔ دورہ حدیث کی اس تحریک زمرہ دارالعلوم دیوبند کے دی ارباب ہتام ہیں جنہوں نے معیار کو گرایا تھا۔ اور حکم حدیث بخاری صفحہ ۶۹ ص ۴۹ کا قتل نفس ظلم الا احرار علی ابن آفہلا کی کفیل من دھھا الان اول من سن القتل جیتی دنیائے کئے نامہ اعمال میں اس تحریک نثار کا اضافہ ہوتا ہے گا۔ پھر دارالکویت چونکہ غیر معیاری طلبہ لبریز ہوتا تھا اسلئے شیخ الاسلام صاحب سے بے نیاز تھے۔ اور بخاری شریف کے دوسرے میں تقریریں فرماتے تھے جبکہ شکر نام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی شرح کو کسی ہوگی۔ اور تعجب نہیں پڑے کیا منتقم حقیقی اللہ واقعہ ہائے دہائیہ میں زلہ حشیت علی کا استغاثہ پیش کر گزریں کہ شیخ الاسلام نے اپنے بدترین افترا سمجھا ہے۔ آپ کی فقرات تمام تقریر بخاری امروم کہ کشائے کی گئی ہیں اس کا نوید بشیر القادی کے صفحہ ۲۴۲ پر ملاحظہ کر کے ناظرین کو یاد ہو جائیگا کہ میں نے کوئی کلمہ خدا و خواستہ کسی پر خاش کی بنا پر نہیں کہا بلکہ یا ایک دشمنہ حقیقت ہے جس پر کسی طرح پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔

انہیں حالات سے متاثر ہو کر طلبہ میں خیال پیدا ہوا کہ بخاری شریف کی شرح سلیس و درو میں ایسی لکھی جائے جو اسکے حل کما سٹے کافی ہوتا کہ مروجہ دھکے طلبہ اسکے مطالب آسانی افزہ کر سکیں اور نگہ مناجور و شل اصحاب کی تقریرات سے گراہ نہ ہوں اور اسکے ساتھ ساتھ گروہ کن شرح کے چہروں سے نقاب بھی اٹھا دیا جائے تاکہ اساتذہ دھو نہ کھائیں کثرت کا رادہ جو ہم افکے کے باعث جہت تو نہ ہوتی تھی کہ اس عظیم الشان امر کی طرف اقام کیا جائے کہ تو کوکل علی اللہ کھنا شروع کیا۔ اور تقریباً دو سال کی مدت میں پیشہ مکمل ہو گئی۔ یہ معن ہر گان سلسلہ کی توسیع کے اثرات ہیں اور اپنی حالت تو یہ ہے کہ سہ ناکارہ و نادران کوئی محمد سنا نہ ہو گا۔ آیانہ بحسبہ بے ہنری کوئی ہمنہ اور

دوسرے جہاں کے ہتم سائن ہائے عمر و معتم (چھوٹی سرکار) الحاح جیتا اشیم بشیر الدین صاحب چشتی قدس سرہ خاندان لاکھ فی ہر شہر میں ایک عجیب بزرگ گزشتے ہیں جن کی نظیر جنگل ان آنکھوں نے نہیں بھی میشتا گئے فرمایا (سحل ولی علی قدم نبی) کہ ہر ولی کوئی کسی نبی کا حال و مشرب عطا ہوتا ہے چنانچہ مرتبہ ولایت عیسیٰ پر فائز ہوئے تارک الدینا ہوئے ہیں اور مرتبہ ولایت ابراہیم پر فائز ہوئے تھے صاحب جمال دور تریہ دلائی و حی پانیو لے صاحب طالت اور مرتبہ ولایت سلیمان پانیو لے مالک یاسست و علی علی القیاس اور جبکہ مرتبہ ولایت محمدی عطا ہوتا ہے۔ وہ تمام احوال کے جامع تھے پیرا سوز اسلئے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قصیدہ غریب میں ارشاد فرمایا ہے۔ وہ کل ولی لہا قدم وانی۔ علی قد۔ النبی بدن الکمال ترجمہ ہر ولی را یک قدم دادند ما۔ برتر ہائے نبی بدر العللی۔ مولیٰ تعالیٰ نے چھوٹی سرکار قدس سرہ کو دنیوی ریاست کے ساتھ ساتھ دینی بھی عطا فرمائی تھی جس کا نتیجہ سبب بنیامد الوقرع ہے۔ بایں میں آپ مرتبہ ولایت سلیمان پر فائز تھے چونکہ مرتبہ حصول بعیت غائبانہ کے بعد اپنے مرتبہ کامل عارف و اصل حضرت حاجی امجد اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کی برکت سے ان آخر میں حاصل ہوا تھا۔ اسلئے اکثر و بیشتر لوگوں کو اسکا انکشاف ہو سکا اور انکی

نظر میں مثل سابق آخر تک صرف شانِ یاست پر محدود رہیں۔ آپ کے مستقل حالات انشاء اللہ تعالیٰ ہماری کتاب (اسلامی مہینے) میں لکھیں گے جو برائے حق و
فیہ کاتب اللہ کو آپ کی محبت سے بہت فائدہ پہونچا بلکہ ربیت کے ابتدائی مراحل آپ ہی کی برکت و محبت سے طے ہوئے۔ پھر ایک دوسرے بزرگ کے
سہرور و یالیاں جن کا ذکر خیر عفریہ کی یاد آلا ہے۔ چونکہ تشریح مکملہ کے لئے آپ نے اپنے لطف فرمایا تھا۔ نظر میں حصول برکت کی خاطر نام ہمارے کے پہنچنے
کو لیتے ہوئے اس شیخ کو (شبیر القادی) بھیج دیا تھا۔ (کیسا تم ہو سو کرنا ہوں میں) قابل تو نہیں کہ ان کے احسانات بیکار کی مکافات کرنا
بنوئے سے لا خیل عندک تھو دیکھا و کمال + فلیس بعد النطق بان کلمۃ یحیٰ الخصال۔ ان لوگوں نے جو لے کلمات کا ثواب جو ربیت
حایت میں جو دیر لے آئی کی روح مقدس کے لئے مدت کرتا ہوں سے مگر قبول و مستد ہے مرقہ خرفہ
ارباب علم کی غرات میں درخواست ہے کہ اسکو بغور ملاحظہ فرمائیں جہاں کہیں جو غلطی طے ہو کر کے عند اللہ باوجود ہوں۔ فقیر شکر کے ساتھ
قبول کرے گا۔ اور آئندہ جہاں میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ و ما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ انیب۔

حالات خود بہت کم خود

والد ماجد مرحوم کے یہاں کم از کم ایک مہینے خیر و برکت تھی جس کے دورانہ کی کھیر پر وہ تجھ بشارت و دیگر بزرگان میں اور جو زمین و موات کی حد تک
لیعمال ثواب کیا کرتے تھے۔ اور خاندانی دستور کی طاعت کیا رہا ہو یہ شریعت کی فاطمی مولات میں اصل تھی کے بعد گھر سے چار و یالیاں پیدا ہوئیں جس
گھر کی گلیاں۔ دل میں فرزند کی آمد دیکھتے تھے۔ پانچویں مرتبہ امید ہوئے پر حسب رشاہتانی (و استغوا الیہ الموسیٰ لہما) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
دسیلہ بنا یا اور پندہائی کر اگر اس مرتبہ فرزند نہ تو نہ تھا تو معقول سے زیادہ وسیع جائزہ گیارہویں شریعت کی فاطمی میں کی جائیگی۔ خواب میں کسی بزرگ کی زیارت
سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے نوکر فرزند کی بشارت شیعہ لکھنے یہ وہاں سے فرمائی کہ اسکا نام (خدا رحمتی) رکھا جائے چنانچہ تاجک الدوستان نامی ایک
فقیر کی ولادت ہوئی ایشاد فرمودہ نام رکھا گیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے گیارہویں شریعت منائی گئی۔ فقیر کی دل تڑپا ہے کہ نوالی تعالیٰ اپنے حبیب کے
علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے حقہ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں اسی ماہ ہمارے کے اندر وفات بھی نصیب کرے۔

اسی دعا از بندہ آمیں از ملک + پورش باز بندہ اجابت از ملک

سبب شعور یا تو اسلامی طریقہ کے ماتحت ہم تسبیح خوانی ادا کی گئی۔ اور بعد اختتام ناظر دیکھ کر وہ مکتب میں داخل ہو گیا۔ جہاں شاد و محرم من فیض علی
عاطفہ حبیبہ دلی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکتب کا نصاب پورا ہو گیا۔ بعد ازاں اسکو ل میں داخل ہوا جہاں دس چھ چھام تک تعلیم ہوتی تھی۔ اور اس میں استاد حضرت
شیخ خواجہ صاحب ہند یا شریعت۔ دس چھ چھام میں کامیاب ہو گئے بعد میں معظم حضرت مولانا شاہ تیر غلام قطب الدین صاحب برہمپوری علیہ
رحمۃ الہی نے اپنے ہمراہ ایک مدرسہ انجمن اہل سنت بازار دیوان مرانا آباد میں داخل کر دیا جو آج کل بنام جگہ و جگہ خجیبہ
موسم ہے۔ یہاں پر آئندہ نام سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور چند سال میں کافیہ تک سانی ہوئی جس کے متعلق طلبہ میں مشہور تھا کہ کافیہ کی تعلیم
ہونے لگے اسکو وہ ہم روزہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عظیم ہو کہ طبیعت میں شریعت میں تحصیل پیدا فرمادیا تاکہ کسی قدر شریعت میں آئی۔ چوتھی تحصیل ہی کا
آخر چکان کا یاد کرو۔ ستر رات کو سوتے میں زبان بچاری ہو جائے جہاں ایک مرتبہ ہو کر لیں جناب شیخ علی حسن صاحب ہجوم پشتر انسپکٹر پولیس پاکستان
اور مدرسہ کے مکتب میں جہاں جہاں طلبہ مدرسہ کے ساتھ آیت کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا پڑھتے پڑھتے آگ لگ گئی اور بجائے آیت کو کہیں ان کا یہ سن بنا
ہر بار و از بندہ جاری ہو گیا۔ کہ قال اصل میں قول عطاء و مکرر کہ قبل اسکا مفتوح داد کو اللہ سے بھلا قال ہو گیا۔ یہاں میں بائیں ٹیٹے طلبہ
مسکرا رہے تھے کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب ہجوم پشتر آئے تشریف لے آئے بسکھ پڑے اور متوجہ ہو کر بیدار کیا کہ آیت کو کھینچ کر بجائے پتہ گنج ختم
ہوا ہے۔ موجودہ میں حالات طلبہ کی حرکت ہوتی ہے کہ دنیا سے تحصیل کا یا پالٹ ہو گئی مولہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ کو چیر

فرودینا دوست نہیں اسلئے کہ (الکلمۃ) الف لام حرف تشریف اور کلمۃ اسم سے مرکب ہے۔ انہی دل غیر مستقل اور ثانی مستقل ہے۔ اور مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا لہذا جو کلمہ مرکب ہوتا ہے (الکلمۃ) کو مبتدا قرار دینا درست ہوتا ہے۔ جواب یہ مذکور تھا کہ حرف تشریف عارض اور کلمۃ معروض ہے اور مجموعہ مبتدا نہیں مگر اعراف لازم آئے۔ بلکہ مبتدا حرف معروض ہے۔

استان معظم قدس سرہ سیری وجہ سے پریشان۔ بازار ہی میں تشریف فرما تھے۔ قیام گاہ پر مراجعت نہیں فرمائی تھی۔ اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف تھے۔ تقریباً دو گھنٹے مطالعہ کر کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بغرض سیر بازار کی طرف رخ کیا حافظ صاحب مرحوم نے کہیں دور سے دیکھ پایا۔ یا از بلند جیلانی جیلانی کہتے ہوئے دوڑ پڑے۔ مرحوم طویل قد۔ دراز لڑش اور بھاری بھر کم انسان تھے۔ ان کے دوڑنے کا منظر عجیب ذہب نظر تھا۔ دکھاندار اور دیگر عورتاں ہونگے۔ آواز سننے پر بس پلٹ کر دیکھ کر کہے کہ کیا شاہجگہ چلے آ رہے ہیں جس پر گیارہ فرسنگ کے دور میں آیا پھر فرمایا حضرت مولانا بہاری وجہ سے پریشان ہیں اب تک کھانا بھی نہیں کھایا۔ بازار ہی میں موجود ہیں۔ انہوں نے غصہ میں فرمایا تھا تم سب جج چلے آئے۔ جیلوار و ملاطفت کیا تھا فہمائش کرتے اپنے ساتھ لگے

مراد آباد سے دارالخیر اجمیر شریف کو شہر حلال

بروز ۱۲۳۳ھ کے مضافات میں راجپوتوں کے نذر رفتہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی زدک تھام کے لئے عربی شریف سے جماعت رضا مصطفیٰ پہونچی اور کابگنج میں پناہ فرما کر کیا جگہ ناظم حضرت مولانا شاہ فاضل حسنین صاحب لکھی۔ مظلہ العالی تھے۔ مراد آباد سے استان العلماء قدس سرہ سیری کا ہے گا ہے تشریف لیا تے۔ آپ کی ہر کاری میں استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مخپوری اور حضرت مولانا مفتی محمد علی شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دورہ پندرہ یوم اور کچھ اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا اسلئے اسباق کا ناظم ہر داشت نہایت سکا اور تبرجیت حافظ ضحیر حسین صاحب مراد آبادی یہ طے پایا کہ دارالخیر اجمیر شریف چلا جائے چنانچہ مذکور بالا اصناف اہلدار کے بعد مراد آباد سے سات فرسنگ مشرق ایک قلعہ میں سرستی میں قافلہ جناح حافظ ضحیر حسین صاحب مراد آبادی کو راز ہو جس میں قیامزدہ پانچ اصحاب تھے۔ فاضل شمس الدین صاحب جو بنوری۔ عم معظم کے صاحبزادے مولوی بنی العابدین صاحب مرحوم قاری اسد الحق صاحب۔ حافظ عبد العزیز صاحب اور ایک لکھنؤ کا شاگرد ناظر خواجہ جس کا نام غالباً اسعیل تھا یہ قافلہ دہلی پہونچ کر ایک شہر دارالعلوم تھا۔ میں استاد معظم حضرت مولانا موسیٰ احمد صاحب سہرامی صدر المدینہ امستریا کہ ہم کے یہاں وہاں ہوا پھر تقریباً صبح آٹھ بجے پیر سے روانگی ہوئی۔ اللہ انہی اسٹیشن پر ہر چہ وقت زادہ آواز کے خود ہریاں خریدے جو سن سیدہ ہو چکے تھے اور زمین شاگفتہ دانوں کی کثرت تھی۔ مگر شدت جوع کے باعث ہریانی سے زیادہ مزے دار محسوس ہوئے۔ دوپہر اور شہرے دونوں اوقات میں نہیں پر قناعت کی گئی۔ دوسرے دن دہلی کے قریب اجمیر شریف اسٹیشن پر رزک دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے دارالافتاء واقع محلہ پر تھیں پہونچے اور (شاہجی) کے جسٹس میں سامان کھانیا جس سے مراد آبادی کافی براہ و کرم تھی۔ اور جسے بہت پہلے آگئے تھے۔ بھوک کی شدت بیتاب کر رہی تھی دروازہ حجرہ کے بالائی طاق میں سوکھے ٹکڑوں بھری ایک ٹوکری نظر پڑی فوراً بلا اجازت اُتار کر سب بیٹھ گئے اور ان کی آن میں صاف کر ڈالا۔ پھر سب قبا ادا فرما دیئے اور خواست میں لگی گئی تو امتحان اقلہ کے بعد مشہور ماحول (اول طعام بعد کلام) کے برعکس روح شرح حای کی کتاب میں تو پہلے دیر گئیں اور انتظام خود اکیلے کھدیا گیا کہ مجلس شوری کی نشست کا انتظار کیا کاش اسوقت جتنا حکومت ہوتی تو دھڑلے سے مجلس شوری کے خلاف ایجنڈیشن برپا کر دیا جاتا مگر کیا کرتے ظالم انگریز کا عہد حکومت تھا جس کے یہاں قوانین کی پابندی شد ضروری تھی مگر چ کوئی بھوکا مر جائے۔ اسلئے کوئی دم بھی نہ مارا۔ ایک بنگال طالب علم صاحب دشن روپے بطور قرض حسنہ لئے اور معمول یہ باکر صبح دوشم بدھ راتے وقت آنا بھٹیکے کو لیتے جاتے اور واپسی میں روٹیاں اکر دالالاحاقہ میں ایک قنادہ میں پرخاں تک پہونچ کر جینی پسی جاتی پھر اسکے گرد و حلقہ بانہ کر بیٹھے اور ان دونوں کو چٹ کر جاتے۔ ایسی اس حلقہ اکل کو دونوں وقت پابندی کیساتھ قائم ہوئے کامل یکاہ نہ گندا تھا کہ اعلیٰ قافلہ کی برداشت باہر ہو گیا اور اپنے قافلے کو سپرد مذکور کے چھت ہو گئے۔ اور اسوقت سے آج تک تجارت میں مشغول ہیں۔ تقریباً

دو ماہ کے بعد مجلس شوریٰ نے خود کا ایک ویب مابور و لطیف کی منظوریٰ ہی تو خدا کا دیکے اُس دو وقتہ حلقہ سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ شرح جامی
استاد معظم حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب انیسویں مرحوم کے پاس پہنچی بشما ہی امتحان استاذ معظم شیخ الادب حضرت مولانا حافظ سید حیدر صاحب
جمیری مرحوم نے اُس کے مشہور مقام (محال حصول) میں لیا اس مقام کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور ارقام میں ایک جگہ محمد و عطا فرمایا۔ جس میں
(حاشیہ الشیخ الحنفی علی شرح الیساغوجی لشیخ الاسلام قس من اللہ رحمہما) اور (حاشیہ الشیخ الصبان علی ملوئی السلم
اسکنہ اللہ فیہ جنت) تھے جو ایک تبرکاً محفوظ ہو۔ بغضاً قالیاب غفر مناس فقیر کو مل ہوا۔ ورنہ پہلی عادت کریمہ بھی لکھنی کتاب
کسی کو بطور عاریت ہی نہ دیتے تھے اگر کوئی طلب کرتا تو یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے فحبوبی من الدنیا کتاب و وہل بصرت محبوباً یا
دنیائیں مجھے کتاب محبوبہ اور محبوب ماریتا نہیں دیا جاتا۔ فحیٰ الیمن بسبع معلقات مبتنی جماسہ وغیرہ کتاب اب آپ ہی سے پڑ
تھیں اور ایک کتاب غفروری علامہ ابن ہشام کی (قطر الدندی) نامی بھی مرقن فقیر کو پڑھائی تھی۔

وَأَجِبْ لَاتِّبَاعِ طَرِيقَهُ تَدْرِي

عوملاً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر نشانے درس میں کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب ہے میں آئے تو درود بیان سے طالب علم کو مروت کیے
ساکت کر دیا کرتے ہیں مگر ایسے موقع پر پہلی عادت کر یہ یہ سختی کر دوسرے دن پر محمول فرما دیتے پھر دوسرے دن اس کا مفصل جواب لکھی بخش ارشاد فرمایا اگر
تھے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونیسے طلبہ کی نگاہ میں عزت کر کری ہو جائیگی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے عزت و ذلت تو
اس کے قبضہ قدرت میں ہے (وَلَا تُخْزِي مَنْ تَشَاءُ وَتَرْفَعُ ذُلَّ مَنْ تَشَاءُ) اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا گھنٹہ خالی ہوئے
کی وجہ سے معین الدین حسین حضرت مولانا غلام علی حسنا معینی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شریح
بجھا ہی ہیں احوال ناقصہ کی بحث پٹھا ہے تھے پڑھاتے پڑھاتے ٹکے۔ اور فرمایا (جیلانی) کو بلاؤ دینی پڑھ حاضر ہوا۔ فرمایا اس عبارت کا
مطلب کیا ہے۔ میں شنکرا پانی پانی ہو گیا۔ اور عرض کی جھوٹا کیا ہے میں نے کیا عرض کر سکتا ہوں کہ ذلت کیوں نہیں فرمایا۔ بتاؤ۔ چونکہ اساتذہ خیر کی کا مطلب
قابل تھا اھم سائے طلبہ آپ سے خافت رہتے تھے۔ اسلئے ہمارا چارہ کتاب لیکر دیکھی اور عرض کیا۔ شنکر بخشن کی اللہ فرمایا۔ جاؤ۔ ناظرین یہ تبسم کریں
پس خلیل علیہ السلام کہ باہوں۔ عیاذ باللہ فقیر عیاذ باللہ۔ میں تو ان کی خاک پا کے برا بھی نہیں جانتا یہ ہے کہ وہ ذات قدسی صفات سراپا چاہے
تھی کسی وقت بھی تہ نفس سنگ نہ ہوتا تھا۔ اولی قالیبت کا یہ عالم کہ حساسہ اور حسری وغیرہ کتب ادب کے لغات کو کب زبان بہتے تھے۔ دریافت کرنے پر
مع حوالہ بیان فرماتے کہ متنبی نے اس لفظ کو فلان قاضی میں باہر معنی استعمال کیا ہے اور حسری نے اس لفظ کے فلان مقالے میں یہ معنی رکھا
ہیں۔ خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے بہتے تھے۔ عرض املوت میں عبادت کیلئے حاضر ہوتا تو قصیدہ ہرہہ شریف کا
کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے۔ عرض کرتے پڑھنا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے چند معانی بیان فرمائیے جو نہایت پُر لطف اور ایمان افزہ
ہوتے تھے۔ وصال ہوئے پر بفضلہ۔ تعالیٰ غریب مصل کا شرف اس فقیر ہی کو حاصل ہوا۔ تَوَرَّ اللَّهُ مَرْقَدًا۔

اس سے پہلے سال میں سالانہ امتحان پہنچنے پر وسطیہ کیمیا میں داخل ہوئی پھر اگلے سال مسلسل علمی درجہ تک کیمیا میں تیار ہوئی۔ اور ہر سال دارالعلوم کی جانب سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دارالعلوم میں سالانہ امتحان تحریری ہوتا تھا جس میں سالانہ امتحان ہوا تو ملحق صاحب نے تحریری جواب دیا بعد ازاں انہیں فرمائی کہ کچھ شہسوری نے کہا ہے یہ نفعی و ذلیف مقرر کیا جو شرکاروں کے درمیان فقیہ کے لئے مختص ہے امتحان تھا۔ بعض کتابیں واس المتقین حضور مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب قدس سرہ نے فرمیں کہ بعض ممتاز علماء حق حضور مولانا عبدالحی صاحب قدس سرہ نے فرمیں کہ بعض علماء حضور مولانا بركات احمد صاحب قدس سرہ نے فرمیں کہ شاکر رحمۃ اللہ علیہ اور شرح محمد نبی کی منطق

سے ملازمین و تبحر رہا متعدد اکر مساجد کی تعمیرات کرائی گئیں مگر انک کوئی کارگر نہ ہوئی جس نے کہا۔ اسٹر صاحب ان دواؤں سے کامیابی
 ہوگی۔ اسکی دوا اوروں سے۔ وہ یہاں پر بعد مغرب کے تھانہ کھڑے گئے تھے اسی کی سزا میں گرفتار ہیں۔ اُن سے کہنے کو کہ تو کہیں ہی دوا ہے۔ اسی سے دوا
 ہو جائیگا۔ اسٹر صاحب تشریف لے گئے شاہ خٹک محل پر شام کو آکر بیان فرمایا کہ وہ کسی صورت توبہ پر راضی نہیں تھے اور گھر پر نشاں ہے۔ پھر
 دوسرے دن وقت شریفین لاکر بیان فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں ماں کی انتہائی منت و ساجت پر توبہ کی اور دوا موقوف ہو گیا اسے بس تجو کر دیم
 دہیں دیر مکافات + باد و کشاں ہر کردار فساد ہوا تھا + یہاں پر میری ماتمی میں خاری نور محمد صفا پا لی اپنی مرحوم تھے جنکو تھیں کی تعلیم قرآن میں منظر
 ملکہ حاصل تھا صحت بخاری کبیرا تھے ایک سال میں نافہ طوم کر لیا کرتے تھے آپ کے توسط سے سلسلہ دار کے ایک شریعہ اور ذاکر شغل بزرگ میاں قریبا
 علی شاہ صاحب رحم سے نماز داخل ہوا جو ہائی بہت سے بہانہ بی نظیر تھیں بلکہ اصل پر سیراہ ہائی گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ اور ہر سال شاہ صاحب
 قدس سرہ کی مجلس میں آپ کے بیان عقد ہوتی تھی۔ اس ملاقات کے بعد ہر سال غیر کو یاد کرتے تھے میرے آپ کے بعد بھی آپ کی دعوت پر دوسرے شرکت نصیب ہوتی
 بعد ازیں آپ کا دواصل ہو گیا پھر ماضی کا اتفاق ہوا جو کہ سرزمین کو زلزلہ ہو گیا انکال تھا۔ اسلئے ہر سال آپ کے بعد احسن اللہ اوس میں شریک
 کا پورا چلا گیا عید الفطر کی تعطیل پرل شہ طوفان یوسف وادوں ضلع علیگڑھ آیا تھا۔ وہاں پر حضرت مولانا امیر الرحمن صاحب مدظلہ تھے عید پر عروم
 سے معلوم ہوا کہ اُنک والے علماء قدس سرہ زیارت قرین شریفین کو جانے والے ہیں نظر برآں فرض معمول زیارت مرزا کا باوجود حوا میرے پونچے سے تقریباً
 ایک گھنٹہ پیشتر عروم و عظم حضرت مولانا محمد بن عثمان موٹسی علیہ السلام علیہ السلام فرستادہ پھوٹی سرکار دوس سرہ فیض نقاب مددکس برائے مدد میں ہوا پونچے
 پکے تھے مجھے دیکھے ہی حضرت نے اُن سے فرمایا ہا ہا ہا ہا آگئے۔ انہیں عیادت میں کجا نہیں کیا ماجرا ہے نہ حضرت نے کجا اور فرمایا دوسری گنگو شریف
 ہوگئی۔ بعد از فراغت طعام جب جامہ نعیمی پونچے تو حضرت مولانا موصوف نے بالتفصیل فقہ شریعہ فقیر نے عرض کیا میں تو کانپور میں ہوں کیسے جانا پونچا
 ہے۔ صبح کو حضرت مولانا موصوف واپس چلے گئے۔ واپسی پر فرمایا۔ چلے میں نے انکار کر دیا فرمایا آپ کے استاد حکیم نے کہے ہیں کیا حکم عدلی کیجئے گا اگلی مدت
 میں جلی کر سندت کر دیجئے۔ دوسرے ہو چکی تھی۔ وہاں ہو چکے تو وہ خواب سزاقت میں تھے حضرت مولانا موصوف دی حرج استعمال کیا کہ اُنک ادائیگی حکم عدلی
 کیجئے گا جسکا میرے پاس کوئی جواب تھا۔ پھر خاطر اُنکے ساتھ آنا پڑا مادہ حق سے حق کی خدمت میں پونچا دیا یہاں تک کہ آپ اور عادیہ میں
 صحبتوں میں گرفت جاتی رہی مادل انوس ہو گیا کانپور استقامت کیجئے پر کلے پہلوان عروم اور وہی صفر علی عثمان عروم نے آدی بھی کس طرح ممکن ہو لیکر آ دی یہاں
 چھوٹی ہر کہ جس کے غلصہ ناخلاق اور شاہانہ مادات کا دل اسیر ہو چکا تھا۔ اسلئے سندت کرتے ہی بنی بارہ لوم اپنے پاس دکر دکر کاشیہ فرما رکھا یا۔
 اندر میں رنگ بلی بی بی کے غصوں انقلاب پیدا کر کے مدرسہ پھیر دیا۔ یہاں اگل مشنہ انوکا واقعہ ہے۔ اسوقت سے آج تک ایسے پرچوں۔

فقیر والد ماجد

حضرت مولوی بہنظام فرالدین صاحب قدس سرہ نے دینی نظرات کے باعث شرح جامی تکمیل فرمائی تھی۔ لہذا صاحب خاندان صاحب سید ابوالوالی
 ریاست و اہل ضلع علیگڑھ مرحوم نے استاد زادہ ہو چکے احترام میں بجائے تعلیم مکمل کر دینے کا شکر اُسے تیس تیس گجہ زین طافرائی۔ انہیں مدد دیا
 اہمیت دیکر سہ ماہیوں کی خدمت امامت اور عہدہ دینی کی خطابت پر آمادہ فرمایا۔ طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں ملائی تھی جیسے پائے بزرگ
 میں پائی جاتی ہے۔ زیارات عروم میں شریفین کا مدوں سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ میں دلولہ اٹھا اور بغیر سفر پر تشریف لے آئے۔

بزرگان دین کی امداد

اس مبارک سفر کے لئے کچھ مقدمات تیار نہیں کیے کہ انجام نہیں پایا۔ دیکھ لگائے زور پر داخل کیا نہ کسی کمی سے مرسلت فرمائی۔ حتی کہ سیٹ

ریزد ہو جاتی ہیں نے بھی تو کل اعلیٰ اللہ میرے کے بعض حجاب کیساتھ زمین میں سوار کر دیا جب زمین نے روانگی کے واسطے بیٹھی دی اور میں رخصت ہو کر تورا
تورہ آدی سوار تھے جنکو دیکھ کر شب گزرا کہیں حجاب تراش نہیں۔ اسی تردد کی وجہ سے سزاوارہ حاضر ہوا اور اپنے آقلے نعمت فکر کا مل طارن و مل حضرت حافظ
سید محمد راہمہا قندس شمسہ اراوقہ بیان کر دیا۔ اپنے اطمینان بخش کلمات فرطے تو تردد مند ہوا۔ والد صاحب مرحوم نے واپسی پر بیان فرمایا کہ میں
پہنچ کر ساتھیوں کو ملٹ مل گئے اور بھنگو نہیں ملا۔ تو ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی جہاں نصیب پر رونے لگا۔ اور سبکی بندھ گئی۔ ایک صاحب بھنگل قلی شریف لائے اور
فرمایا ریڑ سے صاحب کیا بات ہے میں نے کہا کہ ملٹ نہیں ملا فرمایا۔ آئیے میں لوٹا ہوں۔ مجھے لگا کر ایک فرت کے پردی کرے میں مجاہد یاد فرمایا میں بھی
آتا ہوں۔ جب بیٹھے بیٹھے ایک گھڑ کے قریب گزرا اور وہ نہیں گئے تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔ بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندر کی کسی کی جانب بھا
کر دیکھا۔ ایک مرتبہ اندر سے دیکھ لیا جو میری ٹوٹی پہن ہوئے اور بارش شری تھے چپراسی بھیج کر مجھے طلب کیا میں اندر پہنچا تو مجھے بھنگر تعظیم کا ٹھہرے ہوئے
اور گری پر بھا کر وافت کیا آپ کیوں پریشانی میں ہیں نے کہا کہ ملٹ نہیں ملا برائے میں ایک صاحب بھٹ دیر بچتے آئے فرمایا ملٹ بند کر دیجئے اور پہلے
انہیں دیکھ کر چنانچہ تعظیم حکم میں فوراً ملٹ بند کر دیئے گئے۔ اور بھنگل ملٹ بنا کر مجھے دیدیا کسی نے سچ کہا ہے سہ نگاہ مرد کا مل سے بدل طانی میں تقریریں
شب ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ میں بمقام ریاست دادو دو توے سال سے مجاہد ہو کر وفات پائی۔ خود اللہ مرقدا۔

فقیہ کے معظم

حضرت مولانا سید غلام قلیہ لدین صاحب پریمجاری قدس سرہ کما ستاد الکمل حضرت مولانا الطیف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ القوی
مشرق تلمذ حاصل تھا۔ جنار سے کسی مندر میں ہندوئی نو بدعتیہ ایک کے زبان سنسکرت کی تفصیل فرمائی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کر کے
بیدریان تبلیغ میں لڑائے۔ سید مذہب کا رد کیا کرتے تھے سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سوٹیس میں لکی چوٹیل محفوظ تھیں آجری
عمر میں غیر غلامین اور دہائیوں کے رکھ رکھاں متوجہ ہو گئے تھے۔ نظم لکھنے میں انداز انوکھا تھا۔ طبیعت میں فطری طرافت اور حاضر جوابی تھی۔ سائل
کو دیکھ کر ایک نظر میں بھانپ لیتے تھے کہ اس کے لئے لڑائی جواب کا رگ اور مسکت ہوگا۔ ایک مرتبہ علی گڑھ آئیں پر رخصت کنندہ احباب کیساتھ مشرف
فرمائے۔ ایک غیر غلام صاحب اگر سوال کیا مولانا پتو فرمائیے کہ بڑی لوگ تیریں کھلا دروازے پر کھڑے مردوں کو پہنچاتے ہیں۔ کیس طرح پہنچ جاتا
ہے۔ آپ نے یہاں فرمایا (تیری ماں کی...) غیر غلام صاحب نے کہہ دیا کہ ہم ہو گئے اھ فرمایا آچام ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھائی معاف فرماتا
میں یہ سمجھا کہ آپ کے داغ پر شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا اتار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ بھائی معاف فرماتا میں یہ سمجھا کہ آپ کے داغ پر
شییطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا اتار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ اب اٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔ آپ کے خیال میں گالی اتنی طاقت رکھتی ہے
کہ مردوں تک پہنچ جائے۔ تو کھلیتہ لاد کلام الہی مردوں تک اس طرح نہ پہنچ سکے گا۔ کیا یہ دونوں گالی کی برابر ہی طاقت نہیں رکھتے۔ یہاں فرماتا اور
اگر میں مشاعرہ ہو جس کا معروف مطلع یہ تھا۔ جاہر نہیں ہے دوستو مولود ناسخ۔ آپ اس بحر میں غزل لکھ کر لیگئے اور جو وقت اس طرح پر غم کر وہ
مصرعہ پڑھا ہے مجلس مشاعرہ میں حسین آفریں کی دھوم مچ گئی وہ مصرعہ یہ تھا کہ کوس بود خور و بالی کے مال پر بد جائز نہیں پر دوستو مولود ناسخ
رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ میں بمقام سہسوان ضلع بدایوں وصل فرمایا مرض الموت میں آفتاب شریعت ماہنار طریقت علم معظم حضرت مولانا شاہ سید
مصباح الحسن صاحب امت بہکاتیم کے بار میں فرمایا کہ میری ناز جنازہ (بھائی مصلح الحسن) آئے جائیں۔ وہ پچھونڈے منع امادہ میں تشریف فرما تھے۔
حاضرین نے انہیں کوئی اطلاع نہیں کی بلکہ قریب تائی کر گئے۔ اسی وقت خود سہسوان جائیگا ارادہ بدن کسی فردت کے پیدا ہوا۔ اور وہ اسی شب
میں بد مغرب ہوئے گئے حسین معال فرمایا تھا۔ اور حسیا ایش انہیں نے ناز جنازہ پڑھائی۔ بعد عذاب سہسوان کے ایک صوبہ دار
زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے۔ سیر نہ سیر ہو کر دھڑا لہر کے سامنے دیکھا کہ بڑا تجاری صاحب حاضر ہیں بڑا پیرت بن گئے کہ ان کا تو

مولا علی علیہ السلام سے دوستی ہو کر مولود ناسخ

سہواری میں انتقال ہو چکا ہے پھر یہاں کیسے موجود ہیں بڑھ کر بعد سلام دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے۔ کب پر انگشت دکھا کر خاموش رہنے کے لئے اشارہ فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ ہرگز غیر واقعہ دلش زندہ شدہ عیش و ثبات سے ہر جہیدہ عالم دوام ما۔ تورا اللہ موقدہ۔

فقیر کے جد امجد

زبدۃ الکاملین قدوة العارفین عارف اسرار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید مناد حسن قدس سرہ اللہ عنہ
الغریب المملک شہریت سے تھے جنکی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا ہے۔ اس واسطے مجدد مائتہ حاضر و غاۃ حضرت مولانا شاہ
احمد رضا صاحب انصاحب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں جب پکا ذکر ہوتا تو ہم مبارک مسکرت عظیم سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔
غیر شہرہ میں پکا نام بھی باغیوں کی فرست میں دیا گیا تھا۔ اسی بنا پر جامد مضبوط کی گئی۔ گرفتاری کو واسطے جب گرفتار ہو کر آئی تو آپ پر
خطیب واقع علاقہ صلی سہواری میں تشریف فرما تھے اچھو کچھ کر فوج کا انگریز افسر (لاہور پادری ہے) نظر براں فوج بدوں گرفتاری واپس چلی گئی۔ آپ کے
بھائی اور دیگر امرا کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ اپنے عصر میں علم صرف و نحو کے امام تھے۔ جن مناظرہ میں ملکہ نام تھا جب کسی آدمی سے مناظرہ
ہوتا تو جس مذہب سے مسائل مرتب غویہ، مکرر فرمایا کرتے تھے۔ جن طبابت میں بھی خاص رک تھا۔ آدمی کا چہرہ دیکھ کر صحیح کیفیت تکشف ہوتی تھی
ایک مرتبہ طب میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص سر پر پوری لکھے ہوئے گذرا۔ حاضرین سے فرمایا۔ دیکھو مردہ ہمارا ہے۔ بخود ہی دھڑلہ مڑا اور
مر گیا۔

ادب مرشد

قدوة الاولیاء و زبدۃ الاصفیاء حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرہ اللہ عنہ کی دست حق پخت
پر صرف بیت محال تھا۔ اور انہیں سے خلافت بھی ملتی مگر آپ کے سجادہ نشین ہمنائے کلین سردار عارفین حضرت حافظ سید محمد اسلم شاہ صاحب
خیر آبادی قدس سرہ اللہ عنہ کی حیات تھے اسلئے ادباً و مریذ فریضے ملک جب کبھی کوئی شخص خواہش سمیت کرتا تو انہیں کی جانب رجوع کر نیکی کلمتیں فرما کر کرتے
تھے۔ ایک مجلس میں فرماتے تھے جس کا بھی پھر مرشد کے عرس کو واسطے حضور اچھو کا جمع فرماتے بیٹھے یہاں تک کہ ایک کسٹر مکمل ہو جاتا۔ اس میں مائیں سینا پر
تک لیوے لائن بھی اوند ہاں سے خیر آباد شریف تک کیوں وغیرہ سواری سے سفر طے ہوتا تھا یا پیدل مگر آپ سینا پر سے خیر آباد شریف تک
گھٹی کا کسٹر سر پر رکھ کر پیادہ حاضر ہوتے تھے تاج تک ہاں قیام رہتا ادباً و مریذ سردار برہنہ پادری تھے۔ اور کبھی مرشد کے ملاقات سے خطاب
کا اتفاق ہوتا تو ادباً اُسکو سر ہٹاتے تھے اور خود پائنتی کی جانب بیٹھے عادت خصوصیت یہ تھی کہ بزرگانِ حق کے آستانوں کی مامری
کے لئے پاپیادہ سفر فرماتے تھے جس زمانہ میں دارالخیر احمد شریف تک لیوے لائن نہ تھی اپنے پیدل سفر فرمایا تلامذہ کی جماعت ہمراہ بھی راستے میں
سلسلہ تدریس بھی جاری تھا۔ ان تلامذہ میں کچھ حقیقی خالہ زاد بھائی و خالہ زاد سندا الفضل اور وقت اسرار حقیقت دانائے روز و رقیقت حافظ کلام
الہی و حافظ مجمع البھاری جواہر حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب شمس پھونڈی قدس سرہ اللہ عنہ بھی تھے۔ اپنے اس سفر کے حالات ذکر کرتے
ہوئے بیان فرمایا کہ جب چلتے چلتے راستہ کشن گڑھ کے علاقے میں پہونچے تو استاد معظم کو ٹھوکر لگی جس سے ہیر کا انگوٹھا پھٹ گیا اھ آپ عالم کفایت
میں آ گئے۔ رخص فرماتے تھے اور زبان مبارک پر یہ شعر تھا آرزو ہے کہ تیری راہ میں مچھو کر دم کھانا ہو یا میرے چلے حکم اور صوفیا کے درمیان
ایک مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ زخم گئے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں حکم نفی کی جانب گئے پیدل در صوفیائے اثبات فرمایا ہر استاد و عظم
پر اس وقت عالم کفایت طاری ہو یہی صوفیائے کرام کے اصل ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ زخم گئے سے کبھی راحت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ عالم کفایت کسی
میں قص اسی وقت ہوتا ہے جب اگر فرط مرور اور ازادیا در راحت قلب ملو ہو جائے۔ آپ کا تاریخی اسم مبارک (فضل الرحمن) تھا جس سے

سرگزشت لادت منسلک نہ نکلتا ہے اور ۱۹ ذی القعدہ ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وفات واقع ہوئی کہ ہر وقت قل شریف فرمایا
مکرمیری چارپائی منگوا کر شریف میں لایا کہ مرشد برحق کے ہوا جس میں بچھا دوا دوا ربو جبلا رشا دایمہ خسرو علیہ الرحمۃ سے ہر قوم راست گت ہر ملت پنا ہے
اس قدر راست کردہ ہر ملت کج کلا ہے۔ وہاں بچو بچکر خزاں شریف کی طرف رخ کیے بیٹے۔ مدھر قل ختم ہوا دہر آپ اجماعی اصل کو لیکر کہتے
بھٹے حاصل بحق ہو گئے اور یہ تشریف دہری ہو گئی سے آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تہا سے سامنے دم تہا سے سامنے ہو ہم تہا سے سامنے۔ درگاہ شریف کے
ملا براغ میں مدفون ہیں۔ نور اللہ صمدیؒ۔ محمدؒ و معظم حضرت شاہ انتقاس صاحب سجادہ نشین ردو لی شریف ضلع بارہ ٹکی اور محمدؒ و معظم حضرت
شاہ امتیاز احمد صفا سجادہ نشین خیر آباد ضلع سیٹاپور اور محمدؒ و معظم حکیم سید امجد علی صفا شاہ آباد ضلع ہردوئی۔ اور محمدؒ و معظم جناب اب احمد سعید صاحب
درد محمدؒ و معظم جناب ذاب عبدالرؤف خان صاحب لالیان ریا ست دادوں ضلع علی گڑھ بھی آپ کے تلامذہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اقسو
تلامذہ میں صرف محمدؒ و معظم جناب مولوی محمد جان خان صاحب مظاہر العالی دالی ریا ست دادوں ضلع علی گڑھ بقید حیات ہیں۔
شرح سائقین مولانا احمد امین اپنی اسناد ذکر فرماتے ہیں کہ انی اقتدا کرتے ہوئے فقیر بھی اپنی معقول و معقول بیان کرتا ہے جبکہ جانب لہذا ترتیب خطبہ میں
اشارہ کر چکا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کی سند نہایت بوجہ تلت و سا نکا مالی ہے حکو ہر قرن میں نماز تصور کیا گیا ہے اور علماء کے درمیان مطلوب ہی ہے۔

سند منقول

صمد الشیخ حضرت مولانا مولانا حکیم ابو العلی محمد امجد علی صاحب قادری قدس سرہ القوی سے فقیر کو اجازت ہے جو اپنے زمانہ میں مثل فقیر کے فقیر
بزمیات طے کیا تلخ و زہاں بکری تھیں۔ اس واسطے حدیث دانی پکا پایہ بلند تھا۔ کیونکہ یہ بات کہ ہے کہ علم حدیث میں جہارت نامہ اس وقت ہوتی ہے
جس وقت ہر کامل عبور حاصل ہو بشرح معانی القرآن پکا زبان عربی مہوہا حاشیہ ہے جو اجماع کمالی نہیں ہوا نہ یونیس کے آیت ہوئے نہ یہ مہوہا
میں باجی کہ علم حدیث میں بکری کو تمام حاصل تھا۔ یہ حاشیہ نصف جلد آٹھ ہے۔ بوجہ ضعف ہر باقی نصف اخیر اور جلد ثانی تحت پندرہ رہی۔ اس واسطے
آپ نے وصیت فرمایا کہ میرے تلامذہ میں سے کوئی صاحب کی تکمیل کریں تبیل حکم الا فقیر کا ارادہ ہے کہ بشیر القادری سے فراغت پا کر اس کی جانب فرج کر
جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ کی ایک کتاب بسترہ حصوں پر مشتمل زبان اردو فقیریں موسوم بنام (ہبائت شریعت) ہے جو برسوں سے منظر عام پر آچکی اور
مقبول عام ہے۔ کائنات مفرج بمبئی ہو چکر تاریخ ۲ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ وصال فرمایا جس کا سن و ذکر اس آیت سے نکلتا ہے (إِنَّ الْبَقِيَّةَ
فِي جَنَّةٍ دَائِمَةٍ) اور وطن الموف گوی منقطع اعظم گڑھ لہیا کر دین کیا گیا۔ یہ سفر درستی کے گواہ واسطے تھا۔ نور اللہ مرقدہ۔

زواں صدی کے مجدد

اور آپ کو مجددی مائتہ حاضریہ شیخ العربیہ العجم الامام الافخم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الخلیفہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب دین و
فہم سرور القوی سے اجازت حاصل تھی جو موجودہ صدی میں مرتبہ تجدید دین پر فائز تھے۔ کثرت تصانیف کا یہ عالم کہ قبول اجل العلماء حضرت مولانا
مفتی محمد اہل شاہ صاحب جلی مظاہر العالی پریم ولادت سے پریم وفات تک پوری عمر تقریباً کما حقہ لغزنی خبر نویسی پر تھے۔ آپ نے قرآن کریم کا نہایت
نفیس رد و ترجمہ فرمایا جس کا سبب نام رکھنا الا یمان فی ترجمۃ القرآن ہے۔ فقیر کے دیکھے ہوئے اردو ترجمہ میں سرفہر ہی ایک ترجمہ ہے جس
کوئی غلطی نظر نہیں پڑی و نہ ترجمہ میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے اعتقاد سے ایمان جاتا ہے۔ لکن انہوں نے ناظرین بشیر القاری کے صفحہ ۲۴ پر دیکھیں گے
آپ کی مفصل سوانح حیات کتاب مستطاب (حیات اعلیٰ حضرت) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور اجمالاً آپ کی اس رباعی سے معلوم ہوتی ہیں۔

نہ مرا لوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن یہ نہ مرا گوش بمرحہ نہ مرا ہوش ز دمے

منم و کج تمولی کہ کتب خود دروے . جز من و چند کتابے و دروات و قلمے

• تاریخ ولادت با سعادت : ارشاد المکرم ﷺ ہے جس کا سن خود اس آیت کریمہ سے استخراج فرمایا تھا اور ثبات عتب فی قلوبہم الایمان و اید ہم بر ح منہ) اور تاریخ وفات ۵۴۲ م مقرر ہے جس کا سن بھی وصال سے چار ماہ بائیس یوم قبل خود اس آیت سے استخراج فرمایا (و یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ و اکواب) نور اللہ مرقدہ، اور آپ قطبہ الاقطاب و زکریا سیدنا و مولانا حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب بارہوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جو ماہر و شریف ہیں (سکر کلج) کے ساتھ معروف ہیں۔ ۱۸۲۵ھ فی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں بمقام ماہرہ ضلع ایٹہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔

اور آپ حامی شریعت غرانا ملت و فیض امام علمائے دین و ائمہ پیشوائے فضلاء کا ملین امیر المومنین فی اہدیت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کی سند سیدنا انبیا و محبوب کبریا جناب احمد مجتبیٰ ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آکہ وسلم تک کتابوں میں مسطور ہے۔ آپ نے بروز یکشنبہ ۱۲۳۹ھ بمقام دہلی وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔

سند معقول

فیہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے مجاز ہے اور آپ امام الجہا بدۃ استاذ کا ساندہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب جوہوری قدس سرہ القوی سے اپنے شخص سے بازغ پر تحفہ فرمایا جس سے علوم عقلی میں آپ کی تعمیری کا پتہ ملتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ جب ہم قاضی مبارک پڑھتے تھے تو آپ پڑھاتے پڑھاتے بھول جاتے۔ فرمادو کہ کیا ان پٹائی پر ٹیک کر دینوں یا انھوں سے سیکھ کر سوجاتے یہاں تک کہ خزانے کی آواز نہ لگتی۔ چنانچہ ان کے بعد سیدارہم کر بہتر میں تقریر فرماتے تھے۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے نسیان طاری ہو گیا ہے۔ اپنے اُستاد حضرت مولانا افضل حق صاحب خیر آبادی کی جانب رجوع کرتا ہوں اُن کی روح پاک شریف لاکر مفصل تقریر فرمادی۔ وہی تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں ہندوستان کے ممتاز اور تہ علمائے کرام آپ شرف تلمذ حاصل تھا انہیں سے خصوصیت کیا تھ قابل ذکر یہ حضرت میر حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب چیر میں شہید و زیات سلم جوہری علی گڑھ حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحب لڑکی حضرت مولانا شیر علی صاحب لاقندھاری صاحب۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حضرت مولانا مادی جس صاحب جوہوری حضرت مولانا مصطفیٰ علی صاحب جوہوری حضرت مولانا عبد اللہ اول صاحب اپن مولوی کر امت علی جوہری جناب ابوبکر محمد صاحب جوہوری۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تین حضرات اس وقت فقیر حیات میں۔ عم معظم حضرت مولانا سید مصباح الحسن صاحب قلیہ دامت برکاتہم پچھوہندی۔ مخدوم معظم حضرت مولانا عبد السلام صاحب نیاز دی دہلی دامت برکاتہم۔ اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ملیاوی جنہوں نے کسی ذاتی مصاحبت کی بنا پر دیوبندی مسلک اختیار فرمایا۔ برسوں دارالعلوم دیوبند میں شبہ معقولات کے انچارج رہے۔ اور آج کل سند صدارت پر قابض ہیں۔ انہیں اپنے نوے سال سے تہاد و کر ہندو شہید عبد العزیز حکیم رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ وصال فرمایا اور مدعا مقابہ شہید میں قطب الوقت حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قدس سرہ۔ صاحب منظرہ رشیدیہ کے قریب مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

ہندوستان کی آزادی کے محرک اول

اور آپ خاتم المحققین امام المذنبین استاد اہل حضرت مولانا افضل حق صاحب خیر آبادی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کا فضل و کمال محتج بہ ان نہیں۔ قاضی مبارک پر آپ کا حاشیہ آپ کی علمی جلالت کا آئینہ رہے۔ ظالم انگریز کے خلاف ہندوستان کی تحریک آزادی کے محرک اول آپ ہی ہیں۔

ادوں کی طرح آپ کی خدمات تحریک خیر کردہ زمینیں بلکہ دشمن دین و دنیا انگریز کے وجود سے ہندوستان کو لوجہ اللہ پاک کرنے کیلئے تحریک آزادی کا علم
پڑ گیا تھا۔ سیواسطے مخلصانہ خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے عبادت سرکار نے آپ کے موجودہ پس ماندگان کے لئے وظائف جاری کئے جائیں۔
ہندوستان کے وہابی صاحبان اس تحریک کی نسبت مولانا اسماعیل صاحب دہلی مصنف (تقویۃ الایمان) کی جانب کرتے ہیں جسکے سفیر وجود ہوتے ہیں
کسی باخبر انسان کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ وہابی مؤرخین نے انکو مجاہد و شہید قرار دیکر فن تالیف کو سراہا ہے۔ وہ درحقیقت ظالم انگریز کے اذکار تھے اور اس
کی شاطرانہ چال تھی کہ خود بظاہر علوی راہ را اپنے لئے راستہ صاف کر نیکی خاطر جہاد کے نام پر انکو آگے بڑھا کر لاہور میں سکھوں پر حملہ کر دیا تھا نہ یہ مولوی ہی بات
ہے کہ گھر میں ظالم انگریز مسلط اس سے جہاد نہیں کیا جاتا مولانا موصوف گھر سے باہر نہ جہاد فرماتے ہیں۔ یہ کوئی نیک ہوا ہے۔ پھر جہاد سکھوں ہی تک محدود نہیں
رہا بلکہ اسکی زد میں سرحدی مسلمان بھی آ گئے تھے۔ آپ کے شکر اسلام نے مسلمانوں پر یہ بے پناہ فائز گری کی۔ نوٹ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مولانا
ہی نے مخالفت میں آپکو قتل کیا تھا۔ تو شہادت کس قانون سے حاصل ہوگی۔ سیواسطے مجدد دما تھ حاضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے
وہ جسے دہلیسے دیا ہے عقب شہید و بیچ کا۔ وہ شہید ملی خبر عہدہ بیچ خیاب ہے۔ آپ کے فتاویٰ اور فریکاریوں کی تفصیل کتاب مستطاب
(سبب الحجاب) تصنیف کردہ عمدۃ المحققین حضرت مولانا افضل و رسول صاحب دہلی کو قدس سرہ العالی میں اور کتاب
مستطاب (تحفہ محمدیہ) تالیف کردہ زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا سیدنا اشرف علی صاحب گلشن آبادی تیس مرتبہ القوی
میں مطالعہ کی جائے گئے۔ دونوں حضرات اس نے ماضی میں موجود تھے کیونکہ واقعات کی تحقیق جیسی کہ زائد واقعات میں ہوتی ہے بعد میں نہیں ہو سکتی۔
اور زمانہ حال میں ایک کتاب موسوم بنام اہل ازا والی شائع ہوئی ہے جسکے مصنف حضرت مولانا جنسین رضا خاں صاحب بریلوی مظلمہ اعلیٰ ہیں۔
کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو فن تالیف پر کامل عبور حاصل ہے۔ اس میں مولانا موصوف کے واقعات مدلل طور پر بیان کئے گئے ہیں
انرازیان انکھا اور کچھ ہے بغرض کہ ظالم انگریز نے آزادی ہندوستان کے محرک اول قدس سرہ کو گرفتار کر کے رنگون بھیجا اور آپ سے
وہیں ہر حالت نظر بندی ۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ میں وصال فرمایا۔ نور اللہ صوفی کا۔

سلسلہ بیعت

قدوة الشاکھین زبدۃ العارفین ملجا و ماویٰ مایہ کسان مرجع و ملاذ کاملان اشرف المشائخ سیدنا
مولانا الشاہ سیدنا علی حسین صاحب کچھوچھو قدس سرہ العالی کے دست حق پست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۳۸۷ھ میں
شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور والدہ امیر شریف میں تبارک ۱۲۸۷ھ ازلی انجمن شہادۃ خلافت سے نوازا تھا۔ خلافت نامکبیتہ ایک کلاہ اور ایک استغاثی
بھی عطا فرمایا جسکے متعلق اہل خانہ کو وصیت کر دی ہے کہ میرے کفن میں شامل کر دیا جائے۔ کیونکہ بزرگان دین کے طبعیات شامل کفن کرنا سنوں ہے۔
حقانی انصافان کلام بعدۃ لہجۃ العلوم والکھنوی قدس سرہ العالی سلسلہ ربوہ مشہورہ کیساتھ سلسلہ متون کی بھی بات
عطا فرمائی۔ جس میں سائد اقل قلیل میں فقیر سے حضور طوط حکم سیدنا الشیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف
ہاتھ کا سلسلہ چلتے ہیں۔ ادیب کشف نے فرمایا کہ آپ جس صوری کے اعتبار سے اپنے جہاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبہ تھے۔
اور جس معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں جو بیعت کے مرتبہ چارم پر فائز اول محبوب سبحانی حضور طوط اعظم دوم محبوب الہی
حضرت سلطان الشاہ سوم محبوب یزدانی حضور غوث سید شرف بہا لکھنوی تھام محبوب رحمتانی آپ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم جمیع۔ مجدد دما تھ حاضرۃ عظمیٰ عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العالی کے تلمذ صفت فر
مے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو جس صوری و معنوی کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔

اشرفی نے رشتہ آئینہ رحمت خویاں + اسے نظر کر دہ و پروردہ سہ مجوہاں ۔ سید المغفر امام العرفاء ولایت پناہ صفت
آگاہ حضرت میاں واجہ شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ سوز شریف طبع گورگواں حاضر ہوئے تھے جن کا وصال ۸ رمضان المبارک
۱۰۳۰ھ میں ہوا۔ وصال کا سن ہجری ۱۰۳۰ھ کے آفتاب صفت سے نکلتا ہے۔ آپ بھی خلافت سے لازماً ایک دو آئی عارفانہ تھی
جس کے بعد وفات کے بعد وائے ایسے کل گئے کہ کوئی سال کی وقت محوم داپس نہ ہوتا تھا مفصل حالات ہماری کتاب اسلامی عینیں انشائے
حق آئیں گے ۲۰ ماہ فخر ربیع الاخر ۱۰۳۰ھ بروز شنبہ برقت صبح صادق ولادت با سعادت ہوئی تھی ۱۲ رجب الحبيب ۱۰۳۰ھ بروز جمعہ
نصف شب پٹوٹھ مانوت کچھ چھ مقررہ ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقداً و اخاض علینا من برجاتہ ۔

چونکہ فقیر کو محبت بابرکت میں رہنا نصیب نہیں ہوا اسلئے آپ کی کرامات مشاہدہ میں نہ آسکیں۔ وصال کے بعد ایک دن خیال ہوا کہ تھک کر فرارگی
ماری ہوگی کہ ہم پرشہ برماں نصیب ہیں نہ اپنے مرشد برحق کے کشفی حالات اور کراماتیں بنی نظر سے دیکھیں نہ کسی اور بزرگ کے مکاشفات و کرامات کا ہمارے
سامنے ظہور ہوا۔ کہہ دینے فرارگی نہ کر رہو ہوگی۔ اسلئے کہ دن بعد چھوٹی سرگاہ قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا قلبی مسرت سے نذر ہوئی۔
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کچھ بھی دیکھ مکاشفات سے سرفراز فرمایا مگر سہ روز تک سیرت پر بار آفرشتہ ۶ تقریباً سال و نیم سال تک
مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ تاریخ ۱۲ رجب الحبيب ۱۰۳۰ھ بروز چار شنبہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقداً و قلبی شکی باقی ہوگی چونکہ طلب
صادق تھی اسلئے مرشد برحق کی روحانیت پھر متوجہ ہوئی۔ اور اپنے برادر طریقت خواص بحر معرفت آقا کے نعمت پر حقیقت فقیر کا مل عارف و مل
عادل خلاق نبوی کا شفا سر ادرہ یزنی سیدی مصلیٰ حضرت شاہ عارف سید محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ العالی ساکن قصبہ سرہ ضلع بکر
کے سپرد فرمایا۔ آپ کی خدمت اقدس میں ہو کر بفضل تعالیٰ سات سال تک کشف و کرامات کا جو بحر کشف و کشف طبع کی کراماتیں نظر کئے آئیں۔
حضرت مولانا رحم قدس سرہ کے ارشاد سے اولیاء اہست قدرت ازا کہ ۶ تیر جسترہ باز گردانندہ رہے بل تک بیان بالغیب تھا اس بارگاہ ولایت پناہ
میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا بلکہ الحمد للہ علی اختصارہ کہ اس بارگاہ پر بار سے دین میں ملالہ دنیا ہی۔ اس تکلیف سیماہ کار پر فکر کرم
فرمایا تھیں و انشاء اللہ تعالیٰ ابد الابد تک فرماتے رہیں گے۔ آپ کے حالات بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہی کتاب اسلامی عینیں میں ذکر ہوگا۔ شنبہ چار
شنبہ بعد مغرب ۲۰ محرم الحرام ۱۰۳۰ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقداً و اخاض علینا من برجاتہ۔

امام بخاری

علیہ رحمۃ اللہ الباری

کنیت (ابو عبد اللہ) اسم مبارک (محمد) ہے اور والد ماجد کا نام (اسمعیل) دادا کا (ابو ابراہیم) پردادا کا (مخیرق) مگر دادا کا (مخیرق) ہے
یہ لفظ فارسی زبان میں معنی رکاشکار آتا ہے (بزرگوار) جو کسی تھے اور جو سب سے پر وفات ہائی امام بخاری کے پردادا (مخیرق) نے
بخارا کے والی (یمان جعفی) کے ہاتھ پر مشون اسلام ہو کر گئے ساتھ عقد (موالات) کر لیا تھا جو ہر مذہب جان مانتہ میں توریث کے لئے
موجب ہے۔ نظر برآں (یمان جعفی) کی طرف نسبت کرتے ہوئے امام بخاری کو بھی جعفی کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی کی طرف نسبت کرتے ہوئے
انکے عقلمند کواشی کہا جاتا ہے۔ اور یہ (یمان) امام بخاری کے شیخ (مستندی) کے پردادا ہیں۔

امام بخاری کے والد ماجد

حضرت ولانا (اسمعیل) علیہ الرحمۃ جماعت اہل اہل و اخیار سے ایک ممتاز ہستی تھے امام الامام حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ

کی مبارک صحبت نصیب تھی ان سے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب و ائمان کے ہم طبقہ اباب علم سے حدیث روایت فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مرتبہ (مستجاب الدعوات) لکھا تھا سر فرمایا تھا اسی کلمے بارگاہ الہی میں عرض کیا کرتے کہ خداوند ایزدی سب دعاؤں کے لئے دُنیا میں شرف قبولِ دعا فرمایا جائے بلکہ بعض دنیا میں در بعض آخرت میں مقبول فرمائی جائیں

جلیل القدر صحابی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (مستجاب الدعوات) بنائے۔ جواباً ارشاد فرمایا (أَطِيعْ طَعْمَتَكَ فَتُغْنِيَكَ عَنْ غَوْلِكَ) پاکیزہ روزی استعمال کرتے ہو تو دُعا مقبول ہوگی حلال وہ ہے جسکے حواجز پر فریفت فتویٰ نے ماحول طیب وہ ہے جس پر تلک المیمان حاصل ہو۔ دُعا مقبول ہوئے اور قلب میں نور پیدا ہو جائے حلال روزی شرط ہے عوام روزی تارکی قلب کا باعث تھی ہے اس سے حصولِ نورانیت کی توقع مائل کے لئے ریاضتیں کیونکہ اخلاقِ داعل کے عینِ خدا بن کر تقویٰ میں جہاد کیا جائے اور اگر تپے جسم گرم سے گنہگار ہو تو جو سے جو پیرا ہو تو تپے میں رہا نہیں ہوگا اگر تپے جو سے گنہگار ہو تو تپے گنہگار سے جو پیرا ہو جائے تو عوامِ مذہبی سے اخلاقِ حسد کا حصول حاصل ماحول کی توفیق ہوگی۔ اور عوام سے اخلاقِ برادر اور اعلیٰ برقطع لغو مشہور بہت تم لپیہ + نہ ہر جزئیہ تجو نا پاک + تو بدگاہ پاک خواہی دوست + ہر پاکیزہ بر بعد ناپاک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (لو صلّیتُم حتی یتکونوا کالحما و صمّتم حتی یتکونوا کالادواء لعلّ یقبل ذلک منکم) اگر نمازیں پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح خمیدہ ہو جاؤ اللہ دیکھتے دیکھتے چلنے چلنے کی طرح تپے چلے جاؤ تب بھی ان مانند دل و دُعا کیلئے بارگاہ الہی میں قبولِ حاصل ہوگا تا وہ فیکران کی (اداسکی) کامل پر پیرا گری کے ساتھ ہو۔ شیخ امامِ اسلامی اللہ تعالیٰ علیہ اذکرکم نے دعاؤں کے مقبول ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (رب اشعنا غبر و مشرق فی ان شفاء و مطعہ حرام و ملبسہ حرام و غنی بالکمال و یضع ید یدہ فیقول یا رب یا رب فاتی یتستجاب لذلک) بعض لوگ پرانہ بال غبار کو اور اقدار غریب کی خوراک حرام۔ پر شک حرام اور حرام سے پرکش ہائی وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں یا رب یا رب یا رب تو اس کے باوجود ان کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

نور اللیثی

محمد زکریا حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے فرمایا (أَطِيعْ مَطْعَمَكَ وَكَاعْتِيقَكَ فَتَصْلٰ بِاللَّيْلِ لَا اَنْ تَقْصِرَ بِاللَّحَا) پاکیزہ خیر کزنا تجلوازم ہے اس وقت میں انہی نمازیں پڑھنا اور دن میں (نفل) دینے رکھنا تیرا لازم نہیں محمد زکریا حضرت شیخ مینا قدس سرہ فرماتے تھے کہ کسی رویش کو ایک بادشاہ کے دسترخوان پر بڑی منت خوشا کر کے لئے جب کھانا دسترخوان پر لگ گیا اور شہم اللہ ہوئی تو ان رویش نے اپنی آستین سے ڈشیاں نکال کر کھانا شروع کیا۔ بادشاہ بولا کھانا حلال ہے اسکو کھائیے۔ رویش نے فرمایا اگرچہ حلال ہے مگر میرا دل فتویٰ میں نہیں آیا۔ بادشاہ بولا میں عرض کرتا ہوں کہ کھانا کب حلال ہے تیار کیا گیا ہے پھر کیوں نہیں کھاتے میر کھانا کھا جیسے کسی کا ایمان نہیں جائیگا۔ رویش نے فرمایا۔ ایمان تو نہیں جائیگا مگر حلاوت ایمان ضرور جاتی ہے گی۔ اصنام احمد بن حنبل در خواجہ جینی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بہت غلاما تھا ایک دن وہ بھی کھانے لگا کہ کسی کی کوئی چیز طلب نہیں کرتا ہوں لیکن بے مانگے اگر شیطان بھی کچھ دے تو اسکو بھی کھا جاؤں گا۔ اتنی بات پر امام احمد نے انکی صحبت ترک کر دی خواجہ جینی نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تو وہ چند طور خوش طبعی کہا تھا اما حال احمد نے فرمایا۔ دین کی باتوں میں خوش طبعی کرتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کھانا بھی دین کے احکام سے ہے راہِ اسکی اہمیت یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس میت میں حلِ صلح پر اسکو مقدم ذکر فرمایا ہے۔ (ذَا آتٰهُمُ الرِّسْلَ کَلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا لِّخَالْفِیْ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلَیْم) ترجمہ۔ اے پیغمبر پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔ مذکورہ بالا آیات کے پیش نظر امام بخاری کے والد امام جاسس اباب میں کامل احتیاط رکھتے تھے اسی بنا پر مرتبہ (مستجاب الدعوات) پر فائز ہوئے۔ وصال کے کچھ پیش فرمایا کہ (بفضلہ تعالیٰ) میرا مال حرام تو حرام شہادت سے بھی پاک ہے۔ مثنوی :- دستِ دول از رزم و کوثر بشو + داب از سر چشمہ تقویٰ بجو + فقر کو دراصل ناباشد حلال + زود فتر و لیکن در ضلال + فقر و باران تو ح صاف نیست + گو ہر دریائے خوشا ف نیست۔

امام بخاری کی ولادت

روز جمعہ مبارک بعد نماز عصر اسٹوال المکرم علیہ السلام (بخارا) ہوئی تھی جس کا سن ہجری بحساب الجملہ لفظ (صدق) سے نکلتا ہے حضرت انس ہی سے کہ وہ الواحد کا انتقال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ والد ماجد کی طرح وہ بھی (مستجاب بالندوة) تھیں۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں کے اندر ان کی والدہ بھی انتقال فرما گئیں۔ اطباء کی جانب سے جو حکم کیا گیا کہ کوئی دکان گھر نہ کھولے۔ بالآخر بازار گاہ الہی کی طرف متوجہ ہوئیں اور گریہ و زاری کیساتھ ایسی بھارتیہ علیہ بکثرت دُمائیں کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و السلام خواب میں تشریف لائے۔ اور ایسی عبارت کا خردہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بکثرت گریہ زاری کو فساد بکثرت دُمائیں مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بچے کی دنیا ہی واپس فرمادی۔ صبح کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو مانتے تھے۔

حفظ حدیث کی طرف توجہ کیسے ہوئی

احام بخاری کے کاتب (محمد بن ابی حاتم) نے بیان کیا کہ امام بخاری خود فرماتے تھے میں مکتب میں موجود تھا اس وقت مجھے خطابہ دینے کے لئے ابام ہوا میری عمر اس وقت دس سال یا دس سے کم تھی مکتب سے طلوع کی افتخار کر کے حدیثیں کرام کے مدرس میں شریک ہونے لگا اس زمانے میں بخاری کے اندر (داخلی) نامی ایک محدث مشہور تھے ان کے مدرس میں بھی شریک ہوتا تھا ایک دن انہوں نے کسی حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر بائیں طور پر سی (سفین عین ابی الزبیر بن عزیل براہیم) نے حجت کر کے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ (ابوالزبیر) میں تو براہیم کے راویوں میں ہی نہیں پھر حضرت نے کیسے فرمایا (ابوالزبیر بن عزیل براہیم) استاد نے جواب دیا میں نے پھر عرضداشت کی کہ اپنے منہ سے کو لا حلف فرمائیے یہ جس کا استاد مکان میں اشراف نے گئے بعد اصل نسخہ لیکر آئے اور فرمایا جس کے سر نے جو بیان کیا تھا وہ غلط ہے اس کا تم کو بھیج کر طبع ہے۔ میں نے عرض کیا کہ (ابوالزبیر) میں نہیں بلکہ (ابو زبیر بن عزیل) میں انہیں کو براہیم سے روایت حاصل ہے۔ استاد نے میری عرضداشت کے بعد اصل نسخہ لکھا پائی اس کتاب کی تصحیح فرمائی جسے دیکھ کر بیان فرمایا ہے تھے اس واقعہ کے وقت امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ بخاری کی عمر تیرہ گیارہ سال کی تھی جب عمر کا سو گھرانے مال شروع ہوا تو امام عبداللہ شاہین مبارک اہام کے بیچ غنی اشراف نقل عنہا کی کتاب میں پائی یا در فرمایاں پھر والدہ ماجدہ و احسان نامی اپنے برادر کا لکھا کہ تھو تو تشریف لے گئے۔ بعد فرغت ان دونوں حضرات نے مراجعت کی۔ وطن پہونچکر کھائی غنولت پائی اور خود میں پرلا درجہ میں تخیل حدیث فرماتے تھے اور جب عمر تیرہ گیارہ سال کی ہوئی تو تعصیب کا آواز نہ پایا۔ سب سے پہلے صحابہ و تابعین و ان شاء اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نفاک و افابیل شریک ایک کتاب تالیف فرمائی پھر مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کے پاس تدیک لکیر کو تعصیب کیا۔ چاندنی رات میں سو کر کھاتے تھے۔

تفصیل حدیث کی واسطے سفر

بہت سے اسلامی شہروں میں کیا چنانچہ ورنہ رائے کے بغیر مناسفہ وہ بار مصر و شام کا ایک اتفاق ہوا اور بار مرتب ہو گیا اور چھ سال تک جہازیں قائم کی۔ بلخ، بخارا، قلعہ، دمشق، خراسان، اواسط، کپا اور بغداد کو زمین طاعری کے واسطے دی گئی کہیں کا شہر نہیں۔ ان بلاد وغیرہ میں چل پھر کر جن مشہور سے ساما دینت حاصل کیں ان کی تعداد ایک ہزار اسی تک پہنچتی ہے جو پانچ طبقات میں تھیں (طبقة اولیٰ اتباع تابعین جنکو ثقات تابعین سے سماع حاصل تھا جیسے محمد بن عبد اللہ، انصاری و حضرت حمید) تابعی سے روایت کرتے ہیں (طبقة ثانیہ) اتباع تابع تابعین جو اگر ان کے مہر تھے مگر وہ ثقات تابعین سے سماع حاصل نہیں ہوا جیسے آدم بن ایاس وغیرہ (طبقة ثالثہ) وہ حضرات جنکو تابعین کی ملاقات حاصل نہیں اور کیا اتباع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے قتیبہ بن سعید وغیرہ (طبقة رابعہ) وہ حضرات جو امام بخاری کی تائید تحصیل حدیث میں شریک تھے جیسے محمد بن یحییٰ و یحییٰ بن

۱۰۔ من لاء خطے بغضارت و دشمنی کی۔

انما لقيت

در طبقہ خامسہ اپنے تلامذہ جیسے عبد اللہ ابن جحشا علی وغیرہن سے کسی فائزے کے ماتحت بعض احادیث روایت کی ہیں (مقدمہ فتح الباری فیوں)

امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی اس سفارت سے اس حدیث بخاری کے معنی بھی ظاہر ہو گئے ہیں کہ وہابی اور غیر مقلد صاحبان بزرگان دین کے تلامذہ کی حاضری دینے کے لئے سفر کرنا کی ممانعت میں نہیں کیا کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب التَّحْفِیدِ بابوں میں پانچویں صفحہ ۱۸ پر زیر باب فصل الصَّوْلِقِ فی مسجد مکہ مودعہ بہما میں نفاذ مذکور ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشدد الرجال الا فی ثلاث ما مسجد احدہما مسجد الرسول و ما مسجد اہل القہن) اور حسیث کا مطلب ان بیان کرتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سفر نہ کیا جائے گزرتین مسجدوں کے جانب مسجد حرام مسجد نبوی مسجد بیت المقدس) ان تین مساجد کے سوا ہر مقام کے سفر کو حدیث ہذا میں حرام قرار دیا ہے تو غور و اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استثناء پر حاضری دینے کے لئے (فذلک) کا سفر اور سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استثناء پر حاضری دینے کے لئے (لا یشاہد) کا سفر اور سلطان المشائخ قدر سر کے روضہ پر حاضری دینے کے لئے (محل) کا سفر اور عن زعم علاؤ الدین قس کے روضہ پر حاضری دینے کے لئے (کلیں) کا سفر اور محدث منافی قدس سرہ الساسی کے روضہ پر حاضری دینے کے لئے (کھوجہ شریف) کا سفر اور جواد اسلام خان حضرت تیس سالہ مسعود غازی قدس سرہ القوی کے روضہ پر حاضری دینے کے لئے (بہار علی) کا سفر بھی حرام ٹھہرا کر یہ اتنا ہے ان ہر مقام سے خارج ہیں جبکہ حرم میں جواز کے لئے مستثنیٰ فرمایا گیا ہے (قول) اگر حدیث مذکور کا یہ مطلب سمجھ ہو تو لازم آئے گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مذکور بالا اسفار حرام نہیں کیونکہ جواز کے لئے استثناء کردہ ہر مقامات میں بزرگان دین کے آستانوں کی طرح یہ بلا بھی داخل نہیں چلی طرف امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے تفصیل حدیث کی خاطر سر کیا تھا جو یہ حرم و حرمت امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے اسفار تک محدود نہیں ہوتی بلکہ بعض تحصیل علم طلبہ کے لئے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اور جلال آبادی مدرس کا سفر بھی حرام قرار دیا۔ اور تبلیغی جماعت کے واسطے امر کہ افغانستان وغیرہ ملکات سفر بھی حرام ہو جائیگا۔ اسی طرح وہابی اور غیر مقلد تاجران کے حق میں ممانعت تجارت کبھی نہ نکلتی۔ اگروہ کھنڈ وغیرہ شہروں کے سفر بھی حرام قرار پائیگا۔ کیونکہ یہ ممانعت بھی بزرگان دین کے آستانوں کی طرح ان ہر مقامات میں داخل نہیں ہو حدیث مذکور میں جواز سفر کو واسطے مستثنیٰ نہیں لیکن تفصیل علم کے لئے سفر تبلیغ دین کے لئے سفر تجارت کے لئے سفر شرف یا بلاشبہ جائز ہے۔ وہابی وغیرہ مقلد صاحبان بھی اسکو حدیث مذکور کی رو سے ناجائز نہیں کہتے تو کیا ہر بزرگان دین ہی سے حدیث بخاری پر کرانے آستانوں کی حاضری کا سفر حدیث مذکور کی رو سے ناجائز قرار پائے اور یہ سائے سفر جائز ہیں حالانکہ بیان کردہ مطلب کے پیش نظر حدیث مذکور کی رو سے تو براہ کبر ہے میں پر ثابت ہو کہ حدیث مذکور کا بیان کردہ مطلب صحیح نہیں کہ علاؤ الدین کی تحریر کو مستلزم ہوے دیدی کوئی حق و اشتعال و چاندیوں و ملاک شہب اسحر کند و تحقیق بخاری قیامات سے واقف طلبہ مطلقاً حدیث کے ہم سے کوسوں دور ہیں چاہے کبھی بخاری کی کتاب شدہ کعبہ تمام کتابوں میں صحیح ترین ہو چکیا عبث اس کا فہم کرکے نا کسر کام نہیں بلکہ یہ صرف اہل سنت کا حق ہے اور بقول شخصے بخارو یا انکو بخاری آئی + تحفہ مسلم بن مسلم کی بارش آئی۔ بخاری طلبہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم کرکے گئے ہیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مزار مقدس پر اللہ تعالیٰ میثار و انوار نازل فرمائے کہ انھوں نے حدیث مذکور کو (باب فضل الصَّوْلِقِ) میں بیان کر کے اس کا صحیح مطلب بیان فرمایا اور طولی کشوں کو ایک اشارہ پر ختم کر دیا وہ یہ حدیث مذکور مطلقاً ہر سفر کے باوجود روضہ نہیں بلکہ اس سفر کے حق میں طوطہ جو بفضل نازک خاطر کرنا جائے اس کے بعد حدیث مذکور میں وہ احتمال میں (اول) یکہ (مستثنیٰ منہ مقدم) عام ہو تو مطلب ہوگا کہ ہر مسئلہ مذکور کے سوا کسی مقام کا سفر میں نہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز پڑھی جائیگی یا کتاب یا وہ ملے کہ زیارت ثواب میں ان میں مساجد کیساتھ منسوب ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز پر ایک لاکھ ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا اور بیت المقدس میں پانچ سو کا۔ اس احتمال پر بزرگان دین کے آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ان آستانوں کا سفر اس نیت نہیں ہوتا کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا کتاب یا وہ ملے بلکہ مقصود زیارت ہوتی ہے ورم احتمال یہ کہ مستثنیٰ منہ مقدم خاص لفظ (مسجد) ہو اور یہی راجح ہے تو حدیث مذکور کا مطلب ہوگا کہ کسی مسجد کی طرف زیارت سے سفر نہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا کتاب یا وہ ملے بلکہ ایک یا بجز ان میں مساجد کے مسجد حرام مسجد نبوی مسجد بیت المقدس اس احتمال پر بھی بزرگان دین کے آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ممانعت مستثنیٰ منہ مقدم کے سفر کی ہے آستانے اس میں داخل نہیں امام بخاری

علیہ رحمۃ الباری کے بیان کردہ مطلب کی وضاحت وہ روایت کرتی ہے جس کو امام احمد قدس سرہ نے اپنے مسند میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے رَقَالَ دَسَّخَالِ اللَّهُ
سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشْدَءَ حَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَتَّبِعِي فِيهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي
تَرْجَمَ خَازِي کہ مناسب نہیں کہ کسی مسجد کی جانب نماز ادا کرنے کی نیت سے سفر کرے بجز ان میں مساجد کے مسجد حرام، امامی بیت المقدس اور میری مسجد اس وایت
سے احتمال دوم کی تائید بھی ہوگی کہ حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقدر عام نہیں بلکہ فقط مسجد ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ کے لئے فردی ہے کہ مستثنیٰ سے
اقرب ہو اور یہ حدیث مذکور میں فقط مسجد کی تقدیر کے بغیر حاصل نہیں خواص الامم و جموع مسلم البشوت و غیرہ میں ہے (فعلوان المستثنیٰ منہ
مَا يَكُونُ اقْرَبَ إِلَى الْمَسْتَثْنَى وَلَعَلَّ هَذَا ظَاهِرٌ لِمَنْ لَدُنِي اسْتَقْلَمَ) اسباب سے علامہ قسطلانی قدس سرہ النورانی نے حدیث
مذکورہ کی شرح میں احتمال دوم کو اختیار فرمایا پھر میرا ارشاد والسادی شرح صحیح البخاری جلد دوم صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ میں مذہب ابن تیمیہ کے ابطال کو مستقر
کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس نے حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقدر عام لیکر کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزِ پناہ کی زیارت
کیلئے سفر کا احترام ہے اسی ابن تیمیہ کی فضلہ خدای ہر ہندوستان کے دہائی اور غیر مقلد صاحبان زندگانین کے استاذوں پر ماضی دینے کیلئے سفر کرنے کو
منع کرتے ہیں (وقد ابطال بامر من التقدير بلا تشدد الرجال في مسجد للصلاة فيه المعقود بحدیث ابی سعید الخدری فی
مسند احمد باسناد حسن مرفوعاً لا ينبغي للمصلي ان يشدء حاله الى مسجد يتبع في الصلاة غير المسجد الحرام و
الاقصى ومسجدى وهذا قول ابن تیمیہ حيث منع من زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو من الاشع المسائل المتفرقة
عنه) یعنی حدیث مذکور لا تشدد الرجال الا الى ثلثة مساجد کے مستثنیٰ منہ کی تقدیر میں پہنچے یہاں (لا تشدد الرجال الى مسجد الا
الى ثلثة مساجد) جسکی تائید اس حدیث ابو سعید سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے باسناد حسن مرفوعاً اپنے مسند میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے
(لا ينبغي للمصلي ان يشدء حاله الى مسجد يتبع في الصلاة غير المسجد الحرام و الاقصى ومسجدى هذا) حدیث مذکور میں
تقدیر مستثنیٰ منہ سے ابن تیمیہ کی کہنا باطل ہو گیا کہ نبوی قبر شریف کی زیارت کیلئے سفر کا احترام ہے کیونکہ اس کا یہ قول حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ عام نہیں ہوتی ہے
جسکے باطل پر نہیں شک نہیں اسلئے کہ عام ہونے کی صورت میں مستثنیٰ سے اقرب نہیں تھا۔ حالانکہ فردی ہے۔ اور زیارت قبر نبوی کی یہ ممانعت اس
تبعی ترین اقوال سے ہر جہاں ابن تیمیہ سے منقول ہیں۔ اسی حدیث مذکور پر بحث کرتے کرتے آخر میں علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی
بخاری کی شرح فتح الباری جلد سوم صفحہ ۵۶۷ پر فرماتے ہیں (قال بعض المحققين قولاً لا الى ثلثة مساجد المستثنى منه محذوف فاما ان
يقدر عا غا فيصير لا تشدد الرجال في مكان في اى مركان الا الى ثلثة او اخص من ذلك لاسيما الى الاول ولا نضائه
الى سد باب السفر للتجارة و صلوات الرحم و طلب العلم و غيرها فتعين الثانی والا ولى انه يقدر ما هو اكثر من مناسبة و
هو لا تشدد الرجال الى مسجد للصلاة فيه الا الى الثلثة فيبطل بذلك قول من منع تشدد الرجال الى زیارة البقا الشریف
و غیرہ من قبور الصالحین رحمہم اللہ اعلم) یعنی بعض محققین نے فرمایا کہ حدیث مذکور میں (الا الى ثلثة مساجد) سے بیشتر مستثنیٰ منہ محذوف
ہے یا امام تقدیر مانا جائے تو تقدیر عبارت میں ہوگی لا تشدد الرجال الى مكان في اى مركان الا الى الثلثة ترجمہ ہرگز کیا جائے کسی مکان کی
طرف کسی کام کے لئے مگر تین مساجد کی جانب یا مستثنیٰ منہ اس سے خاص مقدر مانا جائے۔ امام تقدیر مانا جائے کی سبیل نہیں کیونکہ بعضی ہے
اس بات کی جانب کی تبادت کیلئے مسئلہ و جم کیلئے طلب علم وغیرہ امور کیلئے درازہ سفر مسدود ہو جائے (جو شرط مسدود نہیں) تو ثانی احتمال متعین ہو گیا کہ
مستثنیٰ منہ مقدر خاص ہو اور ہر جہاں ہے کہ مستثنیٰ منہ مقدر ایسی چیز فانی جائے جس میں مناسبت زیادہ ہو۔ اور وہ فقط مسجد ہے اور حدیث
مذکورہ کی عبارت اس مستثنیٰ منہ کی تقدیر کے بعد لیں ہوگی لا تشدد الرجال الى مسجد للصلاة فيه الا الى الثلثة ترجمہ ہرگز کیا جائے کسی مسجد کی
جانب اس نماز پڑھنے کی نیت سے مگر تین مساجد کی جانب جسے حدیث مذکورہ کا مطلب ہوا تو ان لوگوں کا قول باطل قرار پایا جنہوں نے نبوی قبر شریف کی

اور قورصا لہین کی زیارت کے لئے حدیث مذکور کے پیش نظر سفر کرنے کو ممنوع قرار دیا ہو۔ واللہ اعلم بھر حدیث مذکور کا ایک دو مطلب نفل فرماتے ہیں فقال السبکی اکبیر لیس فی الارض بقعتها فضل لذا تھا حق تشدد الرجال لہما غیر البلاد المثلثة ومراوی بالعصل ما شہدا للشیع باعتبار ذلک ورتب علی حکماء شیعہ واولئک غیر ہما من البلاد فلا تشدد الیہا لذا تھا اہل لڑی لہ قادیان واولئک من غیر ذلک من المندوبان والمباحات قال وقد التبس ذلک علی بعض فرغ عن ان شد الرجال الی الزیارة لمن فی غیر المثلثة داخل فی المانع وهو خطا لان الاستثناء انما یکون من جنس المستثنی منه فمعنی الحدیث لا تشدد الرجال الی مسجد من المساجد الی مکان من الامکان مستثلا لذلک الامکان الا الی المثلثة فہذا مذکور شد الرجال الی زیارة او طلب علم لیس الی الامکان بل الی من فی ذلک الامکان واللہ اعلم یعنی نام کی گیس قدر صرف نے فرمایا کہ روئے میں کوئی جگہ ایسی نہیں جس کے لئے لڑانہ فضیلت ہو سوائے ان تین مقامات مذکور کے۔ اور فضیلت لڑانہ سے یہی مراد ہے کہ شریعت کے اعتبار کے اس کیلئے مخصوص حکم شرعی رکھا ہو اور ان تین کے علاوہ دوسرے مقامات کی جانب یا یہی معنی لڑانہ سفر نہیں کیا جانا بلکہ زیارت جہا علم وغیرہ مندوبات یا مباحات کیلئے کیا جاتا ہو اور بیشک سات کا سمجھنا بعض مشکل ہو گیا تو یہ کہ بیشک کہہ سہ مقامات مذکورہ کے سوا کسی مقام کا زیارت کیلئے سفر نہ کرنا حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل ہے ان کا کیا مطلب ہے کہ کوئی مستثنیٰ کیلئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ صحت کی جنس سے ہو تو حدیث مذکور کے معنی یہ ہوئے کہ (سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی جانب یا کسی مکان کی جانب اس کی لڑانہ فضیلت کے خیال سے مگر مذکورہ بالا تین مساجد کی جانب رکھ کر ایک لکھ چاس ہزار پانسوا مخصوص حکم شرعی انہیں کراسطے ہے۔ اور کسی کیلئے نہیں اور زیارت یا طلب علم کے لئے سفر مکان کی جانب نہیں ہونا بلکہ کہیں کی طرف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قوت حافظہ

کا یہ عالم تھا کہ آپ کے شریک درس جلیل القدر محدث حضرت خاں عبداللہ ابن اسمعیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی ہمارے ساتھ طلبہ بیٹ کی خاطر شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مگر وقت درس ہماری طرح شنیذہ احادیث کو قلم بند نہ کرتے۔ سمجھتے تھے کہ اگر جب آپ استاد کی بیان کردہ احادیث لکھتے نہیں تو درس میں حاضر ہونے کی کیا فائدہ جو احادیث درس میں گوش گزار ہوئیں وہاں سے اٹھنے کے بعد فراموش ہو جاتیں گی۔ سو اگر ہم کے بعد فرمایا۔ آپ نے نصیحت آمیز کلمات بار بار کہہ کر مجھے تنگ کر دیا۔ اب اپنے نوشتوں کو میری یادداشت سے مقابلہ کیجئے ہم نے اس مدت میں پچھو ہزار احادیث لکھی تھیں انہوں نے سیکورانی پڑھنا شروع کیا اور مقدمت کیساتھ کہہنے اٹھنے پر پڑھنے سے اپنے نوشتوں کی تصحیح کی بعد از غصہ فرمایا آپ نے خیال کر لیتے ہیں کہ میرا ہواقت غلط کر رہا ہوں اور میری یہ سرگردانی بے سود ہے! مومن ہیں یقین ہو گیا کہ یہ تو کچھ ہونے والے ہیں۔ اور کوئی شخص ان کی براہی نہ کر سکے گا۔

بغداد شریف میں حافظہ کا امتحان

بغداد شریف کے متعدد مشائخ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کی خبر آنے پر بغداد شریف کے محدثین کو امام جمعہ نے ماہی بخاری شریف سے یہ طے پا کر ان کے حافظہ کا امتحان دیا جائے چنانچہ استفادہ احادیث کیلئے ایک جلسہ کی تاریخ معین کر کے امام بخاری سے اس میں شرکت کا وعدہ کیا گیا۔ پھر امتحان کو اسطے سوا حدیث اس طرح منتخب کی گئیں کہ ایک حدیث کی سند کو ذکر حدیث کیلئے لگایا۔ اور دس دس حدیثیں دس اشخاص کو دیکر پانچویں یا گیارہ جمع عام میں لکھنے متعلق استفسار کریں۔ تاریخ مقررہ پر جلسہ عقد ہوا جس مقامی اور بیرونی اصحاب علم نے شرکت فرمائی جب جلسہ پر ہونے لگا تو ان دس اشخاص میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اہل کلمہ دیکر اسے اپنی دسوں حدیث کے بار میں سوال کیا۔ امام بخاری ہر مرتبہ جواب میں فرمادیتے۔ (آخر فرج) میں اس حدیث کو نہیں جانتا سازش کنندگان حضرات ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہتے تھے کہ ہماری سازش کو کچھ گئے اور جن لوگوں کی

تاریخ بخاری علیہ رحمۃ الہامی کی قوت حافظہ

بغداد شریف میں حافظہ کا امتحان

سادش کا علم نہ تھا وہ امام بخاری پر دل ہی دل میں قلتِ حفظ کا حکم لگاتے تھے۔ پھر ان درس میں سے دوسرے صاحب اپنی احادیث کی متعلق سوال کیا۔ آگے جا میں بھی ہر مرتبہ ہی فرمایا (لا اعرفہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا پھر قریب صاحب اپنی دسوں احادیث کے بارے میں سوال پیش کیا۔ امام بخاری نے ہر مرتبہ انکو بھی جواب دیا (لا اعرفہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا جتنی ہی طبع باقی ماندہ اشخاص نے اپنی اپنی احادیث کی متعلق سوالات کئے اور امام بخاری ہر ایک کو جواب دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب سلسلہ سوالات ختم ہو گیا۔ تو امام بخاری علیحدہ الباری دل اسل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اپنے پہلے محدث یا اس سند بیان کی اور صحیح بایں سند ہے اور دوسری بایں سند اور صحیح بایں سند ہے۔ اور تیسری بایں سند اور صحیح بایں سند ہے۔ یہاں تک کہ دسوں محدثوں کی صحیح اور غیر صحیح دونوں سندیں بیان فرما دیں۔ پھر باقی ماندہ اشخاص کی جانب ترتیباً التفات فرمایا اور ہر ایک کی ہر ہر حدیث کی سند صحیح اور غیر صحیح بیان فرمادی۔ دیکھ کر حاضرین جلتے تھوڑے ہو گئے اور آپ کے کمال حفظ اور وفور فضل کا اعتراف کرنا پڑا حضرت محمد بن حمد وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے خود امام بخاری علیحدہ الباری کو فرماتے سنا کہ کچھ کو ایک لاکھ صحیح احادیث بربانی یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح اقول غیر صحیح سے مراد یہ ہیں کہ وہ غلط تھیں۔ استغفر اللہ بلکہ وہ احادیث جو محدثین کے معیار صحت کے مطابق ہوں جس کی تشریح انشاء اللہ عنقریب آتی ہے۔

خوراک

نہایت قلیل مٹی بھر پیٹ نہ کھاتے تھے۔ بلکہ براہِ دامت کیساتھ بھر پیٹ کھاتے سے قلب مرده ہوجاتا اور اس میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس واسطے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (لا تملئوا القلوب بکثرة الطعام والشرب فان القلب كالزراع يموت اذا كثرت عليه الماء) ترجمہ زیادہ کھانے پینے سے قلوب کمرہ دست کر دے کہ قلوب کی مٹی کی طرح ہے جب مٹی کو پانی زیادہ پہنچے مر دہ ہوجاتی ہے نیز فقرہ کا میں مثل پڑتا ہے عبادت کہ ہفتی نو اس کی عبادت عقود ہوجاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور دنیا و صیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چشمہ طاریس پر وہ فرماتے کہ پیلے اس میں جو بدست ہر ہوتی وہ پیٹ بھوکا نا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عبادت کریم کی کتب کئی مکیں کے تہا کھانا تناول فرماتے۔ ایک کن کی شخص کو بہراہ کھانے کے پیش کر لیا۔ اس نے پیٹ بھر کھایا فرمایا اے نافع اُمیدہ ایسے شخص کو نہ لایا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا ہر یعنی قلیل اور کافرو منافق سات آنتوں میں اپنی کثیر روک بکثرت کھانے کھا لیا کیساتھ مشابہت ہوگئی اور جس شخص کو کفار سے مشابہت ہووا اسکو اپنے پاس بٹھا نا گوار نہ فرمایا۔

بادشاہ کسری کے پاس چار کھیتے۔ ایک عراقی دو سراردی جسرا ہندی چمھا سوڈانی ان سے دریافت کیا کہ کوئی دوا ہے جس کے بعد کوئی مرض لاحق نہ ہو تو ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق کچھ نہ کچھ بتایا سوڈانی حکیم خاموش رہا۔ بادشاہ نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بعد مرض لاحق نہ ہو وہ یہ ہے کہ بغیر اشتہا نہ کھائیں اور شکم سیر ہو نیسے پیشتر دست کش ہو جائیں سبب تا یہ کہ کرتے ہوئے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔

خورد و نوش کے تین مرتبے ہیں۔ اعلیٰ یہ کہ برہمن کی طرح اقل قلیل پراکتھا کرے اور وسط یہ کہ بقدر رخصت شکم کھائے ہے۔ ادنیٰ یہ کہ پیٹ کو تین حصوں پر تقسیم کرے۔ تہاں کھانے کے لئے اور تہاں بیچے کے لئے اور تہاں سانس لینے کی واسطے بتقلیل غذا۔ صحت جسم کمال حفظ معافے قلب اور کادوت کیلئے صورت پر مٹی و مالا ویا حضرت بلال بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو شکم سیر کی کیساتھ معصیت اور چیل کو استہزا کیا اور کرسنگی کے ساتھ علم و حکمت کو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ باب ملکوت (عالم غیب) کو کچھ رو بہاں تک کھل جائے تو گویں نے عرض کی کہ کیسے کس فرمایا۔ اسی طور پر کرسنگی کو تشنگی اختیار کرنا کہ باب ملکوت پر کھل جائے اور عالم ملکوت میں تم پہنچ جا۔ سے قطعہ: ساندون از طعام غالی دار و تادرو نور و زنت مٹی + تھی از کھنے بعلت آں کہ ہر پری از طعام تاجینی یہی وجہ تھی کہ امام بخاری علیحدہ الباری کو قوت حافظہ اور کادوت افوق العادت نصیب تھی۔ بعض اوقات تو پورا پورا دن دو تین با وام پر گزرتے دیکھتے تھے۔ یہاں پڑے تو اطباء نے

نہایت قلیل مٹی بھر پیٹ نہ کھاتے تھے۔ بلکہ براہِ دامت کیساتھ بھر پیٹ کھاتے سے قلب مرده ہوجاتا اور اس میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس واسطے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (لا تملئوا القلوب بکثرة الطعام والشرب فان القلب كالزراع يموت اذا كثرت عليه الماء) ترجمہ زیادہ کھانے پینے سے قلوب کمرہ دست کر دے کہ قلوب کی مٹی کی طرح ہے جب مٹی کو پانی زیادہ پہنچے مر دہ ہوجاتی ہے نیز فقرہ کا میں مثل پڑتا ہے عبادت کہ ہفتی نو اس کی عبادت عقود ہوجاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور دنیا و صیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چشمہ طاریس پر وہ فرماتے کہ پیلے اس میں جو بدست ہر ہوتی وہ پیٹ بھوکا نا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عبادت کریم کی کتب کئی مکیں کے تہا کھانا تناول فرماتے۔ ایک کن کی شخص کو بہراہ کھانے کے پیش کر لیا۔ اس نے پیٹ بھر کھایا فرمایا اے نافع اُمیدہ ایسے شخص کو نہ لایا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا ہر یعنی قلیل اور کافرو منافق سات آنتوں میں اپنی کثیر روک بکثرت کھانے کھا لیا کیساتھ مشابہت ہوگئی اور جس شخص کو کفار سے مشابہت ہووا اسکو اپنے پاس بٹھا نا گوار نہ فرمایا۔

نہ نام بخاری طبرستان

نہ نام بخاری طبرستان

تورودہ وکیلہ تحقیق کی بعض ضروری چیزوں کے قاعدہ سے مشابہ ہے جو ناخوش (سائنس) استعمال نہیں کرتے۔ آپ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میں طبرستان سال سے ناخوش استعمال نہیں کرتا ہوں۔ علاج دریافت کرنے کے لئے مشورہ دیا کہ ناخوش استعمال کیے بغیر یہ مرض زائل نہ ہوگا۔ آپ نے طبیب کا مشورہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا لیکن مشائخ کے انتہائی اصرار پر شربت کیساتھ دوائی تناول فرماتے گئے تھے (حرفیہ نہ یہ دیکھیں)

ادب

کسی سہمی بیان اعدادیت کے واسطے اجتماع عتاپ حدیث بیان فرما رہے تھے، ایک صاحب نے اپنی ڈاڑھی سے شکرانہ لکری مسجد میں الراجہ کو آپ کی نظریں کے رہی تھیں۔ لوگوں کی نظر کا کہنا کہ اسکو اٹھا کے استین میں رکھ دیا (جلسہ فراغت ہونے پر جب لوگ منتشر ہو گئے) اور آپ مجھ تک تو اس تک کو ابھرنے لگے۔ یاد اب مسجد تھا کہ جس شخص غایت ک کو انسان اپنے جسم پر گرا دینا مسجد کو بھی اُس سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ جاکر کاح الہی میں ایک یہ عالم کہ ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے۔ زبور نے سترہ تہذیب کا راجہ سے بدن کے سترہ جیسے توڑم ہو گئے۔ بعد فراغت حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے کس چیز نے مجھے یہ حالت غافلیت پہنچائی ہے۔ تلاش کر نیسے زبور تکلی ص سے غفلت کی تھی۔ اب ہی کی حرکت تھی کہ آپ باعت حدیث میں مرتبہ علم پر ناگزیر ہوئے کہ اسکو بھی جو ملاوہ ادبی سے ملا ہے ادب تاہمست از لطف الہی جہنم بر سر بردہ را کو خواہی۔

شان توکل

بعض تفصیل حدیث اپنے شیخ حضرت آدم ابن ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے پاس جو کچھ نوشہ قادیانہ ہو گیا اور کچھ بیچ کے لئے میرے قادیانہ ہوئی تو زمین کی گھاس کا گر لانا شروع کر دیا۔ نہ کو لانا نہ ہوا کسی سے سوال کرتے یا کہ بطور قرض طلب لالیت۔ اس توکل کا نتیجہ نکلا کہ جبہ میرا وہ ہوا ایک صاحب شرف لائے جسکو میں پہچانتا تھا قادیانہ ہوں نے ایک قبیلہ عطا فرمائی جس میں شرفاں تھیں جو وہ دور کے جلالہ علم دیکھ واسطے یہ واقعہ عبرت آموز ہے۔

حقوق العباد کا احساس

کہ ایک کتاب ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری بہا اوقات سواہر مکر تیر اندازی فرماتے تھے۔ اللہ مقدر صبح نشانے والے کہ میں بوزہ مرتبہ میں غفلت کے زمانے میں کسی نہ دیکھا کہ آپ کے قمر نے نشانے سے خطا کی ہو۔ ہم مقام (فرما میں تھے ایک نے تیر اندازی کے لئے سواہر کو لاشہ بچا کر اس صفائے کی طرف چلے جس سے راستہ بڑکے داند تک پہنچنا تھا ہم تیر اندازی میں مشغول ہو گئے۔ اتفاقاً امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کا تیر کی کی بجائے میں جانگلا جس سے مدد چاہ گئی، امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری نے جب دیکھا تو سواہر سے اتر پڑے اور تیر بچے سے نکال کر تیر اندازی موقوف فرمادی اور مجھے فرمایا اے میں چلو ایک حکم اس لئے کہ میں فرمایا ہے اب جو جیسے ایک کام ہے میں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ فرمایا۔ اس سب کے مالک کی خدمت میں جاؤ اور کہو جیسے اب کی بیخ خراب ہوئی، ہم چاہتے ہیں کہ اسکو بددوسری گادیں یا اسکی قیمت ہم سے قبول فرمالیجئے۔ اور جیسے جو کچھ غلطی سرزد ہوئی اسکو معاف فرمائیں اس سب کے مالک رحیم بن اخصی تھے میں ان کی خدمت میں پہنچا تو فرماتے گئے کہ امام بخاری کی خدمت میں بعد سلام کہہ دیجئے کہ آپ سے جو کچھ آپ کوئی مانگو وہ نہیں۔ اور میرا مال آپ پر تیار ہے جب میں نے یہ پیام امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کی خدمت میں عرض کیا تو شکر چہرہ پر سرمد شادمانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اور فرط خوشی میں میں نے اس وقت کو بانی سواہر دین سنائیں۔ اللہ میں سواہر یہ صدقہ لکھے۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کے انہیں کتاب سے بیان فرمایا کہ ایک ان ابو معشر رضوی سے فرمایا تھے کہ آپ مجھے معاف فرمالیجئے۔ آمیزوں نے کہا کس چیز سے معافی دوں۔ فرمایا۔ لیکن میں نے حدیث بیان کی تھی جو کہ بہت پسند کی میں نے دیکھا کہ عالم کہنے میں آپکا سر اور دونوں ہاتھ حرکت کرتے ہیں میں نے نظر دیکھ کر میں نے قسم کیا تھا۔ اس کی معافی چاہتا ہوں

انہوں نے فرمایا میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اسی احساس کی بنا پر آپ سے کبھی غیبت کا صدور نہیں ہوا خود فرماتے تھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر زیارت غیبت پر مجھ سے حساب نہ لیا جائیگا کیونکہ اس کی حرمت کا علم ہو نیلے بعد میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

پابندی نیت

ایک مرتبہ کچھ قناری مال اسباب کچے پاس آیا بعض تجارت پیشہ معاذ کے خربلگ مٹی تمام کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ ہزار روپے بلیغ کے دیکر فرما دیا آٹھ ہزار روپے لے جائیے۔ دو سو روپے میں بے وقت اور ناجائز کے ادا انہوں نے دن ہزار بلیغ کے دیکر اس کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے فرمایا شب میں نیت کر چکا ہوں کہ پہلے آبیوا لول کو دو دو گلا اور نیت کو توڑا پسند نہیں کرنا اس لئے معذور ہوں

کرامت

انہیں ابو جعفر کا کاتب محمد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم مقام (فربر) میں تھے اور آپ نے ایک جماعت کو براہ لیکر بخارائے قنصل مصر پر دشمن سے بھاؤ کے تحت بغیر شروع کی یہ خبر سن کر اور محبت ہی غلو کر کے نصیحت ہو گئی۔ آپ خود بھی پیش ٹھوسے ننگے میں غرض کیا آپ کو تکلیف برداشت کر سکتی تھی نہیں بہر لوگ کافی ہیں فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے یہ تکلیف بلیغ بخش ہوگی۔ روگداروں کیلئے ایک گائے دیکر فرمائی تھی جبکہ سنت آپ کو تیار ہو گیا تو کھانے کو اس لئے حاضر بنائے گئے۔ آپ کیساتھ سو یا کچھ زاد اشخاص آئے تھے یہ علم نہ تھا کہ ادھر بھی آجائیں گے اور ہم (فربر) سے صرف تین روپے کی دیکر لائے تھے ایک دو سو کی (تیر پری) میں کے صاحب باغ میں ہوا جگہ کے سیر سے کسی نوکر کا ہونا ہے ساتھ سینتیس سے ہوتی ہیں چنانچہ جملہ حاضرین کے کے سامنے پیش کر دی گئیں سب کے سب کھا کر فارغ ہو گئے اور دوشبہاں کافی مقدار میں بچ رہیں۔

رمضانی عبادت غیر مقلدین پر قیامت

امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کی رمضانی عبادت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ میں نے ۸۸۸ ہجری میں بغداد میں مقیم رہا تھا کہ ابو عبد اللہ حافظ الخبزی محمد بن خالد حدثنا مقیم ابن سعید قال کان محمد بن اسماعیل البخاری اذا کان اول لیلۃ من شہر رمضان یجتمع الیہ اصحاب فیصلی علیہم ویقرئ فی کل رکعتہ عشرون آیتہ وحسن اللہ الی ان ینتم القادین ترجمہ حافظ الحدیث حکاکم ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن خالد بخاری وہ کہتے تھے کہ وہ سے مقیم ابن سعید نے بیان کیا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب تھی تو محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کے پاس گیا ان کے اصحاب مجتمع ہو جاتے ہیں آپ ان کا سر فہرست تلاوت فرماتے تھے کہ میرا کہ کعت میں میرا کہ تیس سو اور روزانہ ایسی ہی پڑھاتے رہتے یہاں تک کہ قرآن پاک ختم ہو جاتا۔ اقول غفرلہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری تراویح میں کعت پڑھتے تھے کیونکہ ان کی کعت میں رکعت کے حساب سے رمضان شریف میں قرآن کریم کا ختم غیر مقلدین کے مسلک (آٹھ رکعت) پر ممکن نہیں اس لئے کہ کعبہ میں رکعات کی کعت ایک شبہ کی آٹھ رکعت ہر ایک موراٹھ آیات ہوتیں عشر شبہ میں چار ہزار آٹھ سو آیتیں ہوتی ہیں اور اس پر جماع ہے کہ قرآن کریم کی رکعات چھ ہزار ہیں اس سے کم نہیں۔ تو غیر مقلدین کے مسلک (آٹھ رکعت تراویح) پر پورے رمضان شریف میں بھی کعبہ کی رکعات ختم نہیں ہو سکتا حالانکہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری بحساب ذکر رمضان شریف میں ختم فرمایا کرتے تھے تفسیر آقان شریف جلد اول صفحہ ۱۷ میں ہے (قال للذانی اجمعوا علی ان علی آیات القرآن ستۃ آلاف آیتہ ثم اختلفوا فیما زاد علی ذلك ففهم من لم یزد منهم من قال و ہا آیتہ و اربع آیات و قبل و اربع عشرون و قبل و تسع عشرون و قبل و خمس و عشرون و قبل و ست و قبل و ثلثون) ترجمہ اللہ والی

قدس سرک الشیخ نے فرمایا کہ کل علمائے کرام اس متفق ہیں کہ آیات قرآن کی تعداد چھ ہزار ہے (اس سے کم نہیں) پھر اس سے زیادہ میں خلاف ہوا تو بعض نے تو یہی اختیار کیا کہ چھ ہزار ہیں نیز مذکورہ اول بعض نے کہا کہ چھ ہزار دوسو چار دویس ہے کہا کہ چھ ہزار دوسو تیس اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دوسو پچیس اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دوسو پینتیس ان چھ اقوال میں سب سے اقل قول دل ہے اور سب سے اکثر قول غیر اور جب عدد اقل و اکثر میں اختلاف ہو تو اقل متیقن ہو اگر تا ہے۔ نظر ہوں قول اول یعنی اھم شمار ہوا۔ اور جبکہ بصورت اقل غیر مقلدین کے مسلک پر قرآن کریم کا ختم بحساب مذکور درست نہیں ہو سکتا تو بصورت اکثر و مدبر اولیٰ ممکن ہو گا پس ثابت ہو گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا نزاع غیر ختم قرآن کریم مسلک غیر مقلدین کے اقبالیہ صحیح نہیں ہوتا۔ اور بفضلہ تعالیٰ مسلک احناف کے مطابق صحیح ہو جاتا ہے اس لئے کہ بحساب بیس آیات فی رکعت ایک شب میں بیس تراویح کے اندر چار سو آیات ہوئیں اور پندرہ شب میں چھ ہزار اور بقول مختار قرآن کریم میں چھ ہزار آیات ہیں تو جو بعض تعالیٰ ثابت ہو کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے نزدیک مسلک احناف کی تراویح کی میں کثرت مختار تھیں دس پندرہ یوم میں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔ اسی مقدمہ فتح الباری میں ذکر امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا دھن ان شریف میں معمول تھا کہ ایک قرآن پاک ہر وقت ہر تیرے دن ختم فرماتے۔ اور ایک قرآن پاک روزانہ دن میں ہر وقت اظفار ختم ہوا کرتا تھا اور فرماتے تھے کہ ہر وقت ختم قرآن کریم دوما مقبول ہوتی ہے۔

قصہ وفات

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری جب شہر مشرق کرام کی خدمات میں رہ کر تفصیل علوم سے غافل ہو گئے۔ اور ترک سفر کر کے انہوں نے اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔ تو اہل وطن نے تعظیم و تکریم اور بڑی مہم و عمام کیسا تھا استقبال کیا تھا شہر سے تین میل تک جا بجا بیچے اندیشا میا نے نصب کئے۔ اور دیئے اشرفیاں بچھا کر دئے تھے شہر میں دئے۔ زمانہ روز یکشنبہ نکلا میں تمام فرمایا۔ اکثر و جزیہ اوقات افادہ علوم اہل بیان حادیث میں صرف ہوتے تھے۔ آپ کی جا مانر مخلوق کا رجوع دیکھ کر حاکم مدین سے مراداشت ہو سکا۔ خلافت عباسی کی جانب سے بخارا پر تعینات کردہ حاکم خالد بن عمرو صلی اللہ علیہ وسلم کے دستان کشیدگی پیدا کر کے لے کر یہ تدبیر اختیار کی کہ اسکو آہستہ آہستہ اس لئے ہر اہل کر دیا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو اپنے پاس بلا کر ان سے صحیح البخاری و تصانیح کثیر سننے چنانچہ اسنے قاصد بھیجا کہ ان دونوں کتابوں کو لیکر میرے پاس لیا کر میں انکو آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے قاصد سے بھائی فرمایا کہ میں مدد جا کر علم کی بے غرضی نہیں کروں گا۔ اگر ان کو علم کا شوق ہے تو میرے پاس نہیں خواہ میری مسجد میں یا میرے مکان پر۔ اس جواب سے حاکم کو آپ کے ساتھ غرض پیش پیدا ہو گئی۔ اور بعض مدعاتیوں میں کشیدگی کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ حاکم بخارا نے خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے یہاں کر میرے یہاں اگر میرے لوگوں کو صحیح البخاری تاریخ کبیرہ و اپنی تصنیفات کی تعلیم دیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے کہا بھیکار علم حدیث ہے میں اس کی تدریس کروں گا۔ اگر آپ ضرورت ہے تو انکوں کو میری مجلس میں بھیجا کیجئے تاکہ دسک طلبہ کی طرح تحصیل کریں۔ حاکم نے کہا کہ اگر یہاں آنے میں علم کی تدریس ہوئی ہے تو ایسا کیجئے کہ ہر وقت تعلیم میرے لوگوں کیسا تھا دوسرے طلبہ شریک نہیں میرے مدبان اھو جو بارہ روزانہ پڑھ کر دے دیں گے تاکہ دس لوگوں کو ایسے سکھائیں ہیں غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میرے مدرسہ میں میرے مدرسہ میں پہلو پہلو جولا ہے اور موچی بھی بیٹھیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے یہ بات بھی قبل فرمائی اور فرمایا کہ علم میراث نہیں ہے۔ اسکی تفصیل کسی کے ساتھ مفہوم نہیں انکا تمام امت میں شریک ہے ہم ہے۔ اس گفتگو سے حاکم کے دل میں کدورت ہو گئی۔ اور اس میں مدد روز اضافہ ہوا گیا۔ نو بہت بایں جاسید کہ حاکم نے جو حدیث اپنی بی بی ابو ذر اور دیگر علمائے وقت کو یہ خیال کر کے ان سے امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے مذہب پر علم کو انانہ ان کے خلاف ایک مفسر نامہ تیار کر لیا کہ پیش کر دیا آپس حاکم نے فواج کا حکم صادر کیا جس سے سخت ترین اذیت پہنچی شہر سے نکل کر حاکم اور اس کیساتھ سازش کرنے والے علماء کے حق میں بایں لفاظ بدروعا فرمائی۔ (اللھم ارحم من اھل حق و اھل باطل) فی انفسہم و اولادہم و اھل لیھم و اھل ہذا جیسے انہوں نے مجھے بیعت کیا ہے ایسے ہی انکو اپنی بیعتی اھل اپنی اولاد کی بے غرضی اور اپنے اہل

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری

سے عزتی میں گرفتار فرما۔ بارگاہ الہی میں یہ دعا مقبول ہوئی اور ایک مہینہ گزرا تھا کہ دارالخلافت سے فرمان صادر ہوا کہ اس حاکم کو معزول کیا گیا۔ اسکو ماہہ خربجہ کا شہر میں ملاں کیا تھا گشت کرایا جائے کہ ہکا دانسان کی پینڑا ہے پھر قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ چہرہ موت آئی۔ جس دیش ابن ابی الوردیؒ کو اپنے اہل کے باریس وہ رسوائی پہونچی جو ناقابل ذکر ہے اور دیگر علماء کو جو اس حاکم کیساتھ ساز باز کئے ہوئے تھا اولاد کے باریس عظیم آفتیں پیش آئیں جنکو شکر روح کا نبی اٹھتی ہے۔ بخود باللہ من خیر ملک۔

جب امام بخاری علیہ رحمۃ الہیاری بخارا سے ماہر شریف آئے تو یہ خبر اہل سمرقند کو پہونچی۔ انہوں نے بڑے مکتوبے رطواسنت کی کہ آپ یہاں رونق افروز ہو کر ہماری عزت افزائی فرمائیں۔ آپ نے بجانب سمرقند توجہ فرمائی جب سمرقند سے فریبہ بیک گاہ میں پہونچے جس کا نام (خونگ) تھا اسلم ہوا کامل سمرقند آچکے باریس مختلف ہیں۔ نفر مرگن (خونگ) میں توقف فرمایا تاکہ اپنے حق میں کئے آخری فیصلے کو معلوم کریں۔ لوگوں کے اختلافات اور فتنے برپا ہوئے خوف سے ہواشتہ خاطر ہو کر ایک شب نماز تہجد کے بعد دعا کی۔ (اللھم قَدْ ضَاعَتْ قُلُوبُ الْکَاذِبِں جہنا رحبت فاقبضنی الیك) اے اللہ زمین کشادہ ہوئی کہ ہونیکے باوجود میرے لئے تنگ ہوگئی تو اپنے پاس لٹائے جنانچہ اسی مہینہ میں اس پر طالت لاقی ہوئی اور شب عید الفطر روز شنبہ یکم شوال الحکم شد کہ میں سال فرمایا۔ اور بعد نماز ظہر مدفون ہوئے۔ عرش شریف باسط سال ہوئی۔ نظاروں سے سنی فات کا اور لفظ (حمید) سے مدت عمر کا استخراج ہوتا ہے۔ ایک صاحب ولادت۔ وفات عجزتہوں کو بصورت شعریا میں طویر بیان کیا جو ہے کان البخاری جافظاً وحقاً جمع الصیغہ مکمل التحریر۔ میلادہ صدیق و مدۃ عمرہ فیما جمید والنقص فی فی خبر۔

امام بخاری کی بارگاہ رسالت میں عزت

حضرت عبدالواحدی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس نے طے میں اکابر اہل علم سے تھے۔ آپ نے خواب میں بھاکہ صحابہ کرام کی جماعت کیساتھ مجھوئے جہاں مطلوب مرسلان جملہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام ہر وہاں کسی کے انتظار میں تشریف فرما ہیں سلام عرض کرینگے بعد ہر ضاحت کی کہ بارسول اللہ کی انتظار ہے۔ اور شافریا لکھن بن اسمعین کا دی کے انتظار میں ہیں۔ حضرت عبدالواحدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چند ہی لم کعبہ میں خبر وفات پہونچی میں وقت فات کی تفتیش کی تو وہی وقت نکلا جس میں زلیات سے شہن ہوا تھا۔

قبر انور کی خاک مشک بن گئی

جب آپ کو قبر میں رکھا گیا تو آفر شریف سے مشک کی خوشبو مچنے لگی۔ اور قبر کا ندہ ندہ مشک بن گیا۔ لوگ بابت کبواسلے آئے اور خاک قبر کو بطور ترک نے جاتے تھے یہاں تک کہ میں غار پر گیا رہا اس خوف کہ لوگ اس طرح بجاتے ہے تو خوشی ہے ہی عرصہ میں قبر پدید ہو جائیگی اس کے چاندوں طرف کڑکی جھگڑا لگا دیا گیا بھر زائریں جھگڑے باہر کی خاک یہاں لگے اور اس میں بھی مشک کی خوشبو جاتے تھے۔ مدت ہائے دوا تک یہ خوشبو مکتی رہی۔ یہ حال ہم نشیں و من اثر کر دہ دیگر نہ من ہماں خاک کہ ہستم۔

قبر انور پر دعا مقبول ہوتی ہے

شہر سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا شدید قطر پڑا۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ مستحقان کی تدبیر کی مگر کامیاب ہو سکے۔ تو ایک صاحب کا خاص سمرقند کے پانچونچے جنگی پر ہر گاری شہر میں مشہور تھی۔ اور فرمایا میری ایک لائے ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ خاصی صاحب فرمایا وہ کیا ہے بیان فرمائیے! ہوئی فرمایا اے یہ ہے کہ لوگ کہہ کر امام بخاری علیہ رحمۃ الہیاری کی قبر انور پر جاتے۔ اور وہاں پر بارش کے لئے دعا کیجائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا

فرمائیے گا۔ قاضی صاحب اس لئے پرتین فرمائی۔ اور سر قند سے لوگوں کو بیک وقت انور پر مقام و مرتبہ میں حاضر ہوئے۔ کہ یہ درباری کے ساتھ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی توسل سے دہلئے استقامت کی۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے باران رحمت کا نازل فرمایا اور وہ بھی اس کثرت سے کہ اعلیٰ سر قدسات یوم تک ایسے ہو سکے۔ راستے بند ہو چکے باعث خرتنگ میں قیام کرنا پڑا۔ (قسط لانی و طبر)

بخاری شریف کی وجہ تصنیف

یہ ہوئی کہ ایک دن آپ محدث جلیل حضرت احن بن داہود رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں موجود تھے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر کسی کو توفیق ہو اور وہ ایک مختصر کتاب تالیف کیے جس میں ایسی احادیث مجموع کی جائیں جو صحت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچی ہیں تو بہت ہی خوب ہو کہ عالمین کے واسطے راہ آسان ہو جائیگا۔ اور کسی مجتہد کی طرف (دربارہ صحت) مراجعت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اس گفتگو سے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی قلب متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت سے تصنیف کی جانب متوجہ ہو گئے اور بعض نے وہ تصنیف یوں بیان کی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے خواب دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور یہاں تشریف میں کھڑے ہو کر دیکھا کہ جہنم میں کئی آدمی ہیں۔ خواب دیکھا کہ ہر علم فقیر کی خدمت میں کیا گیا۔ انہوں نے تقریری کتابیں لے کر آپ سے عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کتاب کو دور فرمائیگی۔ یعنی صحیح حدیث جمع کر کے توفیق ہوگی۔

بخاری شریف کی خصوصیات

امام بخاری علیہ رحمۃ الہی فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب بخاری کو چھ لاکھ احادیث سے تقابلاً کیا ہے اور اس میں ہر احادیث ذکر کی ہیں جو میرے نزدیک صحیح تر تھیں۔ اور بہت سی صحیح تر حدیثیں بخوف طوالت ترک کر دیں اسکی تصنیف سمجھ بڑا م شریف میں فرمائی تھی۔ اور وہ بھی ایسے تمام کیساتھ جس کی نظیر آج تک دنیا میں نہ ملے کہ میرے ہر ہر حدیث لکھنے سے پیشتر آپ نے فرم سے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل نماز مقام ابوہریرہ کے پاس لاد کر لے تھے۔ اسی طرح ہر ترجمہ ابواب کو دو رکعت اور کچھ دیگر غیر بابا ہر باب میں دو رکعت اور دو رکعت نبوی کے دیکھا۔ بیٹھ کر اسکو میضہ فرمایا تھا۔ اس طرح یہ تصنیف سولہ سال میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اور خود امام بخاری علیہ رحمۃ الہی سے اسے ہزاران سال کے بعد لایا ہے جن میں سے ابوطالب منصور بن محمد بن علی بن قریظہ بزرگوار نے سب کے آخر ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔

بخاری شریف کا مجرب عمل

اسی اہتمام ذکر کے باعث بارگاہ الہی میں اس دورہ مقبول ہوئی کہ حصول منافع اور دفع مصائب کے لئے اسکا ختم ہر جہم بمحقق علیہ السلام شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز الہی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ بہت سے مشائخ اور علمائے ثقات نے حصول مرادات، کفایت مہمات، فصلائے حاجات، دفع بلیات، کشف کربات اور بضرر صحت شغلئے بیماروں اسکا ختم کیا اور اپنی مرادیں پائی اور اسکا ختم مذکورہ مقام صبر کو اسلئے تریاق خرب سمجھتے تھے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک بطریق شہرت و استقامت ثابت ہے۔ ڈس میں شریک مشبہ کی گنجائش نہیں حضرت میر جلال الدین محدث رحمان اللہ تعالیٰ اپنے استاد سید اہل الدین قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے میں نے اپنے لئے اور دوسروں کو اسلئے تقریباً ایک سو بیس مرتبہ بخاری شریف کا ختم کیا۔ ہر مرتبہ جس مقصد کے لئے بھی پڑھا اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ اور طبقہ علماء میں یہ بات حد شریک پہنچ چکی ہے کہ بخاری شریف کو جس مصیبت کے لئے پڑھیں گے وہ دفع ہوگی۔ اور جس مکان میں بخاری شریف ہوگی وہاں تشدد و کد سے محفوظ رہے گا۔ اور جس گشتی میں بخاری شریف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسکو ڈوبنے سے مامون رکھے گا۔ اور امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی ہر کتاب سے حصول مراد کا ایک مصدقہ عمل بشیر القاری کے صغیر ۷۷ پر آ رہا ہے۔

بشیر القاری

بشیر القاری

بشیر القاری

بخاری شریف کی تعلیم کو اسطے نبوی شاد

حدثنا معلم حضرت ابو زید مروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرمایا کہ میں بیت اللہ شریف میں رہ کر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سو دن تھا کہ خواب میں سرور انبیاء و محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشریف لا کر ارشاد فرمایا۔ اے ابو زید! کب تک کتاب اللہ شافعی کا درس دیتے رہو گے۔ ہماری کتاب آپ کی تعلیم نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف کی احادیث شریف کا شمار

علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ التوکل فی فتح الباری شیخ بخاری کے مقدمہ میں فرمایا کہ موتورات صحابہ و مقطوعات تابعین وغیرہ کے علاوہ حلیقات و شراہ و درمناہات و کمکرات کیساتھ بخاری شریف کی جملہ احادیث نو ہزار آٹھ سو سیاسی ہیں اور احادیث مرفوعہ و منکر وہ کے باوجود مقدمہ فتح الباری کے نسخے مختلف ہیں علامہ قسطلانی قدس سرہ التوکل کے اختیار کردہ نسخہ کی بنا پر انکی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے اور ایک نسخہ میں دو ہزار چھ سو تیس مذکور ہے۔ اس نسخہ کو محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ التوکل نے مقدمہ اشعۃ اللمعات میں اختیار فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

آداب کتب

ہندوستان میں عام رواج یہ ہے کہ اشعار و جل کے نام پاک کیساتھ تقریر و تحریر میں لفظ میاں استعمال کرتے ہیں جو خلاف ادب ہے۔ عوام کا ادغام کا کیا ذکر حیرت نواز ہے کہ علماء بھی ایسے گرفتار ہیں۔ اور وہاں میں لفظ میاں چند معنی میں متعارف ہوتا ہے۔ پہلے یہ کہ میاں کہتے ہیں اور بھی (اسی طرح) آتا ہے اور شہر کو بھی کہتے ہیں اور درخت کو بھی میاں کہا جاتا ہے۔ یہ آخری دونوں معنی اور اول بانگاہہ آگہی میں محال ہیں اور جس لفظ غیر وار کے بعض نشان التوحید کے متافی ہوں اُس لفظ استعمال اشعار و جل کے لئے جائز نہیں۔ اسی طرح لفظ صاحب کا استعمال کرتے ہیں جو مقفیانے ادب کے خلاف ہے۔ یہ بدعت و بائی صاحبان کی ایجاد کردہ ہے۔ ادب یہ ہے کہ اُس کے نام پاک کیساتھ لفظ (تعالیٰ) یا لفظ (عز وجل) یا لفظ (تبارک و تعالیٰ) یا لفظ (جل جلالہ) یا لفظ (وجل مجدک) وغیرہ الفاظ لکھتے ہیں اور ہونے میں استعمال کرتے اور اس کے بموجب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس کیساتھ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھا اور بولا جائے۔ ایسے کہ لفظ صلعم لکھنا یا نام پاک پر دم بنانا یا سختی سے بولنا اور لفظ (محمد) کسی معنی کا نام ہے نہ (محمد) بنانا یا غالی یا زہالت نہیں کہ (م) سے درود کی جائز نشا و ہوتا ہے اور کسی کا نام تو مکمل درود نہیں۔ نقاد فی مدنیہ صفحہ ۶۴ میں ہے (و لیعظم اسم اللہ فاذا کتبہ بان یکتب عقبہ تعالیٰ اے تقدس و عز وجل و بخود دے و کن اسم رسولہ بان یکتب عقبہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد جرت بہ عادیہ مختلفہ کا سلف کے لیتھی کتابتھا بخود صلعم فاذا عادیہ المرحومین) ترجمہ۔ اے اللہ لکھتے وقت اس کی بوس نظم کی جائے۔ اگر اس کے بعد لفظ (تعالیٰ) یا (عز وجل) یا (جل جلالہ) لکھیں اور کسی طرحی نام کی تعلیم وقت کتابت یوں کریں کہ اس کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جائے۔ نیز کہ اذیت کہیں خیا اتم الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا کے پیش نظر سلف و ملہم و درانکے عطف ظاہر اس کے مفاد ہے جس اور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نظر اقتضا و لفظ صلعم نہ لکھے کہ یہ حرام نہیں یا اشخاص کی عادت یہ حدیث میں فرمایا میں صلعم علی فی کتاب لکن قول صلواتہ جاذبہ دما اسمی فی ذلک لکتاب یعنی جس کتاب میں میرے نام کیساتھ درود لکھا تو کتاب میری نام باقی رہے نہ کہ اُس درود ہماری رہے یعنی یہ قرآن پاک کا درود

لکھنے سے نام مبارک کی بقائے نص سلسل درود بھیج رہا ہے۔ اہم تسمیہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا
اختصار کیا (سہ ماہ) اس کا نام اٹھارہ سنیۃ الانبیاء فی فتاویٰ افریقیہ (تفسیر روح البیان شریف صفحہ ۲۲۸ میں ہر ایک کو ان پر سن
للصلوۃ والسلام علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی الخیار بان یقتصر من ذلک علی حرفین مکن (اعم) او نحو ذلک کم
تکتب (صلعم) بشیر مانی علیہ السلام علیہ السلام) ترجمہ معنی ہے کہ مجھے (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر اقتصار لفظ (صلعم) یا لفظ (صلعم) کے
اسی طرح ادب ہے کہ صحابہ تابعین و ائمہ دین کے ناموں کیساتھ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا (رحمۃ اللہ تعالیٰ) وغیرہ لکھا جائے۔ اور لفظ (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) صحابہ کرام کیساتھ مخصوص نہیں۔ اسی پر (روایت صحابہ) لفظ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صحابہ و التابعین میں بعد ہم و العباد و سائر الاشیاء
فیقال ابو بکر و ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور حمزہ اللہ و نحو ذلک فلیس فی اللہ عنہ مخصوصاً بالصحاب بل یقال نعم رحمہ اللہ
ایضاً صحابہ تابعین و ائمہ دین و عابدین و ربانی و اخیائے حق میں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) استعمال کرنا صحیح نہیں بلکہ ان کے حق میں
عنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یا (رحمۃ اللہ) اسکے دونوں جگہ (رحمۃ اللہ) اسکے مانند کلمات اور صحابہ کیساتھ لفظ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مخصوص نہیں بلکہ ان کے حق میں
رحمۃ اللہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اسی پر امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرمایا (الذی لاہ ان یفرق بین الصلوۃ والسلام و الترضی التواضع
و العفو و الصلوۃ خصوصاً علی المذہب الصیغ بالانبیاء و الملائکۃ و الترضی خصوصاً بالصحاب و الاولیاء و العلماء و المرجمین
و غیرہم العفو للمذنبین السلام و مرتبہ بالترغی و الترضی فیحسن ان یکون لمن منزلتہ بین منزلتین یعنی یقال
لنم اختلاف فی بنوہم کلہما فی الخضر و ذی القرنین لا لمن و نعم یعنی امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دو اہل اللہ
تعالیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرق کیا جائے کہ درود و تسمیہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و ملائکہ کیساتھ مخصوص ہے اور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صحابہ
اولیاء و ملائکہ کیساتھ اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) انجلاؤں کیلئے اور (صلی اللہ علیہ وسلم) واسطے۔ اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا تسمیہ درود اور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دو بار
نظر کرنا اسکا استعمال ان لوگوں کے واسطے مناسب ہے جن کا تہذیب و دونوں مرتبہ کے دو بار ہے۔ اس سبب میری مراد یہ ہے کہ بہن حضرات کی نبوت میں اختلاف ہے میرے
حضرت لقمان اور حضرت خضر اور حضرت ذی القرنین ان کے لئے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) استعمال کیا جائے اور ان حضرات کیلئے استعمال نہ کریں جن کا مرتبہ ان کے بعد ہے یعنی وہ نظر
کہ نبی رسول نہیں اور ان کی نبوت میں اختلاف ان کے واسطے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) استعمال نہ کیا جائے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جگہ نظر اقتصار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور (رحمۃ اللہ
کی جگہ روح الکتب بھی خلاف اصحاب اور مراد برکت پر علامہ سید محمد علی قدس سرہ فرماتے ہیں (کیونکہ الہمیز بالترغی، بالکتابة بل یتکتب ذلک کلمۃ کمالہ)
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھا جائے اور امام نووی قدس سرہ القوی شریف میں فرماتے ہیں (و من اغفل
ہذا حرم خیراً عظیماً و فوت فضلاً جسیماً) جو اس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم ہوا۔ اور بڑا فضل اس سے فوت ہو گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ و السنیۃ
الانبیاء

کتاب حدیث کی تعریف

(جامع) حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان اچھے چیزوں کا بیان ہو بشیر آداب تفسیر عقاید فقہ احکام شرائط مناقب صحاح
میں (بایں معنی جامع) صرف اسلامی شریف اللہ تعالیٰ شریف ہیں مسلم شریف پر بعض حضرات قلت تفسیر کے مابین طابع کا اطلاق نہیں کرتے اور بعض نے قلت
نقلنا و ذلک المان کہا ہے جیسے شیخ محمد الدین شیرازی علیہ السلام کا موسع رحمۃ اللہ تعالیٰ (مسنن) جس میں بترتیب ابواب فقہ صرف احکام مذکور ہیں جامع مسند
میں (بایں معنی مسنن) اہل اہل و اشراف شریف (بایں معنی جامع) جس میں ہر ایک کی احادیث بترتیب مرتبہ کہیں ہوں (جامع) جیسے شیخ
کی احادیث بترتیب مراتب ذکر کی جائیں (جز ۶) جس میں صرف ایک مسئلہ سے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہوں (مصحف) جس میں صرف ایک شخص کی
حدیث جمع کردہ احادیث ذکر کی جائیں (مصحف) حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف ایک تلمیذ کے اقوال کا ذکر کیا گیا ہو۔

نکتہ چسبی میں ہے کہ درود و تسمیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال

نکتہ چسبی میں ہے کہ درود و تسمیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال

علم حدیث کی اصطلاحات

(حدیث نیش) تہمہ محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ کہہ قول فعل اور تقریر کہتے ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی فعل کیا گیا اور آپ نے مخالفت نہ فرمائی بلکہ سکوت اختیار فرمایا اور اس کو ثابت نکھا۔ اسی طرح صحابی اور تابعی کے ذمہ کہہ قول فعل اور تقریر کو بھی (حدیث) کہتے ہیں۔

اقسام حدیث باعتبار نسبت

(مرفوع) جب کسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف سے موقوف ہو جائے جب تک نسبت صحابی تک ہو جیسے کہتے ہیں (قال ابن عباس یا فضل ابن عباس یا قرأ ابن عباس یا عن ابن عباس موقوفاً یا موقوف علی ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہما (مقطوع) جس کی نسبت تابعی ہو۔ اور بعض نے فقط (حدیث) کے اطلاق کو مرفوع اور (موقوف) کیساتھ مخصوص کیا ہے اور (مقطوع) پر اس کے بجائے فقط (اشتمال) اطلاق کرتے ہیں۔ اور کبھی فقط (اثر) کا اطلاق (مرفوع) پر بھی آتا ہے جیسے کہتے ہیں (لا اعمیۃ الا اثر) اور وہ عایشہ جو کہ تیسرا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ فقط (خبر و حدیث) باعتبار مشہور و معروف میں وہ بعض نے یزید کو کہا ہے کہ جو علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہو اس کو (حدیث) کہتے ہیں اور اگر سلاطین و اعیان کے روایت کی کہات کو (خبر) اس واسطے جو سنت کے ساتھ مشغلہ نہ تھا تو اس کو (محدث) کہتے ہیں اور جس کا مشغلہ ملے گا اس کو (أخباری) کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع کے اقسام باعتبار رفع

دو ہیں (۱) مرفوع صریحاً (۲) مرفوع حکماً۔ اگر (حدیث مرفوع) کی نسبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرفوع ہے تو اس نسبت کو (رفع صریح) اور حدیث کو (مرفوع صریح) کہتے ہیں پھر حدیث مرفوع میں تین قسم ہے۔ قوی، فعلی، تقریری۔ (حدیث قوی) میں رفع صریح جیسے صحابی فرمائیں (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا) یا صحابی یا غیر صحابی فرمائیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا (عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انہ قال کذا) اور (حدیث فعلی) میں جیسے صحابی فرمائیں (رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا) یا (عن رسول اللہ انہ فعل کذا) یا (عن صحابی کہیں (عن الصحابی مرزاً انہ فعل کذا) یا (عن صحابی رفعہ انہ فعل کذا) یا (عن غیر الصحابی مرفوعاً انہ فعل کذا) یا (عن غیر الصحابی رفعہ انہ فعل کذا) اور (حدیث تقریری) میں جیسے صحابی یا غیر صحابی فرمائیں (فعل فلان بحضرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا) اور اس پر انکار کا ذکر نہیں اگر (حدیث مرفوع) کی نسبت مرفوع نہیں تو حدیث کو (مرفوع حکماً) اور نسبت کو (رفع محکی) کہتے ہیں جیسے صحابی ایسی بات فرمائیں جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ اور کتب مقدمہ نقل بھی نہ کرتے ہوں مثلاً انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات یا زمانہ آئندہ کے فتنوں کی خبریں یا قیامت کے احوال یا کسی فعل پر ثواب مخصوص یا عذاب مخصوص بیان کریں کہ ان تمام صورتوں میں جو قرار ہوا کہ کسی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مستخرج بیان فرمایا ہے یا صحابی ایسا فعل کریں جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو یا صحابی خبر دیں کہ لوگ نبوی محمدیؐ ایسا کیا کرتے تھے کہ ان دونوں صورتوں میں ظاہر یہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس فعل پر مطلع تھے۔ اور اس فعل کے جواز پر بھی آجکل ہی عیاں فرمائیں (عن الشیخہ کذا) کہ اس سے بھی بظاہر نبوی سنت منہم ہوتی ہے۔ اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ صحابہ و خلفائے راشدین کی سنت مراد ہو کیونکہ اس پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ بہر کیف یہ تمام صورتیں رفع محکی کی ہیں۔

اقسام حدیث باعتبار ذکر روات

(مسند) راویان حدیث کو کہتے ہیں اور الفاظ اسناد کے ہم معنی ہے۔ اسی کی نظر اسناد کو کہتی (ذکر سند) استعمال کرتے ہیں (مسند)
اس عبارت کو کہتے ہیں جو ذکر سند کے بعد آتی ہے۔ اگر حدیث کی سند سے کسی آدمی کا ذکر سا قلم نہیں تو اس کو (مستقل) کہتے ہیں اور عدم سقوط کو اس سے
کہا جاتا ہے اور اگر سند کا ایک یا زیادہ راویوں کا ذکر سا قلم ہے تو اس کو (منقطع) اور سقوط کو (انقطاع) کہتے ہیں۔ کیونکہ سقوط کو اس سے
ہے تو حدیث کو (معلق) کہا جاتا ہے اور اس کا ذکر (تعلیق) کہتے ہیں۔ اور کبھی یہی سند سا قلم کو روکا جاتا ہے جسے مصنفین کہہ کرتے ہیں (قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم) بخاری شریف میں تعلیقات اکثر پائی جاتی ہیں۔ حکیمان کیواسطے حکم اتصال ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف
میں صحیح روایات پر کثیرا کثیرا مزا مایا ہے۔ اگر یہ سب (تعلیقات) بخاری شریف کی مسند ماوریت کے مرتبہ میں نہیں لیکن وہ تعلیقات صرف اس مرتبہ
میں ہیں جو کوہ مستقیم پر مسند کے بیان فرمایا ہے اور بعض حضرات ان (تعلیقات) میں کس فرق کرتے ہیں کہ جو کوہ مصنفہ جزم کا ذکر کیا ہے جیسے
قال فلاں یا ذکر فلاں وہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے نزدیک ثابت اسناد میں تو قطعی طور پر صحیح ہوگی۔ اور جو کوہ مصنفہ کثیرا میں کیا ہے جیسے
قیل یا یقال یا ذکر تو ان کی صحت امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے نزدیک محل کلام ہے۔ لیکن بخاری شریف میں بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے
ان کے لئے حاصل ضرور ہوگی۔ اس واسطے شائع فرمایا کہ بخاری شریف کی تعلیقات متعلقہ ہیں۔

اور اگر یہ سقوط آخر سند سے تابعی کے بعد ہے تو حدیث کو (موسل) کہتے ہیں۔ اور اس میں اسقاط کو (ارسل) جیسے تابعی فرمائیں (قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور کبھی عرض (موسل) بمعنی (منقطع) بھی استعمال کرتے ہیں۔ مگر کوہ بالا اصطلاح مشہور تر ہے۔
حدیث مرسل کا حکم بھی عرض کے نزدیک توقف ہے۔ اس لئے کہ یہیں معلوم کہ غیر مذکور راوی ثقہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ تابعی کبھی تابعی سے روایت کرتے
ہیں اور تابعی میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں ممکن تھے۔ اور امام عظیم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حدیث (موسل) مطلقاً مقبول
بائیں دلیل کہ راوی نے نہ بنائے کمال وثوق و اعتماد اس سال کیا ہے کیونکہ کلام اس تقدیر پر ہے کہ غیر مذکور راوی ثقہ ہو۔ اگر اس سال کثرت راوی کے
نزدیک حدیث صحیح ہوئی تو اس سال کہتے ہوئے یوں کہتے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن ابی الحداد حلیہ شیخ حنیفہ صفحہ
۱۱۰ کے بیان میں فرماتے ہیں لا یضرب ذلك فان المنقطع کاملو مسل فی قبوله من الشفاعة اور فتح القدیر میں ہے (ضعف بکمال انقطاع
و قد رد کا کلا سال بعد عدالة الرواة و قد تم لا یضی) اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر حدیث مرسل کی دوسری حدیث
مرسل یا سند سے ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ موثقہ ہے تو مقبول ہوگی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قبول اور عدم قبول کے بار میں دو
قول منقول ہیں۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ یہ بات معلوم ہو کہ اس سال کثرت راوی عادی ثقہ راوی کو ہی حذوف کیا کرتے ہیں۔ اور اگر ان کی عادت یہ ہے
کہ کثرت راوی ثقہ دونوں حذوف کیا کرتے ہیں تو با اتفاق حدیث مرسل کا حکم توقف ہے۔ اور اگر یہ سقوط درمیان سند سے ہے پس اگر دو راوی پے در پے
مخدوف ہیں تو اس حدیث کو (معضل) کہا جاتا ہے۔ اور اگر درمیان سند سے ایک راوی یا زیادہ راوی مختلف مقامات سے مخدوف ہیں تو حدیث
(منقطع) کہا جاتا ہے یا اس معنی (منقطع) خاص اور باعتبار معنی اول عام اور مقسم ہے۔

انقطاع کی معرفت

راوی اور مروی عنہ کی عدم ملاقات سے ہوتی ہے اور عدم ملاقات کا ثبوت یا تو ہم عصر نہ ہونے کی بنا پر ہوتا ہے یا دونوں کے عدم اجتماع سے یا عدم جاد
ہے یا تو راوی اور مروی عنہ کے درمیان جہتیں ہیں جس سے راوی کے موافقہ فیات اوقات تفصیل کی تین در اسقاط طلب ذکر ہوتا ہے۔ اس واسطے علم تاریخ حدیث کے

حدیث مرسل کا حکم بھی

انقطاع کی معرفت

نزدیک قابل اعتماد ہے۔

حدیث مُدلس

حدیث منقطع کے اقسام سے ہے اور اسکی صُوت یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر کرتے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالاشیخ کو ذکر کرتے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہو جیسے عن فلانی یا قال فلان کہ دونوں لفظ موصوفہ ہمارے ہمارے فعل کو (مدلس) کہتے ہیں لفظ فعل کو (مدلس) اور حدیث کو (مدلس) حدیث مدلس کا حکم جو کہ نزدیک ہے کہ اگر مدلس کے متعلق یہ بات شہید ہو گئی کہ اگر اپنے شیخ ہی کو حذف کرتا ہے تو اسکی حدیث مدلس مقبول ہوگی اور اگر ثقہ اور ثقہ دونوں کو حذف کرتا ہے تو اسکی حدیث مقبول نہیں ہوتی بلکہ سماع پر تنصیف کرے جیسے کہ حَدَّثَنَا یا أَخْبَرَنَا حدیث مدلس کا سبب کبھی شیخ کا حصر الحسن ہونا ہوتا ہوا دیکھی اسکی عدم شہرت دیکھی اسکی عدم وجاہت اور بعض کا جیسے ابن عیینہ سے تدریس جو مذکورہ واقعہ نہیں ہوئی بلکہ اس جہ سے کہ حدیث مدلس پر ان کو وثوق تھا اور وجہ شہرت ان کے ذکر سے مستثنی تھے۔ اور اگر سند یا متن میں کوئی ادی سے اختلاف ہو گیا کہ مقدم کو وخرار وخرکو مقدم کو یا ایک کی شی ہو گئی یا ایک ادی کی جگہ دوسرے کو ذکر کیا یا ایک متن کی جگہ دوسرا متن بیان کر دیا یا اسلئے سند میں یہ تھیں ہو گئی یا اجتہاد میں یا اختلاف افتصاد و حدیث وغیرہ سے ہو گیا یا جگہ اشتراک نہ آئی ہیں تو ایسی حدیث کو (مضطروب) کہتے ہیں جو از قلم ضعیف ہو خاتم الفاظ امام سیوطی علیہ الرحمۃ تحقیقات میں فرماتے ہیں۔ (المضطروب من قسم الضعیف لا الموضوع) اور اگر راوی نے حدیث میں پاکلام یا صحابی و تابعی وغیرہ کا کلام بیان اخت یا تفسیر معنی یا تصدیق مطلق وغیرہ امور کے پیش نظر دیکھ کر یا تو ایسی حدیث کو (مدلس) کہتے ہیں جیسے بخاری شریف میں حدیث صحاح۔

حدیث کی روایت بالمعنی

یعنی مفہوم حدیث کو اپنے الفاظ سے بیان کرنا اسکے جو ائمہ و مہم جوا میں چند قول ہیں (۱) اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مگر اسکے لئے جو معنی واقف اور سلوک کلام کا مہم اور خواص تراکیب کا عارف ہونا کی شہی میں گزرتا ہو جائے۔ (۲) مفرد الفاظ میں جائز ہے مرکبات میں نہیں (۳) صرف اُس کیلئے جائز ہے جسکو الفاظ حدیث تحفہ ہوں تاکہ انہیں کما فیہی تصرف کر سکے۔ (۴) اسکے واسطے جائز ہے جسکو معنی حدیث یاد ہوں اور الفاظ بھول گیا ہو تاکہ تحصیل احکام ہو سکے۔ اور جسکو الفاظ حدیث یاد ہیں اُس کیلئے جائز نہیں کیونکہ بے ضرورت ہے۔ اختلاف حدیث کی روایت بالمعنی کے جو ازاد و مہم جوا میں تھا اور حدیث کی روایت باللفظ کا ادلی ہے جس کی کو اختلاف نہیں اس نہی و مان کے پیش نظر سب سب علو میں ہوتی ہیں (نصو اللہ امر) سمع مقالہ فو اعلھا وادھا کما سمعنا الشرا س شخص کو تردید نہ رکھے جس نے میری بات سنکر محفوظ کی پھر اُسکو ویسا ہی ادا کر دیا جیسا کہ سنا تھا۔ اور روایت بالمعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب میں واقع ہے۔

(عَنْ عَنَّا) حدیث کو بلفظ (عَنْ) روایت کر لیا کہتے ہیں یعنی بروقت روایت حدیث راوی اپنے ہر وی عندہ کو بلفظ (عَنْ) ذکر کرتے ہوئے ہوں کہے (عَنْ) فلان اور جو حدیث میں اس طور روایت کی گئی ہو اُسکو (مُعْتَمَدٌ) کہتے ہیں امام سلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (عَنْ عَنَّا) کے معتبر ہے جس نے راوی کامروی عندہ کے ہمعص ہونا شرط ہے۔ اور امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے نزدیک صرف ماصرت کافی نہیں بلکہ ثبوت ملاقات ضروری ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں ثبوت اخذ کا ہے اور (مدلس) کا (عَنْ عَنَّا) مقبول نہیں (مُسْتَد) مرفوع متصل حدیث کو کہتے ہیں یہی تعریف قابل اعتماد ہے اور بعض متصل حدیث کو (مُسْتَد) کہتے ہیں اگرچہ موقوف یا مقطوع ہو۔ اور بعض صرف (مرفوع) کو کہتے ہیں اگرچہ وہ مرسل یا معضل یا منقطع ہو (شأن) اُس حدیث کو کہتے ہیں جو روایت ثقات کے مخالف ہو۔ اگر اسکے راوی ثقہ ہوں تو اُس کو (مردود) کہتے ہیں اور اگر ثقہ ہیں تو اُس میں اور دوسری روایت ثقات میں مزید حفاظ اور کمال ضبط وغیرہ امور محض سے تنجیح دی جائیگی۔ پس

ترجیح یافتہ حدیث کو (محموظ) اور مرجوح کو (مشاکو) وہ حدیث ہے جو ضعیف راوی نے اپنے سے ضعیف تر راوی کے خلاف روایت کیا ہو اور اس کے مقابل کو (معروف) کہتے ہیں۔ دونوں راوی ضعیف ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ معروف کا ضعیف اور (مشاکو) کا اضعاف (مشاکو) اور (محموظ) میں فرق ہے کہ ثانی کا راوی اہل کے راوی سے اقویٰ ہوتا ہے اور حدیث (مشاکو و مشکو) مرجوح اور (محموظ و معروف) ترجیح ہوتی ہیں۔ (الغرض نے (مشاکو و مشکو) میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور (مشاکو) کی تعریف یہی کہ اس حدیث کو کہتے ہیں جسکو ثقہ نے تصدیق کیا اور اس کی روایت میں متقدم ہوا اس کے لئے کوئی اصل مرید ہائی جائے یہ تعریف ثقہ کے فرامیغ پر صادق آتی ہے۔ اور اول تو یہ عداوت نہیں۔ اور بعض نے (مشاکو) میں راوی کے ثقہ ہونا اعتبار کیا نہ مخالفت کا۔ ایسے ہیں (مشاکو) کو صورت مذکورہ کیساتھ مخصوص نہیں کیا۔ یہ لوگ فسق اور فساد غفلت اور کثرت غلط کیا تھ مطعون کی حدیث کو (مشاکو) کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔ ہاں سنا میں ایشیون مذاہب (معلل) وہ حدیث ہے جس کے راوی میں کسی طرح وہیم ثابت ہو جیسے حدیث مرسل کو مقفل یا متصل کہ مرسل روایت کر دینے سے یا فرض کر دینے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دینے سے یا اور کسی قرینہ شخصیت سے جس پر ایک اطلاع نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہمارا تاواضع کامل ہو سکا۔ رکھنے والے حضرات ہی مطلع ہوتے ہیں جنکی تعداد نہایت قلیل ہے۔ امام احمد علی بن حنبل۔ امام بخاری۔ یعقوب بن ابی شیبہ۔ ابو حاتم۔ ابوزر۔ داؤد قلی وغیرہ خود سے محدثین نے اس چیز سے بحث فرمائی ہے۔

متابعت وغیرہ

(متابعت) ایک راوی کا دوسرے کی موافقت میں روایت کرنا۔ اول کی حدیث کو (متابع) کہتے ہیں جب تک کہ حدیث میں تاہم و تابعہ قطع اور متابعت تاہم و تقویت قابل ہوتی ہے۔ پھر دوسرے کو متابعت کہنا اور راوی اصل راوی کے مرتبہ میں مساوی ہو بلکہ مرتبہ کی متابعت ہی صحیح ہے۔ اور متابعت بھی ہادی ہوتی ہے اور کبھی اسکے شیخ میں اول قدم داخل ہے کیونکہ وہما اول اسناد میں یا وہ تر ہوتا ہے متابعت کنندہ راوی کی روایت اگر معلل نہ ہو کہ غلط یعنی دونوں موافق ہے تو اسکو (لفظ متصلہ) سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اگر صرف معنی میں موافق ہو تو (لفظ متوافق) سے متابعت میں غیر طے ہے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی سیاق میں سے مروی ہوں۔ اور اگر دو صحابی سے ہیں تو متابعت کرنے والے کی حدیث کو (شاهد) کہا جاتا ہے۔ اور بعض موافق فی لفظ کو (متابع) اور موافق فی المعنی کو (شاهد) کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہوں یا دوسرے۔ اور کبھی (متابع) اور (شاهد) ایک ہی میں لائے جاتے ہیں۔ متابعت کی مرتبہ تفصیل شیر القاری صفحہ ۵۳ پر آئی ہے۔ اور (متابع و شاهد) کی معرفت حاصل کرنے کے بعد حدیث کا اسناد کا متن و تفسیر کرنا اعتبار کیا ہے۔

اقسام حدیث باعتبار صفات راوی

حدیث کے اصل اقسام تین ہیں (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔ صحیح اعلیٰ مرتبہ پر ہے اور ضعیف ادنیٰ پر اور حسن درمیان میں رہتا ہے اور باقی اقسام انہیں میں داخل ہیں جسکی تفصیل ہے (صحیح) اُس غیر معلل اور غیر شاہد حدیث کو کہتے ہیں جسکی قائل اور ضبط تمام لکھے والے راویوں کی روایت کیا ہو اور راویوں کی عدالت اور ضبط و دیکھاں پایا جانا ہو تو اُنکی حدیث کو صحیح لفظ کہتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی کا صرف ضبط تمام نہیں مگر کثرت طرق سے اس شخص کی تطانی ہو چکی ہے تو اسکی حدیث کو (صحیح لغوی) کہتے ہیں۔ اور اگر تطانی نہیں ہوئی تو اسکی حدیث کو (حسن لفظ) کہا جاتا ہے اور اگر اسکی روایت میں بعض شرکاء متقدم ہو اُن کی حدیث کو (ضعیف) کہتے ہیں پھر اگر کثرت طرق سے اس کے ضعف کی تطانی ہو گئی تو اسکی حدیث کو (حسن لغوی) کہتے ہیں۔ یعنی وہیے کہ علماء اصول حدیث کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کو (حسن لفظ) کے راوی میں جملہ صفات صحیح کا اہل ہونا چاہئے مگر تحقیق اسکے مسامعہ نہیں تحقیق کے نزدیک اس میں بعض صفت ضبط کا نقصان معتبر ہے باقی صفات بکراہا ہوتے ہیں۔

عدالت وغیرہ کا بیان

(عدالت) اُس کیفیت اسکو کہتے ہیں جو لغز و تقویٰ اور موت کے التزام پر آمادہ کرے اور (تقویٰ) شرک و فسق اور بدعت کے بیکو کہتے ہیں۔

گناہ صغیر سے اجتناب تقویٰ کی تعریف میں اعلیٰ نہیں۔ کیونکہ اس سے بچنا مقصد سے باہر ہے البتہ صغیرہ پر امر اگر کسی سے یا تقویٰ میں داخل ہے اس سے
کہ صغیرہ پر امر اگر کفر ہو تو اس سے اجتناب مل تقویٰ پر یا صغیرہ سے مراد ان خالصین فعال سے بچنا جو طاعت بہت ہوں جیسے سر ہار لگانا چاہنا یا اپنے
پیشاب کے نہ اٹھانے کے معنی واضح ہو گئے ہو وہ مٹ بھیج کی تعریف میں یا خود کا مقابل وہ شخص ہے جو شرک و فسق اور بدعت سے اجتناب کے ساتھ غفلت بہت میں
افعال سے پر ہے جو لیکن یہ یاد ہے کہ ثابت میں خبر و عادل اور شہادت میں خود عادل (دو طرفہ فرق ہو وہ یہ کہ عادل ثوابت عام ہے۔ حرا و غیرہ کہ شامل
ہے بخلاف عادل شہادت کہ وہ خاص ہے بعد کہ شامل نہیں (ضبط طے) سے مراد شروع کا خوف و کفاس طے کے کرا کے استعمال پر قدرت ہو اس کی
دو قسم ہیں (۱) ضبط اصول جس پر بادر کھنے سے عبارت ہے (۲) ضبط کتاب جس میں کتب کو اپنے پاس رکھنے کی نگہ محفوظ رکھنا۔

عدالت میں طعن کے وجوہ

پانچ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اہتمام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت (۶) کذب بالوقوع سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی میں کسی حدیث اور روایت ثابت
خواہ اسکے اقراء سے کسی طرف سے کسی تفصیل یا زیادہ آ رہی ہے۔ مطعون بالکذب کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں اور کذب حدیث نبوی میں عدل
کہ ثابت ہوا کسی حدیث مقبول نہیں۔ اگرچہ عمر ان کی تہی ہوا ہو اور اسے تسلیم کر لیں تو بخلاف جو ناگوار ہو کہ نہ کسی حدیث کی گواہی خبر ہوا ہے
بشرطیکہ بخلافی القدر نہ ہو۔ (۱) اہتمام کذب سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث جو اسکے ساتھ روایت کی قواعد و ضوابط کے خلاف ہو اپنے کلام میں
جو روایت عادی ہو مقیم بالکذب کی حدیث کو امتداد دے کہتے ہیں جیسے کہ باجائے (حد متروک) یا (افلان متروک الی ثاب) ایسا شخص اگر تو یہ کہے
اور ان حدیث کا ظاہر جائز ہو کسی حد مقبول ہو سکتی ہے بشرطیکہ نفس سے انداز اپنے کلام میں کتب کا نہ ہو نہ حدیث نبوی میں کسی حدیث کو موضوع یا متروک
نہیں کہتے (فہم) سے مراد فسق علی ہے جسے کہتے ہیں کفر و کفر کا ارتکاب یا اور فسق اعتقادی بدعتیں داخل ہیں جس کا ارتکاب کیا (جھٹکا)
سے مراد ہے کہ اوی کی حد ظاہری اور باطنی معلوم ہو ایسے اوی کو (محمول الحال) کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو (جہم) جیسے کہتے ہیں حدیث
(رجل) یا حدیثی شیخ یا ایسے اوی کی حدیث مقبول نہیں۔ ہاں اگر حدیث میں بہت بظاہر تعدیل اور ہر جیسے حدیثی ثقہ یا اعتباری عدل ہو تو
(اس میں اختلاف ہو) مع یہ کہ مقبول نہیں کیونکہ جائز ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں مل ہو اور نفس الامش ہو اور اگر کوئی امام حاذق یا باطنی
فرطے تو مقبول ہے اور اگر اوی کی حد ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں ہو سکتی مستحسن کہتے ہیں اور اگر اوی صرف ایک ہی شخص نے
روایت کی ہو اس کو (محمول العین) کہتے ہیں۔ ان دونوں کی ثابت تحقیق نزدیک قابل احتجاج ہے۔ امام نووی قدر ضرورتی محتاج میں مانتے ہیں۔
الاجمعال قسام محمول العدلۃ ظاہر اور باطنی اور جھٹکا باطنی مع وجود ظاہر اور ہو المستور و محمول العین فاما
الاول فالجہور و بخلاف لا یمتنع بہ ما کان کما کان فاحتمل جہا کثیر و من المحققین)

(بدعت) سے مراد ہے امتداد جماعت کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد رکھنا بشرطیکہ اعتقاد کی دلیل پر ہی ہو یا طریق انکار ہو کہ کو کفر ہے ایسے ہی کی حدیث
جہور کے نزدیک مقبول نہیں اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موثوق بالصدق ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی فرد یا بدعتی ہے کسی فرد کی حدیث
ہے تو اس کی حدیث مستور ہو نہ مقبول بشرطیکہ ضبط و تقویٰ احتیاط عیاں کے ساتھ ہو مقبول ہو لیکن عمار زہد ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کو باطنی
صداقت کی تہذیب کے ساتھ تو اس کی حدیث مقبول نہیں وہ مقبول کہ اس کی شرط یہی چیز روا نہ کرے جس سے اس کی بدعت کی تائید ہو اور اگر کسی چیز کی حدیث
کو تابع تو نہ مقبول ہو بلکہ اصل بدعت اخذ حدیث میں نہ مختلف ہو اور عیاں اس میں اس کی حدیث اخذ نہ کیا کہ کو یہ کہنے غریب ہے کہ نہ کیا گیا اسے
اعاد کر لیتے اور وہ تو یہ عرفان کرتے تھے

ضبط طعن کے وجوہ

پانچ ہیں (۱) غلط غلط (۲) کثرت غلط (۳) غلط ثقات (۴) دہم (۵) سو حفظ (۶) غلط غلط سے مراد یہ ہے کہ اوی کو اپنے روایات میں غفلت
ہو کہ دوسری نقلیں قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا کہ کو نے یہ سنا تھا اوی مانے۔ (کثرت غلط) سے مراد یہ ہے کہ اوی کی بیابان حدیث میں غلطی ہوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

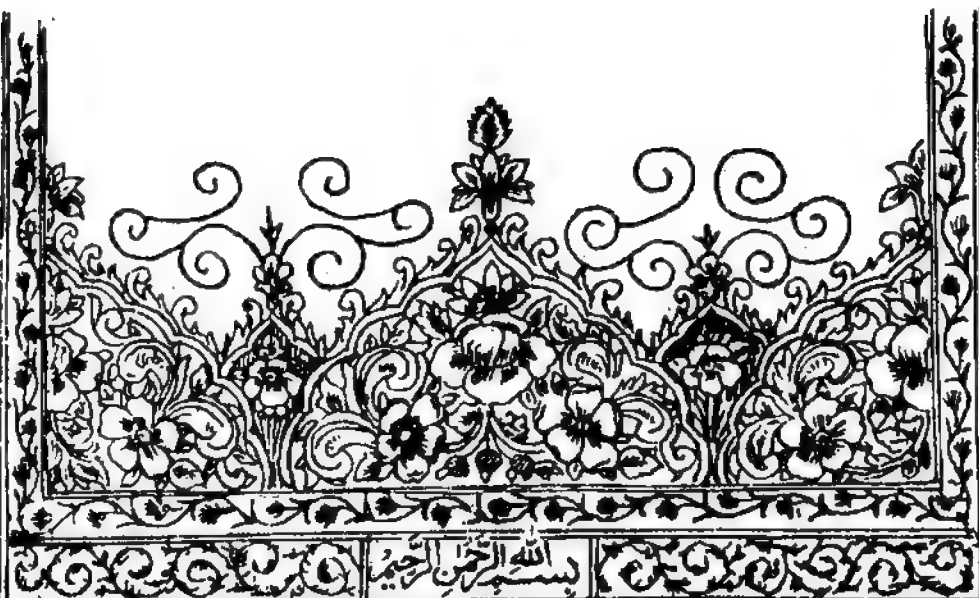
تالیف

عَلَامَةُ سَيِّدِ غُلَامِ جِيلَانِي رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ
صدر المدرسين مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی





صحیح البخاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ
 اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نَعْمُو

سوال۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کو بیسویں سال تک جمع کیا۔
جواب۔ تاکاؤس ارشاد نبوی کی تعمیل ہو جائے جسکو حسب بیان امام نووی و علامہ عینی محدثین کرام شیخ
بعد القادری ہادی نے اپنی کتاب اربعین اور ابن جابر نے اپنی کتاب صحیح اور خطیب بغدادی نے اپنی جامع
جامع میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں الفاظ روایت کیا ہے
كُلُّ امْرِئٍ بِالْاَيْدِيهِ يَسْمِعُ اللّٰهَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ فَعُوْا قَطْعَ خَطِيْبٍ بَغْدَادِيٍّ كِيْ جَامِعٍ
مِنْهُمْ فَعُوْا اَبْتَرَفَ تَرْجِمِهِ جَسَّ شَاذًا رَّكَامًا كِيْ اَبْتَدَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ بَرَكَةٍ حَاصِلَةٍ كِيْ نَه
كِيْ جَاءَ لِيْ دَعْبِيْ بَرَكَةٍ رَّعِيْغًا۔ سوال۔ بیسویں سال تک جمع کیا۔ بخاری شریف کی طرح حدیث الہی ذکر کیوں نہ فرمائی۔ حالانکہ حدیث اس کے
مستطابق بھی وارد ہے جسکو ابو داؤد و ابن ماجہ و نسائی و ابن جابر وغیرہ ائمہ حدیث نے اپنی تصانیف میں حسب
بیان امام نووی مذکورہ بالا ہر دو صحابہ کرام سے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

کل امری بالکامید وفیہ یحسب اللہ فہو آقطع۔ ترجمہ۔ جس ذی شان کام کی ابتدا حمد الہی سے حرکت حاصل کر کے نہ کی جائے گی وہ خالی از برکت رہے گا جواب اول علامہ عینی شامی بخاری فرماتے ہیں کہ اس سوال کا بہترین جواب یہ ہے جسکو میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا کہ امام بخاری نے اپنی دیگر تصانیف

کی طرح بخاری کے مسودہ میں بھی بِسْمِ اللّٰہ کے بعد حمد ذکر کی تھی مگر وقت تبیض بعض حضرات سے مبیدہ میں نقل ہونے سے رہ گئی۔ پھر اسی مبیدہ سے باقی نقول اب تک ہوتی رہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بِسْمِ اللّٰہ کے بعد نہیں لکھی لیکن مشاہیر بخاری امام ابن حجر عسقلانی نے اس جواب کو اُبَعْدَ فرمایا۔ اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ امام بخاری سے سابق اور اُن کے ہم عصر اکثر محدثین اپنی تصانیف میں صرف بِسْمِ اللّٰہ پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ موطا اور امام مالکؒ اور مصنف عبد الرزاق اور سند امام احمد اور سنن ابو داؤد سے یہ چیز ظاہر ہے تو کیا بِسْمِ اللّٰہ کے بعد حمد تحریر کرنے کی معذرت ان تمام محدثین کی جانب سے بھی یوں ہی کیجاں گی کہ حمد مسودہ میں تھی مبیدہ میں نقل ہونے سے وہ گئی پھر اسی مبیدہ کے مطابق اب تک عمل ہوتا چلا آیا۔ ہرگز نہیں بلکہ پوچھا جائیگا کہ اُن حضرات نے حمد کو زبان سے ادا فرمایا تھا۔ اقول بخاری شریف کے سوا امام بخاری کی جملہ تصانیف میں اگر بِسْمِ اللّٰہ کے بعد حمد لکھی ہوئی ہے جیسا کہ الفاظ جواب بتا رہے ہیں تو علامہ عینی کا جواب فقیر کے نزدیک احسن اور امام ابن حجر عسقلانی کا استبعاد غیر مستحسن کما کا یخفی علی من تأملہ امعن جواب دوم۔ مذکورہ بالا حدیث حمد صرف خطبے کے حق میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص خطبہ (ایسیج) دے تو اولاً حمد الہی بجالائے اسلئے کہ ایک اعرابی نے بدون حمد کے خطبہ دیا تو اسوقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کلّ امرؤ فی بابی لا یمید ؕ فینو عبد اللہ فغو آفلع۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص مورد معتبر نہیں۔ حدیث میں خطبہ کی تخصیص نہیں بہر حال اگر کام کے متعلق فرمایا گیا کہ اُس سے پیشتر حمد الہی بجالانا چاہئے خواہ وہ خطبہ ہو یا کچھ اور۔ جواب سوم۔ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اسلئے کہ حد یدبیہ میں جو صلح نامہ سید انبیا و حبیبہ کبرا علیہم السلام والثناء کی جانب سے تحریر کیا گیا تھا انہیں بِسْمِ اللّٰہ کے بعد حمد نہ تھی پس معلوم ہوا کہ وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے ورنہ حمد پر ترک کیجاتی لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ صلح نامہ میں حمد کے نہ ہونے سے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ صلح نامہ میں ترک حمد بیان ہوا ہے لے ہو جو جواب ہمارم حدیث حمد ضعیف ہے اس لئے کہ اُسکی سند میں ایک راوی قرۃ بن عبد الرحمن ہیں جن کے متعلق تقدیب الحدیب میں فرمایا قال ابن ابی خنیسہ عن ابن محبن ضعیف الحدیث۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے کہ حدیث حمد ضعیف نہیں کیونکہ یہ حدیث نہ صرف حسن بلکہ صحیح ہے ابن حبان اور ابوعوانہ نے اسکی تصحیح فرمائی اور سعید بن عبد العزیز نے قوۃ کی متابعت بھی کی ہے جس کی تحریک امام نسائی نے فرمائی جو اب بھی امام بخاری علیہ السلام نے حمد اسلئے تحریر نہیں کی کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم آتی اور یہ منوع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا اَیُّهَا الذِّیْنَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَیْنَ یَدِی اللّٰهِ وَرَسُوْلِہِا یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو نہ قول میں نہ فعل میں تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو کیونکہ تقدیم کرنا آداب بارگاہ رسالت کے خلاف ہے۔ اسی واسطے حمد تحریر نہیں کی اور صرف بِسْمِ اللّٰہ پر اکتفا کیا جو کلام الہی ہے مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے اولاً اسلئے کہ قرآنی الفاظ سے حمد ممکن تھی مثلاً یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یَا اَکْہَمْدُ لِلّٰہِ الذِّیْ هَدَنَا وَمَا کُنَّا لِنُھْتَدِیْ لَوْ کَا اِنَّ هَدَنَا اللّٰہُ

اس سورت میں اللہ اور اس کے رسول کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم نہ آتی۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیم حمد کی ممانعت پر آیت مذکورہ سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ قول فعل میں تقدیم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ممنوع ہے۔ آیت میں سی تقدیم کا ذکر ہے جو بغیر اجازت ہوا اور اجازت سے ہو تو ممنوع نہیں۔ حمد اسی قبیل سے ہے اللہ عزوجل نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شانہ اکرام سے پہلے حمد بجالانے کا حکم دیا پس تقدیم حمد اجازت پر مبنی ہوئی۔ لہذا درست ہے ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ثالثاً اس لئے کہ اگر اپنے کلام کی تقدیم مطلقاً ممنوع تسلیم کر لی جائے تو امام بخاری علیہ الرحمۃ پر آیت مذکورہ کے خلاف عمل کرنے کا الزام قائم ہو جائے گا اسلئے کہ انہوں نے خود آیت پر ترجمۃ الباب کو اور حدیث پر سند کو مقدم فرمایا ہے اور یہ دونوں انہیں کا کلام ہیں جو اب ششم سب سے پہلے سورۃ الفتحہ نازل ہوئی اور اس سے پیشتر حمد نازل نہیں کی گئی حالانکہ سورۃ الفتحہ کا ذکر شان امر ہونا بدیہی ہے پس اگر شانہ امر سے پیشتر حمد کرنا باعث برکت ہو تو کتاب الہی اسکے خلاف نہ ہوئی۔ فقہراں امام بخاری نے حمد تحریر نہیں فرمائی۔ لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے اسلئے کہ شانہ امر پر تقدیم حمد کا حکم سورۃ الفتحہ کے نزول سے متاخر ہے۔ لہذا اس موقع پر سورۃ الفتحہ کو پیش کرنا درست نہیں نیز ترتیب عثمانی کا اعتبار ہے اور اس میں بسم اللہ کے بعد حمد موجود۔ حالت نزول کا اعتبار نہیں مگر ترتیب عثمانی میں حمد کا ذکر ہوا برکت کے لئے نہیں بلکہ بندوں کی تعلیم کیواسلئے ہے کہ احکام بندوں ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ جو اب سب ہفتم تسمیہ اور تحمید کی حدیثیں چونکہ متعارض تھیں اسلئے ہی مناسب تھا کہ بسم اللہ پر اکتفا کیا جائے۔ کیونکہ اگر حمد کو مقدم اور بسم اللہ کو مؤخر کرتے تو خلاف عادت ہونیکے علاوہ بسم اللہ اول نہ رہتی اور اگر بسم اللہ کو مقدم اور حمد کو مؤخر کرتے تو جو کو اولیت حاصل نہ ہوتی اور حدیث میں دونوں کے لئے اولیت ہی کا حکم تھا۔ مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ تسمیہ اور تحمید کی حدیثوں کا تعارض اگر دور نہ ہو سکتا تب تو یہ جواب ٹپے سکتے تھے اور جبکہ تعارض دور ہو سکتا ہے جیسا کہ علماء کرام نے دفع تعارض میں چند دہوہ کا افادہ فرمایا تو بسم اللہ پر اکتفا کرنیکی کوئی وجہ نہیں۔

حدیث تسمیہ و تحمید میں دفع تعارض کے وجوہ

وجہ اول۔ اولیت یا ابتداء کی تین قسم ہیں۔ ابتدائے حقیقی۔ یعنی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو اپنے جمیع اسوا پر مقدم ہو ابتداء اے اضافی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو بعض شیا سے مقدم اور بعض سے مؤخر ہو اور بعض حضرات نے ابتداء اے اضافی کی تعریفوں فرمائی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو دیگر شیا پر مقدم ہو۔ خواہ کسی سے مؤخر بھی ہو یا کسی سے مؤخر نہ ہو۔ ابتداء اے عرفی کسی چیز کو شروع میں لانا جو مقصود پر مقدم ہو۔ ابتداء اے حقیقی اور ابتداء اے اضافی بمعنی اول میں تاہن ہے ابتداء اے حقیقی اور ابتداء اے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق یعنی حقیقی خاص اور عرفی عام ہے اور ابتداء اے حقیقی و ابتداء اے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق کہ حقیقی خاص اور عرفی عام ہے اور ابتداء اے اضافی بمعنی ثانی اور ابتداء اے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق ہے کہ اول خاص اور ثانی عام ہے اور ابتداء اے اضافی بمعنی ثانی اور ابتداء اے عرفی میں نسبت تساوی ہے کہ جو چیز شروع میں لائی جائیگی اس کا مقصود پر مقدم ہونا قسم یعنی مطلق ابتداء میں معتبر

تو لازم ہے کہ کمینوں اقسام میں بھی معتبر ہو پس ایسا مادہ مستحق نہ ہوگا جس میں ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور عرفی میں کسی ایک کا تحقق بغیر دوسرے کے ہو سکے۔

حدیث تسمیہ اور تحمید کے تعارض کو اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ حدیث تسمیہ میں بدلے حقیقی مراد لی جائے اور حدیث تحمید میں اضافی بمعنی اول یا عرفی یا دونوں میں عرفی یا اضافی بمعنی ثانی حدیث تسمیہ میں بدلے اضافی بمعنی اول مراد لینے سے بھی تعارض اٹھ سکتا ہے مگر علماء کرام نے اسکو بایں خیال نظر انداز فرمادیا کہ اس تقدیر پر بیحد اللہ کا حمد آخر مجمع ہوگا اور یہ مناسبت نہیں اسلئے کہ بیحد اللہ میں اسم ذات کا ذکر ہے اور اس سے تبرک استعانت مقصود۔ اور حمد سے اثبات صفات کا قصد کیا جاتا ہے اور مرتبہ صفات مرتبہ ذات سے موقوف ہے۔ لہذا بیحد اللہ جو اسم ذات پر مشتمل ہے اسکو حمد سے موقوف نہ ہونا چاہئے جو صفات پر مشتمل ہوتی ہے بلکہ مرتبہ ذات کا تقدم مفقوض ہے کہ بیحد اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔

تسمیہ تسمیہ در تحمید ذی شان امر میں داخل ہوتے ہیں یا اس سے خارج۔ ایک جماعت علماء نے دخول اور جزیئیت اختیار کی اور محققین نے خروج اور عدم جزیئیت اختیار فرمایا۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ حدیث تسمیہ و تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ کو ظرف لغو قرار دیا جائے یا ظرف مستغرقون لغو قرار دیا جائے کہ یہ مسئلہ متعلق کریں تو جزیئیت مفہوم ہوگی اور ظرف مستغرقون دیکھنا مستبعد کا متعلق کریں تو عدم جزیئیت مفہوم ہوتی ہے۔ ہذا فی حق کتاب المعروف کے نزدیک قول ثانی اظہر تھا اس لئے حدیث تسمیہ اور تحمید کے الفاظ کریمہ کا وہ ترجمہ کیا جس سے عدم جزیئیت مفہوم ہوتی ہے۔ اور جزیئیت کی تقدیر پر حدیث تسمیہ کا ترجمہ اس طرح کریں گے جس شاندار کام کی ابتدا بیحد اللہ سے نہ کی گئی وہ بے برکت ہے گا۔

و حدیث تحمید کا ترجمہ بایں الفاظ ہوگا جس ذی شان امر کی ابتدا حمد الہی سے نہ کی گئی وہ بے برکت رہے گا۔

الغرض دفع تعارض کی وجہ اول جزیئیت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی عدم جزیئیت پر۔ وجہ ثانی پر حدیث تسمیہ اور تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ ظرف مستغرق ہے اور مستثنیٰ مقدم کے متعلق اس تقدیر پر حدیث تسمیہ و تحمید کے معنی یہ ہوں گے کہ جس شاندار کام کو بیحد اللہ اور بحمد اللہ سے استعانت حاصل کر کے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہے گا عام اذیں کہ بیحد اللہ سے استعانت پہلے ہو یا حمد سے اب یہ سوال بھی پیدا نہ ہوگا کہ تسمیہ اور تحمید میں سے ایک کی تقدیم سے دوسرے کی اولیت فوت ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر ابست بالانتمیہ سے ابتدا بالتحمید اور ابتدا بالتحمید سے ابتدا بالانتمیہ اتی نہیں رہتی۔ تو پھر دونوں حدیثوں پر عمل کو نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس تقدیر پر دونوں حدیثوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر شاندار کام کو تسمیہ اور تحمید سے استعانت کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ بے برکت ہے گا اور ایک کام کے کرنے میں بہت سے امور سے استعانت ہو سکتی ہے لہذا استعانت بالانتمیہ نہ استعانت بالتحمید کے منافی نہیں لیکن اس تقدیر پر ضروری ہے کہ استعانت بالانتمیہ والتحمید اور امر ذی شان کی ابتدا میں کوئی چیز فاصل نہ ہو یعنی تسمیہ اور تحمید سے استعانت کر نیکی بعد بالفصل امر ذی شان کو شروع کر دے۔ پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور دونوں قابل عمل ہیں۔

وجہ ثالثہ حدیث تسمیہ و تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ کی باکولابست کے لئے قرار دیا جائے جیسا کہ وجہ ثانی میں استعانت کی واسطے یا تھا اور مستثنیٰ مقدم سے متعلق کریں اس تقدیر پر دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر شاندار کام کو بیحد اللہ اور حمد کے ساتھ متاب کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ کام بے برکت رہیگا یعنی اگر کسی شاندار کام کو شروع کیا گیا اور برکت ابتداء

بِسْمِ اللَّهِ اور قول اللہ کے ساتھ متلبس نہیں تو سبب برکت نہ ہوگی بشرط میں ہر امر کی ملاہست کسی شے کے ساتھ دو طرح ہو سکتی ہے۔ **اول** یہ کہ وہ شے اُس امر سے پیشتر بلا فصل ہو۔ **دوم** یہ کہ وہ شے اُس امر کی جز و اول قرار دی جائے۔ ان دونوں صورتوں میں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں امر فلاں شے سے ملاہست ہے۔ نظر برآں امر ذی شان کا بڑت ابتدا تسمیہ اور تحمیل دونوں کے ساتھ متلبس اس طرح ہو سکتا ہے کہ تسمیہ کو امر ذی شان کا جز و اول قرار دیں اور تسمیہ کو اُس سے پیشتر بلا فصل ذکر کریں۔ اس تقدیر پر بروقت شروع یہ صادق آئے گا کہ امر ذی شان تسمیہ اور تحمیل دونوں کے ساتھ متلبس ہے۔ اور یہی حدیث میں حکم تھا اس طریقے سے تعارض دفع ہوا اور دونوں حدیثیں قابل عمل ہو گئیں۔

ہذا یہ کہنا درست نہ رہا کہ بوجہ تعارض دونوں حدیثوں پر عمل ممکن نہ تھا اسلئے امام بخاری نے صرف بِسْمِ اللَّهِ پر اکتفا فرمایا اور جمع تحریر نہیں فرمائی۔ **دفع تعارض کی وجہ** اول تسمیہ اور تحمیل کی جبریت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی دونوں کی عدم جبریت پر اور وجہ ثالث تحمیل کی جبریت اور تسمیہ کی عدم جبریت پر مبنی ہے۔ وَمِنْ الْأَضْعَافِ مَا قَالَ صَاحِبُ الْفَتْحِ وَالْجَاهُ مَوْلَا النُّورِ شَاهِدُ الْيَوْمِ بَنْدِي مَذْهَبًا وَكَثِيرِي تَوْطُنًا دَافِعًا لِلتَّعَارُفِ فِي شَرْحِ اللَّيْثِيِّ لِلْبُخَارِيِّ الْمَسْمُومِ بِفَيْضِ الْبَهَادِيِّ (وَلْيَعْلَمَنَّ حَدِيثُ كُلِّ أَمْرٍ ذِي هَالٍ أَضْطَرَبَتْ فِيهِ الْأَلْفَاظُ الْوَارِدَةُ بَعْضُهَا بِاسْمِ اللَّهِ وَبَعْضُهَا بِحَمْدِ اللَّهِ وَخَالَ بَعْضُهُمُ التَّعَارُضَ وَفِيهِ اخْتِلَافٌ الْأَلْفَاظِ اخْتِلَافُ الْحَدِيثِ وَالْحَالُ أَنَّ الْحَدِيثَ وَاحِدًا فَعَلَّ بِالْحَدِيثِ أَمَّا بِالصُّورَةِ الْجَمْعِ فَيَرَانُ ذِكْرَ اللَّهِ وَيُؤَيِّدُهُ مَا وَرَدَ فِي رِوَايَةِ لَنَا كَرَأَى اللَّهُ قَامًا يَرْجِعُ اللَّفْظُ الْأَوَّلُ لِأَنَّ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ فَاتَّسَى بِهِ يَحْصُلُ بِالشَّرْعِ الْبَسْمَلَةُ وَالضَّائِدُ يُؤَيِّدُهُ افْتِتَاحُ كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَلُوكِ وَكُتِبَ فِي الْقَضَايَا بِالْبَسْمَلَةِ وَارْجِعْ الْفَتْحَ وَالْعَمْدَةَ لِلتَّفْصِيلِ وَبِالْجَمْلَةِ فَلَا يُرَانُ عَلَى الْأَمَامِ الْبُخَارِيِّ فِي افْتِتَاحِهِ الصَّحِيحِ بِالتَّسْمِيَةِ لَوْلَا التَّحْمِيدُ وَمَا يَكُونُ مِنْ حُلِّ الْأَبْتِدَاءِ بِالْحَقِيقِ فِي لَفْظٍ وَبِالْإِضْافِ فِي لَفْظٍ أَوِ الْعَرَفِ فِي فَلَا يُجَابِءُ بِأَنَّ هَذَا رِوَايَتُكَ عَلَى تَعَدُّ الْحَدِيثِ (بِحَدِّثِ الزَّوَادِ) وَذَلِكَ لِأَنَّ الْقَوْلَ أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْأَمَامَ النَّوَوِيَّ وَكَرَأَى اللَّهُ تَعَالَى سَمِيحَ الْقَوَى قَالَ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ (أَنَا بَدِءُ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ أَمْرٍ ذِي هَالٍ لَا يَبْدُءُ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ فَهَوَا قَطْعٌ فِي رِوَايَةِ الْحَمْدِ فِي رِوَايَةِ بِالْحَمْدِ فَهَوَا قَطْعٌ وَفِي رِوَايَةِ أَجْنَزٍ مَرَدٌ فِي رِوَايَةِ لَا يَبْدُءُ فِيهِ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَفِي رِوَايَةِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَرَّةً يَأْكُلُ هَذِهِ فِي كِتَابِهِ لَا يَبِينُ لِلْحَافِظِ عَبْدُ الْقَادِرِ الرَّهَاضِي بِسْمِ اللَّهِ مِنْ حَيْثُ الشَّيْخُ أَبِي مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَالِمٍ الْأَنْبَارِيِّ عَنْهُ وَرَوَيْنَا فِيهِ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الصَّعَامِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَالْمَشْهُورُ رِوَايَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا الْحَدِيثُ حَسَنٌ مَرَّةً أَلَا بُورَاؤُ وَابْنُ مَلْجَةَ فِي سَنَنِهَا وَرِوَاةُ النَّسَائِيِّ فِي كِتَابِهِ عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ وَرَوَى مَوْصُولًا وَمَرْسَلًا وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَابْنُ سَنَادٍ حَاجِدٌ فَالْقَصْرُ عَلَى اللَّفْظَيْنِ تَقْصِيرٌ وَلَا يَخْفَى عَلَى الْبَصِيرِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَلَا تَرَى هَذَا الْحَدِيثَ مَا كَانَ وَاحِدًا وَأَضْطَرَبَتْ الْقَاطِفَةُ عَلَى زَعْمِهِ صَاحِبُ مَضْطَرِبٍ بِلَتْنٍ وَالْمَضْطَرِبُ سَوَاءٌ كَانَ مَضْطَرِبًا أَوْ سَنَادًا وَمَضْطَرِبُ الْمَتْنِ مِنْ أَقْسَامِ الضَّعِيفِ فَيَكُونُ هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفًا وَقَدْ كَلَّمَ ابْنُ الْأَمَامِ النَّوَوِيُّ قَدِيسَ رَحْمَةُ الْقَوَى حَسَنًا بَلْ قَالَ لِحَافِظِ الشَّيْخِ الْيَوْمِ عَبْدِ الصَّلَاحِ هَذَا حَدِيثٌ

حسن بل صحیح وقد صححہ ابن جبان والیہ ووالہ کما فی عمدة القاری بل اعترف هذا الضعيف بتعيين ابن الصلاح حيث قال هـ رومع اضطراب كلماته تحسنه الحافظ الشيخ ابو عمرو بن الصلاح هـ و هذا من ضلالة فوق ضلالة ان جعل الحديث مضطرباً مع تسليم كونه حسناً جمع بين المتنافيين فان المضطرب لكونه من الضعيف يكون هو الحسن متقابلاً. ثم نسبنا التحسين الى الحافظ على تقدير اضطراب كلماته كما نزعناه هذا لا شك انما من افتراءاته كيف لا وهو يشين المبتدئين فضلاً عن ابن الصلاح رأس المحدثين فانظر وايا اولي الابصار هذا علم بالحديث يشهرونه في الامم بل بعض الجملة اطروه كل الاطراف حتى سموها ضابطاً خاتماً للمحدثين والحكماء لا حول ولا قوة الا بالله - واما ثانياً فلانه متى الذي يقول والحال ان الحديث واحد ان اراد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه احد الالفاظ المذكورة ثم الرواية اختلغو فيما بينهم فبعضهم روي باسم الله وبعضهم بسم الله الرحمن الرحيم وبعضهم قالوا بحمد الله وبعضهم قالوا بذكر الله كما قال تلميذه الا علم المولوي بدر عالم الدوبندي مذهباً والمير تقى مسكناً فيما كتب الى محبينا عما سالت عنه من قول - والحال ان الحديث واحد وهذه الفاظ بالهندية (حديث ابتدائى تعارض) كما عترض جيب واراد هو سكتا به حكمة ثابت بوجاهة - ك ان حضرت صلى الله عليه وسلم من دون باتون كما اسر فرما ليس - كيون جائز نہیں کہ وہ ہمارے سالت سے اسد الفاظ صادر ہئے ہوں پھر حصار واة ایک حدیث کے الفاظ میں اختلاف کر دیتے ہیں یہاں بھی اختلاف ہو گیا ہو - کیسا براہ راست حضرت رسالت کے کلام میں تعارض بتائے سے یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس اختلاف کو رواة کا اختلاف کہا جائے اور حدیث کے اصل الفاظ ان میں سے کوئی ایک ہوں - شاہ صاحب کے نزدیک تعدد و وحدت کا عارض مضمون کے تعدد و وحدت پر ہے - محدثین کی اصطلاح سے آپ بھی واقف ہیں اس اصطلاح کے مطابق تعارض لازم نہیں تا الله تعالى فطلانه غير خفى على الطلبة الكرام فضلاً عن العلماء الاعلام ان حينئذ يكون الحديث مضطرباً و بطلانه قد مضى فيما مضى ولو قطعنا النظر عما مضى فيلزمه اقامة الدليل على ما اراق قطعاً لكونه مدعياً للوحدة بهذا المعنى ورويه خرط الفتاد ولن يستطيع ابدأ ولا كيفية يجوز او لعل كما قال تلميذه المحلى وما قال التلميذ ان الاعتراض لا يرد على حديث الا مبتدأ حتى ثبت انه حديث فهو ان كان لا يصدر عن رجل راشد الا انه ليس عن مثله بعيد - الم يدر ان المعترض سائل ولا اثبات عليه عند العاقل نعم استاذك يدعى الوحدة فعلية الاثبات بلا ريبه ولو صح ما قلت ايها المحميم في بيان معنى وحدة الحديث الكونية فانه بحث النسخة والمنسوخ من الاسفار ولا يبق فيها الحمل المطلق على المقيد من تذكار أو غسل بحث الخاص العام المتعارضين فان لم تجد واما فية متموماً العين ان في مثل جميع هذه المباحث من التعارض تقول ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه واحد من النسخة والمنسوخ وكذا من المقيد والمطلق وكذا من الخاص والعام والاخر من الناقليين الثقال لان ارجاع التعارض الى حضرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولى منه ارجاعه الى الرواية فما النظر الى اصلك هذا الا ناسخ ولا منسوخ ولا مطلق ولا مقيد

ولا خام ولا فام وطلانه لا يخفى على الخواص من العوام فامل حق التأمل وهل تجترى على ان تقول مثله
 في آيات المتعارضة من القرآن من ان احدهما من الله تعالى واخرى من جبرئيل عليه السلام لا
 لانه معصوم بل من الرسول عليه الصلوة والسلام لا لانه ايضا معصوم ان كنت تعتقد لا ايضا
 كذلك بل من الثاقين لان ارجاع التعارض اليهم اولى من ارجاعه الى الله تعالى بل الى جبرئيل
 بل الى الرسول عليه الصلوة والسلام فلم يبين جميع القرآن كلام الله تعالى . والله تعالى يصفون . بل بعض
 من الرواة وهذه كلمة خبيثة انت قائلها ما لها من قرار سبق بها الرخصة الملعونة الذين زعموا
 ان بعض الاجزاء منه او السور او الايات اخرجها عثمان بن عفان رضي الله تعالى عن او البعض اكثر
 من الصحابة حيث لم يقل احد منهم ان القرآن الموجود فيه بعض من الرواة نفوذ بالله مما يقوله
 العامة وعندنا معشر اهل السنة والجماعة كما لا يمكن في القرآن زيادة حرف ونقصان لان
 الله عز وجل خبر يقوله انا نحن نزّلنا الذكر وان الله يحفظون والكذب في خبره تعالى نقص
 والنقص حليكه تعالى محال بالذات كذلك لا يمكن التعارض بين اقوال الرسول عليه الصلوة
 والسلام وما يذكر في الكتب من التعارض فليس بحسب الحقيقة بل بحسب الظاهر لعدم
 الوقوف على محامل التصويص كما هو في الكتب منصوص واذا انكشف الغطاء عن وجه المحال
 صارت التصويص معولة بها للعامل كما لا يخفى على من يعتقد بالقلب عظمة الرسول كما
 روي وهو باللسان قائل واما ما رواه ابا فاقوله (فالعامل بالحدث اما بصورة الجمع فيراد
 تكرار الله ويؤيد ما ورد في رواية تكرار الله) فاسد من وجهين الاول انه لما كان واحدا من
 الالفاظ المروية في هذا الحديث لا على التعيين صلا لا من الله عليه الصلوة والسلام والبيان
 من الرواة على ما قال تلميذه في التمييز لفظه الكريم عليه الصلوة والسلام كيف يصلي
 الحديث للعمل وبذل السعي الى الجمع لا يجعلوا عن الزيل هل يجمع بين قول النبي قول الراوي
 ونحن لم نوه بالعمل الا بقول الرسول الهادي عليه الصلوة والسلام الغير المتناهي .
 الثاني قد علم مما ذكرنا فيما سلف ان بسم الله الرحمن الرحيم والحمد كما روي في هذا
 الحديث كذلك ذكر الله ولم يخف عليه ايضا حيث قال روي يوده ما ورد في رواية بذكر
 الله فحينئذ هذا الجمع مع كونه باطلا كما سبق ناقص ايضا لانه جمع بين الرأيتين
 والمحال ان الروايات ثلث وتأييد ما جمع به بالرواية الثالثة خبط كل الخط لانه تأييد
 شكوك فيه اذ لم يتعين صدقة من الرسول عليه الصلوة والسلام على ما زعم تلميذه و
 التأييد بالشكوك فيه كما شك انّه قبيح بل غير صحيح . واما ما حكاه مسأ . فما قال (واما ما روي
 اللفظ الاول لان اول ما نزل من القرآن اقرأ باسم ربك فالتاسي يحصل بالشروع بالجملة
 لغوية بعد الغواية وشناعة فوق الشناعة وذلك لانه ايقاع الترجيح بين قول الرسول قول
 الراوي فاي اجترأ اشنع من هذا ولما لم يتعين ان قول الرسول عليه الصلوة والسلام ما هو

من بین هذه الالفاظ الثلاثة فكما يمكن بعد هذا الترجيح ان يصير قول الرسول راجحاً وقول الراوى
 مرجحاً كذلك يمكن ان يصير قول الراوى راجحاً وقول الرسول مرجحاً وادق حجت اقيم من هذا
 ثم قال بعد ذلك (وراجح الفتح والعمدة للتفصيل) ان كان المراد بالتفصيل تفصيل هذا الجمع
 والترجيح كما هو متبادر الى الذهن فغلط محض ليس فيه ما منه عين ولا اشكيت وقد بينا بطلانها وايضاً
 هما مبنيان على وحدة الحديث بالمعنى المذكور وبطلانها غير خفى على لطيفة فضلاً عن صاحب الفتح و
 العمدة وان كان المراد بالتفصيل تفصيل ما راجح به اللفظ الاول فبناء على الفساد لان هذا الترجيح لما
 لم يكن فى كلامه مخيف وجه الترجيح ولو قطعنا النظر عنه فمبنى على سوء الفهم لان صاحب الفتح
 لم يذكر اول ما نزل من القرآن فى معرض الترجيح حتى يعيم الحوالة بل ادلا اجاب عن الاعتراض بذلك
 افتتاح الكتاب بخطة نبى عن المقصود وثانياً اجاب عن ترك الحمد والشهادة بقوله (والجواب عن
 الثانى ان الحديثين راي حديث الحمد والشهادة) ليسا على شرطه بل فى كل منهما مقال سلماً
 صلاحيتهما للجهة لكن ليس فيهما ان ذلك يتعين بالنطق والكتابة معاً فلهذا حمل وتشهد نطقاً
 عند وضع الكتاب ولم يكتب ذلك اقتضاً راعى البسمة لان المقدار الذى يجمع الامور الثلاثة ذكر
 الله وقد حصل بها وبعبارة ان اول شئ نزل من القرآن اقرأ بسم ربك فطريق التماسى به الافتتاح
 بالبسمة والاقتضار عليهما هذا كلامه الشريف يشتمل على الجوابين عن ترك الحمد الاول قول
 ليس فيهما الى عند وضع الكتاب وهو الجواب التاسع فى كلامنا والثانى قوله ولم يكتب ذلك
 اقتضاً الى وقد حصل بها وهو يرجع الى الجواب الثامن فى كلامنا ان كان المراد بالتفصيل تفصيل كتب
 رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الملوك وكتبه فى القضايا فركبك هذا الكلام على تقدير ان
 يراد بوحدة الحديث ما ذكره التلميذ اولاً وان اراد بها وحدة المضمون كما قاله التلميذ ثانياً
 فايضاً باطل لان التسمية والتحميد والذكر كلها متغايرة فى نفسها فان التسمية وان استلزم
 التحميد والذكر وكذا التحميد يستلزم الذكر لكن الذكر لا يستلزم التحميد وكذا التحميد لا يستلزم
 التسمية فتغايرها لم يتجد مضمون الروايات الثلث فصلاً الحديث متعدياً وان اراد بالوحدة
 معنى آخر فليحرج حتى يتكلم عليه وما قال التلميذ فى آخر كلامه ان التعارض لا يلزم باعتبار
 اصطلاح المحدثين فناش عن العجلة والا فباى اصطلاح يلزم حتى يلد... ذكر التعارض
 والجواب بين الاسلاف والاخلاف وبالجمله كلام التلميذ والاستاذ لا ينبغي الالتفات
 اليه فضلاً عن الاعتماد وقد بقى خبايا فى روايا المقام تركناها خوفاً الاطراب فى الكلام
 جواب هشتم حسب بيان امام نووى حافظ الحديث شيخ عبد القادر باوى كى كتاب اربعين من
 ابي روايت باى الالفاظ هي كل اميرى بال لا يبدء فيه بل ذكر الله فهو اجزم يعنى جس شاندار كام
 وذكر اليه استنانت حال كره شراً تركها له وه بركت ربه بركا حديث تحميد من بطور اطلاق
 باراده عام بحمد الله من بذكر الله مراد به ليس بحمد الله من بذكر الله مراد به باراده عام بحمد الله

شرع میں درود شریف نہیں، لہذا ترک درود کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس پر جواب - اس حدیث میں درود دیکھنے کا حکم نہیں حتیٰ کہ عرض اوردو
بخاری نقوش کا نام نہیں، بلکہ نقوش جن الفاظ پر دلالت کرتے ہیں ان کا نام بخاری ہوا اور حدیث میں ہی کلام کو درود سے
شرع کرنا حکم ہے اور کلام از قبیل الفاظ ہے، لہذا قسم نقوش تو کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کلام بخاری سے بروقت شروع درود شریف نہ پڑھا
حسب اشارت انہی ظنوا المؤمنین خیر المؤمنین کے ساتھ اچھا لگان کھو ایسے جلیل القدر محدث کے متعلق یہی فن لکھا جائے کہ بروقت شروع نہ
سے درود پڑھ کر اس حدیث کی عمل کی گئی۔

بارگاہ رسالت میں درود و سلام کی پیشی

سوال - کیا اہمیت کا درجہ درود و سلام بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو کس طرح جواب دینی ہے؟
ہر قسمی کا درود و سلام روزانہ متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا طریقہ

یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں ایک فرشتہ ایسا مقرر فرمایا جو جسکی قوت سامعہ کا
یہ عالم کہ ہر مخلوق کی ہر آواز مستقیمہ اس کے متعلق یہ خدمت پہنچے کہ اس کے درود کو انکا و نعتوں میں پیش کرتا ہے چنانچہ ہر قسمی نعت
بھی درود میں ہے۔ فرشتہ اسکو خدمت نبوی میں پیش کر دیتا ہے اس طریقہ کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں درود و نعت ابوالقاسم اصحابی
نے ترغیب میں درود و نعت نزائے العظمت میں مستحسن کیساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے الفاظ ذیل روایت کیا
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الله عز وجل خلق الملائكة ليعلموا ما يقولون في كل وقت
الا صبا حتى تقوم الساعة) فليس من احد الا يصلي على ابي عبد الله في يوم القيمة
الا قال يا محمد صلي عليك فلا ابراهيم ولا نوح ولا نبي الا يصلي عليك في كل وقت
ترجمہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ
کا ایک فرشتہ ہے جسکو تمام مخلوق کی ہر وقت ہر لمحہ عطا فرمائی ہے تو وہ میری قبر پر قیامت تک کہے گا پس قیامت تک جو بھی مجھ پر
درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا: یا محمد! فلا ابن فلاں نے اُنکی خدمت میں ہدیہ درود پیش کیا تو رب تبارک تعالیٰ اس
شخص کو ہر درود کے بدلے میں دس درود سے نوازے گا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ ہر درود کی خدمت مسطورہ کا
آقا و نعت شریفینہ کے بعد ہر ایک کو نیک قبر پر قائم رہ کر خدمت میں نہ کورہ کی انجام دہی قرینہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے اور قبر عموماً وفات کے بعد
کرے ہیں یہ سوال باقی رہ گیا کہ قبل وفات بھی کوئی فرشتہ صلاۃ و سلام پیش کر سکی خدمت پر ایسا نہ تھا یا نہیں تو اس کو جواب دینے کے لیے
کو پیش نظر رکھتے ہوئے اثبات میں لایا گیا جسکو ابن ہشکوال نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے الفاظ روایت کیا ہے۔ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن السمع ثلثة فالجنة تسع والنار تسع وملك عند راسي اجمع فاذا
قال عبد من أمتي كانت أمتي من اللہم انا اسئلك الجنة قالت الجنة ألهتم أسئلك الجنة آتای فاذا قال عبد من
أمتي كانت أمتي من اللہم انا اسئلك النار قالت النار ألهتم انا آتای فاذا سلم على رجل من أمتي قال ما لك أنت
عند ابي یا محمد هذا فلان يسلم عليك فرقاء السلاوة ومن صلى على صلاة صلى الله تعالى خلد في ملكك

ش
ع
د
و
ن

وہ مضمون جو بائیں اور وفات سے پیشتر حیات میں درود و سلام کی پیشی کا اثبات دوسری روایات سے بچکا جو آئندہ آنیوالی ہیں۔

دوسرا طریقت

یہ کہہ دین کیساتھ کہ ہفتہ ہفتہ قرار دیا گیا جو جسکی خدمت سے کراؤں میں کے ہر درود و سلام کو لکھنا یا گاہ رسالت میں پیش کرتا ہے یہ بھی قابلِ فائز اور بعد وفات دونوں میں شامل ہے۔ امام بن امیر الحاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب جلیہ میں یہ لکھا ہے کہ "اود کانی" وغیرہ کتب معتبرہ ایک حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہر مومن کیساتھ پانچ فرشتے رہتے ہیں ایک وائیں جانچ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک بائیں جانچ برائیاں لکھتا ہے اور ایک سامنے جو بھلائیوں کی تلقین کرتا ہے اور ایک پیچھے ثبوت جو کمزوریاں کو دفع کرتا ہے اور ایک پشتیانی کے پاس جو درود و سلام لکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

تیسرا طریقت: کچھ فرشتے عالم میں گشت کر رہے ہیں ان کے متعلق یہ خدمت پڑے کہ اُمت کا ہر درود و سلام نبوی یا گاہ رسالت میں پیش کریں یا خیر امام احمد و غیر محدثین کرام نے بسند صحیح حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان انفاذ اُمت کو فرمائی۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللہ ملئکۃ سباحین یلقون من اُمتی السلام اھ ترجمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ گشتی فرشتے میری اُمت کے درود و سلام کو کچھ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی حالت حیات اور بعد وفات دونوں میں عام ہے

چوتھا طریقت: یہ کہ ہر یوم اللہ تعالیٰ ایک جانب ماموسہ کے اُمت کے جملہ اعمال اپنی ہوں یا بخاری یا گاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں ہر درود و سلام بھی اہل ہے کیونکہ دونوں ہی از قبیل اعمال میں چنانچہ اس نے یہ لکھا ہے کہ امام عبد اللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہما نے لکھا

روایت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہما سے بیان انفاذ ذکر کی نیت من یوم الا و تعرض علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احوال اُمت غداً و عشیاء فیعرضون بسمی اھم اعمالہم اھ ترجمہ ہر یوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اُمت کے جملہ اعمال

(یعنی صبح کے وقت اور گھبراہٹ میں) کئے گئے وقت میں کرتا ہے اور اُمت کو اپنی مخصوص علامات اور اعمال کے ذریعہ جانتے ہیں سوال یوم و لیل کو کہا جاتا ہے جو نماز میں اُمت کے زائد ہر یوم ہو کہ اُمت کو اُمت سے پہچانے اور اُمت کے ہر یوم کی طرف اعمال پیش کر سکیں نہت کیونکہ درست ہو سکتی ہے علاوہ ازیں کہ کوئی بالا

روایت سے بات ثابت بھی نہیں ہوتی کیونکہ اس اُمت میں لفظ تعرض بے بیحد بھول ہے اور لفظ اعمال اسکا ناقصا مل ہے تو تعرض اعمال کی نسبت یوم کی طرف نہیں ہوتی۔ ہاں تعرض کو صیغہ معروف قرار دیا جائے تعرض کی نسبت یوم کی طرف ہو جائیگی کیونکہ اس تقدیر پر

تعرض کی ضمیر مل مرجع یوم ہوگا مگر اسکو بصیغہ معرفت چھنا درست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر راجع اور من وجہ میں مطابقت نہیں ہوتی جو واجب تعرض میں ضمیر قابلِ ستروہی ہے اور اسکا مرجع یوم مذکور ہے جواب تعرض کو بصیغہ مجهول پڑھنا اسلئے درست نہیں کیونکہ

مشتقی معرفت ہو کر لیس کی خبر کے قائم مقام ہو اور یوم اسم ہے اور اس جملہ میں کی ضمیر البی نہیں ہے اسم لیس کی طرف راجع ہو تو مجهول پڑا کی بنا پر حلاً خبر کا عامل سے ظور لازم آئے گا جو شریعت نحو میں اہل ہے اور ضمیر عائد کو مقدّر ماننا بھی درست نہیں کیونکہ تقدیر خلاف اصل ہے جسکو

بدون ضرورت اختیار نہیں کیا جاتا اور یہاں پر ضرورت تعرض کو بصیغہ معروف پڑھنے سے دفع ہو جاتی ہے چونکہ یوم مذکورہ تحت فعل واقع ہوا اسلئے عام ہو گیا۔ اور من کی زیادت اس کے عموم کو نوکد کر دیا اور عام کی طرف ضمیر معرفت راجع کرنا درست ہی نہیں بلکہ کلام عرب میں اکثر واقع ہے پس راجع مرجع میں مطابقت فوت نہیں ہوتی۔ باقی یہ بات کہ زمانہ یوم ہر تو عرض اعمال کی نسبت اسکی جانب کس طرح درست ہوگی اسکا جواب

برائے تحقیق یہ ہے کہ زمانہ یوم نہیں بلکہ موجود ہوا و اتنا ہی نہیں بلکہ دراک بھی کرتا ہے۔ احادیث کی یہاں پر شاہد ہیں۔ انھیں درک یا اُمت لیا لی لوگوں کی ہوائت اور مخالفت ہر گواہی دینے اور قیاسی بات سے سوہ روج میں فرمایا۔ والکوم الموعود و شاہد و مشہور و مشہور تہذی

شریع میں یوم موعود کی تفسیر یوم قیامت کیساتھ وارد ہوئی اور شاہد کی یوم جمعہ کا تعلق مشہور کی یوم ہر و کیا ہے جبکہ جمعہ شاہد

قرآن پایا تو ضروری ہے کہ حقیقتاً موجود بھی ہو اور ادا بھی کرے تاکہ ہر کوئی ہم یا معذور چیز یا کسی طرح غیر لوگ یا شاہد نہیں بن سکتیں کیونکہ شاہد
اشتقاق شہادت ہے جسکے مفہوم میں جو داور لوگ نہ ہوں تو خود میں مفردات شعبہ شہادۃ الشہود والشماعۃ المصنوعۃ مع المشاہدۃ
امّا بالبصری او بالبصیرۃ ۱۴۔

پانچواں طریقہ

یہ کہ ہفتہ بجے درود و سلام کی پیشی بروز جمعہ ہوتی ہے جسکے بار میں بھی نے پسند فرمایا اور ادا کرنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باریں الفاظ اذین
ذکر کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکوا علی من الصلوة فی کل جمعة فان صلوة اقمی تعرض علی فی کل یوم
جمعة فمن کان اکثرہم علی الصلوة کان اقربہم منی منزلة (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر
ہفتہ میں بکثرت درود و سلام بھیجیو کہ میری امت کا ہر دن بعد سلام ہر جمعہ کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو جس کا ہر دن درود و سلام
زیادہ ہوگا اُسکی منزلت مجھ سے نزدیک تر ہوگی۔ بارگاہ رسالت میں ہدیہ :۔ درود و سلام کی پیشی کے ادب و طریقہ
میں مکتوب طوالت صرف ان پانچ طریقوں پر اکتفا کیا گیا جن میں پہلے چار روزانہ پیشی کے ہیں اور آخری ہفتہ وار پیشی کا۔ ان طریقوں کے
معلوم ہونے کے بعد جن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

کیا حضور پر نور درود و سلام خود بھی سنتے ہیں

سوال ۱۔ سرور انبیاء محبوب کہ با صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مذکور بالا طریقوں کی اپنی اُسکے ہر دن درود و سلام کا علم ہوتا ہے یا حضور
پر نور درود و سلام خود بھی سنتے ہیں اگر خود بھی سنتے ہیں تو کیا صرف فریاد کا جو درود منہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرے یا قریب بعید ہر امتی کا خواہ شرف
میں ہو یا خسر میں زمین پر یا آسمان میں یا دور و گریہ ہر امتی کا درود و سلام خود سنتے ہیں تو مذکور بالا طریقوں کی پیشی کی کیا ضرورت ہو
جسکے ذکر کلمات فرمودت تامل و انبیاء و محبوب کہ با صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا درود و سلام گوش خود سنتے ہیں خواہ وہ زمین
کسی گوشہ میں بسنے والا ہو یا فلک کے کسی حصے میں خواہ کسی آدمی میں ہوتا ہو یا زمین و آسمان کی رسانی فضا میں غرض کہ عالم کے کسی حصے میں بھی ہو
اسکا درود و سلام گوش خود سنتے ہیں پھر درود و سلام پر اکتفا نہیں بلکہ ہر ملوک کی ہوا فرشتے ہیں اور ہر خلق کو کچھ خود سمجھنے بھی ہیں گوش خود سنتے
کے باوجود مذکور بالا طریقوں کا درود و سلام کا پیش ہونا ایک نظام کے تحت ہے جو طواریات اور مضامین کے قلوب پر دربار رسالت کی عظمت و رفعت
قائم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے جو نبوی حکام و سلاطین کو ذاتی طور پر علم ہو جائیکے باوجود نظام مقرر کے امتیاضات کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اس
جس طرح یہ سمجھنا غلط ہے کہ علم نہیں تھا ان واقعات کی پیشی ہوتی ہے اس طرح یہ بھی درست نہیں کہ علم کے باوجود واقعات کی پیشی کیا ہے کیونکہ پیشی مقررہ نظام
کے ماتحت ہو ہی ہے جس کیلئے علم نہیں تھا انہیں اللہ تعالیٰ ہر دم کے تمام افعال کو کھتا اور احوال کو مستعار اس کے باوجود خدشے سے معذور و عام حاضر ہو کر
پیش بھی کرتے ہیں تو کیا کوئی دسی خود یہ کہہ سکتا ہے کہ علم نہیں تھا اسلئے پیش کئے جاتے ہیں۔ یا علم کے باوجود پیشی کیا کر رہے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کہہ سکتے
کہ پیشی نظام مقررہ کے ماتحت ہوتی ہے جس میں مشا ورتیں مقرر ہیں کیونکہ پیشی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے جس کا کوئی نخل حرکت نہ کرے نہ کسی ملک اس کا نخل اپنے
اندرون میں حرکتیں نہ کرے ہر بار گاہ رسالت میں درود و سلام کی پیشی بھی اسی کی مقرر کردہ ہے تو وہ بھی حرکتوں کی غالی نہیں ہو سکتی منہج بہت سی حرکتوں کے
اُس میں ایک حکمت ہے کہ ہر گاہ کہ با شہدگان عرش اور ساکنین فرش کے قلوب پر محبوب کی شانِ شوکت اور انکی رفعت و عظمت کے کچھ بیجا اُمل اور ہر شخص والا
اس نتیجہ پر پہنچے کہ افعال عالم کے غلیظہ اعظم اور فضائی کے شہنشاہ معظم ہی ہیں جن کے دیباہ و دیباہ کی عظمت شان اور جلالت کا انہماک اس طرح کیا ہے کہ
سوال کے درود سے جسکا جواب تھا اب پہلے حصے کے جواب پر چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں ہر نظر پر قوی امید ہو کہ ان کو بغیر مطالعہ کر سکیں گے۔

دلیل اول۔ اکثر مجمع صحابہ میں سرور کو نبی محبوب بے المشرقین النورین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تحدیث بعد نماز اللہ کے طور پر
اپنی جہانگیر قوت بھر اور عالمگیر قوت سلط کا اکتشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام وہ بھارت جن تک تمہاری نظر کی رسائی نہیں ہوتی میں ان کو لینا چاہتا ہوں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میت کو دفن کیے جب لوگ واپس جاتے ہیں تو یہ قوتِ سلطہ بڑھ جائے گے، وہ ان کے جوتوں کی آہٹ تک مستثنیٰ ہے۔

محدث ابن عبد البر لا اعتد کار میں بسند صحیح علیہ السلام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں

کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ أَحَدٍ مِمَّنْ لَقِيَ أَخِيَهُ الْمَوْتِ كَانَ يَدْعُوهُ فِي الدُّنْيَا فَيَسَلُّ

عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (ترجمہ) جب کسی نے مومن اپنے مومن بھائی کی قبر پر جائے مسکودہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کہتا

تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ مرنے کے بعد قوتِ سلطہ اور قوتِ بھروسہ غیر مومنوں

افزائش ہو جاتی ہے دروغی کا عظیم درمیان ہونیکے باوجود قبر کھانہ دیکر میری پست ترین آوازوں کا مٹنا جیسے جوتوں کی آہٹ یا میری

انسانوں کو کھینا ممکن نہ تھا جیسے کہ حالتِ حیات میں یہ ممکن نہیں کہ قبر میں بند ہو کر باہر کے انسانوں کو دیکھے یا باہر کی آوازوں کو سنے لے

جب یہ بات محقق ہوئی کہ موت طاری ہو غیبیہ قوتِ بصر اور قوتِ سماع کمزور بھی نہیں پڑتی۔ چہ جائیکہ سلوب ہو تو ثابت ہوا کہ محبوبِ خدا کی

عالمگیر قوتِ بصر اور قوتِ سماع میں موت طاری ہونے سے اس قدر کمی پیدا نہیں ہوتی جس طرح حیات میں عالم کے تمام مہربان کو دیکھنے اور

تمام مسوعات کو سننے سے بعد فنا بھی ہو سکتی تھی۔ اہل جس طرح حیات میں ہر امتی کا درود سلام بگوش خود سننے سے اسی طرح

اب بھی سننے ہیں۔ سہ سوال بیان باللہ یہ بات بیشک ثابت ہو گئی کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر چیز کو دیکھتے اور ہر کسی

درود و سلام کو سننے ہیں لیکن یہ کہ ناک کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ چشم خود دیکھتے اور بگوش خود سننے ہیں چشم اور گوش تو جسم میں ہوتے

ہیں درود مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے چشم و گوش باقی ہی نہیں رہتے پھر جسم سے دیکھنا اور گوش سے سننا کیا معنی جو جواب انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام خاک نہیں ہوتے وہ عینہ باقی رہتے ہیں۔ دَعَا الْاَبْنَى وَكُلِّ تَفْسِيحِ الْاَلَمَةِ الْمَوْتِ كَمَنْ مَاتَ اَنْ

اَيُّ اَنْ كَمَنْ مَاتَ طَارِي هُوَ تِي هِي مِثْلُ سَابِقِ حَيَاتٍ حَقِيقِ جِسْمَانِي دُنْيَا دِي پُر نائز ہو جاتے ہیں۔ محدث ابن ماجہ بسند

صحیح جلیل القدر صحابی ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَكْثَرُ الصَّلَاةِ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَانْهَ مَشْهُوْنَ (ترجمہ) روز جمعہ مجھے بکثرت درود بھیجو کہ اُمس خصوصیت کیساتھ فرشتے

تَشْهَدُ الْمَلَائِكَةُ اَنْ اَحَدًا مِنْ صَلَّيْ عَلَى الْاَعْرَاضِ حَاضِرٌ هُوَ ہوں اور جو شخص مجھے درود بھیجے اس کی پیشی بلا تاخیر ہونے

عَلَى صَلَاتِهِ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهَا لَگتی ہے یہاں تک کہ اُس سے فارغ ہو۔

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ بعد موت بھی پیشی ہوگی ارشاد فرمایا:۔

وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى كَاثِرٍ اَنْ تَأْكُلَ (ترجمہ) بعد موت بھی پیشی ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا اجسام کا

اِحْتِسَانُ الْاَنْبِيَاءِ فَتَبَيَّنَ لِلَّهِ عَمَّا يَرُوفُ کھا نا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے تمام انبیاء زندہ تھے ہیں انہیں ہر قسم کا ذوق پہنچتا

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محمد بن مائتہ حاضر ہو کر مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے مصلحتات

انبیاء کو پہنچانے کے مختلف انداز میں کل طور پر چند آیات میں اس طرح بیان فرمایا:۔ آیات

انبیاء کو جس جہل آتی ہے + لیکن ایسی کہ حفظ آتی ہے + پھر اُس آن کے بعد انکی حیات + غل مابقی وہی جہلانی ہے

اور اس کی روح ہو کتنی ہی لطیف + اُن کے اجسام کی کب ثانی ہے + اُس کی ازواج کو کب تیرے نکاح + اُس کا ترکہ بڑے جوفانی ہے

وہابی اہل اُدی اُن کو رخصا + صدقہ و عقیقہ کی قضا مانی ہے

جو کلا نبی اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد فنا حقیقی جسمانی دنیاوی حیات کیساتھ زندہ ہیں اسی واسطے انکی ازواج مطہرات کو دوسرے

سے نکاح جائز نہیں دہائی واسطے ان کا ذکر ہم نہیں ہوتا۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب سطلاب اشعۃ اللہات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں: "وجہات انبیاء متفق علیہا ہے کہ جس نے کفر سے باز رہا وہ غلامی نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی زندگیات معنوی روحانی چنانچہ شہداء راستہ پر ثابت ہو کر فرشتہ بنیاد جیب بکریا جناب احمد مجتبیٰ رحمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب بھی ہر چیز کو چشم خود دیکھتا ہے کہ کسی کے در و اسلام کو جو شہر خود سننے ہیں۔ البتہ جن اموات کے اجسام باقی نہیں رہے ان کا دیکھنا اور سننا روح سے ہوتا ہے جسمانی چشم و زبانی گوش سے نہیں۔ دلیل ۱۔ وہم۔ دفعی اور طرانی وغیرہ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ سنی کا اقیانوس سید الشہداء حضرت مامہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ میرے چتر کریم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "ان اللہ عزوجل وکل بل ملکین فلا فی کو عند عبد مسلم فیصلی علیہ قال ذلک الملکان عنقر اللہ لک وقال اللہ ملکنا جوابا للذین یلک الملکین آمین۔" وکان ذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علیہ قال ذلک الملکان عنقر اللہ لک وقال اللہ عزوجل جوابا للذینک الملکین آمین۔" (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو فرشتے ایسے تعینات کیے ہیں کہ جب کسی بندہ مسلم کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دیکھے تو وہ فرشتے اس بندہ کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیری مغفرت فرمائے ان فرشتوں کی اس دعا پر اللہ تعالیٰ اور باقی فرشتے آمین کہتے ہیں اور اگر جس بندہ مسلم کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دیکھے تو وہ فرشتے اس بندہ کی حق میں دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیری مغفرت کرے اللہ تعالیٰ اور باقی فرشتے اس دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اس حدیث مسلمہ ہر ایک فرشتے ہر امتی کا درود سننے ہیں۔ مامہ ترمذی اور ابن ماجہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پور نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سکتا تو ذی امرأۃ نزلت فی الذین اذکال قالت من جنتہ من الخور العین کا تو ذیہ قال لا اللہ فاما ہو عندی وخیل یوشک ان یقار فاکہ الکیان۔" (ترجمہ) جب تیرا یاں کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا پہنچاتی ہے تو اسکی ایذا کو دیکھ کر یا سن کر جو دوس میں سے اسکی بیوی جنت میں کہتی ہے کہ خدا کرے تو میرے ایذا مت ہو نہ بچا تو میرے پاس نہمان ہو مغرب تیرے سے قبل ہو کر ہلے پاس آئیگا۔ جنت مآثور کی آسمان سے اوپر ہے اور حسب شاد دنیوی نہیں ہے پہلے آسمان تک پانوس برس کی مسافت ہے اور اتنا ہی پہلے آسمان کا دل ہر اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانوس برس کی مسافت ہر دو اسی قدر ہر آسمان کا دل۔ تو زمین سے ساتویں آسمان تک سات ہزار برس کی مسافت ہوتی۔ اور زمین سے جنت تک کی مسافت اور زیادہ کیونکہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے خلیفہ مامونؑ شہید کے عہد خلافت میں حکماء نے پوچھا کہ زمین کی پیمائش کی تھی تو پھر کیا گیارہ ہزار چار سو باون میل ہوتی ہے بلکہ ایک میل دو ہزار گز کا تو تین حصہ زمین پانی کے اندھے صرف چوتھا حصہ پورساتی آدمی ہے۔ اسی واسطے اسکو پچھمسکون کہتے ہیں تو جو تعالیٰ حصہ زمین کو کہہ کر پیمائش دو ہزار اٹھ سو تریسٹھ میل ہوتی۔ مقام غور ہے کہ جب کورہ بلا ہر دو فرشتوں کی قوت ہمارا اتنی قوی ہے کہ ہر مسلم امتی کا درود سن لیتے ہیں اور جو ان بہشت کی سعادت کا یہ عالم ہے کہ سات ہزار برس زیادہ مسافت پر ہر گز زمین کی آوازیں سن لیتی ہیں تو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا درود کس طرح رسدیں گے حالانکہ اپنے شوہر اور ان بہشت بلکہ اس کے عالم سے افضل ہیں اور تمام عالم کی تخلیق آپ کے طفیل میں ہوئی ہے اور آپ کے درمیان اتنی مسافت بھی نہیں جتنی مسافت جو ان بہشت اور زمین کے درمیان ہے۔ ایمانی عقل کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی کہ طفیلی یکمال پائیل و اصل محروم ہے بلکہ ایمانی عقل یہ حکم کرتی ہے کہ ہر مخلوق سے ہر کمال میں آپ فرد تر ہیں اور ہر نعمت آپ کو ہر وجہ اتم دی گئی ہے اور تمام کمالات جملہ مراتب آپ پر ختم ہیں۔ اسی واسطے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب سطلاب اشعۃ اللہات

میں فرماتے ہیں: ہر مرتبہ کہہ دو اور امکان بروست ختم ہونے سے کہ داشت خدا شد برو تمام۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ ہر قسم کے درود و سلام کو گوش خود سنتے ہیں۔ ی لیل سووم۔ حلائل الخیرات شریف کی پہلی فصل کے آخر میں ایک حدیث نقل فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں: **قَالَ لَهُ سَوَالٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ صَلَوةَ الْمُصَلِّينَ عَلَيْكَ مِنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَلِيكَ بَعْدَكَ مَا خَالَهَا عِنْدَكَ فَقَالَ سَمِعَ صَلَوةَ أَهْلِ مَجْتَمَعِي فَأَعْرِضُ عَنْهُمْ وَلَعَزَّ عَلَى صَلَوةَ عَنِيهِمْ عَرَضًا** (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو درود کہیں دے اس وقت آپ کے (بظاہر ہمارے) سب ہیں اور جو ذات شریف کے بعد پیدا ہوں گے ان کے درود خصوصاً کے نزدیک کس حال میں ہیں آپ انہیں سنتے ہیں اور نہیں گے یا نہ سنتے ہیں وہ نہیں گے۔ اس پر جواباً فرمایا کہ میں اپنے اہل محبت کا درود و گوش خود حسن توجہ کے ساتھ سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں۔ اور دوسرے کا درود و سرعت کے ساتھ میرے کان سے گزر جاتا ہے یعنی سنتا تو اس کو بھی ہوں مگر حسن توجہ کے ساتھ نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ قریب بعید ہر قسم کے درود و گوش خود سنتے ہیں خرقہ اتنا ہے کہ اہل محبت کے درود حسن توجہ کا شرف پاتے ہیں اور دوسرے کو یہ شرف نہیں ملتا۔ سوال یہ بھی ہے کہ شعبہ الایمان میں ایک روایت ذکر کی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ قریب کے درود کو آپ سنتے ہیں اور بعید کے درود کو نہیں سنتے اس کو فرشتے پہنچاتے ہیں پھر یہ کس طرح دست ہو سکتا ہے کہ قریب بعید ہر قسم کے درود کو آپ گوش خود سنتے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بَعْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ ثَابِتًا أَتَيْتُهُ** (ترجمہ) جو شخص میری قبر سے نزدیک ہو کر مجھ پر درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دور سے پڑھنے والے کا درود آپ خود نہیں سنتے پھر پچھلے والے اس کو پہنچا کر پیش کرتے ہیں۔ جواب و الایہ روایت قابل استدلال نہیں کیلئے کہ البوا الفرج نے اس کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اور حقیقی نے اس کے متعلق کہا: **الْحَدِيثُ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ** یعنی اس حدیث کی طرق اعمش سے کوئی اصل نہیں رہنے محفوظ ہے۔ اور امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اس کو معطل قرار دیا کیونکہ اسکے راویوں میں محمد بن ابی حنوفہ صدیق عظیم ہاگندہ ہیں ثانیاً اگر قابل استدلال تسلیم کر لی جائے تو جواب یہ ہو کہ عالمگیر قوت سے عطا ہونے سے پہلے یہ ارشاد فرمایا جاتا تھا کہ اس حدیث میں دو ساتھ احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ اور ارشادات نبوی میں تعارض لازم آئے گا جو محال ہے۔

بارگاہ الہی میں درود شریف کی مقبولیت

امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب الكنز المدفون کے شروع میں ایک حدیث تحریر فرماتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ سیدنا نبیاً محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر جس کے اتنے شہ و ہاڑ میں ایک ایک شرف میں ایک مغرب میں اس کا سر زبر عرش ہے ہر انویس زمین کے نیچے تمام مخلوق کی تعداد کے برابر اسکے پر ہیں جب میری امت سے کوئی ہو یا امت مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ دیکھ غور میں غوطہ لگاے جو زبر عرش ہے وہ غوطہ لگانے کے بعد ہر ایک لداؤں بلند ہوتا ہے تو ہر ایک سے ایک قطرہ نکلتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو قیامت تک اس درود پڑھنے والے کے لئے دُعا کے معنوت کرتا رہے گا۔

سُلطان محمود غزنوی کا وہ ہزاری درود شریف

جس کا ایک بار پڑھنا دس ہزار بار پڑھنے کے برابر شمار کیا جاتا ہے خاتون المفسرین رحمۃ اللہ علیہن اجمعین حقی قدس سرہ القوی اپنی

ہو کہ رسول کی تعلیم میں تیرہ ہے اور کتابوں کی تعداد ایک سو چار۔ دس صحیفے حضرت آدم پر اور پچاس حضرت شیث پر اور دس حضرت
 اور دس پر اور دس حضرت ابراہیم پر تو دس حضرت موسیٰ پر پانچ اور حضرت داؤد پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور قرآن کریم سرور انجیل محبوب خدا پر
 علیہ علیہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ پس اگر ہر صول پر کتاب نازل نہ ہوتی تو کتابوں کی تعداد بھی تین ہوتی اور اگر ہر صول کے لئے
 ہر صول شریعت شرط ہو تو لازم آئے گا کہ حضرت انجیل علیہ السلام صول ہوں کیونکہ ہر صول شریعت رکھتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر
 عامل تھے۔ کما فی البیضاوی علائکہ قرآن کریم میں حضرت انجیل علیہ السلام کے صول ہونے کا تصریح موجود۔ اُن کے حق میں ارشاد ہوا۔
 وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا جَوَاب علامہ سید شریف شامی موافق جو ابا فرط نے ہیں کہ صول کے لئے کتاب شرط ہے اگرچہ میں پر نازل نہ ہوئی ہو۔
 پس ہو سکتا ہے کہ ہر صولوں کے پاس ایک ہی کتاب ہو جو صرف ایک صول پر نازل ہوئی تھی۔ باقی حضرات کے پاس بھی یہی رہی ہو اُس پر عمل فرمایا
 ہو مگر ہر صول پر کتاب کا نازل شرط مانا جائے تب بھی تعریف محدود نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ایک کتاب متعدد مرتبہ نازل ہوئی ہو جس کا سورہ فاتحہ و
 مرتبہ نازل ہوئی۔ لیکن صرف ایک صول کی جانب سے اس لئے مفسر کیا گیا کہ ابتدا اُن پر نازل ہوئی تھی پس نظر میں آتا کہ کتاب تعداد صول سے کم ہو
 تعریف صول میں اشتراک کا کیا کسنا فی ہوا۔ مگر اس جواب کے علاوہ اسلئے ضعیف قرار دیا کہ روایت کے مقابلے میں احتمال کافی نہیں۔ اِن کو
 احتمال سے مگر ایک قول ہوتا تو یقیناً تعریف بے غلط تھی۔ دوسری افریق نبی اُس لشکر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے بھیجی
 ہو اور رسول بشری کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی صول ہیں پس اس تقدیر پر بھی رسول دینی میں عموم و خصوص مطلق ہو مگر رسول علم
 کہ بشرا ملائکہ دونوں کو شامل دینی خاص کہ لشکر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارباب تحقیق نے اسی فرق کو اختیار فرمایا تیسری افریق رسول وہ ہیں جو
 جدید شریعت رکھتے ہوں دینی وہ ہیں جن کو جدید شریعت نہ دی گئی ہو۔ اس تقدیر پر دونوں میں تباین کی نسبت ہوگی لیکن یہ فرق خلاف قرآن
 ہے۔ حضرت انجیل علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا حالانکہ اس فرق کی بنا پر ایک شخص صول دینی دونوں میں ہو سکتا
 چوتھا فرق دونوں میں نسبت تساوی ہے۔ ہر صول نبی ہے اور نبی رسول صرف اعتباری تقاریر سے یعنی جن کے حق میں لفظ رسول یا ارسلنا
 یا کوئی اور لفظ قرآن کے ہم معنی فرمایا گیا وہ رسول ہیں اور اس حیثیت سے کہ انہوں نے احکام الہی کا خلق کو اسلئے انبیا فرمایا یعنی ان کی خبر دی۔ نبی
 کہلاتے ہیں مگر یہ فرق بھی درست نہیں کہ آیت وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ
 أَعْلَاهُمْ فَهُمْ عَوْنٌ مَّا سَأَلْتَهُمْ لَاقُوا سُلَيْمَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقُوا سُلَيْمَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقُوا سُلَيْمَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقُوا سُلَيْمَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 نزدیکی سے ملنا رسول کو نبی سے ممتاز کرنے کی واسطے ہے اور دونوں اعتباری تقاریر سے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں میں یہ فرق کرنا بھی
 درست نہیں۔ (قول) کلام اور لفظ باعتبار اصل لغت حرف مبالغہ اور معانی میں۔ سے ایک ایک حرف پر بھی بولے جلتے ہیں اور ایک سے زیادہ
 پر بھی خواہ مفید ہو یا غیر مفید مگر قول مفید میں مشہور ہوا اور کلام مرکب میں اور لفظ اپنے اطلاق پر بعض کے نزدیک فعل اس مرکب
 کہتے ہیں جس سے فائدہ تام حاصل ہو اور کلام اس مرکب جس سے فائدہ تام حاصل نہ ہو اور بعض کے نزدیک فعل وہ لفظ جو زبان سے نکلے خواہ
 تام ہو یا ناقص خواہ مفید ہو یا غیر مفید قرآن پاک میں شاذ فرمایا۔ مَا يُلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض کے نزدیک
 قول کا اصل استعمال مفہوم ہے باقی میں خلاف اصل کذا فی التوضیح اور قول مصدری معنی میں بھی آتا ہے۔ دونوں تقدیر پر لفظی اور لغوی
 شامل بقریۃ اشاعت الی اللہ یہاں پر قول سے مراد قول لغوی ہے۔ لفظی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے زبان نہیں جس کا قول لفظی صادر ہوتا ہو۔

بَابُ النُّحُو

(بَاب) از قبیل اسامی معدودہ ہے لہذا اپنی بر سکون اور محل اعراب بھی نہیں دُعا قائل ہوگا نا اور شاکہ فی فیض المبلکہ من ان

لفظ الہاب مضاف او معنی کشتی و ثلث فی علی التثنية فان مثنی و ثلث لیساً من المبنیات کما لا یخفی علی
الطلبة یا مرفوع ہے منون یا یا بعد کی جانب مضاف ان دونوں تقدیر پر ہذا محذوف کی خبر ہے۔ سوال مابعد کی جانب مضاف ہونا
اور ست نہیں۔ اسلئے کہ بالبعد جملہ ہے اور جملہ کی طرف صرف اٹھ لفظ مضاف تھے ہر ایک لفظ باب نہیں ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ اسما کو زمان
تحتی۔ فقد کیرت بعضی علامت۔ فذلک لدن۔ سہایت۔ قول۔ قائل۔ کذا فی المعنی لابن هشام جواب حکیم ائمت
ہے جبکہ جملہ مضاف الیہ اس کے معنی مراد لئے جائیں اور اگر معنی مراد نہ ہوں جیسا کہ اس مقام پر تو ممکنہ بالا الفاظ ایسے جملہ کی طرف مضاف
ہونے کے لئے خاص نہیں ہیں بلکہ الفاظ بھی مضاف تھے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ معنی لا الہ الا اللہ اثبات الا لہیۃ للہ تھا
اد قول للہ من اجل بحر و ہ اسلئے کہ جملہ مضاف الیہ پر معلوف ہو۔ اس تقدیر پر آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں نقل ہوگی۔ یا مرفوع مبتدا
ہے انا او حینا الخ خبر ہے۔ اس صورت میں آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں نقل نہ ہوگی۔ سوال پھر امام بخاری نے آیت کو کیوں نقل فرمایا
جواب امام بخاری علی ترجمہ البخاری کہی کہی کی بات نقل فرماتے ہیں جس کو ترجمہ الباب مناسب سمجھتے ہیں۔ ترجمہ الہاب و آیت میں
وحی کا ذکر ہے اتنی مناسبت تو ظاہر ہے مگر اس مقام پر مذکور آیت کے نقل کرنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ ترجمہ الباب میں وحی سے
سے وہ وحی مراد ہے جس آیت میں مذکور ہے یعنی وحی رسالت۔ قال مولانا النور شاہ فی فیض الباری و الغرض منہ
بیان مبدء الوحي انه هو سبحانه وتعالى انه اى كان مبدء هذا الوحي هو مبدء اوحى نوح عليه السلام
والنبيين من بعده فوجب لاهل الكتب بسين ان يؤمنوا بكم كما آمنوا بوجههم وانه لما كان مبدء همتا
واحداً فالنكار هذا الوحي كانه انكار لوجههم ايضاً اقول بل الغرض من ذكر هذه الآية في هذا المقام لا
شارة الى ان المراد بالوحي في ترجمة الباب ما هو المراد بالوحي في هذه الآية یعنی وحی الرسالة کما استغفا
من التشبيه وهذا هو الصواب کما لا یخفی علی اولی الالباب۔ اما ما ذکرہ ہذا فهو المقصود من ان الہا
کما ذکر فی التفسیر کا من ذکرہا فی هذا المقام کما فہم هذا النوع۔

باب الضَّوْف

(جواب) اصل میں بَوْبُ تھا اور وہ حرکت کر بوجہ الفتح ماقبل لکت منقلب ہوا رکاب (اصل میں کون تھا تعلیل فکرا میں بھی جاری ہوئی۔ کیونکہ سے مشتق ہے لغز و جلی) دراصل غز و جلی تھا۔ ایک منبر کے دو حرف جمع ہوئے اول کو ساکن کر کے دوسرے میں دھماں کر دیا۔

بَابُ التَّفْسِيرِ

[illegible]

نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے ماسپر آیت کریمہ نازل ہوئی اھل ان پر تحت قائم کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کثرت انبیاء ہیں جن میں سے گیارہ کے سوا شریعہ یہاں مذکورہ بالا آیت میں بیان فرمائے گئے۔ اہل کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں ان سب حضرات میں سے کسی پر کیا رگ نازل نہیں ہوئی توجیب اس وجہ سے ان کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس پڑی ہو تو یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے اور مقصود رسول کے بھیجنے سے خلق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید معرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور طریقہ عملات کی تعلیم ہے کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصود بروہا اتم حاصل ہوتا ہے کہ تمنا ہو تو انسانی فرائض ہوتا چلا جاتا ہے اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال حماقت ہے۔ **سوال** اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر سے ابتدا کیوں کی گئی حالانکہ ان سے پیشتر بھی رسول گئے۔ حضرت ادریس حضرت شیت حضرت آدم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام ان تمام حضرات کوئی رسالت سے سرفراز فرمایا گیا اور ان پر بھیجے بھی نازل ہوئے۔ **جواب** اول بخلافان سے تمام انسان ہاکہ ہو گئے تھے بجز ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے کشتی سے اترنے کے بعد صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تین بیٹے تمام بحام۔ **یافتہ**۔ اور ان جنہوں کی بیویاں باقی رہیں وہ لوگ فوت ہو گئے تمام اہل زمین انہیں کی اولاد سے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ **وَجَعَلْنَا قُرْبٰنًا مِّنْهُمْ لِبَنٰی قَیْنٍ اِنَّهُمْ کَانُوْا اِلٰہًا قٰنِیْنٍ** اور اس کی اولاد باقی رکھی۔ **نظر** اس حضرت نوح علیہ السلام کو آب ثانی (دوڑنی) کہا گیا تھا۔ اسی واسطے ان کے ذکر سے ابتدا فرمائی گئی۔ **جواب** ثانی اگرچہ بنی نوح انسان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں مگر حضرت نوح علیہ السلام کو بایں معنی اولیت حاصل ہے کہ آپ کی قوم پر پہلے نازل ہوا کہ اس نے آپ کی دعوت قبول نہ کی تھی آپ سے پیشتر ایسے رسول نہیں گئے کہ دعوت قبول نہ کرنے کی بنا پر آپ کی قوم پر عذاب نازل کیا گیا ہو بایں وجہ ان کے ذکر سے ابتدا فرمائی گئی۔

نہایت میں صحیح بخاری جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱

سیرت

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي
 نام بخاری نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری نے انہوں کو
مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاسٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ
 ابو عمرو بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیسثی سے سنا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا
اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمَنَبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ إِنَّمَا الْأَمْوَالُ
 میرے ہزارے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ اس نے اعمال کا ثواب نیک نیت پر صرف اللہ
مَّا تَوَسَّى فَمَنْ كَانَتْ خَيْرُهُ إِلَى خَيْرِ النَّسِيحَاتِ إِلَى إِمْرَأَةٍ يَنْكُحُهَا فَيُحِبُّهَا ثُمَّ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ
 ہر مرد کی نیت کا ثواب اسی کو ملتا ہے جو جس کی عیبت نہ کرے جو یا کسی عیبت سے نکاح کی خاطر واسکی عیبت اس کیلئے ہوگی جس کی عیبت۔

سیرت

أَسْمَاءُ الرِّجَالِ

(الحمیدی) حمید بن اسامہ کی طرف نسبت ہے جو انکی پیشی پشت کے جدا مل ہیں انکی کنیت ابو بکر اور نام عبد اللہ بن زبیر
 ہے۔ بمقام مکر معظم ۲۱۹ میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں ان کے ہمراہ مہر گئے جب انہوں نے وصال فرمایا تو
 ان کو منظرہ واپس لگئے تھے۔ بصلاح ستمہ میں عبد اللہ بن زبیر نام کے صرف تین لڑکی ہیں ایک تو یہی سوسے عبد اللہ بن زبیر جو حمید صحابی

تیسرے عبد اللہ بن ابی بکر صریحاً ان سے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی اور امام ترمذی نے شامل میں اور صحابہ میں اس نام کے کھوت
 ایک ہی صاحب ہیں یعنی عبد اللہ بن ابی بکر بن مطلب بن ہاشم (سفیان بن عیینہ، امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مشائخ سے ہیں۔
 شمسہ بخاری میں پیدا ہوئے اور کم رجب ۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ (بخاری بن سعید کا انصاری) انصار کی طرف نسبت ہو اور انصار
 انصاریا ناصر کی جمع ہے مگر معنی جمعیت مراد نہیں قیلہ اوس اور خزیج کا اسلامی لقب اس واسطے کہ نسبت لاحق ہو جاتی ہے وہ صحیح
 ساتھ یا نسبت کا لائق درست نہیں مگر مدنی مشہور تابعی اور ائمہ مسلمین سے ہیں غلبہ منصرف عراق بلا کر تمام ہاشمیہ میں ہمدون تھا
 ہمدون کیا تھا اور وہیں پرستہ کلام یا شمسہ بخاری میں وفات پائی مکتب حدیث میں اس نام کے راوی کل تواتر ہیں (القیسی) تم کی طرف نسبت
 ہے اور تم بہت سے قبیلوں کا نام ہے۔ ان میں ایک تم قریش بھی ہے یہاں پر اسی کی طرف نسبت ہے شمسہ بخاری میں وفات پائی۔ (القیسی)
 لیث بن کبر کی جانب نسبت ہو۔ ابو داؤد کثرت ہو اور عمر بن ہند کے صحابہ پر لحد جمہور نے تابعین میں شمار کیا حسب بیان امام ہمدونی
 محمد بنوی اس ولادت ہوئی اور عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی صحیح سستہ میں معلق بن
 وقاص نامہ کجبران کے کوئی راوی نہیں (عمر بن الخطاب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل کے تیو برس بعد آپ پیدا ہوئے۔ اٹھائیس
 ذی الحجہ ۳۳ھ بخاری بروز خنجرینہ بمقام مدینہ منورہ ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس
 میں مدفون ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو نعیم اور لقب غاروق ہے حکیم الاسلام ہیں۔ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا اثنا لیس مردوں اور
 چھ عورتوں یا پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا
 یا رسول اللہ! آسمان والے حضرت محمد کے اسلام پر خوشیاں مناتے ہیں غلبہ اقل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 استحاب ان کے بعد ماہ جمادی الاخریٰ ۳۳ھ بخاری میں مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ خلافت کی طرح آپ کا مرتبہ فضل بھی صدیقی مرتبہ
 کے بعد ہے۔ دس سال چند ماہ خلافت کی خدمات انجام دیں حضرت بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مالوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ روزانہ گیارہ لقمے سے زیادہ طعام تناول فرماتے تھے ایک مرتبہ ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا استعمال فرمائیں تو امور خلافت کی انجام دہی میں کچھ تنگی فرمائیے تم سب
 کی یہی رائے ہے عرض کیا جی ہاں فرمایا تمہاری یہ خبر غواہی مجھے معلوم ہوئی مگر میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو ایسے راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں اس راستہ کو ترک کروں تو منزل پر مجھے دو دنوں دستاویز ہو سکیں گے۔ حضرت انس بن مالک
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کے تین دو خانوں کے درمیان چار پوند لگے تھے۔ ابو عثمان ہندی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو
 ایک تہنہ پہنچا دیا جس چوڑے کا پوند لگا تھا جس پر شام کے مالک فتح ہوئے اور آپ نے ان مالک کو اپنے بملک قدم سے سرفراز فرمایا اور
 ان کے امراء و علماء آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اس وقت آپ اپنے شتر پر سوار تھے آپ کے خاص خدمت گزار امیر المومنین شام
 کا بکر اور اشرف حضور کی ملاقات کے لئے آئے تھے میں مناسبت ہو گا کہ حضور گھوڑے پر سوار ہو جائیں تاکہ آپ کی شوکت و بہت ان کے قلوب میں
 جاگیر ہو فرمایا اس خیال میں نہ کیسے کام بنائے والا یہی ہے ایک مرتبہ قیصر روم کا قاصد مدینہ شریف میں آ کر امیر المومنین کو تلاش کرنے
 لگا۔ تاکہ بادشاہ کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کرے لوگوں نے بتایا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں چنانچہ وہ مسجد میں جا کر کھانکھان
 صاحب بیرون دروازہ سے کھڑے پہنچے ایک اینٹ پر سہکے لیٹے ہیں یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المومنین کا پتہ دریافت کرنے لگا
 لوگوں نے کہا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں کہنے لگا کہ مسجد میں سولے ایک لاق پوش کے اور کوئی نہیں صحابہ کرام نے فرمایا وہی دلق پوش ملا
 امیر خلیفہ ہے قیصر کا قاصد مسجد میں آیا اور خود سے امیر المومنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا۔ دل میں بہت و محبت پیدا ہوئی اور آپ کی

بشیر الفتاری

بشیر الفتاری

بشیر الفتاری

تھا نیت کا پڑا تو اس کے دل میں جلوہ گر ہو گیا۔ ہشتوی مہر و ہیبت ہمسما ہندو یک دگر + اس دو مندر را جمع دید اندر جگر
گفت با خود من شہاں را دیدہ ام + گرد سلطان را بہر گریہ ام + از شہانم ہیبت و تہمت نبود + ہیبت میں مرد ہو ششم در بود
رفتہ ام در شیعہ شیر و پلنگ + رنے من زیشان گردانید نگ + پس شدم اندر و صاف کارزار + ہم چ شیر آن دم کہ باشد کارزار
بس کہ خودم بس ز دم زخم گراں + دل قوی تر بودہ ام از دیگران + بے سلاح میں مرد و تختہ بنویں + من بہفت اندام لرزاں میں نہیں
ہیبت حق است این از خلق نیست + ہیبت میں مرد و صفا و حق نیست + حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں میرے چاروں
گروہوں کو عظیم تشریف الیہ ہے میں دونوں شانوں پر پانی کا مشکیزہ رکھتا ہوں۔ میں عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ کیلئے یہ زیبا نہیں جو با آفر
کی جوت چند و قدر ہے اس میں مطہر و منقاد ہو کر آئے تو میرے نفس میں عجب پیدا ہو گیا میں نے جا کر اس طرح کسری کر دی کہ وہ پیدائند عجب
زائل ہو جائے پھر سنانی کے مشکیزہ کو کسی نصاریٰ طاقتوں کے مکان پہا کر ان کے برتن میں ڈال دیا حضرت عامر بن ربیع فرماتے ہیں۔ میں
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدمت میں تھا جبکہ پانچ سو عورتیں سے زیادہ آئے آدھرت میں امراء و خلفاء کی طرح آچکے تھے خیمہ
نصبت کیا گیا کہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور بستر کی وضاحت کرنا کہ کر سادہ کر لینے ایک زبر بستر و عطا فرماتے تھے پھر کا مسئلہ
زیور کھٹ آیا آپ نے فرمایا مہر گراں کئے جائیں اور چالیس اوقیہ سے زیادہ ہرزہ مقرر کیا جائے (ایک لکھ تیرہ چالیس ہرزہ کا تھا اور دس درہم اچکل کے
حساب سے دو روپیہ بارہ تھے ۹ تھ پانی کے ہوتے ہیں) اسلئے کہ سید الصلاۃ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کا مہر چالیس زیادہ مقرر
فرمایا لہذا کوئی آج کی تاریخ سے اس سے زیادہ ہرزہ مقرر کرے گا تو وہ زیادتی بیت اللہ میں اٹل کر لی جائیگی جو لوگوں کی صف سے ایک ضعیفہ
کو عرض کیا کہ امیر المؤمنین ایسا کہنا آپ کے منصب علی کے لائق نہیں مہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق قرار دیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اس کا
کوئی حق عورت کے کس طرح لیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْتَضُوا لِحُكْمِ اللَّهِ وَارْتَضُوا لِحُكْمِ النَّبِيِّ**
نہایت اپنے فرائض و رتبہ و ادا انصاف ہی اور فرمایا امر آقا اصحابیت ورجل خطا عورت شیک بچی اور مرد نے خطا کی پھر
ممبر ہی پر اعلان فرمایا کہ یہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو جاہو مہر مقرر کرو۔ اور فرمایا **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ امْرَأَةٍ** افسوس
عموماً رب میری مغفرت فرما ہر انسان عمر سے زیادہ ذریعہ ہے۔ ابو نعیم جس وجہ و حدیث میں نے معتبر طریق سے روایت کیا ہے کہ
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجوری میں جبکہ کا خط پڑھ رہے تھے شام خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یا مسلمانین **يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ** یعنی اے مسلمان
پہاڑ کی آلو حاضرین مجھ کو متعجب ہوئے کہ شام خطبہ میں یہ ندا کوئی بعد کو آپ دریافت کیا کہ آج آپ نے خطبہ فرماتے پند کیسی فرمائی۔
ارشاد فرمایا کہ اسلامی لشکر جو ملک عرب میں مقام نہادند پر کفار کے ساتھ معروف جنگ ہے میں نے دیکھا کہ کھانا اسکو دونوں طرف گھیر کر
مارنا چاہتے ہیں اس حالت کو دیکھ کر میں نے امیر لشکر کو پکار کر کہہ دیا کہ اے مدینہ پہاڑ کی آلو یہ لشکر لوگ منظر ہے کہ لشکر سے کوئی خبر نہ
تو تسلی حال دریافت ہو کہ عرب کے لہو حضرت ساریہ کا قاصد خط لکھا یا امیں سخن خفا ہو کے در و دشمن سے مقابلہ ہوا تھا خاص ماند
جمع کے وقت چمنہ میں الفاظ دشنامی یا سارا لہ الجبل سے لشکر ہم پہاڑ سے مل گئے اور میں دشمنوں کے ہلے حال ہوا اور دشمن کو ہزیمت ہوئی
يُسَبِّحُ ان اللہ خلیفہ اسلام کی نظر در بظہیر سے نہادند میں لشکر کا ملاحظہ فرماتے اور میں سے ندا کرے تو لشکر کو اپنی آواز ملنے سے
کوئی اور نہیں ہے نہ شیلی فون ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنی غلامی کا صدقہ ہے۔ (ابو الیثمن نے کتاب العصمہ
میں تحریر کیا ہے کہ جب مصرف ہوا تو ایک روز با شند گان مصر نے حضرت عمرو بن العاص سے حاضر ہو کر عرض کیا جو اس وقت خلافت خلافتی
کی جانب سے مصر کے گورنر تھے کہ اے ہمارے امیر و مہارے نیل کی ایک سم ہے جب تک سکون نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا انہوں نے دریافت
فرمایا وہ کیم کیا ہے عرض کیا کہ اس ہیند کی بارہ تار ہے ہم ایک کنواری لڑکی کو اسکے والدین سے لیکر عمرہ لباس اور نفیس زیور سے سجا کر گھٹیا نیل

بشرح صحیح القاری

بشرح صحیح القاری

بشرح صحیح القاری

میں لائے ہیں حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اسلام میں کیا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اسلام پر مانی طاہرات رسول کو مٹا دے پس وہ کہہ موقوف کی گئی اور ہر دریا کا پاٹ کم بنے لگا اور وہاں میں کی محسوس ہونے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے ترک سکونت کا قصد کیا یہ دیکھ کر حضرت عمر بن العاص نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تمام واقعہ لکھ بھیجا جو اب میں تحریر فرمایا تم نے ٹھیک کیا ایک سلام ایسی کہوں کہ مٹانا ہے میرے اس مراسلہ میں ایک خط ہے اسکو دیا سکتے ہیں اللہ یا حضرت عمرو بن العاص کے پاس جب امیر المؤمنین کا مراسلہ پہنچا اور انہوں نے وہ خدا میں سے نکالا تو آپس لکھا تھا ان صاحب ہند خدا کو امیر المؤمنین یعنی نبیل مصر بولنا جو مصلحت آگاہ کر تو خود جاری ہے تو جاری ہند وہاں گزرتھا نے تجھے جاری فرمایا ہر تو اللہ واحد تھا اسے درخواست کرتا ہوں کہ تجھے جاری فرماں حضرت عمرو بن العاص نے وہ خط دیا کہ نبیل میں اللہ ایک شب میں رسول گزشتہ پانی پڑھ گیا اور ٹھیکہ چھٹ کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہو گئی یہی امیر میں مرقن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں۔ البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ (۱) کو فی (۲) ابیسی (۳) اسکندری (۴) یمنی (۵) یمنی (۶) یمنی (۷) یمنی (۸) یمنی (۹) یمنی (۱۰) یمنی

بَابُ اللَّغَةِ

(سمعت) سماع یعنی شنیدن سے مشتق ہے۔ معنی بیکہ مفعول ہے۔ مفعول کے بعد فعل مذکور ہو وہ حال ہو تا ہے اور معنی لہ معنی اچالہ اور معنی منہ یا لہ یعنی اعطال اور معنی الیہ یعنی اصغی (المندب) ذہب یعنی ارتقاء سے ماخوذ ہے۔ سوال امیر کے دن پہنچے ہاں انکس کے معنی مخصوص موضع ارتقاء ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسم ظرف ہوگا اسم ظرف اس وزن میں نہیں آتا وہ تو صیغہ تسمیہ ہے۔ اب یسم الذہب سئلے کا اسم لاسکو کہتے ہیں جو ایسی چیز ہو لالت کہ جس کو واسطے سے قائل کا اثر مفعول تک پہنچے منبر پر تعریف صادق نہیں آتی تاہم وہ مخصوص موضع ارتقاء کے لئے وضع کیا گیا ہے یا خلاف قیاس اسم ظرف ہو مطلقا موضع ارتقاء کیلئے وضع ہوا پھر قیاس استعمال سے معروف موضع ارتقاء کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ الاستعمال عمل یعنی کلمہ کی جمع ہے۔ افعال و افعال ہمینی میں مگر استعمال یا افعال سے عند الاطلاق افعال جوامع متبادر ہوتے ہیں بخلاف افعال کو فعل جوامع اور فعل لسان اور فعل قلب سبکو شامل ہے ماسی واسطے انما الاستعمال فرمایا گیا حال فی فیض الباری (و) انما فعل الافعال بالنیات لان بین العلام الفعل فرقا فالعمل ساختہ والفعل کردن یعنی ان العمل فی ما یتبادر ویطول بخلاف الفعل لذلک قال واعلموا انما افعال ان الذین آمنوا وعلوا الصلوات ولم یقل افعالوا وفعالوا لالہ علی الذی ام والاستعمال قول هذا الفرق یا طل قطعاً وذلک لان قوزہ بخلاف الفعل ان کان معناه ان الفعل فیما لا یتبادر ولا یطول فقط فہذا لیدل علی قصور نظریۃ فی اللغة کیف قد قال اللہ تعالیٰ فی کلامہ العظیم واصلوا الخیر قول فی الجلالین تحت قولہ فعل الخیر کسلة الرحمہ وکسیرم الاخلاق وقال فی حاشیئہ الفی ای غیر ما من الخیرات الواجبة والندبۃ مشیرا الی بن الکاد فی قولہ المفسر کسلة الرحمہ للتمثل لیست کان الاستقصاء وجملة الخیرات داخلة تحت لفظ الخیر وکثیر ما استعمل فی القرآن افعالاً فیما یتبادر ویطول فالفرق بین العمل والفعل بهذا النحو غیر معقول وان کان معناه ان الفعل عم فیستعمل فیما یتبادر ویلا یتبادر ان کان لاحق الکلام بالی عنہ فنقول کلام اللہ تعالیٰ لا یساعده ایضا حیث قال تعالیٰ وذلک خلقکم وما اعلمون قال تعالیٰ ان اللہ بما یعلمون عیظ فالایۃ الاوئی اور دھا العلماء فی کتب الکلام لابنات مخلوقہ جمیع افعال لعیان فعل الافعال لغير المتبادرۃ خاریجہ عنہا ولانہ انما بدعۃ سیکمہ والایۃ الثانیہ افادت ان احاطتہ تعالیٰ شاملاً بجمیع الاعمال متبادرۃ کانت

بشرح صحیح البخاری

او غیر متماں بہ والقول بخلافہ واللہ کلمۃ فیجہ ومع قطع النظر عن ہذا اکلہ نقول قولہ تعالیٰ لا یستلزم
 والطاحن الذین اور دہما ہذا المختصان بالمتماں لا واللہ العادی ہذا الکلام متماں علی تقدیر
 انیکون المراد ان التماں معتبر فی متعلق العمل بخلاف الفعل کما بنا دی علیہ قولہ یعنی ان العمل فیما
 یتمادی وان کان المراد ان التماں ملحوظ فی مفہوم العمل بخلاف الفعل کما یستفاد من آخر کلامہ یعنی ان
 علی الدوام والا ستمرار فنقول علی ہذا التقدير ایضاً یجوز الشکان السابقان فی قولہ بخلاف الفعل علی کل غیر
 لا بدلہ من النقل ولا فهو خلاف العقل علان ما کرنا من الایات لان فیہ علی بطلانہ برہان و ظہور
 و سیظہر ان ہذا لا یقدر علی اظہار ما فی الجہان بکلامہ الخ عن القصور والنقصان ولو سلم
 ہذا الفرق تطبیقاً علیہ فایۃ فائدۃ ترقبت علی ذالک اھمدان ہذا الفرق یدل علی ان المراد فی الجہان
 بالاعمال الافعال المتماذیۃ فلافعال المتماذیۃ بالذاتیات دون الغیر المادیۃ فان کان ہذا لہو المقصود
 فهو عند ذلک الباب غیر محمود بل مردود ولعل الوجه فی اختیارہ اعمال دون الافعال ما ذکرہ
 العلامة عبد الحکیم السیالکونی فی حاشیہ علی الخیالی من (ان المتبادر من الافعال عند الاطلاق العمل
 الجوارح) بخلاف الاعمال فاھا تشتمل فعال الجوارح والقلب کلھا اما اطلاق العمل علی فعل الجوارح فقط
 لا یحتاج الی النقل والمخصص یسلہ واما اطلاق العمل علی فعل القلب فمع قطع النظر عن الآیات المذکورۃ الدالۃ
 علیہ نقول انہ مؤید بالمحدث الذی فی البخاری رحمہ اللہ البہاری فی کتاب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل ہول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ای العمل افضل فقال یمان باللہ و ہو قولہ
 قبل ثم ما اذا قال الجہان فی سبیل اللہ قبل ثم ما اذا قال حج مبرور۔ فہذا المحدث کما یناید بوسطہ و
 آخرہ اطلاق العمل علی فعل الجوارح کن الذین یناید باقلہ اطلاق العمل علی فعل القلب فالاعمال علی ہذا
 اعم من الافعال فلذا اختارہا دون الافعال لعموم الاعمال قال المحقق الشیخ عبد الحق المحدث
 الدہلوی قدس سرہ فی شریک القوی فی شریک المعانی ما ترجمہ المحدث فی الفہرست یعنی حج عمل قلب قالہ
 اخذہ ترک قولہ و با اثباتات یثبت مقبول و معتبر و نور و کولہ بدان مترتب نکر و واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال
 (النیات) نیتہ کی جمع ہے اور نیت وہ کچھ ارادے کو کہتے ہیں کسی چیز کا بھی ہو اور اصطلاح شرع میں صرف ارادہ طاعت کہتے
 ہیں جو طاعت کیساتھ مقرر بھی ہو کما فی التعلیم یہاں بھی معنی مراد ہیں کما فی شریک المعانی نیت اور قصد اور عزم قلب کہتے
 ارادہ ہونے میں مشترک ہیں اگر فرق یہ کہ عزم اس ارادے کو کہتے ہیں جو فعل پر مقدم ہو۔ اور قصد وہ ہے جو فعل کے ساتھ ہوا اور نیت وہ ہے جو
 منوی معلوم کیساتھ مقرر ہو یعنی نیت میں قرآن کیساتھ یہ بھی معتبر ہے کہ وقت تعلق نیت منوی معلوم ہو۔ ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں
 جس سے دو متساوی چیزوں میں سے ایک کو ترجیح دی جائے خواہ یہ صفت قدیم ہو یا حادث نیت قصد عزم میں ارادہ سارہ معتبر
 اسی واسطے ان کا اطلاق جماعتی عزائم میں درست نہیں بخلاف ارادہ کرا کے اطلاق صحیح ہے قال فی فیض البہاری (واعلم ان
 المستبر فی الارادۃ خواصہا من المراد ولا یحتبر فیہ غرض المرید بخلاف النیتۃ فاھا یحتبر فیہ غرض فلذا
 لا یدان یتراک معھا ذکر الغرض فیقال نوبت لکن بخلاف الارادۃ فانہ لیستعمل بدون ذکر الغرض ایضاً
 فیقال اراد اللہ سبحانہ ولا یجب ذکر الغرض فلذا لا یقال نوبت بل یقال اراد اللہ اقول حاصلہ ان ارادۃ

لما اعتبر فيها الغرض فلو اطلق لفظ النية في جوابه تعالى لا وهم لتعليل افعاله بالاغراض مع اتحاد قولان افعال لتعالى
 لا تعليل بالاغراض وقد مر من تحققها في مقدمته وانه لا استحالة في كون افعاله تعالى معللة بالاغراض و
 ان ما نرى عمود في بطلان باطل نعم لما استعمل الراحة في لسان الشرع دون النية اقتصرنا في الاطلاق على ما
 ورد في الشرع ورأينا التفسير بما لا يري به الاطلاق اولى وكذا استعملنا عن اطلاق الغرض فيه تعالى وقد وقع
 في مقدمته مسلم وجوه التبريزي والله تعالى اعلم **أقول** مع قطع النظر عن القصور في العبارات و
 وكذا غماض عن الفتوى في التعبيرات فيه نظر من وجوه **أقول** قل هل الحق لا يجوز تعليل افعاله تعالى
 بالاغراض وهو الاشاعة والمعتزلة قالوا بوجوب التعليل الفقهاء قائلون بالجواز والمراد بالغرض المنع في
 قولهم ما يكون باعثا وسببا لا قد اقام الفاعل على الفعل هذه المسئلة مشهورة بين المخوارج العوام و
 اقيم عليها البهتان في كتب الكلام ولذا ذكر من كلامه الموافق وشيخه ما اثير في اثبات المذهب
 لتشيده وازاحة شكوك الخالف وتضعيفه ليتجمل لك حقيقة الحال ويتكشف لديك فساده قال تعالى
والفصل الثامن من المرصد السادس من الموقف الخامس في ان افعاله تعالى ليست معللة بالزعم
 اليه ذهب الاشاعة وقالوا لا يجوز تعليل افعاله تعالى بشئ من الاغراض العلة الغائية وافقهم على
 ذلك جماعة الحكماء وطوائف الالهيين وخالفهم فيه المعتزلة وذهبوا الى وجوب تعليلها وقالت
 الفقهاء لا يجب لك لكن افعاله تابعة لمصالح العباد تفضلا واحسانا فالتا في اثبات مذهبنا بعد ما
 بينا من انه لا يجب شئ على الله تعالى فلا يجب حينئذ ان يكون فعله معللا بغرض لا يقع منه
 شئ فلا يقع ان يحلوا افعاله عن الغرض بالكلية وذلك يبطل مذهب المعتزلة وسهان يبطلان
 المذاهبين معا اعني وجوب التعليل ووقوع تفضلا احدا مما لو كان فعله تعالى لغرض من تحصيل
 مصلحة او دفع مفسدة كان هو ناقضا لذاته مستكমা لا يتحصيل ذلك الغرض فانه لا يصح لغرض
 الفاعل الا ما هو اصل له من علمه وذلك دون ما استوى وجوده وعدمه بالنظر الى الفاعل او
 كان وجوده مرجوحا بالقياس اليه لا يكون باعثا له بالفعل على الفعل وسببا لا قد اقام عليه بالضرورة
 فعل ما كان غرضه واجب ان يكون اصله للفاعل اليق به من عدمه وهو معنى المكمل فان
 يكون الفاعل مستكما بوجوده ناقضا لذاته فان قيل لا تسلم الملازمة لان الغرض قد يكون غائلا
 الى الفاعل قيل مما ذكرتم من نقصان والاستكمال قد يكون غائلا الى غير ذلك فلا يلزم فليس يلزم
 من كونه تعالى فاعلا لغرض ان يكون من قبيل كمال اذ ليس كل من يفعل لغرض منه اى من قبيل الاول
 بل ذلك في حقه تعالى محال لتعاليه عن النظر والاعتناء فنعين ان يكون غرضه لرجاء الى عبادة و
 هو الاحسان اليهم بتجصيل مصالحهم ورفع مفاسدهم ولا يحذر في ذلك قلنا تقع غيرة والاحسان
 ان كان اولى بالنسبة اليه تعالى من عدمه جاعلا للزام لانه تعالى يستند حينئذ بذلك النفع
 والاحسان ما هو اولى به واصح له وان لم يكن اولى بل كان مساويا او مرجوحا لم يصح ان يكون غرض
 لما من العلم الضرورى بذلك بل نقول كيف يدعى وجوب تعليل افعاله تعالى بمنافع العباد وانما العلم

فصل
 في
 بيان
 الغرض

ان خلوا اهل النار في النار من فعل الله تعالى ولا تقع فيه لهم ولا غيرهم ضرورة. فانها اي ثاني
الوجهين ان غرض الفعل امر خارج يحصل تبعاً للفعل ويتوسطه اي يكون للفعل مدخل في وجوده
وهذا احتمالاً يتصور في افعاله اذ هو تعالى فاعل لجميع الاشياء ابتداءً كما بينا فيما سلف فلا يكون
شيئاً من الكائنات والحوادث وافعالها افعالاً راعية لتأثير قد رتبته ابتداءً بلا واسطة لا غرضاً للفعل آخره
مدخل في ابتداء وجوده بحيث لا يحصل ذلك الشيء الا به ليصلح ان يكون غرضاً لذلك الفعل خاصلاً
بتوسطه وليس حصل البعض من افعاله كقائه غرضاً اولى من البعض الآخر اي لا مدخل شيء منها في
وجوده الاخر على تقدير استنادها باسرها اليه على سواء فجعل بعضها غرضاً من بعض آخر دون عكسكم
بحسب فلا يتصور لتعليل في فعله اصلاً وايضاً اذا علمت افعاله بالاغراض فلا بد ان لا انتهاء الى ما هو
الغرض والمقصود بنفسه ولا تسلسل لا غرض الى ما لا غاية له ولا يكون ذلك الذي هو غرض و
مقصود في نفسه لغرض آخر لانه خلاف ما فرضنا اذا جاز ذلك بطل القول بوجود الغرض اي قد انتهى فعله
الى فعل لا غرض له وهو الذي كان مقصوداً في نفسه قد يقال لا يجب في الغرض كونه مغايراً للذات بل
يكفيه التغاير لا اعتباري استجواب اي لمعتزلة على وجوب الغرض في فعله تعالى بان الفعل الخالي عن
الغرض محتمل وانه فيجب بالضرورة يجب تنزيهه الله تعالى عنه لكونه عالماً بالقيوم واستغنائه عنه فلا
يحتاج الى فعله من غرض يعول في غيره فنيا للعبث والنقص قلنا في جوابهم ان افعالهم بالعبث ما لا غرض
له فيه من الافعال فهو اقل المسئلة المتنازع فيها التي نحن بخبر ان يصدر عنه تعالى فعل لا غرض فيه
اصلاً وانتهى بمنعونه وتعبرون عنه بالعبث فلا يجد بكم لغوا وان اردتم بالعبث امراً آخر فلا بد لكم
او لا من تصويره اي تصوير ذلك الامر الآخر حتى نفهمه ونصوره فلا بد ثانياً من تقريره اي بيان ثبوت
ذلك المفهوم للفعل على تقدير خلوه من الغرض ثم لا بد ثالثاً من الدلالة على امتناعه اي استعماله الفعل
المتصف بذلك المفهوم الاخر على الله سبحانه حتى يتم مطلوبكم وقد يقال في الجواب للمعتزلة ان العبث ما كان
خالياً عن الفوائد المنافع وافعاله تعالى حكمه متفقه مشتملة على حكمه ومصلح لا تخص لاجل افعاله
تعالى لكنها ليست اسباباً باعثة على اقدامه وعلا مقضية لفاعليته فلا تكون اغراضاً ولا عللاً غائية
لافعاله حتى يلزم استماله بها بل تكون غايات ومنافع لافعاله وانما كمرتبة عليهما فلا يلزم ان يكون
شيء من افعاله عبثاً خالياً عن الفوائد وما ورد من الظواهر الدالة على تعليل فعله تعالى فهو محمول
على الغاية والمنفعة دون الغرض في العلة الغائية وقال العلامة عبد الحكيم السيالكوفي في حاشيته
على البيهقوي المطبوعة في المطبع المرصون اتماماً لقوله بعض جهال الصوفية من ان عبادتنا لذاته
فصلان فارعة عن الاغراض والاعراض فقد قال الامام في الاحياء انه مجهول وكفى لان عدم التعليل في
الافعال مختص بذاته تعالى الثاني ايها الطالب قد علمت في الوجه الاول من نظرننا فساد ما قال
من وقوع تعليل فعله تعالى بالاغراض واكن نقل ما مر من تحقيقه في المقدمة حتى يتحقق عند
انه لم يرد في الفهم كلام العلماء ولم يعط حظاً من الادب فيجترى كل الاجترار ليسب الزعم الى

تحقيقاً فهو يسمى باطلاً عليه تحقيقاً ولا يفهم ما يقول فيناقض نفسه صريحاً قال في المقدمة ص ٥٥
 (أفعاله تعالى معللة بالاعراض إما لا قد ضمن قوماً أفعاله تعالى غير معللة بالاعراض ويرهنوا غيب
 فى مقامه قلت وما ذكره فاسد لأن غاية ما وجهه به هو لزوم الاستكمال بالغير فاعاله تعالى
 لا تنوقف على غرض لا تعلل به ووجه الفساد ما ذكره الشيخ ابن الهمام رضى الله عنه فى التحرير
 الفقهاء والمحدثين اجمعوا على أن أفعاله تعالى معللة بالاعراض لا يدخل فيه الاستكمال فإن كانت
 تعالى هى التى استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض فذاته تعالى لا تخلو عن الكمال فى مرتبة من
 المراتب) وبعد ذلك كلامه لا تعلق له بما نحن فيه ثم قال صاحب فض البرى فى آخر الكلام (والأنسب
 عندى أن يترك لفظ الاعراض فيما أن أفعاله تعالى معللة بالغايات والفرق بين الغاية والغرض غير
 خفى على السليح الله تعالى أعلم) فيما أيتها الطالبون انظروا هذا الكلام هو الذى سماه التحقيق وهو كذا
 ربه قول أهل الحق والتدقيق وفساده لا يخفى على البلدة الصبيان فإن كنتم فى ريب مما قلنا فاستمعوا
 لما نتقى عليكم من البيان أما أولاً فقد ذكرنا فى ابتداء الوجه الأول من النظر أن أهل الحق ينفقون عن
 أفعاله تعالى الغرض بمعنى الباعث لا قدام الفاعل على الفعل هو المستلزم للاستكمال المستحيل و
 لا يكتفى من الغاية المترتبة على الفعل كما هو مصرح فى كلام المذكور من شرح المواقف فى قوله وأخيراً
 وخططنا عليه ليحل لك النظر إليه ولم يثبت بكلام الشيخ ابن الهمام رضى الله تعالى عنه لا أن
 تعالى الغرض بالمعنى المذكور بل المفهوم من كلام الشيخ هو الغاية المترتبة حيث قال فان كما ليته
 تعالى هى التى استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض) وأهل الحق لا ينكرونها وأما ثانياً فلو
 سلم أن المفهوم من كلامه هو الغرض بالمعنى المذكور فلا يصح أن يرد بكلامه المذكور قول أهل
 الحق كيف ولم يعم على صحة الغرض بالمعنى المذكور ولما لا حتى يندفع به لزوم الاستكمال ما ذكره لا
 يقطع عرق الاشكال كما لا يخفى على أصحاب الكمال انظروا الى ما قال ولا تنظروا الى من قال بجمع القول
 لا يكفى فى مقام الاستدلال أن كان صاحبه من أرباب العظمة والجلال سيما إذا لم يكن من قدوة هذا الملة
 لم يعلم أن المسئلة ليست من الفقه بل من الكلام ونحن مقلدون فى فرع العقائد لا ما أمر إلى المنصوص
 الما تريد قدس الله تعالى سيرة القوى هذا على تقدير أن يكون المنسوب إلى الشيخ من كلامه وعندى
 لا ينبغي الاعتماد على نقله وكتاب التحرير ليس عندى حتى اطابقه به وأما ثالثاً فالحجبة عن العجالة له يدعى
 تعليل أفعاله تعالى بالاعراض ثم نقول فى آخر الكلام معترفاً بالفرق بين الغرض والغاية ولا نسبته
 أن يترك لفظ الاعراض يقال أن أفعاله تعالى معللة بالغايات هذا هو القرار على مأمنة الغارم إلا إذا
 وجهه لا نسبته فأن الغرض لا يخلو من أن يكون له معنى لا يليق بحجابه تعالى أولاً صلى الله عليه وسلم كيف لا نسبته
 بل عدم الجواز متعين على الثانى الغرض الغاية متساوية الاقدام فى الاطلاق فال تفصيل غير معقول عند
 المذاق وعندى أنه لم يقف على هذا أهل اللغة فى التعليل لا لم ينع فى التلبس والتضليل رأى فى كلام
 الشيخ أن أفعاله تعالى معللة بالاعراض فتفوق بما نقول بما ذكره ولم يحفظ أنه قول الفقهاء والمحدثين

لا تحقیق الاشاعة والما ترید بینین ولما اخطی فی قلبه ان الغرض کما الماعث لا قد ام الفاعل علی الفعل وهو
لا ینطق بجوابه تعللی تخاشعنه فی آخر الکلام علی ویدیه القاصو عن اداء المراتب وقال لا نسب ان ینتزع
لفظ الاعراض ویقال ان افعالہ تعللی معللة بالغایات فحصل بما ذکرنا ان القول بالتعلیل لیس قابلاً للتعویل
لانہ یوجب الاستکمال المستحیل لان عدم التعلیل فی اهل الزناد وعلیہ الاعتماد الثالث الوجه فی عدم
اطلاق النیة والعزم والقصد علی ذاته تعالیٰ هو ان کل واحد من هذه الثلاثة اسم للارادة الحادثة وهی
سببها من متعال عنهما قال العلامة الشافعی قدس ستره الشافعی فی ردة المختار معرف النیة (وهی لغة عن القلب
علی الشیء) ثم قال بعید هذا (ثم العزم والقصد والنیة) اسم للارادة الحادثة لكن العزم المتقدم علی الفعل و
القصد المتقدم بہ والنیة المقترن بہ مع دخوله تحت العلم بالمنوی وبهذا اظهر ما قد قال فی فیض الباری
والنیة قبل المصلوہ لیس استکمالاً ان ینعلم بقلبه انه ای مصلوہ ینصلي فذلک لک فی الموضوع) وذلك لان النیة
لیست بصیغۃ عن العلم بل هی فعل القلب فتكون من مقولة الفعل نعم العلم ینیزہما وهو من مقولة کیف
کما علیہ المحققون واختاره للملین قال العلامة الشافعی لان العلم من کیفیات النفسانیة کما حقق فی
موضعه علانہ لو كانت النیة عبارة عن العلم کما اتفقہ بہ هذا ینیزہم ان من علم الکفر صلی کافر لانه
نوی الکفر من نواہ فقد کفر صریح بہ المحققون والکلام وان اضطررنا للتطویل لا ینحصر علی الافاقه والتخصیل
والله تعالیٰ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب (امرع) بمعنی مرد۔ یلفظ الفاظ عربیہ سے ہر کاسمین سراء ہر کاسمین
کے تابع ہے اختلاف عال سے جو حرکت ہمزہ پر آتی جائیگی ویسی ہی سراء پر۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان اموراً ثلاث ینکحل
امرء بوجہ بین شان یغنیہ۔ چو کہ معرکے آخر سے پہلے جو حرکت ہوئی ہے اسکو حرکت بنائی گئی ہے اسلئے بطریق بیان مبادیہ کیا
گمراہ ہے کہ کوئی حرکت بنائی ہے جو اختلاف عال سے مختلف ہو جو جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس امر میں مصلوہ کی حرکت کو بھی خبر
ہمزہ کے مرء آتا ہے اور اسکی موت بھی دونوں طرح آتی ہے۔ امرأۃ۔ امرأۃ (ھجوۃ) لغت میں معنی ترک ہے اور اصطلاح شریعہ
میں بغیر طلبہ ضائے الہی ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرے وطن میں سکے چلے آئے کو کہتے ہیں حدیث میں ہی معنی ملوں ہے جو بسلام میں روئے واقع
ہوئی۔ اولیٰ ولد الخوف سے ظاہر کہ ملن کی طرف انتقال جیسا کہ بعض صحابہ نے ارشد اسلام میں مشرکین کے شرفیہ کے خوف سے حبشہ
کی طرف ہجرت فرمائی اور گھر سے مدینہ کی جانب ہجرت بھی کی قبل سے ہی وہم و لالہ الحوبہ کا اسلام کی مابین انتقال عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے اور یہ بھی کہ بعد ہوئی ہندوستان چونکہ دارالاسلام ہے اسلئے یہاں اگر کوئی شخص ملے کہ
یاد دینیہ متعلق ہو جائے تو شرعی ہجرت ہوگی۔ فاحفظوا ایھا الطالبون فان الناس غافلون (دنیا) دراصل ادنیٰ اہم تفضیل
کمی مؤثر ہے۔ غلبہ سمیت کے باعث معنی وصفی پر باقی نہ رہا اسی لئے اہم تفضیل کے تیز طریق استعمال میں سے کچھ ساتھ یہاں پر متعلق نہیں
یوہ الف مقصودہ زائد غیر منصوص ہے۔ متکلمین اس تمام مخلوق کو دیکھتے ہیں جو آخر سے پہلے وجود میں آئی خواہ اربعہ قبائل ہو یا افعال یا استقامت
کن فی حمدہ القاری سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ارشاد فرمایا حبیب الی من دیکر النساء والطنین قرۃ
علینی فی الصلوۃ یعنی تمہاری مدینہ کی چیزوں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے قلب میں ڈال گئی اور میری آنکھ کی خشک نازیں ہے
لیکن یاد ہے کہ ان چیزوں کی محبت قلب اندر میں اپنی ذاتی اقتضائے تھی بلکہ بعض مصلح کے ماتحت عارضی طور پر پیدا کی گئی تھیں جنہوں کی محبت
عارضی ہوئی۔ اسلئے حبیب بے صفہ محمول ارشاد فرمایا تحقیق محبت قلب پاک میں صرف صلی اللہ تعالیٰ ہی کی تھی اسی واسطے ارشاد فرمایا۔

بجوہرت بریت حصول دنیا اس رشتہ کے بعد تو اس میں کسی حکم ان کلمات سے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہے یا نہیں۔ اور بر تقدیر ثانی
مستوی ہوتی کہ کفائہ آئندہ میں جو دنیا حاصل کرے گا کسی عورت سے نکاح کرے گا ارادہ سے ہجرت کرے گا تو اسکی ہجرت مقبول ہوگی اس
صورت میں اسادت پیشتر جو ہجرت بارادہ حصول دنیا واقع ہوئی۔ اس طرح حکم معلوم ہوا کہ اس پر کیا سختی ہو یا نہیں جواب کا نہ
فعل ناقص لایا کہ اسے باز لے سے مجزہ و کفر نسبت کے لئے ہے جب اسکی سیر کر میں ہے انہ کان فاحشۃ و مقنا جمل حریف جلیس
میں ہے عقل ان کان نڈا و قبل غیر انڈا لکنہا منسلخۃ عن خصوص الاما ضی اور صادی عیشہ جالیس یرایت و کان
کان فریق منہم سیمعون کلام اللہ فرمایا والمراد من کان النسبة لان هذا الکلام فی کل من موجود ان من الذی
کلا فین کان قبلہم پس کہا جاسکتا ہے کہ یہاں پر بھی کانت کسی طے کے ساتھ مقتدی نہیں و دیوں میں جواب سے کہتے ہیں کہ اگر کانت یہاں
پر زمانہ ماضی کیلئے ہے تو زمانہ تقبل کی ہجرت کا حکم اس پر قیاس کہ معلوم ہوا یا اس طرح معلوم ہوا کہ مکلفین کے احکام میں صبیغ ماضی اور
صبیغ مستقبل سے تفاوت نہیں ہوتا اور کانت مستقبل کے لئے ہے تو زمانہ ماضی کی ہجرت کا حکم اس پر قیاس کر کے معلوم ہوگا (فہجرت تالیفی
الی ما اھاجر الیہ) الی ما میں احتمال ہے۔ اقول یہ کہ ہجرت کا ظرف لغو ہے اس تقدیر پر فہجرتہ مبتدائی خبر قاصدہ محذوف ہے اس
صورت کا پہلا فقرہ یہاں پر مذکور نہیں وہ یہ ہے فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ یہاں بھی کانت
میں سابق کی طرح ووا احتمال ہے۔ تاہم اس تقدیر پر الی اللہ ورسولہ ظرف لغو ہے ناقصہ اس تقدیر پر ظرف مستقر ہو کر خبر
اور فہجرتہ الی اللہ ورسولہ میں الی اللہ ظرف لغو ہے تو اس مبتدائی خبر کا ملة محذوف ہوا اور الی ما اور الی اللہ میں دوسرا
احتمال یہ ہے کہ ظرف مستقر ہو کر خبر ہو جائے۔ سہ سوال اس حدیث فقرہ اولی میں من کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ شرط ہے
اور فہجرتہ الی اللہ ورسولہ جزا ہے اور فقرہ ثانی میں من کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ شرط ہے اور فہجرتہ الی ما اھاجر الیہ جزا
ہے الی ما اور الی اللہ کا ظرف مستقر ہونا درست نہیں و لازم آئے گا کہ دون فقروں میں شرط جزا متحد ہو جائے حالانکہ دونوں میں ظاہر مفوی
ہے پس الی ما اور الی اللہ کا ظرف لغو ہونا مستقیم ہوا اس تقدیر پر شرط و جزا میں تضاد باقی رہتا ہے کیونکہ فقرہ اولی میں شرط جزا اس
صورت میں فہجرتہ الی اللہ ورسولہ کا ملة ہوگی اور فقرہ ثانی میں فہجرتہ الی ما اھاجر الیہ قاصدہ جواب شرط جزا میں
معنوی تضاد مفوی ہے جو الی ما اور الی اللہ کے ظرف مستقر ہو کر بھی باقی رہتا ہے۔ اسلئے کہ شرط جزا کے لفظی اتحاد سے بھی جزا کی
تعظیم میں نہ کہیں اسکی تعظیم میں مبالغہ مقصود ہو تا ہے جبکہ مبتدائی خبر کے اتحاد سے بھی تعظیم کی تعظیم اور کبھی اسکی تعظیم میں مبالغہ مقصود
اس حدیث کے فقرہ اولی میں اتحاد مبالغہ فی تعظیم کی سطر اور فقرہ ثانی میں مبالغہ فی التوقیر کے لئے ہے جیسا کہ ارباب باریق پر غنی نہیں۔
ظہر باریق میں فقروں کی شرط جزا معنوی طور پر متغایر ہو گئی نہ ثابت ہو گیا کہ الی ما اور الی اللہ کا ظرف مستقر ہونا بھی درست ہے۔
قال فی فیض الباری مللہ اللہ ما المراد بقوله ما لوی هل المراد منه الغایة والثمرۃ و عین ما فوی
ولا ظہر عندی ہو الثانی فکل یجد فی آخرہ عین عملہ و عین ما ینویہ فی دنیاہ و لہذہ الدقیقۃ و مع
الجزاء بعین الفاظ الشرط و الناس لما لم یتقل نہا تھم الیہ شمر و اللجباب عن اتحاد الشرط و الجزاء مع
ان فی الحدیث اذا من اللہ ورسولہ الی من ہاجر الیہا فی الدنیا انہ یجد ہجرتہ تلافی بعینہا فی الاخرۃ و
من ہاجر الی دنیا او امر الا لا یجد ہا الا تلافی ولا یظلمہم ربک احد ا و قال تعالی ووجدنا ما عملوا لخاصوا
فہذہ حقیقۃ غفل عنہا الناس فہو ان فی الدنیا اعمالا و فی الاخرۃ ثمراتھا اما اشکل علیہم مسئلۃ
التقدیر و قالوا ان الاعمال لما کان من اقلادہ و تقدیرہ فترتب الجزاء علیہا غیر ظاہر اقول سیاتی مع

الوجه في تقرير هذا الحدِيث المسمى بالفيض الا شرفي في الحديث الفاروق ان المراد بقوله عليه الصلوة والسلام
 وكل امرؤ ما قوى وكل امرؤ ثواب نيته فانتظره مفتشاً ولا تصنع الى ما تقوه به شيئاً امّا الا فتخاربهما اوردني
 من وجه اتحاد الجراء بالشروط فبين على مثال الذوق فمثله كمثل الصفاوي وجد السكروا فساداً في الآفة
 فجعل يقول ان السكروا في نفس الامر وهذه حقيقة غفل عنها الناس الى الان ولم يلتفت الى فساد ذوقه
 لا ينقلب عليه اسم الغفلة والهديان فان كنت في ريب مما قلونا عليكم يا اصحاب التحصيل فاستمعوا من ادرك
 الاختلال بالتفصيل امّا اولاً فلا نه استدلال على وجدان عين لا عمال بقوله تعالى ووجدوا ما
 عملوا محضاً وهو ناش من سوء الفهم وعدم الرجوع الى التفاسير وذلك لان المراد وجدان الاعمال
 مكتوبة في صحفهم والمراد وجدان جزيء الاعمال بتقدير المضاف قال في البيضاوي ووجدوا فلما عملوا
 كما امر ام مكتوباً في الصحف ولا يظلم ربك احداً فيكتب عليه ما لم يفعل ويريد في عقاب الملائكة لعله
 وقال بلوى البوالسعود في تفسيره ووجدوا ما عملوا في الدنيا من السيئات او جزاء ما عملوا حاضراً
 مسطوراً عند الله ولا يظلم ربك احداً فيكتب ما لم يعمل من السيئات او يزيد في عقابه المستحق فيكون اظهراً
 لمعدلة القلم الا ترى ولم يدعها احد من المفسرين الى ما تقوه به هذا كيف وهم اساطين الملة عقلاء
 هذا من ريب من الجنون كما لا يخفى على اولى النعمان انما انيا فلوسلم فلا استدلال به على وجدان عين الهجرة
 الى الله ورسوله غير صحيح لان المراد بعملوا السيئات كما مر من تفسير ابن السعدي وذلك لان الآية
 وردت في حق الجبريين حيث قال تعالى وروضع الكتاب فتوى الجبريين متفقين مما فيه ويقولون يا
 ويلتنا ما لهذا الكتاب لا يفاد صغيرة ولا كبيرة الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا يظلم
 ربك احداً ولما كان المراد بعملوا السيئات فلا يتم الاستدلال بهذه الآية على وجدان عين الهجرة
 الى الدنيا ايضا لانها ليست بمعصية مطلقاً كما في الفقه وما تأتلفيت شرعى ما معنى وجدان
 عين الاعمال في الآخرة هل صفاء ان يصل في الآخرة من صلى في الدنيا وينكى من زكى ويصوم من صام
 ويحج من حج ويعتمر من اعتمر وكذلك في جميع الحسنات ويكون في الآخرة من كذب في الدنيا ويشرب الخمر
 من شرب ويؤذي من يؤذي ويسرق من سرق ويقامر من قامر ويلوط من لاط وكذلك في جميع
 السيئات فيجب ان يقلب دار الآخرة قدر التكليف والعصيان ولم يقل به احد من اهل التوقيف والعرف
 او معناه وجدان الاعمال مشككة باشكل مختلفة حسنة كانت او قبيحة كما وردت به اخبار خيرة
 البرية عليه الثناء والحمد وذلك لان الاعمال اعراض لا جواهر فلا تبقى الى يوم الاخر بل تحدث في آن
 نفسي في آخره والبقاء بالامثال وعليه المتكلمون لحيث لم يبق معنى العبيدية التي عليها مدار الافتخار
 ومنها نشأ الانزاع بالعلماء الكبار فتعوى بالله العلى الجبار وما راجعاً فما فهم العلماء من ان
 في الدنيا اعمالاً وفي الآخرة ثمراتها هو الذي نطق به الآيات القرآنية ووردت به الأحاديث النبوية
 قال تعالى فلا تقلم نفس ما اخفى لهم من قرءة اعين جزيء بما كانوا يعملون وقال تعالى انهم حرسوا
 بها دهم جميعهم جزيء بما كانوا يكسبون وقال عليه الصلوة والسلام الدنيا مزعة الآخرة ولم يشك عليهم

ہر دو چیز پر فریدہ حق شناس
لیک تھو کہ وہ اس ہاں فیکس -
نسبہ کا شکل وانقول بعد مظهر
تربہ الجزاء علی
الکلمہ فریہ بلا مریدہ کیف
ولا شکل عند الخدم
عن الخدم اولی الاحترام
نعمہ لا شکل وعدم
اعطاء فہم القرآن
ولکدیث یجزی جماعی
لذنیما من لم یبادب فی جناب
العلماء فیما ب محمد لا
تجعلنا منہم واجعلنا من
المتأویب باداب حبیبک
الکریم علیہ الصلوۃ
والسلاام اما خامسا
فلو سلم ان الاعمال من
تقدیرہ تعالیٰ ولین لفعل
العبد دخل فیہا فترتب
الجزاء علیہا فی الآخرۃ
ظاہر ایضا لا شکل فیہ
عندہم ولا عندنا لان ترتیب
الجزاء علی الاعمال فی الآخرۃ
من فعل الحکم تعالیٰ
شانہ ونحن وہم مؤمنون
بقول حقانی لا یسئل عما
یفعل فہر یسئلون ثم ہدم
آخر ما بناہ اول احیث نقل
فی آخر الکلام بیتا من
نظمہ وهو هذا - ولین
جناہ ذاک عین فعالنا -
وقد وجد واما یعلون
وعولہا فصلا
ما لئی نقصت غزلہا من
بعد قوۃ الکفا وقد بقی
النجایا فی الزواہی لا محافۃ
الالیاب ما البقیۃ متبعا
منہا

باب المعانی

بخت الحجاب

(انما الاعمال بالنیات) کلمہ انما قصر کے لئے موضوع ہے یا تاکیدیہ کے لئے کما علی الخاتم اس تقدیر پر اعمال المسبب
کے معرفت بلا م جنس ہونے سے قہر مستطاد ہوگا لغت میں قضی یعنی جس ہے اور اصطلاح میں بڑی طریق سبب کو کہے کہ دوسری شے کے
ساتھ مخصوص کرنے کو کہتے ہیں شے اول کو مقصود اور شے ثانی کو مقصود علیہ کہا جاتا ہے طرق سبب یہ ہیں - عطف - نفی و استثناء - تقدیر
بانتہا - توسط ضمیر فصل بتعریف مسئلہ بلا م جنس بتعریف مسئلہ بلا م جنس ہر ایک کی دو قسم قہر و قہر
علی العطف اور قہر صفت علی الموصوف اور قہر اضافی تین قسم ہے - قہر افراد قہر قلب - قہر تعین و التفصیل فی مقامہ حدیث میں قہر
موصوف علی العطف اضافی ہے - بتحقق اخلاف ثواب الاعمال موصوف مقصود ہے - حاصل بالنیات صفت مقصود علیہ ہے اور
حاصل بدون النیات صفت ثانیہ ہے کلی نسبت قہر ہے - یہ قہر اضافی قہر افراد ہے - قہر قلب - قہر افراد اس لئے نہیں کہ اس میں شرکاء
کو دونوں صفت متناہی نہیں دیدیاں ہر حاصل بالنیات اور حاصل بدون النیات میں متناہی ہے اور قہر قلب اس لئے نہیں کہ اس میں حکم متکفر
کے برعکس غلطی کا اعتقاد ہو بلکہ جو یہاں پایا نہیں جاتا وہ لازم کے کہ صحابہ کرام کا اعتقاد تھا کہ ثواب عمل بغیر نیت حاصل ہوتا ہے نیت سے
حاصل نہیں ہوتا جو کہ روکنے کے لئے فرمایا انما الاعمال بالنیات یعنی ثواب عمل نیت سے حاصل ہوتا ہے بغیر نیت حاصل نہیں ہوا اور کلام
باطل ہے اس لئے کہ جب اعتقاد کیا جائے کہ بغیر نیت ثواب عمل حاصل ہوتا ہے تو سلم العقل انسان سے مقصود نہیں کہ اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی گئے
نیت کے ساتھ ثواب عمل حاصل نہیں ہوتا نیت کوئی بری چیز تو نہیں کہ ثواب عمل کے طور پر بلکہ نیت کا وجود عدم سے بہتر ہے اسی واسطے عقل سلیم کہ
اقتضاد ہے کہ جب بدون نیت حصول ثواب کا اعتقاد ہو تو اس کے ساتھ یہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ نیت کے ساتھ حصول ثواب بدرجائی ہوگا
کیونکہ نیت سے حدیث میں بارہ طاعت مراد ہے کما سبق وسمیاتی مقصودا - پس یہ قہر اضافی - قہر تعین ہر مخاطب کو کہ نیت
تھا کہ ثواب الاعمال موصوف حاصل بالنیات کے ساتھ متصف ہے یا حاصل بدون النیات کے ساتھ متکلم بلعنی علی تعالیٰ علیہ

بشیر القاری

اور جس نے حصول دنیا کو واسطے یا کسی عورت سے نکاح کر کے کسی غرض سے ہجرت کی تو اسکی ہجرت اسی چیز کو واسطے ہوئی جس کی غرض سے ہجرت کی ہو اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل میں نہ ہو جسکی کو موجب ثواب ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں کو کہا ہر آدمی تمہیں کہتے تھے لیکن امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کئی امت میں اس امر کی تصریح نہیں ملی کہ یہ عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک اس مقدمہ پر فرمائی تھی طبری نے صحیح کتب میں یہاں امام قسطلی کا مقدمہ روایت کیا ہے کہ اس میں نہیں کہ حدیث مذکور کے فرماتے کا اسٹ ہا جام قریب تھا کہ تھا صحابہ اہل بیت دوم اسلام سے پیشتر کفایت نہیں کی تھی بلکہ انھیں عربی لڑکیاں بھی انھیں مروجہ نکاح میں دیتے تھے اور ان کے لئے یہ ہمارے نکاح مسلمانوں میں مساوات قائم کر دی گئی تو بہت سے لوگ ہاں بیت ہجرت کے مدینہ منورہ پہنچے کہ عربی عورتوں سے نکاح کر لیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ حدیث بیان فرمائی ہے حدیث دوم کہ یہ تقریر علامہ ابن حنبل نے علامہ ابن حنبل سے نقل کر کے افادہ فرمائی امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر چند وجہ تفسیر کی اقول یہ کہ اس چیز کا نقلی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے لیکن ہاں اس کی حدیث صحیحہ نہ فرمائی تھی وہ بھی انھیں نے جن خاتونوں سے نکاح کرنے کی نیت سے ہجرت کی تھی وہ عربی تھیں۔ دوم یہ کہ ہر نئے کفایت نہیں تھی بلکہ انھیں عربی خاتونوں کو نہ دینے کی نسبت مطاعنا اہل عرب کی طرف متوجع نہیں کہ قبل اسلام بہت سے عربی لڑکیاں بھی انھیں جلیفوں کی طرح لڑکیاں بیچا رہی ہیں۔ سوم یہ کہ اسلام نے کفایت نہیں کو باطل کر دیا علیہ السلام کا ہندوستان نہیں جیسا کہ اس تقریر سے مراد منہم ہوتا ہے اس لئے کہ کفایت نہیں ابھی تک اسلام میں مستحب ہے۔ اقول تنقید دوم اور سوم کا جواب لیکن یہ کہ کفایت نہیں کو ہدایت کرتے تھے اپنی لڑکیاں بھی انھیں انھیں کے نکاح میں دینے سے منع فرمایا ہے کہ عرب کی اکثریت اس پر کاربند تھی اور اسلام نے کفایت نہیں کو نظر انداز کر دیا۔ چوتھی حدیث کے فرق کا شکار وہ ہمارے نکاح مساوات قائم فرمادی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ عربی کفایت نہیں کو جو ہجرت سے پہلے ہی تھی کفایت نہیں سے عربی عورت کا نکاح درست ہی نہیں اس کو اسلام نے برقرار نہ رکھا ہمارے انسانی مساوات فرمادی کہ کفایت نہیں کو ہجرت سے پہلے ہی تھی انھیں مساوات سے جائز ہے لیکن عورت کے ہونا کہ وہ حق بھی ہوا گیا ہے کہ لڑکیاں کی اجالات کے بغیر ایسا کر بیٹھے تو وہ فاسق کے یہاں نکاح کو منع کر سکتے ہیں۔ اشعة السمعات میں موقوف علی الاطلاق شیخ عبداللہ بن محمد دہلوی قدس سرہ القوی نے ماہیت دوم کو موقوف علیہ فرمایا ہے اس لئے کہ تنقید دوم کا جواب اس طریق سے دیا گیا ہے کہ اس مقدمہ کا کوئی نقلی ثبوت ان کی نظر میں موجود نہ ہو گا اللہ اعلم بالصواب

توجہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

چند وجوہ سے اقول یہ کہ ہماری مشائخ میں کئی تالیفات سے چونکہ حدیثی سنت کو جمع کرنا مقصود تھا اس لئے سب سے پہلے کتاب بیان دی گئی اور اسے قائم فرمایا اور وہی چونکہ شیعہ اہل بیان کرنے کے لئے ہوئی ہے نظر میں اس باب میں سب سے پہلے حدیث اعمال ذکر فرمائی تھی۔ یہ امر ضروری ہے کہ شیعہ شیعہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقائد کی قیامت ترک کر کے ایک عام مذہب خارجہ میں تشریف لائے۔ یہ مذکورہ سے خارجہ کی طرف ہجرت تھی جسکو نزول وحی کے واسطے مقدّمہ قرار دیا گیا تھا لہذا اس سبب کہ نزول وحی کے حالات بیان کرنے سے پہلے اس حدیث کو ذکر کیا جائے جو اس کے مقدمہ پر متعلق ہو کہ قدرت الشوق کو شیعہ کے احوال سے پیشتر ذکر کرنا مناسب ہے۔ پس حدیث اعمال کو ترجمہ الباب کے ساتھ مناسب ہوئی کہ اس میں توجہ الباب کا مقدمہ مذکور ہے۔ سوم یہ کہ حدیث کا تعلق مذکور بالا آیت سے اس طرح ہے کہ فعل او سعی متعدی پر مفعول ہوتا ہے اقل مفعول کی جانب بنفس متعدی ہوتا ہے اور ثانی کی طرف ہی مفعول الی آیت میں اوجینا کا اقل مفعول مذکور نہیں امام بخاری طبرانی نے آیت کے بعد حدیث اقل کر کے اشارہ کیا کہ یہ اوجینا کے مفعول اقل میں اقل ہے کہ ثواب اعمال کے موقوف ہونے کی وجہ سے اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب کی گئی جس طرح حضرت نوح اور ابراہیم

لا یخفی اعمی فلم یرفع احتمال ارادۃ کلا القسمین من الحکم المذکور وہدوئہ کا بنم الاستدلال للسطو
واللہ تعالیٰ اعلم ہذا الصمد (۲) تقریر استدلال۔ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ صحت کلام یا اس کے صدق کے
لئے جو چیز مقدمہ مانی جائے بشائی علماء و احناف سے قاضی امام ابو زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک کو مقتضی کہتے ہیں جس طرح
الماکلا عمال بالنیات کی صحت کو اسطے بالنیات کے متعلق کی تقدیر ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجزائے کلام یعنی سزا لیا و سزا
منتفی نہیں ہو سکتے اس طرح الماکلا عمال بالنیات کے صدق کو اسطے تقدیر واجب ہے کہ یہ کلام کا ذب ہو جائیگا۔ اسلئے
کہ استفراق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب یہی معنی ہوں گے کہ تمام اعمال عبادت نیت کیساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر نیت موجود نہیں ہوتے۔
ظاہر ہے کہ جیسے بہت سے اعمال از قبیل عبادت بغیر نیت صادر ہوتے کہتے ہیں تو کلام کو کذب سے بچانے کے لئے ضروری ہوا کہ کسی مناسب
چیز کو مقدمہ مانا جائے۔ چونکہ منصب سالت شرعی احکام بیان فرمانا ہے لہذا حکم دہنوی صحت، یا حکم اخروی ثواب مقدمہ مانا جائیگا
لیکن صحت و تقدیر ملنا بہتر ہے کہ نسبت از اب اقرب الی الحقیقہ ہے کما صبیح پس تقدیر عبادت بہ ہوگی۔ اتنا صحیحۃ الاعمال
بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت کی صحت عند الشیخ نیت کے ساتھ ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں ہوتی یا تقدیر عبادت بہ ہوگی۔ اتنا
الاعمال صحیحۃ بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت نیت کیساتھ شرعاً صحیح ہوتے ہیں۔ بغیر نیت صحیح نہیں ہوتے و ہوا مطلوب
ان دونوں تقدیر کا مفاد اگرچہ ایک ہے مگر پہلی تقدیر اولیٰ ہے باوجودیکہ اسمیٰ حذف میں آول حذف معنای تو م سزا
خبر اور دوسری میں صرف حذف خبر ہے اسلئے کہ حذف معنای اور مقام خبر میں فعل عام کا حذف دونوں کثیر الوقوع ہیں و تمام خبر میں
فعل خاص کا حذف قلیل الوقوع ہے۔ اور شک نہیں کہ لہذا عربیت کثیر الوقوع کا اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

شافعی استدلال کا پہلا جواب

اصل فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مستدل کی دلیل کافیہ تسلیم کر کے جواب دینے کو قول بالموجب کہتے ہیں چنانچہ مذکورہ
بلا شافی استدلال کے جواب میں علماء احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے قول بالموجب اختیار فرمایا یعنی یہ تقدیر صحت استدلال کا
نتیجہ مسلم ہے کہ ہر عبادت کی صحت کو اسطے نیت واجبہ بغیر نیت عبادت صحیح نہیں ہوتی مگر اس سے صرف اتنا لازم آیا کہ وہ مسائل عبادت
نیت عبادت نہیں مثلاً بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو عبادت نہ ہوا کہ اسکی صحت کے لئے نیت ضروری تھی جو مفروضہ صحت میں مفقود ہے
لیکن نزع اس میں نہیں کہ بغیر نیت وضو عبادت ہوتا ہے یا نہیں چنانچہ شافعی کی طرح احناف بھی قائل ہیں کہ وضو کے لئے نیت عبادت نہیں
نزع تو اس میں یہ کہ نیت وضو نماز کے لئے وسیلہ بن سکتا ہے یا نہیں یعنی اس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حدیث مذکورہ جواز عدم جواز
دونوں سے ساکت ہے۔ شوافع عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف جواز کے اسلئے کہ وضو نماز کیلئے شرط ہے اور شرط ذات معقوبہ نہیں ہوتی
بلکہ اسکی تفصیل غیر کو اسطے وسیلہ ہوتی ہے تو میں طرح بھی حاصل ہوگی وسیلہ بن جائیگی پس نہ عبادت اور نہ شرط نماز کی طرح وضو بھی ہوا
کہ جیسے اُنکے وسیلہ بننے میں نیت کی احتیاج نہیں ایسے ہی وضو کے وسیلہ ہونے میں نیت کی ضرورت نہیں۔ لہذا وضو کے لئے نیت بھی ناگزیر
ہو جائیگی۔ لہذا انقول فی سائر الوسائل الا المصمم فانہ خصص اتھا بالدلیل۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جواز نماز کو اسطے
وضوئے عبادت شرط ہے اور بغیر نیت جب وضو عبادت نہ ہو تو اس سے نماز کی جائزہ ہوگی کی اذافات الشرط ذات الشرط
تو جواب میں کہا جائے گا کہ مدعی پر واجب ہے کہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل قائم کرے کہ جواز نماز کیلئے وضوئے عبادت شرط ہے۔ بغیر اس دعویٰ
مسموع نہیں ہو سکتا۔ ولین یقیناً

نیت
موجب
موقوف
کی استدلال
دوسری
تقریر

الماکلا عمال بالنیات کی صحت کو اسطے بالنیات کے متعلق کی تقدیر ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجزائے کلام یعنی سزا لیا و سزا

انتہی نیت عبادت نہیں مثلاً بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو عبادت نہ ہوا کہ اسکی صحت کے لئے نیت ضروری تھی جو مفروضہ صحت میں مفقود ہے

مفہوم حدیث امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

انشاء الاعمال بالنیات میں اعمال پر الف لام یاء استعراق ہے تو اصل عام ہو اگر قلب کا لب کے افعال الذیل الخیر اور خواہ از قبیل ترک عبادت مہل و اعادات جسکے سبب اس میں خلل ہیں عبادات پر مقتضائیں جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
 اور نہ استعراق باقی نہ رہیگا۔ بالنیات میں نیات صحیح نیت کی ہے اور نیت کے لغوی معنی دل کا پختہ ارادہ اور شرعی معنی ارادہ طاعت
 کما سبق یہاں پر شرعی معنی مراد ہیں لغوی مراد نہیں بخیر و بدوہ۔ اولاً اس لئے کہ لغوی معنی مراد لینے پر کلام منصبیت کے خلاف ہو جائیگا
 کہ منصبیت بہت شرعی احکام بیان فرمانا ہے اور اس تقدیر پر کلام سے شرعی حکم مفہوم نہ ہوگا کیونکہ منصبی ہونے کا احتمال ارادہ قلب کے ساتھ
 ہونے میں بغیر ارادہ حاصل نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حکم شرعی نہیں ڈنوی نہ خودی کہ محبت ثواب و نزل ارادہ طاعت پر موقوف ہیں۔
 ثانیاً اس لئے کہ لغوی میں جب لغوی اور شرعی دونوں معنی کا احتمال ہو تو شرعی معنی کا احتمال ہو تو شرعی معنی کے مراد
 ہونے پر قرینہ بھی ہوا سوت تو ان کا مراد ہونا متفق علیہ کما یقین فی الاصول اور یہاں پر ضمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ معنی
 شرعی کے مراد ہونے پر قرینہ ہے کہ ہجرت الی اللہ ورسولہ کے معنی ہیں وہ ہجرت میں جہاد رسول کے لئے ہو یعنی ارادہ طاعت کے ساتھ
 ہوا ورنہ انشاء الاعمال بالنیات پر متغیر ہے اور متغیر ہونا اسی وقت درست ہوگا جبکہ اس میں نیت سے شرعی معنی ارادہ طاعت مراد
 ہوں۔ ثالثاً اس لئے کہ شوافع کے نزدیک بھی اس کلام کے صادق ہونے کے لئے تاویل واجب ہے حالانکہ لغوی معنی مراد ہونے کی تقدیر پر تاویل کی
 احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ اس کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعمال عبادت ارادہ سے موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ موجود نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ
 اس کلام کے صرف یہ کوئی شک شبہ نہیں تو یہ جانب متعدد تقدیر صحیحہ یا مقام خبر میں تعلق خاص کی تقدیر یہ ضرورت ہے۔ لیکن وہ
 بایں ہر ضرورت کے قائل ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی نیات سے شرعی معنی مراد ہیں لغوی معنی مراد نہیں جب ثابت ہوا کہ نیات
 سے شرعی معنی مراد ہیں تو جو محمد بن علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کلام متروک الظاہر واجب التاویل ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہونے
 کہ تمام اعمال ارادہ طاعت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ طاعت موجود نہیں ہوتے ارادہ معنی صادق نہیں اس لئے کہ ہر دن رات کثرت
 ایسے اعمال صادر ہوتے رہتے ہیں جن کے بعد کے وقت ارادہ طاعت نہیں ہوتا مثلاً نشست و برخاست رفت و گشتار خواب و بیداری۔
 خند و لوش۔ نشست و خواند تعلیم و تعلم وضو غسل۔ وغیرہ تمام غیر منوعہ اعمال اگرچہ ارادے سے صادر ہوتے ہیں ان افعال اختیاری ہیں مگر یہ وقت و مکان
 و اس اوقات ہائے قلب میں زیادہ نہیں ہوتا کہ ہر ان افعال کو اعمال کی تحصیل میں یا محبوب فعل اللہ تعالیٰ طلبہ اگر کلام کی تباد میں کہہ رہے ہیں
 حالانکہ ارادہ طاعت کا لغوی معنی ہے جب معلوم ہو کہ یہی صانع نہیں تو کلام کو ان جتنی معنی پر ہر قرار رکھنے سے نبوی کلام کا کذب لازم آئے گا جو محال ہے
 اس لئے کہ وقت و باطن من اللہ و ان حق کا ادنیٰ یحییٰ ان کی صفات ہے۔ لہذا واجب ہو کہ منصبیت سلامت کے مناسب معنی مجازی پر
 کلام کو محمول کریں تاکہ نبوی مراد نہ نکلتے ہو۔ چونکہ منصبیت سلامت شرعی حکم بیان فرمانا ہے اور حکم شرعی دو قسم ہے اول ڈنوی جیسے محبت ایمان وغیرہ
 جیسے ثوابا لے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہاں پہا لغوی مراد ہے ڈنوی مراد نہیں کلام میں مجازی بخلاف ہے۔ تقدیر عبادت یہ
 انشاء ثواب الاعمال بالنیات۔ اولاً اس لئے کہ تقدیر صحت مراد ہونے پر لازم کہ وہ ہجرت فاسدہ شروع کرنا دوست ہو حصول دنیا و آخرت
 کا حاج کے ارادے سے کی گئی تھی لیکن وہ فاسد نہیں رہے کہ لگاتار ہوتی تو اشرف دنیا محبوب کیا ہے اللہ تعالیٰ طیبہ سلم تہجد ہجرت کا حکم دیا
 لاس لئے کہ اس ہجرت و من تھی لیکن تہجد ہجرت کا حکم نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ ہجرت فاسدہ فاسدہ نہ تھی ہوتی لیکن تہجد ہجرت کا حکم دیا
 مراد نہیں جب نبوی حکم صحت کی لغوی ہو گئی تو خودی حکم ثواب ثابت ہوا و لہذا مطلوب۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیر ثواب پر اجماع ہے جب کوئی

بشریہ صحیح البخاری

بشریہ صحیح البخاری

حضرات نے نقل فرمایا۔ لہذا وجد اجل بر صاحب تلخیص کا نسخہ وارد فرما دیا۔ مسند نہیں۔ کذا فی فوائد الرحمن شرح مسلم الشیخون۔
 سوال یہاں بہترین احتمال ہے۔ تقدیر صحت۔ اور تقدیر ثواب۔ اور حکم عام کی تقدیر جو صحت اور ثواب دونوں کو شامل ہے اول کے ابطال
 سے ثانی کا ثبوت نہ ہوگا تو قیثکے ثالث کو باطل نہ کیا جائے اور بہتر یہی ہے کہ حکم مقدمہ میں تاکہ دنیوی اور آخری دونوں کو شامل ہو جائے۔
 جواب اول یہاں پر حکم عام کے دونوں۔ اول صحت۔ دوم ثواب۔ جب اول کی نفی ہوگی تو حکم مقدمہ کی صحت میں شک نہ آئے گا
 صرف دوسرا فرض باقی رہے گا۔ تو حکم کا عموم جائز رہے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اول کے ابطال سے ثالث کا ابطال بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب اول اور ثالث
 احتمال باطل ہوئے تو ثانی ثابت ہو گیا۔ وہو المطالب جو اربعہ میں جب تقدیر ثواب اجزاء ہوا تو جس طرح تقدیر صحت باطل ہوئی حکم عام کی
 تقدیر بھی باطل ہو گئی یہاں سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اضافت سے جن حضرات نے اس حدیث میں لفظ حکم کی تقدیر کو جائز قرار دیا جیسے صدر
 الشریعہ صاحب شیعہ وقایا انہوں نے حکم سے عام معنی مراد نہیں لئے بلکہ ان کی مراد بھی حکم سے ثواب ہے۔ بشر دقایہ کے کلام سے یہ بات اس قدر
 روشن ہے کہ اس میں اصلاح نہیں۔ و قدما تلونا علیک ظہر تخافہ ما قل فی فیض البدری ص ۱۸۱ قول و کلام شامح العواقبہ وان
 کان اولی من غیرہ الا انہ خلاف الوجہ انما تقدیر الثواب الصحۃ فلا یصح عندی اما الاول فلان تقدیر الثواب
 یؤدی الی تخصیص فی الحدیث الاول بالذکر الاخرۃ فان الثواب العقاب من احکام الآخرة والثانی تخصیص
 بالطاعات فقط لا غماہی لہی یشاب علیہا بخلاف المعاصی فانہا یعاقب علیہا فلو قلنا ثواب لا اعمال بل لیاات
 یقتصر الحدیث علی احکام الآخرة ثم علی الطاعات واحکام الدنیا والمعاصی تخرج عن قضیۃ الحدیث وسدولہ
 ولا یبقی لہ علاقۃ بما مع ان الحدیث عام قطعاً فان المعاصی مذکورہ فی آخر الحدیث صراحۃ کما قالہ مکی نے
 جہتہ الی دنیا انہ یفعل ان الحدیث لہدین فی الطاعات فقط علان صحۃ الاعمال والطاعات ہی کونہا بحیث یلزم
 علیہا الثواب فاذا خلت عن الثواب فقد بطلت فصلا ما ل تقدیر الثواب والصحة واحداً فیلزم علیہما الزم
 علی من قدر الصحة ایضاً والترنمہ المصنفون الا انہم لافیہ نفعاً یسیر فی الجواب عن مسئلۃ النیۃ فوضو
 بہذا النفع الیسیر بالضرر والکتیر واختار ہذا التقدير مع انہ لا یجذبہم ایضاً کما سیجئ واما الثانی ای
 تقدیر الصحة فیودی الی تخصیص من ایضاً الاول باحکام الدنیا فان الصحة اسم لا شیماع الشرائط والا کرکان
 بحیث یسقط الظرف عن ہمتہ وکذا البطلان نقیضہ وہما من احکام الفقہ والدار الدنیا وحیدہ بل یقتصر
 الحدیث علی احکام الفقہ والدار الدنیا ولا یشمل حکم الآخرة والثانی ان من الاعمال ما لا یقال فیہ
 انہ صح او بطل فلان الصحة تجری فیما فیہ جہتان الخلة والحرمۃ اما احکام قطعاً او الحلال قطعاً فلا یقال فیہ
 انہ صح او بطل مثل من قتل رجلاً اولی او سوق فلا یقال فیہ انہ صح قتلہ وذلک وسو قتلہ او بطل فیکون الحدیث
 ساکتاً عن ہذا الاحکام مع انہ عام لجميع الطوائف کما علمت علان الصحة والبطلان ہذا الاصطلاح
 من المصطلحات الحاشیۃ ولا ینبغی ان یحمل الحدیث علی مصطلحات الفنون بل یجری علی صرافۃ اللغة
 ہذا کلام علی شوحہم اما اولاً فلان الفرق بین تقدیر الحکم وتقدیر الثواب الصحة بان الاول خلاف الوجہ ان
 والثانی فی حیز البطلان فمبغی علی شوحہم کلام شامح الوقیۃ فانہ لہدین بالحکم المعن العام الشامل للحدیث
 والاخری کما نبہناک علیہ انما حق یفرق بینہما بالطریق المذكور و یجوز الاول ولی من غیرہ بل لہدین
 بالحکم الثواب ذلک لانہ قل فی الجواب عن استناد کلامہم الشافعی فی اللہ تعالیٰ عنہ بلحدیث المذكور

سوال

جواب

جواب

دری

كان تقديره لا لفظ اليك بعد ما عرفت حقيقة المراق لان المراد بالنيات جنسها لا يتلوا ما ان يكون معناها الشئ
او اللغوي فان كان القول كما هو الحق وجري على لسانه ايضا من حيث لم يعلم في قوله على والذي امره
هو ان الحديث لم يرد في وجود النية وصدورها كما يشعر به تفاريعهم وانما وروى في بيان الفرق بين النية
الفاسدة والصحيحة فقال من كانت هجرته الى الله ورسوله فلهذه نية صحيحة وقال من كانت هجرته الى دنيا
يصيبها او امرأة يتزوجها فلهذه نية فاسدة والحديث فضل بنفسه آخر ما اجمله او لا وصرح بأنه لو لم يرد
في بيان حكم الاعمال التي فيها النية والتي ليست فيها النية بل جاء لمنفعة النية الصحيحة ومنفعة النية
الفاسدة وقد علمت انها عبارة عن المراقبة الطاعة فيكون معنى انما الاعمال بالنيات المحفوظات في القصر
ولا تستغرق ان تمام جميع الاعمال واعتدادها وثمرتها يحصل بالمراقبة الطاعة ولا يحصل بدونها فان
اختلفت المعاصي في الاعمال يلزم ان يكون تمام كل معصية واعتدادها وثمرتها يحصل بالمراقبة الطاعة
ولا يحصل بغيرها وهذا اللازم كما ترى باطل فاللزم ومكن ذلك وان كان الثاني فيلزم ان لا يضر عليه
ما بعده ولا يصح كونه تفصيلا لما قبله سواء دخلت المعاصي في الاعمال او لم تدخل مع انه معترف
بكون آخر الحديث تفصيلا لاوله اذ جنسها يكون معنى تمام الاعمال بالنيات ان تمام جميع الاعمال طاعة
كانت او معصية يحصل بالارادة ولا يحصل بدونها وفيه جزآن ايجابي وسلبى فلا بد في التفصيل من شيئين
يكون احدهما متفرعا على الايجابي وتفصيلا له والاخر تفصيلا للسلبى متفرعا عليه فقوله صلى الله تعالى عليه
وآله وسلم فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فلهذه نية صحيحة لو صح كون تفصيلا للايجابي بالنظر الى
وجود الارادة فيه فلا يصح كون قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها الخ
تفصيلا للسلبى لعدم انتفاء الارادة فيه فلا بد من انتفاها في تفصيل السلبى لان الايجاب السلبى ههنا
واعتبار وجود الارادة وعدمها نظرا الى كلمة انما وعلى هذا العمل الذي يقترون بالا رادة يكون تفصيلا
للايجابي والذي لا يقترون به يكون تفصيلا للسلبى الهجرة الى دنيا يصيبها او الى امرأة يتزوجها مقتزنة
بها فلا تكون تفصيلا للسلبى وانما تصلح له الاعمال الغير كالارادة لكن لا يتعلق بها حكم من الاحكام
الدينية والاخرية فهي خارجة عن الاعمال قطعاً لا يجوز ذكرها في التفصيل صلا للهجرة الى دنيا او الى امرأة
المذكورة في الحديث لو لم يكن كونهما غير مقتزنة بالارادة فذكرها في معرض التفصيل غير صحيح والحاصل انه يلزم
لما عرفت من انه القاري ان قصور الحديث على غير المعاصي اذ اريد بالنية معناها الشرعي ان اريد معناها اللغوي
فمقدوره باطل لاستلزامه المفسدة المذكورة آنفاً اما خلاصتها فان العلاقة مشعرة بالعداوة حيث اختلفت
عند نفسه معنى لصحة الطاعات شوقاً الى الاعتراض على العلماء السادات لخط مرتبتهم في عيون القاصرين انما
للتفوق عليهم وطلباً للتخسين من الجاهلين اذ لم يقل احد من المتكلمين والفقهاء بان صحة الطاعات كونهما بحيث
يترتب الثواب عليها حتى اذ اختلفت من الثواب يلزم بطلانها فقصير مال تقدير الثواب الصحة والحاصل الصحة
في العبادات عند الفقهاء عبارة عن كون الفعل مستطافاً للقضاء وعند المتكلمين عن موافقة امر الشارع وجب القضاء
اولم يجب فصوله من ظن انه متطهر وليس كذلك صحيح فعند المتكلمين لموافقة امر الشارع بالصلاة على حاله

غير صحيحة عند الفقهاء كونهما غير مسقط للقضاء وانت تعلم ان الصحة بمجذبين المعنيين لا تستلزم الثواب حتى يلزم
من انتفاء الثواب في العبادات بطلا بقا لان انتفاء اللازم يستلزم انتفاء المأزوم والقديرون المذكوران لم
يتحدوا ولا يتحدان كيف وقد ير الثواب هو الصواب لهذا الزمه اولوا الباب. واما سائر سافلان ما اورد على السادة
الشافعية من لزوم التخصيص على تقدير الصحة فقد مضى الجواب عنه فيما مضى لا يظيل الكلام بذكره مرة اخرى قد علمت كذا في
فر من الموت وفي الموت وقع حيث بالغ في الكفار على الذين اختاروا التخصيص اليه رجع. واما سائر سافلان
الوجه الثاني من لا يرد على الشوافع مصير منه الى لا عثر من مخرج المعاصر عن الاعمال كما اعترض به علينا
منعشلا حنا وقد فرغنا من البطالة ايضا فيما سلف فلا تكن من الغافلين. والجواب ههنا هو الجواب ثمه
فاحفظه ان كنت من المحصلين واما ثانيا فلان القول بجريان الصحة المفسدة في كلامه على كل ما فيه جهتا
من الحجة والحرمة كما يشعر به كلمة ما نداء من بعيد لان البيع وغيره من المعاملات فيه جهتان من الحجة
والحرمة فانه قد يكون حلالا وقد يكون حراما قال تعالى احل الله البيع وحرم الربوا مع ان التفسير المذكور
للصحة لا يجري عليه فانه تفسير للصحة في العبادات والبيع من المعاملات والصحة في المعاملات عباد
عز يكون العقد سببا لترتب ثمراته المطلوبة عليه شرعا كالبيع للملك والصحة من متغيرين ان المتغير
موضوعيهما فكيف تجري على أحدهما على ما تجرى عليه الاخرى واما ثانيا سافلان ما اذا اراد بقوله واما
الحرام قطعاً والحلال قطعاً هل اراد ما لم يكن فيه الا جهة الحرمة او الحجة كما يرشدك اليه المقتضى
بقا قبله اذ كانت حرمة او حلة ثابتة بالدليل القطعي كما يتبين من رايه الذين من لفظة قطعاً ان
الاول فبعض الامثلة المذكورة للحرام قطعاً بهذا المعنى من القتل والزنا والسرقة بالاطلاق غير منطبق
عليه اذا القتل قصاصاً حلالاً وكذا الزنا المرأة ليس بحرام قطعاً لان له حظاً من الحجة في حالة الكراهة
فلم يقتصر على جهة واحدة من الحرمة والحجة بل كل واحد منهما ووجهين فلم يكن حراماً بهذا المعنى
وان اراد الثاني فالقول بعدم اطلاق الصحة المفسدة في كلامه على الحلال بهذا المعنى غير صحيح لانه
الصلاة ثبتت حلتها بالدليل القطعي فهي حلال قطعاً وقد اضاف تلك الصحة اليها فيقال هي الصلوة
اذا استجمعت الشرط والركان بحيث يسقط الفرض عن الذمة وفي هذا المقام كلام بعد واما ثانياً
فلان ما عطف النظر عن عدم تمامية استدلال المشافعية كما اوضحنا فيما سلف فنقول ان هذا
العلاوة عليهم مبنية على الغفلة عن لفاظ الحديث فان لفظة صحة لا تقع فيه حتى يتوجه عليهم انهم
باخذ معناها الاصطلاحي حملوا الحديث على مصطلحات الفنون فنعلم قد في الصحة لعدم استقامة
ظاهر الحديث بدليل قضاءه عندهم وليس في ذلك من قبل الحمل لو سلم فنقول المعنى المذكور للصحة
شرعي والالفاظ محمولة على معانيها الشرعية في كلام الشارع عند الجمهور راد اليه ان كان قرينة على خلافها
كما او ما نال اليه في بيان مفهوم الحديث عند الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه والاي لم حمل الصلوة
والزكاة والصوم والحج في النصوص على معانيها اللغوية وهو فاسد قطعاً وهذه المسئلة مصوغة في كتب
الاصول من مختصر المنتهى الاصولي للامام ابن الحاجب شرحه للقاضي عضد الملة والدين مسلم القوت

في الأعمال بالنظر إلى العموم الرابع قلو قوت ثوابها على نية أخرى والأخرى أيضا عمل يشاب عليه وإخله في الأعمال
بالنظر إلى العموم الرابع فلا بد لها من نية ثالثة وهله جزءا لما يمكن تحصيل ثوابها لأحد من المكلفين فان ثواب النية
الواحدة على هذا التقدير لا يحصل إلا بوجود النيات الغير المتناهية المتتابعة عليها وهو صريح البطالان محلان
العالم بقصته وقضيضه والثالث باطل لأن الله تعالى لا يكلف نفسا ألا وسعها فالمقدّمون لك فيجب إخراج نية
الطاعة من الأعمال فكان علمون مفهوم الفقرة النبوية ان الأعمال عبادات كانت او مباحات افعال الجوارح
كانت او افعال القلوب ما عدا النيات ثواب جميعها لا يحصل إلا بإرادة الطاعة هذا ما عليه الأسلاف وأشدنا
إليه لا خفاف ولما خرجت نية الطاعة من الأعمال لمّا ذكرنا من الاشتغال فهدنا فيما تلا إلى حكمها المصطف
عليه وآله التحية والثناء بقوله وإنما الأمر ما نوى فهذا أيضا لا بد من التقدير لما مضى لا شك ان المنظور فيما
أفيد لك على ان الثواب أريد كما لا يخفى على من الفى السمع وهو شهيد فصار مفاد هذا الجملة النبوية ان كل
أمر أو ثواب النية والتقديم لا فلاة القصر بلا مرية والنية ودون العمل منزلة من حيث انها تكتب حسنة واحدة
وهو يكتب عشر أو ثمانية كان ثواب الفضل مختصا بالافسان فتواب الافضل أولى بالاخصا عن عند لوجبات
فهذه الجملة النبوية على صاحبها الف الف تحية كما يستفاد منها حكم النية ومن يستحقه بالتوضيح كذلك
يستفاد منها من يستحق ثواب العمل بالتلويح فلهذا رر قائلها عليه وعلى آله التحية والثناء هذا على تقدير كون ما
مصدريه وهو الجدير بعدم الاحتياج فيه إلى حذف الضمير وان اخذتها اسم الموصول فلا ارتباط بالنسبة
لما اقول لا ملام في كل أمر لا يستحق وتقدر الثواب يدل عليه السباق فصار المعنى ان ثواب الأعمال
يستحق لمن ينويها من العمال فالجملة الأولى مبنية لحكمها والثانية وردت ليبيان مستحبة او على هذا
التقدير يبقى حكم نية الأعمال لم ينطو عليه هذا المقال ولذا لم يكن مرصفا عند البال وبما ذكرنا ظهر
ان قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إنما الأعمال بالنيات يشير على بيان الحكمين احدهما ثبوت الثواب بالنية و
هذا التصريح والتأني استغناء عن انتفاء هذا بالنسبة المستفاد من الحصر لرداؤا ولا الحكمين كليان وبعد الفراغ عن بيانهما
فرع على كل واحد جزئيا من جزئياتها فقدم في التفريع الحكم المصريح بمرورية التصريح فقال فمن كانت هجرته الى الله و
رسوله فخرجته الى الله ورسوله وخر الحكم الا ان لم لا يخطا طريقه فقال ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او الى
امرأة يتكسب فخرجته الى ما هاجر اليه ويجوز التقرير يظهر لا ارتباط بين الجمل الثلاث كما لا يخفى و
الحمد لله على ذلك في الدنيا والآخرة وصلى الله تعالى على جيبه المصطفى وآله وصحبه المجتبى .

السُّؤَالَاتُ وَالْجَوَابَاتُ

سوال اکتلا اعمال بالنیات کے بعد وکل امور و ممالوی غرض میں تنکار لازم آتی ہے اسلئے کہ برحق احناف پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ کل اعمال کا ثواب نیکیت پر موقوف ہے اور دوسرے کے معنی یہ ہیں کہ ہر مرد کو اپنی نیت کا ثواب ملتا ہے چونکہ نیت ہی عمل قلب ہے لہذا کل اعمال میں داخل پس کل اعمال ذکر تک بعد اسکو ذکر کرنا تکبر اور ہوا جو ثواب کل اعمال میں نیت داخل نہیں حتیٰ کہ تنکار لازم آئے اسلئے کہ جملا اعمال پر ثواب ملنے کے لئے نیت خیر شرط ہے اور نیت خیر پر ثواب ملنے کی واسطے دوسری نیت خیر شرط

انہیں درہ تسلل لازم آئے گا جو حال ہے اور نیت خیر کے ثواب کی تحصیل ممکن نہ ہوگی کہ جب ایک نیت خیر کا ثواب دوسری نیت خیر پر موقوف ہو اور دوسری نیت خیر بھی ایک عمل ہے اور ہر عمل کا ثواب نیت خیر پر موقوف تو دوسری نیت خیر کا ثواب سب سے پہلے موقوف ہوگا اور دوسری بھی ایک عمل ہے اور ہر عمل کا ثواب نیت خیر پر موقوف تو دوسری نیت خیر کا ثواب جو پہلی پہلے ہوئی کا پانچویں پر اس طرح سلسلہ پڑ جائیگا اور ایک نیت کے ثواب کی تحصیل بھی ہو سکے گی۔ نظر برائے ائمہ کرام بالذات سے ماسوائے نیت جملہ اعمال کا حکم بیان کرنے کے بعد بعد ازاں امر و نہی کے نیت کا حکم بیان فرمایا۔ پھر افعال و اعمال بالذات پر چیزات کی تفریع فرمائی کہ جو نہی سے ہو جائے اس سے پہلی حکم مستغنی ہوگا اور اول وجودی کہ تمام اعمال کا ثواب نیت سے حاصل ہوتا ہے۔ دوم عدلی کہ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب نہیں ملتا جو نہی و بدو کو عدم پر شرافت حاصل ہے اسلئے وجودی کو تفریع میں مقدم رکھ کر فرمایا من کا نیت شجرۃ الی اللہ و رسولہ فحقیقۃ الی اللہ و رسولہ پھر عدلی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا ومن کا نیت شجرۃ الی اللہ و رسولہ فحقیقۃ الی اللہ و رسولہ فحقیقۃ الی اللہ و رسولہ پھر عدلی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا ومن کا نیت شجرۃ الی اللہ و رسولہ فحقیقۃ الی اللہ و رسولہ فحقیقۃ الی اللہ و رسولہ

جسورۃ الخطیۃ فی هذا المقام وهو كما ترى لا يقبله الذوق السليم فالعجب بكل العجب ان طبعه يقبل لسقيم
ویرد المستقیم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وبعد للتیاء والقی نقول ان احتمال المترد ولا یجوز علی
اختلافی معنی لمحدث الیضا من اننا لمحدث ورد فی بیان الفرق بین النیة الصیحة والفاسدة وجعل الجملة
مذكورة بیا نالنیة الفاسدة و کسی ما قدمت یلا فی الا فی فسطح فیما اندمخه واخله فی الاخری فیجات
الکدی لا یسوء ولا ینسی سوال حصول ثواب کیلے کیا تفصیل نہایت ضروری ہے اجمال کافی ہے جواب اجمال اور تفصیل میں ایسے نسبت
ہے اگر نسبت برائے کے لئے ہے جیسے اسدی میں تھا جالی کے معنی اجمال بعض اور تفصیل کے معنی تفصیل بعض اور اگر نسبت نسبتہ الجزئی الی
الکلی ہے جیسے فلکیات میں تھا جالی کے معنی فرد میں کمال اجمال اور تفصیل کے معنی فرد میں التفصیل اور اگر نسبت دونوں باتیں نہیں۔ تو
اجمال کے معنی متعلق باجمال تفصیل کے معنی متعلق تفصیل اور یہی حال اجمال باطل میں داخل دوم اسلئے کہ اجمال تفصیل مصدوی معنی پر ہے۔
یا معنی محل مفصل بر تقدیر اول نتیجہ بعینہ معنی مصدوی ہوگی اگر نسبت برائے کے لئے ہے یا معنی مصدوی کا فرد اگر نسبت برائے قابل نسبتہ الجزئی
الی الکلی ہے۔ اور دونوں مترامی ہوتے ہیں تو نسبت کا مترامی ہونا لازم آئیگا جسک بطلان ظاہر ہے۔ لیکن اجمال تفصیل کا مصدوی معنی پر ہونا باطل
ہوا۔ بر تقدیر دوم نہایت محل معنی اور مفصل معنی ہوگی اگر نسبت برائے برائے ہے۔ یا محل مفصل کا فرد اگر نسبت برائے قابل نسبتہ الجزئی
الی الکلی ہے۔ اور دونوں باطل اسلئے کہ اجمال معنی محل تفصیل معنی محل تفصیل کا چار معنی پر بطلان آتا ہے انہیں سے کوئی بھی نسبت برائے قابل نہیں آئے
اول جیسے محدود اجمال پر اور محدود تفصیل ہے۔ اس میں تفصیل محل کیلئے فرد ذہنی ہوتی ہے نہایت جسک باعث عمل پر ثواب ملتا ہے حال تکلفین
نہ ہے اور افعال تکلفین اشخاص تکلفہ ہی کیا معاہدا اشخاص محدود تکلفہ میں نہ معاہدہ نہایت نہ محدود ہوتی نہ رہتا یہ معنی نہایت کا اجمال اور
تفصیل ہونا باطل ہوا۔ دوم جیسے تقدیر چلیا معاہدا کا محکمہ محکمہ جلی خد اجمال اور تقدیر تفصیل ہے۔ اس میں بھی تفصیل مترامی ہوتی ہے نہایت اگر
بایں معنی اجمال ہو سکتی ہے لیکن تفصیل ہونا ممکن نہیں نہ مترامی ہونا لازم آئیگا۔ اس تقدیر پر نسبت کو تفصیل کہنا درست نہ ہوا۔ اور اجمال کہنا اگر
درست ہو مگر بابت ثواب اعمال بطلان نتیجہ غیر نہیں بلکہ مقام سے بیگانہ ہو۔ سوم وہ امور کثیرہ متمایزہ فی الوتیر جسک لحاظ وصولی اس
طرح ملحوظ کیا ہو کہ مرتبہ فی اذیل کیلئے حصر سے ممتاز نہ ہوں۔ یہ ملحوظ لحاظ وصولی اجمال ہے اور وہ امور کثیرہ تفصیل ہیں تفصیل اجمال کیلئے
جزو وغیرہ ہوتی ہے نہایت ہمیشہ میں معنی اجمال نہیں ہو سکتی اسلئے کہ وہ ملحوظ لحاظ وصولی تھا لحاظ ہر موقوف ہونیکے باعث اعتباری ہوتا ہے
اور نہایت اعتباری نہیں حقیقت واقعی ہے اور بایں معنی تفصیلی نہ ہونا ظاہر ہے کہ تفصیل امور کثیرہ سے عبارت ہے اور نہایت واحد شخصی ہے چہاں
وہ شے واحد امور کثیرہ کے حدوث کیلئے مجرد ہوا اور وہ امور شمس کے لئے جزا اور خارجہ ہوش ذہنیہ اس سے مترامی اس شے واحد کو
اجمال دران امور کو تفصیل کہتے ہیں جیسے تم اجمال ہے اور شائیں ہے اسکی تفصیل نہایت مجوزہ کا تفصیل ہونا الظہرین الشمس ہے کہ وہ واحد
شخصی ہے اور تفصیل امور کثیرہ سے عبارت ہے۔ اور اجمال نہ ہونا مادی ناظر ہر کہ وہ امر محدود کے حدوث کیلئے مشاہداتی ہے نہ امور کثیرہ کے لئے
کیونکہ نہایت ہوش سے مراد ارادہ طاقت ہے۔ کما سبق اور اعتباری افعال کے حدوث کے لئے ارادہ مشاہدہ ہے مگر بفضل کا ارادہ علیہ ہوتا ہے
ایک ارادہ چند افعال کے لئے مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اور احتمال سوم۔ اسلئے باطل کہ اسوقت نہایت اپنے متعلق کے اجمال و تفصیل ہونیکے وجہ سے
اجمالی اور تفصیل ہوگی اور نہایت ہوش کا متعلق محل واحد شخصی ہے۔ اور محل اشخاص پر اجمال و تفصیل معنی مصدق ہوتا ہے جس معنی محل مفصل و
وہی خرمیاں منگیر ہوں گی جو نسبت کا اجمال و تفصیل یا محل مفصل ہونے پر نہیں بجز اسکے کہ محل واحد شخصی ہو سکے اور چہ معنی کے اعتبار سے اجمال
ہو سکتا ہے لیکن در بابت ثواب اثر انداز نہیں۔ اور تفصیل ہونا تو کسی معنی کے لحاظ سے درست نہیں ہو سکتا پس اجمال اور تفصیل کیسے اور نہایت کی توصیف
لغو ہوئی اور سوال مذکور یہ معنی ٹھہرنا لیا مقصود وسائل ہے کہ بعض محل جزا ہونے میں جیسے وضو غسل نماز وصول ثواب کے لئے

بشریح مجسم البخاری

شرکاء میں ایک نیت کافی ہے یا ہر جز کی ابتداء میں نیت فردی ہوگی۔ اس کا جواب ہے کہ ابتداء میں ایک نیت کافی ہے مثلاً اگر ایک شخص
میں بارود کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں۔ یا سیدنا حبیب کبریا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء میں کرتا ہوں یا راہ نیت جو
آخر تک مکمل ہوتی ہے گا بلکہ درمیان میں منافی کا پیدا ہونا بھی ضروری نہیں حصول ثواب کیلئے اس کا نیت ہے۔ یہ فردی نہیں کہ غسل پر غسل
غسل پاؤں میں سے ہر ایک کے شروع میں ہی نیت کی جائے کیونکہ موضوع ان چاروں کے عبادت کے شواہد ایک ہی عمل ہے اور ہر ایک عمل پر حصول ثواب
کے لئے ایک نیت شرط ہے اس لئے کہ حدیث میں عمال و نیاات یعنی جمع وادرجہ اور مقابلہ الجمع بالجمع انقسام الاعمال علی الاعاود کو مقتضی
ہوتا ہے یا میں خیال کیجئے کہ الف لام پر لئے استفراق ہے تب بھی یہی مفاد ہوگا پس سوہن ثواب مرتب ہونے کے لئے ایک نیت لازم ہوئی
جو حکماً آخر تک مستمر رہے گی اگر آٹھ یاں منافی پیدا ہوگی مثلاً غسل کہیں مضطر استنشاق غسل و در غسل بدین تک ہی نیت ہی چرویا کا
ادھار کیا اسیاقی اعضا کا غسل و مسح سر ہی ناکہ رائے کے باعث جو اتنی ہی اس پاک نیت کی بقا ہے گی اور ثواب صرف ہونگا۔
جیسے نماز کی ابتداء میں ایک نیت کافی ہے جو آخر تک قائم رہتی ہے۔ درمیان میں یا کا پیدا ہونا حصول ثواب پر اثر انداز نہیں آتا۔ اور المختار ہے کہ
میں ہے۔ قال فی التشریح النیۃ وافتتح الصلوۃ خالصاً للہ تعالیٰ ثم دخل فی قلبہ الریاء فہو علی ما افتتحہ والریاء انما
لو خلا عن الناس لا یصل ما لو کان مع الناس یصل فاما ان کان مع الناس یحسبھا ولی حدیث لا یحسن فہو ثواب
اصل الصلوۃ دون الاحسان۔ اب واضح ہوا کہ سائل نے نیت میں عمل کو اجمالی نیت سے تعبیر کیا تھا اور ہر جز کی نیت کو تفصیلی نیت سے
اطلاق الفاظ میں ہے۔ وجمہد الجواب فہو بخلافہ ما قال فی بعض الباری من ان رقلہ انما الاحمال بالنیات
یہر بکثریۃ النیۃ لا جمالیۃ وقلہ انما کل امرء ما فوی بشیئہ تفصیلھا فانہ اذا وجد ما فواہ ولم یجد ما لم یجد
فقد لزم منہ القصر الذی یشہد ان النیۃ الاجمالیۃ کافیۃ لاحراز الثواب قطعاً ولا یجب سنو جملاً لا تروی ان
من ربط فرسانی سبیل اللہ بحصول اللہ اجر علی رقلہ وقلہ واستانہ دور یہ ولفہ وشوبہ مع انہ لم یستعمل لفظ
بجزئیات عند ربطہ فی سبیل اللہ اما انہ لانہ فی توصیف النیۃ بالاجمال التفصیل لکان کھذا السائل علیہ
ما علیہ من القصور فی التعبير ولا فالوصف بالنظر الی المعانی لذلک کونہ للتفصیل بالاجمال لا واقفہ اطلاقاً
اسر باب العلم والکمال بل کھو مری وعلی صاحبہ لہذا ذکرنا منہ انہ لکان فلم یجد لھا معنی خامساً بدھنہ فیما
ظاہر فلعن اللہ یحدث بعد فی ذلک من اوامراتنا لیا فلان الحقول با شعاع رقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
وانما کل امرء ما فوی بتفصیل النیۃ فبہی علی کون ما فی ما فوی موصولة وقد مر فی تقریرنا السمی بالمشہد لا شرکی
انہ خلاف الظاہر واما انہ لکان لا استدلال علی ہذا الا شعاع بوجدان المنوی مع عدم وجدان غیر المنوی
غیر مشہد لان المطلوبہ النیۃ التفصیلیۃ وہی جملۃ عند السائل لذلک کون نیتہ متعلقہ بکل جز وجزء من لہذا
العمل علی سبیل لا فہر ولا یلزم من استفادہ النیۃ کون کل جزء من اجزاء العمل غیر منوی حتی یشہد
المطلوب لان کل جزء منوی بقیۃ العمل مثلاً ای نوی الموضوع فقد نوی کل جزء منہ رکناً کان وبقیرہ لان الموضوع
افعال مخصوصہ لا غیر فنیۃ الموضوعیۃ نیتہ لذلک الافعال بعینھا ولا تقول ان الموضوع کل ذلک الافعال اجزاء
منہ فہا متغایرین بالاعتبار فکیف یکون نیتہ الموضوع عن نیتہ لذلک الافعال لان ہذا التقایر بعد تحقق
المصلد فی فیکون فی العنوان دون المنون والنیۃ تنطبق بالمعنون حدیث العنوان لانہ ہو الما موری بہ بخلاف
العلم فانہ یتعلق بکلہما ومن ثم یتصف بالاجمال والتفصیل فیقال العلم بالکل علم یجمع جزئیاتہ اجزائاً

منہ
نہی
ہو

یعنون بکالا کشفات الغیر الثامر بالعلم التفصیلی لا کشفات الثامر. نعم کثیراً ما لا یخطر فی القلب عند ابتداء
الوضوء کل جزء جزء منه فعذا عدم العلم التفصیلی لا عدم النیة والمنوی یکفی العلم الا جمالی
الثانی عند عبادة عن العلم وقد ذکرنا فی باب اللغة مع الرجل علی وجهه انیق وهذا هو الیصلی ضله عن سواء
الطریق واما سائر اربعاً فلان المسلمانه فالفرق بین انما کمال احوال بالنیات وانما کمال امر ما لوی بان لا یلزم
باجمال لیسة والثانی بتفصیلها فیمد بدل هنا سبیلان فی وجوب الا شعائر بتفصیلها لان الا شعائر فی الثانی مبنیة
المعصر هو حاصل فی کل قول ایضا فاعمال لا تقبل واما احاطة مسألاً لان الاستشهاد علی کفایة النیة لا یجوز
بقوله لا یزید من رب ربنا فی سبیل الله فی غیر محله لان رب ربنا الغیر من وجهه واستثنائه وسمیة و
شروع وعلیه (هذا ان کل یفختین کما هو الظاهر الا لزم انتشار الضمائر لیس من اجزاء عمل الیصلی حتی
یصلی اربعة فی مقام الاستشهاد وان کان کما یحصل قطعاً لانه منصوص علیه فالوجه للکفایة ما قلنا
فی وجه الیه وهذا آخره لا یردنا علی خصاً فیض الباری فی شریعة حدیث الاعمال الذیات تارکین لکن یزیدون
الایات والطعنات صوناً للوقت العزیز عن کاهنائة والله تعالی وحی التوفیق والهدیة وعلی الله تعالی علی
حبیبه المصطفی وعلی آلہ وصحبہ المجتبی. سوال معرفة الیصلی ما یجب له لیس الا سائر اربعاً لیس فی شریعة
جواب اس معرفة سے اگر نفس علم اربعہ تویت شریعت نہیں اولا اس لئے کہ ثواب اعمال کی اس شرطت شریعت ہے الیصلی عمل علی شریعت
کیونکہ فعل کی ہے بلکہ از قبل کیفیات ہے جو مقولہ فعل سے نہیں ہوئی تا نیا اسلئے کہ نیت کی اسلئے منوی کا علم لازم ہے تو
اگر ثواب معرفت نیت پر موقوف ہو تو قبل حصول معرفت اللہ عزوجل کا معروف لازم آئیگا جو مال ہو لیکن اس عمل کے لزوم کا تحقق صرف
اس ایک صورت میں ہوگا جبکہ ایسا شخص حصول معرفت کا ارادہ کرے جبکہ اصلاً معرفت حاصل نہ ہو علاوہ ازیں اس میں ہی معرفت واجب نہیں
اور اگر معرفت الہی سے مراد نظریۃ الدلیل ہے تو اس پر حصول ثواب کی واسطے نیت مفروض ہوگی اسلئے کہ ایصلی قلب کی ہے تو انما الاعمال
بالنیات کے عموم میں داخل ہوئی جس میں سچ دیکر اعمال قلب جیسے حببہ بغض وغیرہ داخل ہیں۔ سوال انما الامر ما لوی میں طرق قصر
دو طریقے پائے جاتے ہیں۔ اولی لفظ انما و ہم سند کی سند الیہ پر تقدیم اور ہر ایک کے مقتضی ہر ایک کے خلاف ہے اسلئے کہ انما سے یہ
مستفاد ہوتا ہے کہ ہر ایک کا جزو اخیر یعنی سند الیہ مقصور علیہ اور جزو اول یعنی سند مقصور اور تقدیم کا مفاد برعکس یعنی سند الیہ مقصور اور
سند مقصور علیہ میں سند الیہ سند میں سے ہر ایک مقصور اور مقصور علیہ ایک جیسے ہوا کی جیسے ایک جہت مقصور اور مقصور علیہ ہونا بل
ہے کیونکہ اس سے امکان تناقض لازم آتا ہے جو مال ہے اور جس سے مال لازم ہے وہ باطل ہے اور جو کلام باطل ہے اس میں جو فاسد المعنی جو اس
کسی شریعت کی کلام کا ارادہ نہیں ہو سکتا ایک جیسے کسی جیسے مقصور اور مقصور علیہ کی تقدیر ہر امکان تناقض کے لزوم کی توضیح میں سمجھے۔ کہ
زید قائم میں اگر زید مقصور اور قائم مقصور علیہ ہو تو مفہوم ہوگا کہ زید صفت قیام کے ساتھ متصف ہر زید مقصور سے اس تقدیر پر عمرو قائم
مکن ہے کہ قیام زیادہ کے معنی نہیں تو عمرو قائم صادق آئیگا اور اگر قائم مقصور اور زید مقصور علیہ ہو تو مفہوم ہوگا کہ صفت قیام کے ساتھ
زید ہی متصف ہر عمرو۔ اس تقدیر پر عمرو لیس بقائم صادق آیا پس زید اور قائم میں سے ہر ایک کے مقصور اور مقصور علیہ ہونے کی تقدیر پر
عمرو قائم اور عمرو لیس بقائم دو متناقض قضیوں کا صدق مکن ہوگا ہوگا ما از فضا۔ اور اگر قدر قائم کو نظر انداز کر کے انما کے مقصوراً
کیا جائے کہ قصر پر انما کی دلالت تقدیم سے اقوی ہو تو پھر یہ شکل لازم آئیگا کہ اس کلام کے معنی صادق نہ رہی اسلئے کہ انما سے جزو اخیر
مقصود علیہ ہوتا ہے نظر بر اس سند مقصور اور سند الیہ مقصور علیہ ہوا یعنی صفت کا ضرر موقوف پر تقدیر عبارت پر تحقیق اخلاف ہوں گی۔

اعمال امیر مٹاؤی میں تقدیم قصر سند علی السند کے لئے ہے اب تقدیم اور انما کے مقتضی میں میں مخالف نہ رہا بلکہ دونوں قصر سند علی السند
کیوں اسے مفید لائے۔ لہذا پہلا اشکال جاتا رہا۔ اور معلوم ہوا کہ تقدیم کو باعتبار اس وقت ترجیح ہوگی جبکہ دونوں کا مقتضی مخالف ہو جیسا کہ متن کے
ذکر ہوا بلا شری۔ اور قیاس بھی بھی چاہتا ہے اسلئے کہ ترجیح کی ضرورت بروقت مخالف ہو کر رہی ہے۔ توافق کی صورت میں ترجیح کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا چونکہ یہ قصر سند علی السند الیہ نظر اضافی ہے۔ اسلئے دوسرا اشکال بھی ختم ہو گیا اب یہی ہوں گے کہ انسان کے لئے اپنی نیت کا
ثواب ہو دوسرے کی نیت کا ثواب نہیں لکھا اصل ہر وجہ سے ظاہر ہے کہ یہاں یہ قصر اضافی ہے لیکن پہلے جواب کی بنا پر قصر سند الیہ علی السند یا
بالفاظ دیگر قصر موصوف علی الصفتہ اور دوسرے جواب کی بنا پر قصر سند علی السند الیہ یا بالفاظ دیگر قصر صفت علی الموصوف۔ ہر دو مضامین کے لئے
دونوں کے فرق کو مبالغہ میں اس طرح ظاہر کریں مضاف الیہ علی السند ہو جائے جسکی نسبت قصر محدود ہے۔ (۱) بر تقدیر جواب اول (۲) انما لامیر مٹاؤی
کا لغویہ ترجمہ انسان کی نیت کا ثواب کسی کے لئے ہے نہ غیر کے واسطے (۳) بر تقدیر جواب دوم (۴) انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ
انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب کسی دوسرے کی نیت کا ثواب نہیں۔ (۵) اور اگر مٹاؤی میں ماکو موصول تصور کیا جائے جسکو ہم نے احتمال غیر ظاہر
قرار دیا ہے کہ صلیب میں غیر موصول کا حذف لازم آئے گا جو خلاف اصل ہے۔ تو بر تقدیر جواب اول فرق جہالت اور ترجمہ یوں ہوگا۔ انما لامیر مٹاؤی
کا لغویہ ترجمہ انسان کے اعمال کا ثواب کسی کے لئے ہے نہ غیر کے واسطے اور بر تقدیر جواب دوم انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ انسان کا ثواب کسی دوسرے
فرد صفت انسان کے لئے اپنے عمل کا ثواب ہے نہ دوسرے کے عمل کا ثواب سوال انما لامیر مٹاؤی میں اگر ثواب مقصور مانا جائے گا
جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور تقریر شرفی میں بھی گنڈا تو اس سے ایصال ثواب کی نفی ہو جائے گی خواہ ماکو موصول ہو یا موصول۔ قصر خواہ
قصر موصوف علی الصفتہ ہو یا قصر صفت علی الموصوف۔ چاروں احتمالات کے ترجموں سے روشن ہے کہ ایک انسان کے عمل کا ثواب دوسرے
کو نہیں پہونچتا پھر ایصال ثواب کے کیا معنی حالانکہ مذہب حنفی میں قلبی بدنی مالی فرض واجب سب ہر عبادت کا ثواب ذمہ جنت ہر ملان کو
پہونچتا درست ہے۔ اسلئے ماسبقان رسول ہونے میں حسب فرق اعمال صاحب کے ثواب کا ہر سیدنا و مکیہ سب با صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے چلے گئے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اُن کا ثواب میرے کیا کرنے
قدوة العاشقین حضرت امین الموفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سترج کر کے اُن کا ثواب دے کیا پسند اللہ شائقین حضرت ابن السراج رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ نے دس ہزار سے زائد ختم قرآن کریم کر کے عداوتی ہی قرآنیاں کر کے ان سب کا ثواب دے کہ کئی سعادت حاصل کی اور ام المؤمنین
حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت سے بڑے آزاد فرما کر ان کا ثواب اپنے برادر جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچایا جبکہ اس میں
حضرت سعد بن جہاد فضائلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجا نیت نبوی کی سبیل صدقہ کی بڑے آزاد کر کے کنوئیں بنوا کر ان سب کا ثواب اپنی شفیق ہاں
کو پہونچایا بلکہ خود نے جنت میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی کی زندہ جنت قیامت تک پیدا ہونے والی بی تمام امت کو ایصال فرمایا۔ ہاں
مذہب معتزلہ اہلسنت سے خارج تھا کہ مذہب علی ایصال ثواب درست نہیں تو ثواب اللہ مانتے پر یہ حدیث اسلئے مذہب میں ثابت
ہو چکی کہ اللہ مذہب علی سنت کے مخالف ہے جو اب لغو تصور ثواب حق ہے چوتھی حدیث مذہب علی سنت کے مخالف نہیں مذہب معتزلہ کے
لئے مثبت اسلئے کہ انما لامیر مٹاؤی میں لام برائے استحقاق ہر جیسے لکھتے ہیں۔ گوشت ترجمہ حدیث کے پورے مفہوم کو ادا
نہیں کرتے اب ہم ترتیب ہماؤں احتمالات کے ایسے ترجمے کرتے ہیں جن سے حدیث کا لفظ مفہوم ظاہر ہو جائے (۱) ماکو موصول یا دھر موصوف
علی الصفتہ انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ انسان کی نیت کا ثواب کسی کو اسلئے مستحق ہے نہ غیر کے واسطے (۲) ماکو موصول اور
قصر صفت علی الموصوف۔ انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب حق ہے نہ غیر کی نیت کا (۳) ماکو
موصول اور قصر موصوف علی الصفتہ انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ انسان کے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے واسطے مستحق ہے نہ غیر کے واسطے (۴) ماکو

حدیث موصوف علی الصفتہ اور قصر صفت علی الموصوف

انما لامیر مٹاؤی کا لغویہ ترجمہ انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب حق ہے نہ غیر کی نیت کا

حدیث موصوف علی الصفتہ اور قصر صفت علی الموصوف

موصول اور حضرت علی المرتضیٰ ائمۃ الامراء مآئوی کاما نواہ غیریہ۔ ترجمہ انسان کیلئے اپنے عمل کا ثواب حق ہے۔ نہ دوسرے کے عمل کا۔ اس پر اجماع ہے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حدیثِ حامل کو ثوابِ عمل کا مستحق قرار دینے کا مستحق کی نفی کو یہی ہے کہ ثوابِ عمل کا لائق ہے غیر کا حق نہیں۔ جب حامل ثوابِ عمل کا حقدار قرار دیا تو ہر صاحبِ حق کو یہ حق حاصل ہے کہ پناہی جس سلمان کو چاہے دیر کو ملے جس طرح ہم اپنے دیوبنی حقوق جیسے ملک اور شہادہ دیر کر سکتے ہیں اور کرتے دیکھتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ اخروی حق یعنی ثوابِ عمل غیر مسلم کو دے نہیں ہو سکتا۔ دیوبنی حق بعض مصلوٰت میں غیر مسلم کو دینا جائز ہے۔ نیز دیوبنی حق دیر کرنے کے بعد ملک سے نکل جانا ہر دار الملک استحقاق میں باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اخروی حق کے کہ دیر کرنے کے باوجود صاحبِ حق کے لئے باقی رہتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے مثلاً کسی نے صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے عزیز و اقارب کو دیر کیا تو اس صدقہ کا پورا ثواب ان عزیز و اقارب میں سے ہر ایک کو ملے گا۔ صدقہ کرنے والے کے ثواب میں مسلمان کی نہ ہوگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مجموعے کے برابر صدقہ کرنے والے کو ملے گا۔ لہذا ناخالص بھی ثواب دیر کر سکتے ہیں۔ خلافتِ دیوبندی میں کما سکا دیر کرنا درست نہیں چونکہ دیر کرنے والے کے ثواب میں کی نہیں ہوتی بلکہ بفضلِ تعالیٰ جتنی کی امید ہے اسلئے مستحب ہے کہ بروقت ایصالِ ثواب مخصوص صاحب کے ساتھ باقی ماندہ جملہ مؤمنین مومنات کی نیت بھی کر لیا کریں۔ بلکہ ہر ایصالِ ثواب کے موقع پر پہلے اس ثواب کو مالک کو نین سرکار دینا، سرور انبیاء، محبوبِ کربا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں پھر بے لطفیل ایکے جلا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و خلفاء راشدین اہل بیت طاہرین و اصحابِ عظام و اہمات المؤمنین تابعین و مجتہدین تمام اولیاء و علماء دین بزرگانِ جلال و سلالِ خصوصاً حضور پرور سیدنا و مولانا حضرت غلام الشیخ فہد نقاد جیلانی قدس سرہ اور سلطان الشہد غریب نواز حضور خواجہ امین الدین حبیبی قدس سرہ پھر ان مخصوص حضرات کی نیت کر کے جملہ مؤمنین و مومنات کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ یہ جوابِ ابنِ آیات میں بھی جاری و قاطع ہے جنکو معتزل اپنے مذہب کے اثبات میں نہیں کرتے ہیں جیسے سورہ نجم میں وان لیس للانسان الا ما سقى اور سورہ بقرہ میں اھا ما کسبت و کنتم ما کسبتہم کلام میں بھی لام برائے استحقاق ہے۔ ہذا الجواب مما تفرقت بہ بفضل اللہ الصمد لا سرایتہ فی کتاب ولا سمعنتہ من احد۔ جواب ہے ہم چون قسم آیاتِ امارت سے وہ شخص خارج ہے جسکے لئے حامل پنا ثواب دیر کرے۔ ایصالِ ثواب کے اثبات کرنے والی احادیث آیاتِ امیر شہد ہیں تو بیان آیاتِ احادیث کے لئے شخص کو یہ حق میں منحصر ہوئے۔ ابنِ آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ ثوابِ عمل حامل کو واسطے ہے یا جسکو عامل وہ ثواب دیر کرے۔ دوسرے کے واسطے نہیں۔

والنقصیل فی فتح القدیر لکن یختلج فی قلبی ان العاقل اذا اھدی ثوابہ الی جمیع ما سواہ من الصبر اھداء الثواب الیہ شراً و خیراً و المستحب کما مر لھو ہذا احد خارجاً عن الحصر یكون المحصل النسبة الیہ فیمتد بہ نفع و فائدۃ اللہ تم الا ان یکون بالاضافۃ الی غیر المؤمنین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ سوال اعمال و نیات جمع ہیں و در مقامِ ارجاع بالجمع انقسام احاد علی الاجاد کو مقتضی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذرا۔ تو ہر ایک عمل کے مقابلہ میں ایک نیت ہوتی اس سے ثابت ہوا کہ ایک عمل چند نیتوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک عمل کے ساتھ ایک ہی نیت ہوگی۔ جواب یہ اقل و ارباب کا بیان ہر جزاء کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ جیسے اختلافِ الفعلان میں غنیہ اقل و ارباب کا بیان ہے۔ اگر ایک عمل دو نیتوں سے کیا تو دو عمل کا ثواب ملے گا جیسے رشتہ داری اور نیکوئی دونوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے رشتہ دار کو کچھ دیا تو صدقہ کا ثواب بھی پائیگا اور صلہ رحمی کا بھی۔ اور اگر صرف نیکوئی کا لحاظ کیا تو صرف صدقہ کے ثواب کا مستحق ہے اور اگر صرف رشتہ داری کی نیت کی تو صرف صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ اور اگر ایک عمل چند نیتوں سے کیا تو وہ ایک عمل و بار بارہ ثواب متعدد قرار پائیگا۔ جیسے مسجد میں بیٹھا ایک عمل ہے جس میں بیک وقت متعدد نیتیں کر سکتے ہیں۔ (۱) غارِ خدا ہونے کی نیت کہ حدیث میں وارد ہے۔ مسجد خانہ خدا ہے۔ اور جو مسجد میں ہے تو گویا اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم پوچھتا ہے کہ اپنے زائرین کی ضیافت فرمائے۔ پس اس نیتِ بیفصلیت حامل ہوگی (۲) انتظارِ باعث کی نیت کہ حدیث میں وارد ہے جو انتظار نماز کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے پس اس میں بیٹھنے میں ثواب

بشیر صحیح النجاشی

بشیر صحیح النجاشی

خارجہ مستحق ہوگا (۳) گوشت چشمہ باقی اعضا کو شرعی منوعات محفوظ رکھنے کی نیت ہو گی کیوں میں۔ با داروں میں واقع ہوتے رہتے ہیں اور مسجد میں
 اُن سے محفوظ رہتا ہے (۴) اعضا کی نیت کہ جتنی دیر بیٹھے گا اعضا کا ثواب پائے گا۔ (۵) طبیب و دھانی موجب کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ
 السلام کی خدمت میں ہر روز پیش کرنے کی نیت (۶) ذکر الہی قرآن کی تلاوت یا سماعت یا تکریر و ترغیب کی نیت سے کعبہ میں دار ہے
 جو وقت صحیح مسجد میں ذکر و تکریر کے لئے حاضر ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند ہے نیز طواف کعبہ خدا میں جب سے قرآن پاک کی
 تلاوت و کس میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے ارادہ گرد فرشتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے اور رحمت الہی ان کو اپنے اندر چھاپتی ہے (۷) ثواب حج و
 عمرہ کے حصول کی نیت سے کعبہ میں بیٹھا ہے جو شخص ضرور کر نماز ادا کرے اُس کے لئے حج و عمرہ کا ثواب ہے (۸) علمی فائدہ و
 استفادہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی نیت کہ مسجد میں مسلمانوں کو جمع ہونے کے باعث آسانی حاصل ہوتا ہے (۹) دینی بہائی کی
 نواہت کو نیک نیت جس سے راہ خدا میں پیچھے ہو (۱۰) اسلام کرنے اور جو اسلام لینے کی نیت (۱۱) قرآن سیکھنے کو امر آخرت میں و تعصبات
 سے استغفار کرنے میں حجت کرنے کی نیت کہ مسجد میں ذرا قلاب و جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے جو عمرہ و مسجد میں جگہ میسر نہیں (۱۲) حضور باطن اور
 مشاہدہ حق سے اتصال و ذائقہ طبع کے شہود و استغراق حاصل کرنے کی نیت کہ مسجد میں تجلیات ربانی کا محل خاص ہونے کے باعث اسکی
 روحانیت مخصوص فوق انصاف نورانیت حاصل ہوتی ہے جس سے حضور باطن اور اتصال بمشاہدہ حق اور استغراق و شہود ذات طبعی
 حصول ہوتا ہے پس مسجد میں بیٹھنا اگر ان بارہ نیتوں کے ساتھ ہو تو بیٹھنا اگر ایک ہی نیت ہو۔ مگر نیت کے متعدد ہونے سے حق ثواب میں بارہ عمل قرار
 پائے گا۔ مسجد میں بیٹھنا تو کبائے خود ایک عمل آخرت ہے۔ اگر کسی طبیعی عمل میں نیت کر لی جائے تو نیت اسکو عبادت کی دیتی ہے۔ عامل مستحق ثواب
 ہوتا ہے۔ پھر یہاں پر بھی نیت قصد سے عمل حق ثواب میں مستور ہو جائیگا۔ مثلاً خوشبو کا استعمال طبیعی چیز ہے لیکن یہی استعمال اگر خد
 ذیل نیتوں سے کسی ایک کے ساتھ بھی ہو تو عبادت ہو کر موجب ثواب ہوگا۔ (۱) متابع سنت کی نیت کہ محبوب عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
 وسلم خوشبو کا پسند فرماتے تھے (۲) تعظیم مسجد کی نیت (۳) ہمیشہ فرشتوں و نبی آدم کو راحت ہو جانے کی نیت سے (۴) غیبت سے
 خود محفوظ رہنے یا دوسرے کو محفوظ رکھنے کی نیت کہ کسی سے بدو محسوس کر کے خود یا دوسرا اسکی غیبت میں آلودہ ہو جائے (۵) معالجہ و ماغ
 کی نیت تاکہ دماغ میں زندگی پیدا ہو کر زہر کی بڑھ سے اور علوم و معارف حاصل ہوں یہی استفادہ اگر مذکورہ بالا نیت کے ساتھ نہیں۔ بلکہ صرف
 نفسانی شہوت اور خود غفلت کے ماتحت ہے تو حرمان ثواب کے ساتھ ساتھ سختی طاعت و عذاب بھی ہوگا۔ اسی طرح نشست و برخاست و قیام و
 گفتار و خورد و نوش پر شک و پاپوش پہننے آنا سے خواب بیداری بلکہ ہر حرکت سکون میں ابتداء سنت کی نیت کر لی جائے تو سب کے سب عبادت
 ہو کر ثواب کا سبب بنیں گے۔ شہنشاہ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کاوش والدین لیسر کہ دین سر پائاسانی ہے اس مقصد کو اجمالی طور پر
 ظاہر فرما رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ عام طور پر لوگ اس سے غافل ہیں۔ فیما رب محمد اسر شدنی و آتیاہم الیہ بحجۃ حبیبہ المصطفیٰ
 علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ سوال اگر کسی عمل میں ابتداء سنت کی نیت غرض نبوی کا قصد و نیت ہوں پیسے جتنے
 و ضرور ابتداء سنت کی نیت کے ساتھ ساتھ اعضا کو ٹھنڈک پہنچانے کا قصد بھی کر لیا تو کیا اس پر بھی ثواب ملے گا جواب ہاں لہذا اللہ تعالیٰ غلے
 بشکر غرض نبوی امر مباح ہو کر اسکے قصد و ابتداء سنت کی نیت میں تضاد نہیں حق گرد و نون کا جماع ہے جس کے لیکر اس آمیزش کی بنا پر ثواب
 میں کمی ہو جائی تاہم کچھ نہ کچھ ملے گا ضرور کہ واللہ کا یضیع لیسر المحسنین یہ صورت انما لا اعمال بالنیات کے مجز و ایجابی میں
 داخل ہے۔ بکلاف یا کہ یہی غرض نبوی غرض ہے مگر مصلح نہیں و ابتداء سنت کی نیت اور قصد یا دونوں اپنے متعلق یعنی نبوی کے امتیاز سے
 متضاد ہونیکے باعث جمع نہیں ہو سکتے۔ لہذا جس عمل میں ابتداء سنت کی نیت کے ساتھ قصد یا ہوگا اس پر ثواب حاصل نہیں ہو سکتا کہ یہ صورت
 انما لا اعمال بالنیات کے مجز و طبیعی میں داخل ہے اسلئے کہ سبب یا کی آمیزش سے نیت کا عدم ہوگی۔ البتہ اسچوں نباشد اہل مال و مال دیا

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

چوں نہ باشد پاک اعمال از ریا + ہست چہ چہل چو نقیض بود یا + ہر کردار اندر عمل خاص نیست + در جہاں از بندگان حاصل نیست
ہر کردار از برائے حق بود + کار او پیوستہ با رفق بود + پاک گردانی عمل را از ریا + شمع ایمان ترا باشد ضعیف

بَابُ التَّصَوُّفِ

پیشتر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لفظ نیت کے لغوی اور شرعی دو معنی ہیں۔ ظہور پہلے اولاد کسی چیز کا بھی ہو لغوی معنی کہلاتا ہے۔ اور طاعت کا
امادہ شرعی معنی ہم اس باب میں لغوی معنی اختیار کر کے نیت کی دو قسم قرار دیتے ہیں۔ (۱) نیت صادق یعنی کسی کام کو بغرض رضا الہی انجام
دینے کا ارادہ (۲) نیت فاسد یعنی رضائے الہی کے سوا کسی دنیوی غرض کے لئے کام کرنے کا ارادہ۔

نیت صادق کی منفعت اور فاسد کی مضرت

حدیث مذکور بحث کے پہلے فقرے اَتَمَّ الْأَعْمَالِ بِالْإِتْيَانِ سے توبہ ثابت ہوا کہ اعمال کا آخری ثواب صدق نیت پر موقوف ہے کہ بغیر
اسکے عامل ثواب سے محروم رہے گا اور دوسرے فقرے اَتَمَّ الْأَمْرُ بِمَا تَوَلَّی سے فقیر فقرہ کی تحقیق کے مطابق یہ ظاہر ہوا کہ صدق نیت پر
بھی انسان کو مافی ثواب سے سرفراز فرماتا ہے۔ جملہ اعمال کے ثواب کا نیت صادق پر موقوف اور محض نیت صادق پر بدون عمل کے کھلائے ثواب
یہ دونوں چیزیں نیت صادق کی احیاء و عظیم الشان منفعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اگرچہ کافی تھیں مگر نظر افادہ بعض دیگر معنی مثلاً
اور مشائخ نظام کی ہدایات پیش کرتے ہیں جن سے نیت صادق کی کثیر منفعت کا ساتھ ساتھ نیت فاسد کی شدید مضرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ سرور
انبیاء و حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لکھ جائے تم کے ہوتے ہیں۔ ایسا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم شریعت نور
دنیوی دولت دونوں چیزیں عطا فرمائیں۔ تو وہ اپنی دولت کو علم شرعی کے مطابق مصارف خیر میں خرچ کرتا ہے۔ دوسری اشخاص اس کو جھک کر کہتا ہے
کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی طرح جھکوبھی علم اور مال رحمت فرماتا تو میں بھی اس کی طرح مال کو اعمال خیر میں صرف کرتا۔ پس شخص اور یہ دونوں ثواب میں برابر
ہیں۔ یوں ایک شخص ہے جس کو دنیوی دولت ملی اور علم دین سے محروم رہا تو وہ اپنی لاعلمی کے باعث دولت میں نام شروع طریقہ پر تعریف کرتا ہے۔ دوسرا
شخص جھک کر کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی طرح جھکوبھی دولت عطا فرماتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔ پس وہ اور یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

غرض کہ یہ سب اہل ہدایت اور ہدایت میں کچھ لوگ گئے ہیں اس سفر کے نام اعمال میں بلحاظ ثواب ہمارے شرکیہ میں۔ یہ سب اہل ہدایت میں
یہاں رسول اللہ ثواب میں کیسے شریک ہو گئے حالانکہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ فرمایا کچھ مجبوریاں تھیں جنہوں نے ہمارے ساتھ نہ گئے دیا کہ صدق نیت کی
بنیاد پر ثواب میں ہمارے شریک ہو گئے۔ مجبوراً عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے خوشبو کا استعمال نیت صادق سے کیا تو قیامت کے
دن اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی۔ اور جس نے نیت فاسد سے خوشبو کا استعمال کیا تو قیامت قیامت اس کی بدبو مردار سے بدتر ہوگی۔ مَالِک
کو نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمان تلواریں لیکر لڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ کے
مستحق ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ قاتل تو قتل کر نیکی کے سبب عفو کا سزاوار ہے لیکن مقتول کس نے فرمایا۔ مقتول دوزخ کا مستحق ہے نیت
فاسد کی بنا پر ہمارے قاتل کے قتل کا ارادہ کر چکا تھا اگر اپنے ارادے میں کیا بدبو ہو سکا۔ بخاری اس سبب سے کہ ایک شخص بھوک کی حالت میں ایک
ٹیلوں کے پاس سے گزرا۔ ٹیلوں کو دیکھ کر دل میں کہنے لگا اگر ان ٹیلوں کو براہِ میرے پاس قلم پھرتا تو میں ان کے لئے اہی حاصل کرنے کی غرض سے کہہ سکتا ہوں۔
لوگوں پر تعظیم کر دینا اس سے کہہ سکتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی کہ اس شخص سے فرمایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا مدد قبول فرمایا اور تمہارا
نیت صادق کی بنا پر ان ٹیلوں کی بار بار مدد کرنے کا ثواب عطا ہوا (احیاء العلوم شریعہ نظر میں) اور اگر ان میں سے کوئی تمہارے دین میں مدد نہ دے تو تمہاری مدد

دونوں حضرات کا بیان سچے کے بعد تمام مشعل و صوفیائے اپنے مطالبہ دلیل پر استغنا کرتے ہوئے وہاں سے مراجعت فرمائی (قلنا لئلا یحیوا) ایک عابد زمانہ انداز سے عبادت الہی میں مشغول تھا کچھ لوگوں نے خبر دی کہ فلاں مقام پر ایک درخت ہے جس کی بعض لوگ پرستش کرتے ہیں۔ عابد سے منکر غضب ناک ہو گیا اور تیرسیرک جلد یا کہ اس درخت کو کاٹ ڈالے سائنے سے یہ رائے شکل میں شیطان آکر کہنے لگا کہ حضرت کہاں کا لودہ فرمایا۔ عابد نے کہا کہ ایک درخت کو قطع کرے جا رہا ہوں جب کہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب۔ اپنی عبادت ترک کر کے یہودہ کام میں مصروف ہو گئے عابد نے کہا میرے لئے یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا میں تو درخت کا ٹہنے کی واسطے آچکوں نہ جانے وہں گیا۔ کیا کہا آدہ بھنگ ہو گیا۔ عابد نے اسکو کہہ کر زمین پر سے ارا اور سینہ پر سو رہ گیا شیطان بولا کہ تجھے چھوڑ دیجئے تاکہ آپ سے ایک بات کہوں۔ عابد نے چھوڑ دیا شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس درخت کا قطع کرنا آپ پر فرض نہیں کیلئے اگر آپ اپنی عبادت میں مشغول رہیں۔ اور اس درخت کو قطع نہ کریں تو آپ کوئی گرفت نہ ہوگی۔ زمین پر مرد و ستیال غلبہ کرام موجود ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ان کو حکم فرمائیگا۔ آپ سے کیا تعلق۔ عابد نے کہا کچھ اس درخت کا قطع کرنا ضروری ہے شیطان بھڑک اٹھا وہ بھڑک اٹھا عابد نے کہہ کر زمین پر سے ارا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ میں اپنی طاقت سے اسکو زیر نہ کر سکوں گا وہ باتابی سے کا مانی محال نہ ہوگی تو بولا۔ اچھا میرا ایک د بات پیش کرنا چاہتا ہوں میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کر دی ہوگی اور آپ کے حق میں بہتر۔ اور درخت کا ٹہنے سے زیادہ نفع بخش لگا آچکے مرغوب ہو تو پیش کروں۔ عابد نے کہا کہ نہ دیکھا کہ ہے شیطان بولا۔ مجھے چھوڑ دے پھر کہہ گی۔ عابد نے چھوڑ دیا تو بولا آپ تلک دست ہیں لوگوں پر آپ کا ہاتھ ہے۔ عابد نے کہا ہاں صحیح ہے بولا اگر آپ اس رائے کو ترک فرمائیں تو میں ہر شب آپ کے سر اٹھتا ہوں شرفیاں نکھریا کروں گا۔ صبح ہوتے ہی آپ انہیں لے کر لیں پھر جوجی چاہے کریں۔ اپنی اور اپنے رٹل جلال کی جو آج میں صوف کیے اور اپنے دینی جملہ تول کی مدد فرمائیے۔ محتاجوں کی دست گیری کیجئے۔ اس میں آپ کے لئے بھی منفعت ہے اور مسلمانوں کی واسطے بھی فلاح اور بہبودی ہے۔ درخت کا ٹہنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہو سکتا گا۔ اور پرستش کرنے والوں کو کیا نقصان۔ وہ یہود و سردار درخت کا دیں گے شیطان کی گیت گنگو سنگو عابد کا دل غور اور غور سے بعد دل ہی دل میں کہنے لگا کہ شیخ تمہاری سچا کہاں میں نہیں ہوں جتنی کہ مجھ پر اس درخت کا قطع کرنا واجب ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے قلعہ کرنے پر مامور فرمایا ہے کہ قطع نہ کرے مجھ پر قرار پاؤں میرا یا لودہ خود بخود تھا اور اس دفعہ کا باقی رہنا مسلمانوں کیلئے مشرت وصال ہی نہیں اور شیخ تمہاری کا مشورہ زیادہ منفعت وصال پر مالاً غماز ہے شیطان کا مشورہ تسلیم کرنا اور عبادت کے اپنی عبادت کا وہ پراپس کیلئے پہلی شب میں سو کر اٹھا تو وہ اشد زیاں سرانے پائیں یہود و سری شب میں بھی وہ اشد زیاں لیں تیرسری شب اور چوتھی شب میں کچھ نہ ملا تو ہفت میں بھر گیا اور کہا ہادی ایک درخت کاٹنے چلیا اور کہنے لگا کہ دنیاوت ہوگی تو آخرت ہاتھ سے کیوں جائے پھر شیطان نے بتور شیخ سائے آیا بولا کہ اگر اللہ فرمایا عابد نے کہا اس درخت کو کاٹنے کو جا رہا ہوں شیطان بولا تو چھوٹا ہے بھلا اب بھکو اتنی قدرت نہیں۔ عابد نے پہلی طرح شیطان کو پکڑ کر زمین پر گرانا چاہا شیطان بولا اب یہ پیر کو سوں دھد ہو گئی ہے۔ اس خیال سے وہ محال دست و جہنوں۔ کیلئے کہا بھک پکڑ کر زمین پر چڑھا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور کہنے لگا کہ اس طے سے باز آؤ نہ نہ ذبح کروں گا عابد نے دیکھا کہ بھیر لکے مقابلہ کی طاقت نہیں تو بولا کہ تو نے مجھ پر قابو لیا مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلی مرتبہ میں مجھ پر کس طرح غالب آیا اور اس مرتبہ مجھ کو غلبہ کیونکر عطا شیطان نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیری نیت صادق تھی اور تو اللہ کے لئے غضبناک ہوا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سخر فرمایا اور اس مرتبہ تیری نیت فاسد تھی اور تیرا غضب نہ نفس کے لئے تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مغلوب کر کے مجھ کو مستط فرمایا (قوت القلوب عیسیٰ) قوم عیسیٰ اسرائیل کے تین اشخاص جا رہے تھے۔ اچانک بارش شروع ہو گئی بعد میں پہاڑ کے ایک غار میں اہل ہونگے تاکہ بارش سے محفوظ رہیں۔ پہاڑ سے ایک کھمبہ گر آیا جس سے فاکا ٹخہ بند ہو گیا۔ وہ پھر مقدود فی تھا کہ تیرا شام تھا اپنی پوری طاقت سے اسکو بھانے کے جب اس غار سے نکلنے کی کوئی تدبیر کار نہ ہوئی تو بالآخر ایک کھمبہ دو دست سے کہا کہ خدا تجاٹ بغیر عیسیٰ نیت کے لئے گی۔ لہذا ہم میں سے ہر شخص اس محل کے وسیلہ سے عمارت کے حکو نیت صادق سے کیا جو تو ان میں سے ایک صاحب نے اس طریق سے عمل کر لے

نیت صادق سے اس طریق سے عمل کر لے

اشتریس نے تین مساع (تیرہ سیر و چھٹا کنگ) جا دلوں پر ایک ہزار رکھا تھا جبکہ اسے فارغ ہوا اللہ میں نے اجرت پیش کی تو اس نے لینے سے انکار کیا اور
چلا گیا میں نے ان جا دلوں کو رو دیا پھر سیرا فارے کا میں لودان کا چرنے والا خرید چھوڑا اپنی اجرت طلب کرنے کے چھ دنوں کے بعد آیا۔ میں نے کہا کہ یہ گاؤں
اور چرواہا ہمتداری اجمعت خریدے گئے ہیں انکو بیاد اُس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو میری اجرت تو تین صاع جا مل بھی میں نے کہا۔ اے بندہ
خدا پر تیرا مال ہے تو اسکو بھرا چھوڑ دے گیا تو نے اشد تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری مناجاتی کیا اسنے کہتے تو فارکا منہ کھولتے ہیں
تھرکا کچھ حصہ فاکے منہ سے ہٹ گیا پھر وہ کسی صاحب باں طرہ حاکم نے اشد کو جانتا ہے کہ میرے اس باب بونڈے تھے میں جب شام کو گریاں
چرا کر واپس ہوتا تو پہلے انکی خدمت میں دو دو پیش کرتا۔ پھر باقی اہل حال کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے جنگل سے واپسی ہوئی تھی میں دودھ لیکر پہنچا تو وہ
سوچے تھے۔ بسیار اسنے نہیں کیا کہ وہاں ستراحت میں غل پر ہوا لگا۔ اوروہی گوارہ ہنہا کیجیے کے سوتے رہی۔ کیونکہ خدا کے بندہ ہونے سے ضعف میں
بیشی ہو جائیگی۔ بچے بھوک کی وجہ سے وہ بچے تھے کہ میں نے بچوں کی پرواہ نہ کی اودان کے بیلد ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک صبح ہوگئی۔ اے
اللہ میری خدمت اگر تیری خوف کی بنا پر تھی تو فارکا منہ کھول دے پس حکم الہی پھر اتنا ہلکا آسمان نظر نہ لگا۔ پھر تیرے صاحب باں طرہ و ما
کی کر کے اشد تو جانتا ہے کہ میرے ایک چچا زاد بہن تھی جسکو میں سب سے زیادہ محبوب کہتا تھا میں نے انکے نفس پہنچا دیا جا یا تو اُس نے شرفیاں
طلب کیں۔ چچا کو کسی طرح سے میں نے وہ اشرفیاں حاصل کر کے جب سکود میں تو اسنے اپنے نفس کو بچے قہقہہ دی۔ جب میں قصداً شہوت کیلئے بھا
تو اُس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور تمہارے ہاتھ نہ لگاتے پھر تیرے دوستوں میں یہ سنکر اشد کھڑا ہوا اودو اشرفیاں بھی انکے پاس چھوڑیں۔ اے اللہ تو جانتا ہے
کہ میں نے اس ناگوار سے خوف ترک کیا تو فارکا منہ کھول دے چچا کو فارکا منہ کھل گیا اللہ تعالیٰ اس سے نکل گئے ایک باری شریف حضور غوث
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس عظمیٰ اندر رونگٹہ فرمایا ہے تھے۔ اشد کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اسکا کہ طوط نظر اشد کا خاموش ہو گئے
قدیس وقت کے بعد فرمایا جب تک تنہا شرفیاں پیش کی جائیں عطا نہیں گے۔ چچا کو فوراً ہی پالیس دی اُس مجلس سے اُسے اور سہا شرفیاں
لیکر حاضر ہو گئے حضور نے یکساں صاحب کی قبول فرمائی پھر اپنے خادم ابو الرضا کو بلایا اودو اشرفیاں کا رونا کرنا شروع کرنا۔ قبرستان میں
جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھا مالیک جو عود بکار ہلے۔ یہ اشرفیاں حکود پرینا ہوا ہے پاس سکھلا لانا۔ ابو الرضا فرماتے ہیں حسب حکم میں اس گیا۔
اور حضور نے ارشاد کیا میں ایک بوڑھا انسان کھجکھجکھ کر کھڑے کھڑے عود بکار ہوا تھا میں سلام کر کے وہ اشرفیاں پیش کر دیں۔ انہوں نے ایک
جھنجھادی اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جب تک میں اُس کے تو میں نے کچھ شیخ عبد العادہ لکھا دفرماتے ہیں۔ یہ سنکر وہ میرے ساتھ
ہوئے۔ جب یہ لکھو لیکر مجلس میں پہنچا تو حضور نے فرمایا کہ انکو میری چڑھا دے وہ اپنے منہ کو کاٹنے پر تھے ہوتے مگر پہنچ گئے پھر حضور نے اُن سے
فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضور میں ماہر شباب میں عمدہ ترین قوال تھا ہر بیٹھے کے انسانوں میں کامل مقبولیت حاصل تھی
پڑھا پایا ادا واز میں مل کشی شہدی تو لوگوں کی نظریں بدل گئیں۔ ایک نئی تہنیت آملوگوں کی بے انتہائی دیکھ کر میں نے طے کر لیا کہ اب تک خدا کا نا
سنا یا کر انا آئندہ مردوں کو سنا کیونکہ چچا کو اپنی ماسی فرما دیا کہ اعت بعد اذی سے لے کر میں قبرستان پہنچا اللہ کا شرف کر دیا کبھی اس قبے کے
پاس کبھی اس قبے کے پاس گھومتے گھومتے گا دار ہا یہاں تک ایک قبر کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ دیکھنا کیا ہوں کہ وہ قبر تھی ادا اس ایک دی نے سسر
نکال کر کہا۔ اے مردوں کہ کب تک سنا لگا جا اور ایک مرتبہ اللہ کے لئے گا جو حقیقی وقیوم ہے اُس نے تیرا سوال لہا فرمایا وہاں کلمات کو سنکر
مجھ پر خشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوئے ہمیں کھڑے ہو کر جناب باری میں اس طرح عرض کرنے لگا۔ **ابیات**
(۱) يَا رَبِّ اِنِّي عَبْدٌ لَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حِجَابَ لِي بَيْنَكَ وَبَيْنِي لَمْ يَخْلُقْ لِي سَائِي (۲) قَدْ اَخْلَقْتَ الرَّحْمَنُ نَجْوَى الْمَنِيِّ وَ اَحْيَيْتَ اِنَّ عَيْنًا مِّنْ عَيْنِكَ
(۳) اِنَّكَ اَنْتَ الْكَافِرُ الْكَافِرُ وَ كَيْفَ يَكُونُ لِي سَائِي (۴) اَلَيْسَ بِكَ عَيْنٌ مِّنْ عَيْنِكَ وَ اَلَيْسَ بِكَ عَيْنٌ مِّنْ عَيْنِكَ
ابھی میری عرضداشت جناب باری میں تمہارے پانی بھی کہ حضور کا نام یہ سوا شرفیاں لیکر پورا کا ادا ہو کر دیں یہ قصہ بیان کر کے اُس قوال نے

نشدید القاری

نشدید القاری

تبعین الحق انما زلیخہ وغیرہ میں دربارہ فاسق ہے فی تقدیمہ بلا تمامہ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ
شرعاً فاسق ملعون کو امامت کے لئے اگے کرنے میں کئی تعظیم ہوتی ہے۔ اور شیخ میں کئی توہین واجبہ۔ بیعت کی دوسری قسم
بیعت الارادت ہے جو اس طرح ہوتی ہے کہ اپنا ارادہ و اختیار سے کبیر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی برحق حاصل یعنی کے ہاتھ میں ہاتھ
سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک بنائے۔ اس کے چلانے پر براہ سلوک چلے کوئی قدم نہ اٹھے اس کی مرضی کے نہ رکے اس کا کوئی حکم یا اس کا کوئی فعل
اگر اس کے نزدیک شیخ نہ معلوم ہو تو اسے افعال خیر علیہ السلام کے مثل سمجھے اپنی عقل کا تصور چلانے اس کی کئی بات بول ہی اقرار نہ لائے۔ اپنی ہر
مشکل اس پر پیش کرے غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ حافظ شیرازی قدس فرماتے اسی کے متعلق فرمایا ہے مدہ شعر
بے تباہ گئیں گے گیت پھر ناکرے۔ کہ اس کے بغیر عہدہ و دم منہ بہار بیعت سا کہیں ہے اور یہی مقصود شیخ مرشدین جو یہی اللہ عزوجل تک
پہنچانی ہے یہی مقصود قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر جسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یا یغفار شؤل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السمع والطاعة فی العسی والنسی ولا یستطیع الذکر
وَلَا یُتَنَازَعُ الْاَمْرَ اَصْلًا۔ ترجمہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیعت کی کبر و ثناری و آسانی ہر خوشی ناگواری
میں حکم سنیں گے اسطاعت کریں گے اور صاحب کے کسی حکم میں چون و چرا نہ کریں گے شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم
اور اللہ کے حکم میں مجال نہ ہے نہ انہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے وَمَا كَانَ يَوْميْنِ وَمَوْميْنِ اِنَّا قَضٰی اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَمْرًا اَنْ يَكُوْنُ لَكُمْ
اَلْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَصَّلْ لَهٗ اَمْثِلًا مِّمَّا لَا مَبْيَئَةَ ترجمہ کسی ایمان مرد و عورت کو یہ حق نہیں پہنچا کہ جس
اللہ و رسول کی معاملہ میں کچھ فرادیں پھر انہیں پنہام کا کوئی اختیار باقی ہے اور اللہ و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلا گمراہ ہے۔ عوارف القادی
میں ارشاد فرمایا۔ دخول فی حکم الشیخ دخولہ فی حکم اللہ ورسولہ و احیاء سنتہ المباحۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم ترجمہ شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ و رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور حدیث نبوی کی سنت کا زندہ کرنا ہے نیز فرمایا۔ و لا یکن
هذا الامر بید حصہ نفسہ مع الشیخ و انسلخ من الراحۃ نفسہ و فقی فی الشیخ بترك اختیار نفسہ ترجمہ یہ
بیعت نہیں ہوتی مگر اس مرد کیلئے جس غنای جان کو شیخ کی قید میں کر دے اور اپنے ارادے سے اہل باہر کا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا کر
پھر فرمایا۔ و یحذر من الاعتراض علی الشیوخ فان السمل القاتل المرید من وقل ان یتکون موبد یعترض علی الشیخ طبعہ
فیعلم ویدان المرید فی کل ما اشکل علیہ من تصلوغ الشیخ قصۃ الخضر وعلیہ السلام کان یصید من
الخضر تصلاً یف یتکرمھا موسیٰ ثم لما کشف عن معنایا بان الموحی وجہ الصواب فی ذلک فعلم ان یبغی
للمرید ان یعلل ان کل تصور اشکل علیہ صحۃ من الشیخ عند الشیخ فیہ بیان وروان المعصۃ ترجمہ یہ
اعتراض ہے شیخ کے برائوں کے لئے نہ ہر قائل کہ کوئی مرد جو کاک اپنے دل میں شیخ کی اعتراض کرے پھر فلاح پائے شیخ کے تصورات صحیح
اسے صحیح معلوم نہ تھے ہوں نہیں خیر علیہ السلام کے واقعات یا حکم کیونکہ ان سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بلکہ خیر خیر خیر اعتراض تھا۔
جیسے میکینوں کی کشتی میں حمل کرنا یا گناہ بچے قتل کرنا پھر وہ اس کی وجہ نہ لے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر ہوا کہ اس کی حق میں تھا نہ ہوا
کیا۔ یوں ہی مرد کو یقین کھنا چاہئے کہ شیخ کا فعل مجھے صحیح معلوم تھا شیخ کے پاس کئی صحت پر دلیل قطعی ہے تمام ابوالقاسم
قشیری و اہل فراتہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ان سے اس کئی حضرت ابو سہل صلواتی نے فرمایا۔
مَنْ قَالَ لَا شَرَّ فِیْہَا لَا یَقْبَلُہٗ اَبَدًا۔ ترجمہ جو اپنے پیروں سے کسی بات میں کیوں کہیگا کبھی فلاح نہ پائیگا اس سے بیعت نہ لے
کے شیخ ایصال کی ضرورت ہے اور شیخ ایصال اس کو کہتے ہیں جو شرائط اربعہ کو نہ بالا کیساتھ ساتھ مفاسد نفس و مکائد شیطان و مباد

بشرح صحیح البخاری

بیعت حدیث کے لئے شیخ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

و لا غرو کیا شیخ ابو سعید ابو الخدیج کی زیارت کیلئے پہنچا۔ دیکھا کہ تخت پر نہایت گدگدے بشر میں رام فرمایا ہے ہیں اور ایک مصری سامع اعلیٰ چادر استعمال میں ہے۔ قلب میں لگا پیرا چمکا کہ یہ کیا دیکھتی ہے میں ایسے سخت مجاہدات اور شدید ریاضتوں پر دل دے رہی رہی راحت اور مشقوں میں۔ فوراً میرے قلبی غلطوں پر مطلع ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اب تم کہیں کس کتاب میں ملا کر خود اپنی یاد خود پسندی شیوہ دلوشی ہے ہم سب نے اپنی نظری پر رکھی۔ غیر کی طرف اصلاح التفات کیا اسلئے حکومت عزت مرحمت ہوا۔ تھے اپنا کچھ دیکھا۔ تجہلی نظر اپنی ریاضت پر ہی ابتدا تم کو تھکے مٹانے رکھا ہوا ہے نصیب میں مشاہدہ اور تہائے نصیب میں مجاہدہ۔ ابو مسلم فرماتے ہیں ان کلمات کو سکر جہان میری نگاہ میں تاویک ہو گیا اور بولے نفس کو تو جوئی جب پرشوش ہو یا تو بہی کہ اللہ شیخ نے میری توبہ قبول فرمائی۔ شیخ ابو بکر قزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نقصان کل مخلص فی خلاصہ سرودیتہ اخلاصہ فای الہاد اللہ تعالیٰ ان یخلص اخلاصہ اسقط عن اخلاصہ سرودیتہ اخلاصہ یعنی ہر مصادق البینۃ کا اپنے صدق نیت پر نظر رکھنا اس کے صدق نیت کی قافی پر لالت کر ظہم جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے صدق نیت کو خالص فرمائے تو اس کی نظر کو اپنے صدق نیت پر پڑھنے دے کہ نتیجہ کہ اپنے صدق نیت اپنی نظریں بہا تا نہیں۔ سربا عی تامو بفتح عشق بے شرم وود عاشق علی طہر وود ہم عشق طلب کن دہم سخاوی۔ اے سخاوی میری شہرہ شیخ محمد بن الفضل قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تم نبی کی تین نشانیاں ہیں اول یہ کہ دولت سلیم ملے مگر عمل سے محروم ہے۔ دوم یہ کہ عمل کی توفیق ہو مگر صدق نیت محروم کر دیا جائے۔ سوم صاحبین کی صحبت میں ہو مگر مجرم ہو کر رہے۔ دوسرے کرنے اچھے بولنے کا جو کہ نہ ہے۔ اس سبب سائل شریفی محذوم شیخ احمد کھٹک خانوی قدس سرہ اپنی کتاب جامع الاصول کے متممات میں ان میں صاحبین کو نقل فرماتے ہیں جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو یہ کہہ کر فرمایا تمہیں لگا کر تینے پاکر کے اپنا باندی کیسا عمل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ مجھے تہا لے لے دینی سعادت کی امید ہے ان میں نصیحتوں میں سے بلحاظ مقام صرف انیسویں نصیحت ترجیح کیا تھ۔ دیکھنا کہ نیکو کی جاتی ہے والذاسع عثمان تعتمد خمسة احادیث اتخمتھا من خمسة الف حدیث الاول التماس الاعمال بالنیات والثانی من حسن اسلام المرء ترکہ ماکالا یعینہ۔ والثالث لا یومن احدکم حق یجب لآخرہ ما یحب لنفسہ والرابع ان الحلال بین والحرام بین وینبہما مشتبهات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينہ وعرضہ ومن وقع فی الشبهات فقد وقع فی الحرام کراہی حول المحسوسات ان یقع فیہ الا وان لكل ملأ حصی الا وان جمی اللہ محمد الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وحی القلب۔ والخامس المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدۃ۔ ترجمہ اسی سویر نصیحت یہ کہ ان پانچ چیزوں پر اعتماد کرو جن کو میں نے پانچ لکھ احادیث سے منتخب کیا ہے اول حدیث انما الاعمال بالنیات کہ تمام اعمال کا ثواب نیک نیت پر قوت میں حرم ہے۔ یہ کہ انسان کو لامنی چیزوں کے ترک کرنا اس کے حسن اسلام کا نتیجہ ہو سق یہ کہ تم میں کسی شخص کامل میں نہیں جو تا یہاں تک کہ اپنے بھائی کو واسطے وہ پسند کرے جو اپنے واسطے کرے تا کہ چھ آدمی یہ کہ حلال ظاہر ہے اور حرام مظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے۔ پس جس نے مشتبہ چیزوں پر حرامت کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بہری کر دیا اور جو مشتبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں وقع ہو جائیگا اور اس پر ظاہر کی طرح جو گناہ کے گناہ کو چھڑانا جو قریب ہے کہ اس میں فعل ہو جائے خبر اور ہر اذکار کے لئے حی (چا گاہ) ہوتی ہے اور دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی حمی اس کے عمل میں بخیر و بریک بدن کو شمع کا ایک شکر شاہ ہے جسے دست پر لو سلاما ہوں دست ہو جائے اور جب تک ہر کوئل بدن غاسق ہو جائے خبر اور وہ قریب ہے پچھمہ یہ کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان الم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد بن المہدی شیخ مینا قدس سرہ سے منقول ہے کہ ابو مسلم فاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں مجاہدہ اصلاحت کو کرتے بہت کمزور
ولا غرو کیا شیخ ابو سعید ابو الخدیج کی زیارت کیلئے پہنچا۔ دیکھا کہ تخت پر نہایت گدگدے بشر میں رام فرمایا ہے ہیں اور ایک مصری سامع اعلیٰ
چادر استعمال میں ہے۔ قلب میں لگا پیرا چمکا کہ یہ کیا دیکھتی ہے میں ایسے سخت مجاہدات اور شدید ریاضتوں پر دل دے رہی رہی راحت اور مشقوں میں۔
فوراً میرے قلبی غلطوں پر مطلع ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اب تم کہیں کس کتاب میں ملا کر خود اپنی یاد خود پسندی شیوہ دلوشی ہے ہم سب نے اپنی نظری پر رکھی۔
غیر کی طرف اصلاح التفات کیا اسلئے حکومت عزت مرحمت ہوا۔ تھے اپنا کچھ دیکھا۔ تجہلی نظر اپنی ریاضت پر ہی ابتدا تم کو تھکے مٹانے رکھا ہوا ہے
نصیب میں مشاہدہ اور تہائے نصیب میں مجاہدہ۔ ابو مسلم فرماتے ہیں ان کلمات کو سکر جہان میری نگاہ میں تاویک ہو گیا اور بولے نفس کو تو
جوئی جب پرشوش ہو یا تو بہی کہ اللہ شیخ نے میری توبہ قبول فرمائی۔ شیخ ابو بکر قزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نقصان کل مخلص فی خلاصہ
سرودیتہ اخلاصہ فای الہاد اللہ تعالیٰ ان یخلص اخلاصہ اسقط عن اخلاصہ سرودیتہ اخلاصہ یعنی ہر مصادق
البینۃ کا اپنے صدق نیت پر نظر رکھنا اس کے صدق نیت کی قافی پر لالت کر ظہم جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے صدق نیت کو خالص فرمائے
تو اس کی نظر کو اپنے صدق نیت پر پڑھنے دے کہ نتیجہ کہ اپنے صدق نیت اپنی نظریں بہا تا نہیں۔ سربا عی تامو بفتح عشق بے شرم وود عاشق علی طہر وود
ہم عشق طلب کن دہم سخاوی۔ اے سخاوی میری شہرہ شیخ محمد بن الفضل قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تم نبی کی تین نشانیاں ہیں اول
یہ کہ دولت سلیم ملے مگر عمل سے محروم ہے۔ دوم یہ کہ عمل کی توفیق ہو مگر صدق نیت محروم کر دیا جائے۔ سوم صاحبین کی صحبت میں ہو مگر مجرم ہو کر رہے۔
دوسرے کرنے اچھے بولنے کا جو کہ نہ ہے۔ اس سبب سائل شریفی محذوم شیخ احمد کھٹک خانوی قدس سرہ اپنی کتاب جامع الاصول کے متممات
میں ان میں صاحبین کو نقل فرماتے ہیں جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو یہ
کہہ کر فرمایا تمہیں لگا کر تینے پاکر کے اپنا باندی کیسا عمل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ مجھے تہا لے لے دینی سعادت کی امید ہے ان میں نصیحتوں میں سے
بلحاظ مقام صرف انیسویں نصیحت ترجیح کیا تھ۔ دیکھنا کہ نیکو کی جاتی ہے والذاسع عثمان تعتمد خمسة احادیث اتخمتھا من
خمسائہ الف حدیث الاول التماس الاعمال بالنیات والثانی من حسن اسلام المرء ترکہ ماکالا یعینہ۔
والثالث لا یومن احدکم حق یجب لآخرہ ما یحب لنفسہ والرابع ان الحلال بین والحرام بین وینبہما
مشتبهات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينہ وعرضہ ومن وقع فی الشبهات
فقد وقع فی الحرام کراہی حول المحسوسات ان یقع فیہ الا وان لكل ملأ حصی الا وان جمی اللہ محمد
الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وحی القلب۔
والخامس المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدۃ۔ ترجمہ اسی سویر نصیحت یہ کہ ان پانچ چیزوں پر اعتماد کرو جن کو میں نے پانچ
لکھ احادیث سے منتخب کیا ہے اول حدیث انما الاعمال بالنیات کہ تمام اعمال کا ثواب نیک نیت پر قوت میں حرم ہے۔ یہ کہ انسان کو
لامنی چیزوں کے ترک کرنا اس کے حسن اسلام کا نتیجہ ہو سق یہ کہ تم میں کسی شخص کامل میں نہیں جو تا یہاں تک کہ اپنے بھائی کو واسطے وہ پسند کرے جو اپنے
واسطے کرے تا کہ چھ آدمی یہ کہ حلال ظاہر ہے اور حرام مظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے۔ پس جس نے
مشتبہ چیزوں پر حرامت کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بہری کر دیا اور جو مشتبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں وقع ہو جائیگا اور اس پر ظاہر
کی طرح جو گناہ کے گناہ کو چھڑانا جو قریب ہے کہ اس میں فعل ہو جائے خبر اور ہر اذکار کے لئے حی (چا گاہ) ہوتی ہے اور دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی حمی اس کے عمل
میں بخیر و بریک بدن کو شمع کا ایک شکر شاہ ہے جسے دست پر لو سلاما ہوں دست ہو جائے اور جب تک ہر کوئل بدن غاسق ہو جائے خبر اور
وہ قریب ہے پچھمہ یہ کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان الم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مُنْخَارِي

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

حدیث بیان کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ نبوی ہوا ملک نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد

مردہ سے انہوں نے عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ حادثہ میں شام نے سوال کیا رسول اللہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بَاتِلْتُكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے آتی ہے آپ کے پاس وحی میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَا بَنِي مِثْلَ صَلَاحِهِ الْجَنِّ مِنْ دَهْوٍ شَدِيدٍ عَلَى فَيْفِصُمَ عَيْنٍ وَكَذَنَ وَعَيْنٌ

علیہ وسلم نے کبھی آئی ہے میرے پاس مانند آواز جس اور سرگرمیوں سے جاتی ہے مجھ کو اس کی کیفیت مجھے زور دیتی ہے کہ

عَنْهُ مَا قَالَ وَآخِذَا نَايِمٌ لِي الْمَلِكُ رَجُلًا فِي عِلِّيِّينَ فَأَعْنِ مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ

یہ فرشتہ سے ٹھوکر کھانے پر ہوتا ہے جو کہ اس نے کہا: ۱۔ اور کبھی فرشتہ میوے سامنے مروان شکل میں آتا ہے پس مجھ سے کلام کرنا ہے تو میں ٹھوکر کھاتا ہوں، جو کہنا ہے

اللَّهُ عَنْهَا وَلَقَدْ سَأَتْهُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرِّ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنْ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہاری اے آپ کو دکھا جبکہ تخت شری کے دن میں آپ پر چاقو نازل ہوئی ہو پھر وہ کیفیت آپ سے منکشف ہوئی۔

جَبِينَهُ لِيَتَقَبَّضَ عَرَقًا.

اور انکا ایک بڑی ہر دو عین پر پسینہ بہہ رہا تھا۔

بش القس می لیر

عبداللہ بن یوسف، اُن جلیل القدر اصحاب میں سے جنہوں نے امام مالک رحمہ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موطا روایت کی امام بخاری

وہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے میری ملاقات دو سو ستتر ہجری میں مہر کے راند ہوئی اھمام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا

انہیں سے سنی تھی۔ تینیس بن حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر تینیس نامی ایک شہر مصر کے قریب تھا وہاں پر چونکہ اقا

کی تھی اسلئے انکو تنہا ہی بھی کہتے ہیں اور مصری اسلئے کہتے ہیں کہ مصر میں بھی قیام فرمایا اللہ شاکوہجری میں وہاں پر وفات پائی اور نہ دراصل

دشمنی ہے۔ امن نام کے مصلح سستہ میلاد کوئی راوی نہیں۔ لفظ پوشش کے معین پر تنبیہ جرتیس منقول میں پیش اصل سکاؤڈز پر زیر

برزنائے مزاح یعنی کبھی ایسا بھڑکتا ہے کہ بچے کو حوصلہ سکے نام کیساتھ بڑا کرتے ہیں یا یوں ہی اسکا نام محبت میں بارہ پر لاتے ہیں تو ہمیں افریقا

قدے بغیر کر دیا کرتے ہیں۔ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکل گیا۔ تعلیم اور سہولت کی وجہ سے غیر معروف

ہے۔ عبرانی زبان میں یعنی خوبصورت ہے۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ موسوم ہوئے تھے۔ اس صفت یعنی

بعضی حزن، افسوس، بعضی غلامی و دوندوں سے مشق تسلیم کر کے یا بر تقدیر و زبردستی پر آمین آسکتے بعضی آخرت سے مضامی معلوم یا محسوس

مان کر لفظ کو عربی قرار دینا اسی بات کی وجہ تسمیہ میں یہ کہنا کہ خزن اور بروہ ہونا چونکہ وہ دونوں آپ کے اندر مجتمع ہوئے اسلئے آپ کو اس لفظ کے ساتھ

موسو کی کیا جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا خلاف تحقیق ہے۔ اول اس لئے کہ تعدد شتق منہ کے علاوہ یوسف کا منصرف ہونا لازم آئے گا کہ اس صورت میں بحر حلیت اور کوئی سبب نہیں اور انصراف قرآن پاک کی قرأت مشہور کے خلاف ہے۔ اور تعدد شتق منہ کا قول عالیٰ حضرت نہیں۔ حکماً کا لکھنی۔ دوم اس لئے کہ قرآن کریم کی قرأت مشہورہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ کلمہ عجیب ہے و نیز غیر منصرف نہ ہوتا۔ چہرہ آستف کا مضارع معلوم یا مجهول لیکر عربی قرادینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کمری اور عجمی متضاد ہیں۔

[illegible]

سولہ مرتبہ پچھوتے ڈنک ملا چھ کرے گا ڈنک زرد پڑے گا اگر حدیث بیان کرنا موقوف نہ فرمایا جب مجلس ہر ساعت ہوئی اور لوگ چمکے گئے تو پیش
عرض کیا کہ آج میں نے اثنائے تحدیث میں عجیب بات دیکھی حاتمہ بیان کر کے فرمایا کہ اذنا صبر کرتا رہا۔ علامہ ابن خلدون نے تحریر
فرمایا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود ضعف حدیثیہ از سال کے ہذینہ منہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ اس شہر میں کوئی
پرہیز میٹھوں گا جس سید عالم علیہ السلام کا جسم پاک و فزون ہے۔ اسی آدینک صدقہ کہ مولیٰ تعالیٰ نے عالم برزخ میں بھی
عجیب غریب تصرف عطا فرمایا۔ علوف صمدانی قطب سربانی سیدنا عبدالموہاب شعرائی قدس سرہ منیر ان شریعتہ
الکبریٰ جلد اول منہ میں فرماتے ہیں لما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی راہ بعض الصالحین
فی المنام فقال له ما فعل الله به فقال لما اجلسنی المملکان فی القبر للسلانی انا ههنا کما امام
مالک فقال مثل هذا یتحتاج الی سؤال فی ما یمنعہ باللہ ورسولہ تخیا عہدہ فتخیا عتی یعنی جب ہمارے
استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین نقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو بعض صالحین نے ان کو غریب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ
نے آپ کے ساتھ کیا کیا فرمایا جب منکر ٹکرتے مجھے سوال کیلئے ٹھایا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے ہو فرمایا۔ ایسا شخص بھی
اسکی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ رسول پر ایمان کے بدلے میں سوال کیا جائے۔ اسکے پاس سے الگ ہو جاؤ۔ وہ فوراً مجھ سے الگ
ہو گئے۔ حور حقیقت ادب علی نقی کی نعمت غفلی ہے۔ شعر۔ ادب تاجیت از لطف الہی + بندہ ہر ہر وہ جہاں کہ خواہی
جب کو جو ملا ادب ہی سے ملا۔ شیخ الاسلام امام برہان الدین ابوالحسن علی صاحب دایہ قدس سرہ لوگ مقام پر
میشھ ورس نہ رہے تھے۔ وہاں سے کچھ فاصلہ پر چھوٹے بچے گنبد مکمل تھے جب گیند اس طرف اڑ کر گئی اور ایک بچہ اسے اٹھائے آتا تو
آپ درس موقوف کئے و سب سے کھڑے ہو جاتے۔ اختتام درس پر شاگردوں کی کھڑے ہونے کا سبب دریافت کیا فرمایا جو صاحبزادے گنبد میں تھے
تھے ہمارے استاد نائے ہیں انکی تنظیم کو واسطے کھڑا ہو جانا تھا تعلیم المستکم سلطان المشائخ نظام الدین محمد بن محمد بن
عجوب الہی قدس سرہ مدین کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک مؤدبانہ کھڑے ہو کر بیٹھ گئے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ قیام کس نے
فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے سر و ستیکر کی منافقاہ میں ایک کتاب تھا اس وقت میں نے اس کے مشابہ ایک کتاب کو جس میں جلتہ تھا اسکی تنظیم
کیلئے کھڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ ہم سوئے تھے کتنی قسیم تھی اگر بعینہ ہی کتاب نظر کے سامنے آجاتا تو نہ معلوم اسکی کتنی تنظیم و تکریم کی جاتی۔

[illegible]

منه ما كان له من الدنيا شيء الا جبارا

وسع سابل شریف ان واقعات سکاڑہ اور مریدین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(ہشام بن عروہ) بن الزبیر بن العوام قرشی تابعی ہیں۔ اللہ میں متولد ہوئے اور ۱۳۵ھ میں بمقام بغداد قاپانی آپ کے نام اور عدوت میں کوئی دوسرا لای شریک نہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے سر پر ہاتھ پیر کر دیا فرمایا یعنی۔

(عن ابیہ) یعنی عروہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد ہے۔ تابعی مدنی ہیں۔ آپ کی جلالت شان و خدمت مکان کثرت علم اور امامت پر اجاز ہے۔ بچہ جوہر شرافت کے جامع ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خالو اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ہیں۔

حضرت زبیر آپ کے والد ہیں جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھوپتی زاد بھائی تھے اور عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ نماز میں حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ شدید ترین تکلیف بھی محسوس نہ ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ کسی باری کی وجہ سے بحالت نماز آپ کا پیر کا ٹیگا آپ کے فہر بھی نہ ہوئی پھر اس شہک و خیف بھی ناغہ نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد آٹھ سال تک حیات رہے (مرآۃ الجنان) مجہولان خدا کو نماز میں ایسا ہی استغراق حاصل

ہوتا ہے۔ رہائی تقیات کا فرق دوسری جانب موجود نہیں ہوتے دینا ایسی ہی حضرت کی نماز میں الصلوٰۃ مع اجم المؤمنین کا مصداق کامل بنتی ہیں حالانکہ بن دینا اس قدر سر فرماتے ہیں کہ ایک دن بعد بصوبہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز سے فارغ ہو کر مصلیٰ پر تشریف فرما تھیں مگر میں شکستہ کوٹے پہلے تھے جن سے پانی نوش فرمائی اور طہارت کرتی تھیں۔ ایک ایک سر ہانے لگی تھی اور ایک سے کامیلاً تھا گھر کی کل کائنات اسی قدر ہی اندکچ نہ تھا میں نے عرض کیا۔ عذومہ! کچھ بہت تنگ حال نکھتا ہوں میرے کچھ بچا

تو انگریزوں سے کہوں کہ آپ کی طرف توجہ کریں۔ فرمایا اے مالک کیا تھے ملازق خلق کو نہیں بچانا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرا اللہ اس تو انگریز کا لائق ایک ہی ہے۔ ہمارا لگنا ہے کہ اس نے تو انگریز کو اسکی دولت کے باعث یاد رکھا اور میرے فقر کے سبب جھک کر بھلا دیا۔ یہ کلمات سن کر مالک قدس سرہ مدہ پڑے پھر فرمایا اسے مالک قریب ڈاؤ میری آنکھ دیکھو کہ میں کوئی چیز کھٹکتی ہے۔ حضرت مالک قدس سرہ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ مصلیٰ کی نے سے چند آنکھت کا ٹکڑا آنکھ میں غل ہو گیا جس سے آنکھ تباہ ہو گئی عرض کیا عذومہ! کھ بھاڑ ہو گئی اور کچھ

نہو بھی نہیں فرمایا مالک میں نماز میں تھی جب یہ حلوہ پیش آیا جب ہانگہ خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اس وقت ساری حوزہ اگر میری آنکھ میں بھری جائے تو خوف خدا کے سبب صلا خیر نہ ہو سچ سنابل شریف) عروہ بن الزبیر نام کا صحاح ستہ میں کوئی روای نہ صحابہ کرام میں کوئی صحابی۔ مدینہ شریف میں بدیر عروہ نامی ایک کنواں ہو اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کنوئیں کا نہیں۔ یہ کنواں آپ

ہی نے بنوایا تھا۔ جب آپ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہو گئے تو آپ نے عبد الملک بن مروان سے ارشاد فرمایا میری بی بی ہوں کہ میرے بھائی کی تلوار چھوڑ دی جائے۔ اس نے عرض کیا وہ دوسری تلواریں میں مخلوط ہے اور میں سے پہچانتا نہیں۔ فرمایا تمام تلواریں حاضر کی جائیں تو میں اسکر شناخت کر لوں گا چنانچہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے تلواریں حاضر کیں گئے آپ ان میں سے ایک تلوار اٹھا لی جس میں

دھنلے پڑے تھے۔ اور فرمایا میرے بھائی کی تلوار یہ ہو عبد الملک نے عرض کیا کہ اس سے پیشتر آپ تلوار کبھی چلاتے تھے۔ فرمایا نہیں عرض کی پھر کیسے پہچانتا فرمایا نابغہ زبیری کہتا ہے۔ شعر: لا عیبت فیہم غیبتی سبوتو قعم • یعنی فلول میں قریح انکا کتاب۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد مجروح ام شریف میں آپ ہاؤ آپ کے حقیقی بھائی عبداللہ بن زبیر اور ملائی بھائی مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان مجتمع تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہر شخص اپنی اپنی دلی خواہش بیان کرے چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری تمنا ہے کہ حرمین شریفین پر میرا تقرر ہو اور عثمان خلافت میرے ہاتھ میں لے لے تاکہ شریعت مطہرہ کے مطابق

عمل درآمد ہو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری آرزو یہ ہے کہ عراق شام اور عراق عرب پر میرا قبضہ ہو تاکہ رفع ظلم اور

اقامت محل میں پوری کوشش کروں اور قریش کی دو عین خاتون سکینہ بنت الحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور عائشہ بنت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے نکاح میں آجائیں بعد الملک نے کہا میری دل خواہش ہے کہ زمین کا مالک بنوں اور حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جائزین نصیب ہو۔ ان سب کے بعد حضرت عروہ نے فرمایا آپ حضرات مجازہ میں رکھتے ہیں مجھے اُن میں سے کوئی مطلب نہیں میری آرزو یہ ہے کہ دیوبندی جہات میں دیکھ سکوں اور آخرت میں جنت نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے اُن بندوں میں داخل فرمائے جن سے علم دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ چنانچہ چاروں صاحبان اپنی مراد کو پورے کر کے بعد الملک کہا کرتے تھے کہ حکم حق مرد کے دیکھنے سے سرست محال ہو وہ عروہ بن زبیر کو دیکھنے سے مستحکم پاک کے مشہور فقہائے بعد میں سے ایک آپ بھی ہیں چونکہ ساتوں فقہائے کرام مدینہ طیبہ میں یکے کے بعد ایک فوت ہوئے اور انکو فقہائے بعد کہا جاتا ہے۔ میرا کہام کے بعد فضیلت افتاب بھی ہی حضرت انعام فوت تھے۔ حضرت عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اختلاف روایات ۲۶۱ یا ۲۶۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور وہ نہ کی حالت میں قرع نامی اپنا ایک گاہل میں جو مدینہ طیبہ سے چار شیعہ فاضلے پہے ۲۶۲ ہجری میں وفات پائی چونکہ اُس سال ان فقہائے بعد میں سے دو اور فقہوں کا انتقال ہوا اسلئے اس سال کو مسند الفقہاء کیساتھ موسوم کر دیا گیا۔ ان ساتوں فقہاء کے اسرار کو بعض علماء نے ایک بیت میں جمع فرمایا ہے۔ اَلَا كُلُّ هُنَّ لَا يَقْتَدِي بِأَمْرَةٍ • فِقْهَتُهُ حَيْدَرِي عَنِ الْحَيِّ خَارِجَةٍ • نَحْنُ نَحْمَدُ عُبَيْدُ اللَّهِ عُرْدَةً قَاتِلَهُمْ • سَيِّدُ ابْنِ كِبْرٍ سَلِيمَانُ خَارِجَةٍ (مرآة الجنان) امام عارف باللہ فقہ محدث کمال الدین میری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب سقاب حیاتہ النبیون الکبریٰ میں بعض اہل غیرہ سے ایک عمل میں لفظ نقل فرمایا ان اسماء الفقہاء السبعة الذین کانوا بالمدينة النبویہ الشریفہ اذا کتبت فی راقعة وجعلت فی القمقم فان کا یسوس من مات مات بالوقعة فیہ یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہائے کرام کے اسماء طیبہ اگر ایک پرچے پر لکھ کر گھوڑوں میں اُس پرچے کو رکھ دیا جائے تو جب تک وہ گھوڑوں میں بیٹھا گھومے گا۔ اسی کتاب سقاب میں بعض اہل تحقیق سے ایک اور عمل میں لفظ نقل فرمایا ان اسماء کتب و علقت علی الرأس او کتبت علی الذات الصداع یعنی ان فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر لکھے جائیں یا پرچہ کر دم کے جائیں تو دوسرے کھو جاتے ہیں۔ یہ سب مدینہ طیبہ سے حضرت ابو بکر عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام بن الغیرہ مخزومی نے انتقال فرمایا آپ اپنی جہات اور اپنے فضل کے باعث صاحب قریش کیساتھ ملے تھے۔ اُن فقہائے بعد سے اسی سال میں حضرت ابو محمد سعید بن المسیب مخزومی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی انتقال فرمایا آپ نے چالیس حج فرمائے تھے۔ اور فرمائے تھے کہ چار سال سے تکبیر کوئی فوت ہوئی نہ صفا قل۔ اللہ کا سال تکبیر کے وضو سے نماز فرماؤ اوقائی۔ آپ کو قبروں کی زیادہ محبت تھی۔ دسویں کے مقابل قرا کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ بعض ملوک بنی امیہ نے آپ کی صاحبزادی کیلئے اپنا پیام بھیجا۔ آپ نے اسکو مسترد فرمایا اور اپنے اوطاع بعد کیساتھ نکاح کر دیا جو آپ کی خدمت میں تحصیل علم کر رہے تھے اُن طالب علم نے اپنی دلہن سے نکاح کیا انہیں باعد ہوا فرمائے لگیں دیکھئے ہو گئے ہو۔ سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کا تہا ہے ساتھ نکاح کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ اُن کی صاحبزادی کے لئے ملوک کا پیام آتا ہوا صاحبزادے کا غموش ہوئے جب بات ہوئی تو کسی نے کہا کہ کھٹلے انہوں نے کہا۔ کون ہے جو آپ یا سعید یہ نورانکے دیکھئے کیا ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کو لیکر تشریف لائے ہیں فرمایا مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ تم شب میں غیر بیوی کے رہو۔ لہذا تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں۔ لو گھر میں لے جاؤ گھر میں لائے تو والدہ نے کہا کہ ٹھرو۔ ہم انہیں راستہ کو رہیں ہوس کی نورتوں کو اطلاع کی سب جمع ہو گئیں پھر ان کی آمد سبکی کے واسطے جو سامان سوخت مہیا ہو سکتا تھا فراہم کر کے وہیں کو بھیجا۔ اسکے بعد حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی صاحبزادی کو کچھ ادبی و عارفانہ اسی قبیل سے شاہک ابو الفوارس شجاع کو مانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ اُن کی صاحبزادی کو وسطے میں بعض بادشاہوں نے پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے منظور نہ فرمایا۔ پھر انتخاب مہم کو وسطے خود مختلف مساجد میں گئے

مدینہ طیبہ میں ساتوں فقہائے کرام کا انتقال ہوا

مدینہ طیبہ میں ساتوں فقہائے کرام کا انتقال ہوا

مدینہ طیبہ میں ساتوں فقہائے کرام کا انتقال ہوا

ایک سحر میں کہا کہ ایک غیر نازشکست کے مطابق ادا کر رہا ہے۔ بعد فراغت اس سے دریافت کیا کہ تہا ہی بوی ہی؟ جواب دیا: نہیں! فرمایا: کیا ایسی بوی کرنا چاہتے ہو جو حسن ظاہری کے ساتھ ساتھ دینی واقفیت بھی رکھتی ہے۔ کہ قرآن پاک پڑھتے ہوئی ہے۔ اس نے عرض کیا میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے ساتھ کون کر دیکھا۔ فرمایا: تمہا سے پاس دو روپے ہیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا: ایک روپے کی روٹی خرید لو اور ایک کی ٹوٹیو۔ پس بھی کافی ہے۔ فقیر نے دونوں چیزیں خریدیں تو انہوں نے نکاح فرما دیا۔ صاحبزادی جب خدمت ہو کر شوہر کے مکان پر تشریف لائیں تو شوہر باقی ماندہ کھانا دیکھا دیکھ کر واپس ہونے لگیں۔ شوہر نے واپسی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: میں نہیں پسند کرتی کہ میری رات اس طرح گزیرے کہ میرا نفق موجود اور مجھے معلوم بھی ہو کہ کھانا تو کل اسکو نہیں چاہتی! یا تو اس کھانے کو گھر سے نکالنے والے وہ میں نکلتی ہوں چنانچہ شوہر نے جب کھانا مکان سے علیحدہ کر دیا تو ان کو سکون ہوا۔ ہاشمہ گانہندان دونوں باتوں سے بہت محال کریں۔ ایسی سادگی کو جو لوگ یہ تکلفات میں گرفتار ہوتے ہیں جن سے طرح طرح کا بارگاہاں پڑتا ہے صاحبزادوں کو دینی تعلیم کے بجائے اسکول میں اٹل کر کے کڑی تعلیم دلاتے ہیں۔ جس سے دیگر اخلاق کے ساتھ ساتھ زیورچاہا بالکلیہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اور شمسہ میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذا فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ نابینا تھے اور ستائیس میں خارحہ بن مزید بن ثابت انصاری نے اذیت فرمایا۔ آپ اپنے بیٹے والد سے تحصیل علم کی تھی اور شمسہ میں سلیمان بن یسار مدنی نے وفات پائی۔ جب کوئی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ طلب کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ سلیمان بن یسار کی خدمت میں حاضر ہو کر دو کہ باقی ماندہ علماء میں وہ اعلم ہیں اور اسی سال میں یاسٹھ میں یاسٹھ میں یاسٹھ میں یاسٹھ میں قاسم بن محمد بن ابی دیکو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رحلت فرمائی۔ آپ نے اپنی بیوی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں نشوونما پائی تھی لیکن شخص نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا سالتم کو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے تھے جو اب آ کر ایا کہ میرا بڑا ہے ابن ابی صافحانی علیہ الرحمۃ بتاتے ہیں کہ جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ اعلم ہیں اسلئے کہ کذب ہوتا۔ اور نہ یہ فرمایا کہ میں اعلم ہوں کیونکہ اس میں نیز غرض ہے کہ

(عن عائشہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے بھائی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھانا سے آپ کی گنت ام عبد اللہ دیکھی تھی۔ جبکہ ان کو ہار گاہ رسالت میں بغرض تحنیک لایا گیا اس وقت فرمایا تھا کہ یہ علیؑ ہے اور تم ام عبد اللہ (فتح ہمدانی) اور بعض نے کہا کہ نام سچے کے باعث جو آپ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ صاحبہ ام رومان بن زید بنت عاصمہ طلحہ صاحبہ میں جن کا انتقال ستائیس میں ہوا۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال یا دو سال یا تین سال پیشتر ماہ شوال میں بمقام مکہ مکرمہ میر عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقد کہے ساتھ ہوا۔ یہ وقت عقد عمر شریف چھ یا سات سال تھی۔ جنگ بدم کے بعد ستائیس میں رخصت ہوئی جبکہ عمر شریف نو سال کی تھی۔ آٹھ سال پہلے تک نبوی مجتبیٰ فیضیاب ہوتی رہیں۔ میر عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ بیسٹھ سال کی عمر میں ہار رمضان المبارک ستائیس بروز شنبہ میر عبد اللہ شریف میں سال فسر پایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز جنازہ پڑھائی۔ دو ہزار دو سو تیس احادیث آپ سے منقول ہیں۔ ان میں سے ایک سو چھ بہتر متفق علیہ ہیں۔ اور تین کی تخریج صرف امام بخاری نے۔ اور اٹھارہ کی صرف امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ (حق القادری) آپ نے تخریج بیعتہ الشک کے طور پر فرمایا کہ مولیٰ تعالیٰ نے مجھ کو نو خوبیاں عطا فرمائیں جو کسی عورت کو نہیں: (۱) عقد سے پیشتر جبرئیل علیہ السلام میری تعویذ ایک مرتبہ دیشم پہلے ایک مرتبہ اپنی تعجیلی پسیر کیا کہ گاہ رسالت میں حاضر تھے (۲) ہجرت میرے کسی کواری عورت سے نکاح نہ فرمایا (۳) میں آپ کے خلیفہ اور آپ کے صدیق کی صاحبزادی ہوں (۴) مجھ کو ہائیر کے گھر لکھنے پیدا فرمایا گیا (۵) یہ وقت میل

بشیر القادری

بُنْتُ عُمَرَانَ وَآسِيَةَ اُمِّ الْاَزْهَرِ عَوْتُ لَيْسِي حَضْرَتِ خَدِيجَةُ كُبْرَى اور فاطمہ زہرا اور مریم اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اہل بیث کی عورتوں سے افضل ہیں اور امام احمد بن ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا قال تَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْمَئِنُّ سَيِّدَةُ فِتْنَةٍ عَلَيَّ خَدِيجَةُ اُمِّ الْاَزْهَرِ اَمِنْ عَزَّيْزَتِي بُنْتُ عُمَرَانَ لَيْسِي فَاَطْمَئِنُّ عَوْتُ لَيْسِي اور میں پھر عزیم بنت عمران کے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان چاندی میں یہ دونوں افضل ہیں۔ اور استثناء میں دونوں شامل ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا دونوں برابر یا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا سب کے افضل ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل نہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں قبائِل المؤمنین سے حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ ان دونوں اہمات المؤمنین میں کون افضل ہے فرق الہادی شیخ بخاری نے یہ کہہ دیا کہ لَقَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اَفْضَلِيَةِ فَاطْمَئِنُّ وَفِي الْخِلَافِ بَيْنَ عَائِشَةَ وَخَدِيجَةَ. امام سبکی کی کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ترتیبِ فضیلت کے واسطے یہ ہم اللہ تعالیٰ کا یہاں اختیار کرتے ہیں کہ ان تینوں میں سے افضل حضرت فاطمہ ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر جلیلہ فی الدنیا ہے۔ قال السبکی الکبیر الذی قد بین اللہ بہ ان فاطمۃ افضل ثم خدیجۃ ثم عائشۃ والخلاف شہیر ولکن الحق باحق ان ینتج۔ الحاصل حدیث مذکور سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔ اور یہ فضیلت امام محمد کے نزدیک یہی رہی ہے۔ پھلی دلیل کا جواب اور ان بعض علماء کی پہلی دلیل کے جواب میں یہ کہ تمام فضیلت کلی میں یہی دلیل مذکور سے ثابت نہیں۔ اور جو ثابت ہے وہ فضیلتِ جزئی ہے۔ جیسے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محبوبہ و جانِ علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریلؑ اپنی حاسبت انہیں آپ کے بسبب جانتے آپ کو سلام پہنچاتے ہیں۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جبریلؑ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ شکی نہیں کہ دوبارہ سلام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلتِ جزئی حاصل ہوئی اسلئے کہ جبریلؑ میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی سلام سے تباہی کا زیادہ فضیلتِ جزئی ہے بہر کیف فضیلتِ جزئی مسلم ہے مگر وہ متنازع فیہ نہیں۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ پیش کردہ حدیث میں لفظ نساء عام مخصوص البعض ہے وہ چاروں عورتیں اس سے خارج ہیں ورنہ حدیث ہماری ذکر کردہ دونوں حدیث کے معارض ہو جائیگی۔ لہذا اسے تعارض کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہر چار عورتیں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ لیکن اجماع العرفان امام المبیان ستید جی فظ احمد بن مبارک کتابہ تسلیم ابوز شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔ سَأَلْتُهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ الْخِلَافِ الَّذِي بَيْنَ الْمُحَدِّثِينَ فِي اَفْضَلِيَةِ مَوْلَانَا خَدِيجَةَ عَلٰی مَا كَانَتْ لَهَا مِنَ الْعُكُفِ اِلَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ مَا يَنْهَاهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّيُونِ لِمِلَّةِ الْقَدْرِ خَدِيجَةَ زَيْنُ الدِّينِ عَلٰی نَوْرِ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ یعنی میں نے اپنے پیروستگیر ائمہ اہل السالکین قطبہ لواءِ صلحین المسند عبد العزیز باغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس اختلاف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ کلام کے دو بیان واقع ہے۔ کہ مولا ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا برعکس تو جواباً ارشاد فرمایا کہ مجھے دونوں ام المؤمنین کو شرف و محبتِ اہل اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے برابر دلوں یعنی اولیاء کرام کے ایک مخصوص جلاس میں کجا جو غارِ حرا پر منعقد ہوا ہے (اسکی تفصیل خارج کے بیان میں آتی ہے) تو میں محسوس ہوا کہ ان کے لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نور افزونی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے افضل ہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں۔ اسلئے کہ آپ جنت میں افضل موجودات مالا لک کا ثناءات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ

من قال جنتہ علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہوں گی۔ اور خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولائے مشککات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اور پڑھنا ہر کہ
 علوی مقام سے محمدی مقام کہیں اشراف و اعلیٰ ہے۔ اس کے جواب میں شیخ عقیق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ
 جس کے بعد عنایتِ جنت میں اور ذکرِ عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاتونِ جنت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اور تم
 اور میں اور تم جو حسین و حنین ایک مقام پر ہوں گے۔ اہام حالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسکے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا خاتونِ جنت حضرت
 کی بگڑ پڑا ہوں۔ کیسے طرح ہو سکتا ہے کہ میں عنویہ کے جگہ پارہ پر کسی کو فضیلت دوں۔ بعض علماء نے فضیلت کی وجہ یہ بیان کی کہ
 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرتباً جہاد پر فائز تھیں اسکے سبب ان کو افضلیت حاصل ہو۔ مگر اس سے بھی وجہ اجہاد فضیلت
 جزئی کا اثبات ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اسے اس کے عالم کی خواتین سے خاتونِ جنت کو افضل بتایا۔ وجہ یہ بیان فرمائی کہ اہل فضیلت حضرت
 مرتبہ پر تدریج فائز ہوں۔ علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام پر یہ تدریج ترقی بدرجہ حق منکشف ہوتی رہی۔ اسکے مطابق آپ نے ہر مرتبہ
 اہمیت کو آگاہ فرمایا۔ اہل تمام خواتین جنت چار کی افضلیت ظاہر فرمائی۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔ مریم۔ آسیہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہن جیسا جیسے کہ بعد ائسہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے پھر خاتونِ جنت کا مرتبہ حضرت خدیجہ اور حضرت
 آسیہ سے بھی بلند ہوا تو سیدہ عالمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعتبار کے سکھایا اس پر حضرت ابوبکر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے پھر تمام خواتین عالم سے آپ کا مرتبہ فزول ہو گیا۔ تو مریم و آسیہ محبوبہ کبرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم نے مخرجِ فات میں بایں الفاظ بشارت سنائی۔ یا قاطبۃ الکونین ان ترضین ان تکونی سیدۃ النساء اجمعین
 اور دنیا کو ان کے لیے ترجیح دے گا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمام خواتین جنت کیا فرمائی تمام خواتین عالم کی سردار بنو یعنی تسکین ہو
 خدا سے راضی ہو واداسکا شکر کرتی رہو کہ اس نے تم کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں حدیث متفق
 کے بعد اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بلا کلام حدیث دلالت دار و فضل خاطر یہ تمام امور مومنات جنتی
 اور مرتبہ اسید و خدیجہ و عائشہ ہم نہیں گفتہ است سیوطی اور بعض احادیث مریم بنت عمران ملازمہ نساء کہ ہر امی اللہ تعالیٰ عنہا لایم
 ایشان تفصیل اداہ استغفار کردہ است در حدیث دیگر آدہ کہ مثل فاطمہ بن اسد شش مریم است در قوم خود یعنی فاضل تر از غیر خود و تو ان کے
 اختلاف میں اخبار بہت تدریج اطلاع اس حضرت ابوبکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت فاطمہ زوجہ علیؑ اہلام بردہ کا تا آخر عموم فضل
 سے برتر ہوا۔ نساء عالم ثابت شدہ واللہ اعلم۔ بالجملة یہ مسئلہ تفصیل از قبیل عقائے ہے جن میں قطعی و مائل و دکار اور مذکور بالا
 تمام و یلیں مفید عن ہیں کہ ان کوئی قطعی قیود نہیں کیا جاسکتا اسلئے بروقت بیان حفظ ادب کے ساتھ احادیث میں وارد شدہ الفاظ پر
 انکا کیا جائے۔ قسط لانی شرح بخاری میں ہے۔ والکلام فی التفصیل صعب ولا ینفی النکاح الا ماورد و السکوت عما
 سواہ و حفظ الادب یعنی دوبارہ تفصیل کلام دشمن ہے۔ اور احادیث میں وارد شدہ باتوں کے واکئی بات زبان چلاننا مناسب نہیں۔
 اسوائے خاموشی اختیار کریں۔ اور حفظ ادب ملحوظ رکھیں۔ بلکہ افضل یہ کہ مسئلہ تفصیل زیر بحث نہ لے اور یہ سوال ہی نہ اٹھایا جائے اس کی
 ہے۔ والا ولی بالعاقل ان لا یشغل بمثل ذلک مائل کے لئے السب یہ ہے کہ ایسی باتوں میں مشغول نہ ہو مباح لہذا اس
 جلد خامس مسئلہ ۵۲ میں ہے و ینفی ان لا یسأل الا انسان عما لا حاجۃ الیہ کان ینزل کیف یطہر جبریل
 و علی اسی صورۃ امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حین براہ علی صورۃ البشہل بقی ملک امام کا
 ولین الجنۃ والنار و مترا الساعۃ و نزول عیسیٰ و اسمعیل افضل امام اسحق و ایتھما الذیم و فاطمہ
 افضل من عائشہ ام لا و ابوالنبی کا ناعلیٰ اسی دین۔ و ما دین ابی طالب من المہدی لى غیر ذلک

معملاً کتب معرفتہ و لحدود التکلیف بہ یعنی مناسبتہ کہ انسان بے ضرورت باتوں کا سوال نہ کرے۔ جیسے یہ سوال کہ جبریل کیسے اترے اور کس شکل میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آہ وسلم نے اُن کو دکھا اور جب بشری شکل میں کھاتا تو اس وقت وہ فرشتے رہے یا نہیں اور جنت و دوزخ کہاں ہیں اور کیا است کب ہوگی اور صلی علیہ السلام اکبرؑ کریں گے اور حضرت اسماعیل فضل ہیں یا حضرت اسحق (علیہما السلام) دونوں بفریح کون تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نفرت ہیں یا نہیں۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آہ وسلم کے والدین کس بن پر تھے اور ابراہیمؑ کی والدین تھا۔ اور ہدی کون ہیں سی قم کی اور باتیں جن کی معرفت ضروری نہیں اور نہ بندہ ان کیساتھ مکلف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابو منین ازول مطہرات پر اس لفظ کا اطلاق قرآن کریم کے ارشاد اذ لا رجاۃ لہم الا اللہ سے ماخوذ ہے اور لفظ ام المؤمنات کے جو ان کی طرف اگرچہ بعض علماء گئے ہیں مگر صحیح تر مانعت ہے کہ یہی ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا ام سراج الکمر کا ام نہ نہ ان کی ترجمہ میں تم مردوں کی ماں ہیں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں (فسطلائی) (الحلیوت بن ہشام) کبھی کتابت میں حادث کا الف تخفیفاً نہیں لکھتے مگر پڑھنے میں تلحہ یہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ابو جہل علیہ اللعنة کے حقیقی۔ اُس کے ساتھ بحالت کفر جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے پھر مشرکین کیساتھ جنگ احد میں بھی شرکت کی جنگ بدر میں اپنے رفقاء کو جو کھڑکریا گئے جلنے پر ان کے حق میں بطور قیصر حضرت سلمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دو شعر فرمائے تھے
 اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا مَّا حَدَّثْتَنِي فَمِنْ حَقِّ الْحَادِثِ فَمِنْ حَقِّ الْحَادِثِ فَمِنْ حَقِّ الْحَادِثِ فَمِنْ حَقِّ الْحَادِثِ
 جس کا جواب عذرا کے طریقہ پر آپ نے ان اشعار میں دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ماترکت قتلاکم حتی ماتوا فتریبی یا شقر من بدی
 فَوَجَدْتُ رَيْمَ الْوَيْدِ مِنْ تِلْكَ الْيَوْمِ فِي مَلْزَقِي وَالْخَلِّ لَمْ تَكُنْ تَدْرِي فَعَلِمْتُ اَنْ اَقْبِلَ فَاَجْلَا مَا اُنْصَلُ فَاَنْتَ لَنْ تَعْدِي
 فَصَدَّ ذَاتُ عَمَّتِهِ الْاُخْبِيَّةُ دُونَهُمْ طَعَنَ الْهَمَّ بِعَقْلِهِمْ مُفْسِدٍ مَشُونٍ بِاسْلَامٍ هُوَ يَسِيءُ بِلِيٍّ أَيْمٍ
 چنانچہ صیب حدیسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ کی ماں کو کہہ کر کہنے لگے اے اعداؤ فرما یا کہ عمارت بیشک مردار شریف تھی ہیں اور اُن کے والد بھی ایسے ہی تھے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت فرمائے چنانچہ بروز جمعہ مشرقت بالاسلام ہوئے۔ حضرت ام حانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امان دی تھی بغیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل فرمانا چاہتے تھے کہ اتنے میں تمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آہ وسلم ہاں رونق افروز ہوئے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ دیکھئے تو علیؑ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس کو میرا مان دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہوا میں گئے امان دی۔ جس کو تجھے امان دی۔ یہ مسکوتہ فرمایا مسکوتہ ہو گئے۔ آپ کے تئیں اس اجزا سے تھے انہیں سے ایک مدینہ منورہ کے فقہائے سدید ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میرے والد نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ اسی بات ارشاد فرمائیے جس کا اختیار کر کے گناہوں سے محفوظ رہوں۔ زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کو قاتل کر دو کہ کچھ اچھا ہر جنس نہ کر لے پائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ بات تو اسان سے مگر مقصد کتب پہنچ سکا۔ ماحور و کما کہ سن تھا جب آپ میرے عہد سے عمل پیرا ہوئے کیا ارادہ کیا تو پہنچا کہ اس سے شہ پر تری کوئی چیز نہیں۔ عہد فاروقی میں جب کہ معظمہ سے شام کی طرف اس عزم سے روانہ ہوئے ہیں کہ باقی عمر جہاد میں صرف کی جائیگی تو آپ کی جدائی سے متاثر ہو کر اہل مکہ کیسے پیچھے رہنے چلے تھے آپ نے بغیر تسکین قلوب ترک سکونت اور مفارقت اجاب کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ قتال مکانی رضائے الہی کے حصول کی خاطر ہے۔ ورنہ میں ایسا نہیں کرتا کہ حضرت پروردگار کے شہر والوں کو ترجیح دیکر اُن کے ساتھ معاشرت اختیار کر دوں پھر لوگوں کو رخصت کر کے شام ہو گئے۔

تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۰۰

اور ماہ ربیع الثانی جنگ یوموائے میں جام شہادت نوش فرمایا (استیعاب غفر)۔

(سؤال) بروقت سوال اگر امام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھیں تو حدیث مسند ہے اس احتمال کو اختیار کر کے اصحاب اہل بیت سے حدیث ہذا کی تحریف آپ کے مسند میں کی اور اگر موجود نہ تھیں بلکہ حادث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس سوال وجواب کی خبر دی تو حدیث مرسل صحابی ہے جو جوہر کے نزدیک مسند کے حکم میں ہوئی ہے مسند امام احمد و بیہقی وغیرہ سے احتمال ثانی کی تائید ہوتی ہے کہ انہیں عن عائشہ عن الحارث بن ہشام قل سألہ عنہ عن احوال اہل شہر ہے۔

(کہیں یا تینیاں الوسی) سوال۔ یہ حدیث ترجمہ الباب کے ساتھ مطابق نہیں کہ اسمیں تیان وحی کی کیفیت مذکور ہے۔ تاہم
 وحی کی کیفیت اور ترجمہ الباب بھی ہے وہ نہیں، جواب اول ترجمہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت نبوی جواب کہ اس میں ظاہر ہو چکی ہو
 کہ اسمیں تیان وحی کو دو صورتوں میں منقسم فرمایا۔ اول تیان وحی نامزد آواز جو۔ دوم تیان ملک ملک شکل مردانہ اور عورتی حیوان نہیں دو
 صورتوں میں سے ایک ہوگی جواب دوم یہ ضروری نہیں کہ اس باب کی تمام احادیث بداء الوسی سے متعلق ہوں بلکہ اس سے یا کئے متعلق ہو
 یا تین مذکورہ متعلق سے عادیث حصول مطابقت کیلئے کافی ہے۔ اسلئے کہ ہر باب کی احادیث ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت نہ ہونے سے صرف
 احتمال لازم ہے کہ ترجمہ الباب سے یا اس کے متعلق سے حدیث مذکور کے ترجمہ الباب میں داخل ہو چکی تقدیر پر اس حدیث کو اس کے متعلق کے ساتھ

جواب ہے جیسا کہ وہ موجب کفر محسوس ہوا۔ اور سوال وار دہمچہ نیچے پہلے جواب پیش کر دیا علیہ ہی سوال کو سوال مقرر کیے ہیں جب عرض کیا کہ یہ میرا
 ہے تو یہ سوال متوجہ ہو کہ آپ اس سے کیا کرتے ہیں تو جواب میں وہ امور ذکر کیے علیٰ ہذا القیاس نبوی جواب میں اٹھا دیا۔ رشید کے لئے ہے کہ مردانہ
 حکم میں فرشتہ کا دنیٰ ایک حاضر ہونا ہی نعمت عظیمہ ہے یا اضافہ سوال مقرر کا جواب ہے صفت وحی بیان کر کے کہ جس کے بعد حاصل دہی کی صفت متعلق
 سوال متوجہ ہوتا۔ اپنے پہلے ہی سے حاصل دہی کی صفت بیان فرمادی۔ تاکہ سائل کو سوال کی رحمت ہی نہ ہو۔ سوال نبوی جواب کا ظاہر ہونا
 ہے کہ وحی صرف دو طریقوں پر آتی تھی اس لئے کہ جواب میں تیسرا طریقہ بیان نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ تمام مقام مقام بیان پر نظر رکھ کر ذکر شدہ دو طریقوں
 پر کثافتا فرماتا ہے کہ ان دونوں میں منہر ہونے پر ملائکہ تھے۔ حالانکہ ان کے سو وحی کی کچھ طریقے تھے اور میں جنکو ترجمہ الیہ باب اللغۃ میں بیان
 کیا گیا ہے جواب بیشک کہئے سوا وحی اور طریقوں پر بھی آتی تھی لیکن جواب میں ان دونوں پر انصاف اس لئے فرمایا کہ ان دونوں طریقوں سے وحی کی
 آگاہی نہ تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ فائدے اور استفادے کیلئے عادتاً ضروری ہے کہ مشکور اور مخاطب میں مناسبت ہو۔ و ہذا عللہ استفادہ نہ
 گا۔ مناسبت خواہیوں کو کہ مخاطب تکلم کی صفت کیسا کہ متعین ہو جائے جیسے وحی کی پہلی صورت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 صفت کے ساتھ متعین ہو جاتے یا متکلم کا مخاطب کی صفت کے ساتھ اتھاف ہو جیسے وحی کی دوسری صورت میں کہ فرشتہ شکل بشری کیسا کہ متعین
 ہو جاتا۔ چونکہ یہ دونوں طریقے اس عادت کے مطابق تھے اس لئے وحی کی آمدان طریقوں پر اکثر و بیشتر ہوتی تھی۔ سوال تاکہ جس مذہب سے
 اس لئے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اجماع میں ہذا عللہ التشبیہ ان جہر شیطان کا ہاجہ ہے بلکہ اسکی مذہبیت
 اس وجہ سے ہے کہ قرآن میں یہ ہوتا ہے اس سے صفت کے فرشتہ قند ہوجاتے ہیں۔ عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصیب
 ادلائقہ سے فلکۃ فیہا کلبہ لاجرس۔ ایسے قافلے کیسا کہ فرشتے نہیں جتے جس میں کن ہوا ایسا کہ نہ ہا سہلانی نہ فکادی۔ ایسے
 قافلے کے ساتھ رہتے ہیں جس میں ہوا (روا ہا سلم) اللہ وحی محمودہ۔ اور محمود کو مذہم کیسا کہ تشبیہ نہا سمت نہیں اس لئے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ کہ
 ناقص کمال کیسا کہ لاحق کر دیا جائے اور محمود ناقص نہیں کمال ہے۔ پھر تشبیہ کس طرح ہے گا۔ اور مذہم ناقص ہے کمال نہیں پھر تشبیہ کیسے کرے گا۔
 جواب تشبیہ کیلئے بغیر وحی نہیں کہ تشبیہ و تشبیہ بہ جہاں صفت میں مقادری ہوں۔ بلکہ صرف کسی ایک صفت میں اثر انگیزی ہے۔ آواز جس میں
 دو صفت پائی جاتی ہیں۔ ایک قوت دوسری نشاط۔ اور اس دوسری ہی صفت کے لحاظ سے اسکو مزاح شیطان فرمایا۔ اور اسکی اعتبار سے تغیر واقع
 ہوئی لہذا اسی صفت کے اعتبار سے آواز جس مذہم ہوئی پہلی صفت کے اعتبار سے مذہم نہیں۔ اور اس تشبیہ میں پہلی صفت کے اعتبار سے تشبیہ ہے۔
 دوسری کے اعتبار سے نہیں۔ نئی محمود کو مذہم کیسا کہ تشبیہ نہ کا اعتراض لود ہو پس ظاہر ہوا کہ آواز جس میں اعتبار سے مذہم ہے اس اعتبار سے
 تشبیہ نہیں۔ اور جس اعتبار سے فرشتہ کی آواز تشبیہ و تشبیہ نہ کے لئے مشتبہ ہے اس اعتبار سے مذہم نہیں۔ لہذا محمود کو مذہم کیسا کہ تشبیہ نہ لادہم آیا۔
 (وہو اشدا علی) اللہ ہو سکی وجہ ہے کہ آواز جس کے مانند کلام بہ نسبت مخاطب خلاف معتد ہے۔ اسی واسطے ایسے کام سے
 فہم منی معنی مشکل بلکہ اشع ہوتا ہے۔ اور یہی اشکلیت موجب شدت ہے۔ اور شدت کا فائدہ ترقی و حیات اعلیٰ اور وحی کی کہ ثواب میں بقدر
 شتت افزائی ہوتی ہے۔

(فی قصص معنی) قصہ معنی قطع سے ماخوذ ہے۔ اسی قبل سے اشارہ قرآنی لا انفصام لہا ہے۔ باب صوت یغیر و ب سے ہر وہ صنف
 معروف و مجهول موی ہے۔ بر تقدیر معروف یعنی منقطع ہو گا۔ اور ایک حدیث میں بصیغہ معروف باب افعال سے ہے ہر میں تقدیر انقص
 معنی اقل سے ماخوذ ہے اور اسی قبل سے ہوا قصص عتہ المحی ہوا اس شتت کا انقطاع ہے جو وحی کی آمد سے لاحق ہوتی تھی بعض
 علماء نے فرمایا کہ قصہ بالفاء اور قصہ بالفاء دونوں معنی قطع ہیں۔ مگر تفریق ہے کہ اول میں انقطاع کے باوجود قدرے تعلق بھی رہتا ہے۔
 بخلاف ثانی کہ اس میں اسلا تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ جس چیز پر وہ وارد ہوتا ہے وہ ٹوک ہو جاتی ہے۔ چونکہ فرشتہ اس صوت میں منارت کے بعد وحی

بیکر جمع کرتا تھا۔ اسلئے ہر عک کی طرف شاہ کرم کی عرض سے اول کو اختیار فرمایا کہ آپ کے اور فرشتے کے درمیان باوجود مفادقت تعلق باقی ہے بالکل قطع نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ فیض صم کی ضرورت قائل کا مرجع ملک ہے جو بقول کے کلام مفہوم ہوتا ہے۔ امام فضل اللہ تو بستی ہر سرفروغوی نے فرمایا کہ عیال ام الملائکۃ علیہ السلام سے کیسے فیض کے متعلق سوال کیا گیا اور یہ مسئلہ چنانچہ مشکل ترین مسائل سے تھا جن کے چہرے کو ہر ایک کے سامنے بے نقاب نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے بعض تفسیر مفسر آواز جس کیساتھ تفسیر دی جو مسلسل سموع ہوتی ہے مگر اس سے کچھ مفہوم نہیں ملتا۔ تاکہ اس بات پر تفسیر ہو جائے کہ بہت جلال کیساتھ وحی کا درود جب طلب ہوئے تو بہت خلعت قلب پر انتہائی دہشت چھا جاتی ہے۔ اور نزول وحی سے قلب پر چھ بار پڑتا ہے اس کے انتہائی شدید ہونیکے باعث اس وقت طلب میں اتنی تاب تو اس نہیں رہی کہ اس کو زبان سے بیان کر کے اس کے قلب سے دور ہوتے ہی تول منزل قلب میں اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جیسے کوئی بات سنا کر محفوظ ہو جاتی ہے۔ فیض صم عنی وقد وعیت کے معنی یہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فیض قائل کا مرجع وہ شدت جو اس تقدیر پر قبول کے اختیار کی وجہ یوں بیان کی جائے گی کہ اس شدت کا اقلہ جو نکلا کلید زحما بلکہ کن و غیر باقی رہتی تھی اسلئے اقلہ شدت کو اول سے تعبیر فرمایا۔

وینصہل لی ملکاً ہرجلاً مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ اصل میں تَمَتَّلَ رَجُلٌ تَحَا مِصْفَانِ کَحِزْنِ کَوْنِ مِصْفَاً کو اس کے قائم مقام کر دیا اور احتمال حال غالی از ضعف نہیں کہ حال ذوالحال پر عمل ہوا طاقہ صادق ہوتا ہے۔ اور الملك رَجُلٌ بِالْمَلَكِ صادق نہیں بل احتمال تخریر کو بعض شرح نے نادست قرار دیا۔ اسلئے کہ تفسیر مفسر ہوگی یا تفسیر نسبت اول اسلئے فیض کہ ملک میں پیام نہیں دوم اسلئے کہ تفسیر نسبت قائل سے محال ہوتی ہے۔ جیسے ان جبینہ لیتفصد عن قادی عن قادی مفعول سے جیسے وفجرنا الارض عبوداً ای عبودن الارض اور یہاں کسی سے محال نہیں مگر یہ محال کثرتی ہے۔ اسلئے کہ امثالاً الاناء مَاءٌ میں مَاءٌ تفسیر نسبت ہے پھر بھی قائل سے محال نہ مفعول سے۔ اور اگر کہا جائے کہ تمثیل یہاں فعل ناقص ہو کہ صید و در کی طرح تمثیل ہی ایک حالت دوسری کی جانب منتقل ہونے پر طالع کرنا تو ایک مفعول وجہ ہوگی۔ اب ہرجلاً کا نصب بخلۃ خبریت ہوگا۔ ملک اصل میں مَلَأْتُ بَرُوزَنَ مَفْعُولِ تَحَا كَثْرَتِ اسْتِغْلَالِ کے باعث ہرجا متروک کر دی گئی۔ الوکۃ معنی رسالت سے ماخوذ ہے۔ فرشتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرستادہ ہوتا ہے۔ اسلئے اس کو ملک کہتے ہیں۔ اور ملائکہ ملائک کی جمع ہے جیسے شمائل شمال کی ملائک کی جمع نہیں کہ فعل کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔ اور اس پر الف لام ہر ایک عہد ہے مراد حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس سعد کی روایت بطریق الی سلمۃ ما جنتون میں اس کی تصریح یوں ہے کہ موجود ہے۔ ان التبی فی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول کان الوسی یا تینی علی یخون یا تینی بہ جبریل فی قلبہ علی کما یلقى الرجل علی الرجل الحدیث بارگاہ رسالت میں حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری بالمشال مختلف ہوتی تھی کبھی حضرت جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں کبھی کسی امرائی کی صورت میں اس حدیث سے فرشتے کا وجود ثابت ہوا۔ فرشتے کے وجود کا انکار کیا کہنا کہ تو نے نیکی کا نام فرستاد۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں یہ دونوں تفسیریں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو انسانی شکل میں ظاہر ہونے کی قدرت بخشی ہے۔ عارفانہ باللہ صدیقی حافظ احمد بن مہبل کہ قداس سید کا کتاب منتخب ابواب شریعہ ۱۹۵ء پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مفسرین سے ایک مسئلہ کا تذکرہ کیا جس کو لوگ بیان کرتے تھے کہ جو شخص امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی کتاب لیکر کسی دی کے مزار پر حاضر ہو پھر اسے کھول کر اس کی سند کے دونوں دروازوں کے تو تسلسل سے بارگاہ الہی میں پی حاجت عرض کرے تو اس کی حاجت پوری کیا جائے گی۔ بالخصوص جبکہ کئی آخری کتاب کو لیا جائے۔ پھر میں نے اس عمل کے متعلق اپنے پیروست قریب لارڈ و سیدنا الیہ عبدالعزیز قدس سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استصواب کیا اور ابیہاں ہر شے میں کچھ فرشتے رہتے ہیں جن کی خدمت سے جو کہ نہ جب اللہ تعالیٰ سے کہہ طلب کرے اور انہیں تقدیر الہی کے ساتھ گارہن کا علم ہوتا ہے تو اس سے پہلے کیساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کو طریق سدا تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیطان راستہ

نہ اس کا ہونا کہ وہ ان کی خدمت سے ملے

اور جس طرح افعال قوا کے باعث نفس پر موافقہ ہوتا ہے اسی طرح ان تمام اجسام کے افعال پر موافقہ ہوگا جن کی تدبیر کیس طرح کرتی ہے
 اُن سے جو کچھ صادر ہوگا جواب یہی اسی ایک روح پر ہوگی فقلت لہ فعل تعلق افعال ہذا کے اجساد والی تطور الولی
 فیہا حق اذہ از حرکت یدہ مثلاً تتحرك ید من تلك الصور کلہا فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہم فہما قطع
 من ید عین ما یقع من بقیۃ الایدی پھر میں نے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا اولی کے ان مثالی اجسام کے افعال متقدم
 بھی ہوتے ہیں کہ جب اصل ہاتھ کو حرکت دے تو وہ مثالی ہاتھ بھی حرکت کر جائیں۔ فرمایا ہاں تم بھی ہوتے ہیں کہ جو فعل اصل ہاتھ سے صادر
 ہو وہی مثالی ہاتھوں سے فقلت لہ فہما حکمتہ وقوع التطور فی ہذا الدار فقال ذلک انما یکون بحکم خسر
 العادة حين یعطون حرف کن وفی الآخرۃ یکون نفس نشاط اہل الجنة تعطی ذلک پھر میں نے عرض کیا کہ ان
 مثالی اجسام کو دنیا میں اختیار کرنے کی حکمت کیا ہے فرمایا اجاباً ویا حرف کن کے سر کی عطا سے سرفراز ہوتے ہیں اسوقت ان سے مثالی
 اجسام کیساتھ تشکیلی طور پر خرق عادت صادر ہوتا ہے۔ اہل آخرت میں اہل جنت کی پوری زندگی اس عطیہ کے ساتھ وابستہ ہوگی فقلت
 لہ فہما سبب کون نشأتہم تعطی ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ہب بعض العارفين الی ان سر وحائیتہ
 اہل الجنة تغلب علی جسدہم فیظہر حکمہا علیہ ولذا لک ید خلون فی اسی صورتہ شاد والذی مذہب
 الیہ ان الجسد یرجع الی اصلہ فقرب من اطلاقہ پھر میں نے عرض کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ اہل جنت کی تمام زندگی اس
 عطیہ کے ساتھ رہے گی فرمایا بعض عارفین کا مسلک اس بات پر ہے کہ اہل جنت کی روحانیت اُن کے اجسام پر غالب ہوگی۔ لہذا
 اسکا حکم اجسام پر ظاہر ہوگا۔ واللہ یہ تشکیلی روحانیت کا حکم ہے انطور ان اہل جنت حسب منشاہر کل اختیار کر سکیں گے اور ہر مسالہ
 مسلک پر کچھ دیاں چربہ اپنی اصل کی طرف رجوع کر کے اپنے اطلاق سے قریب ہو جائیگا (اسلئے جنتی زندگی کی ابتدا سے ابتداء
 تک اہل جنت کو ہر وقت ہر روپ میں لے کر قدرت ہوگی) فقلت لہ کیف فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان العناصیر المخلقة
 قبل ان تتشخص وتقبل ہذا الصور المخصوصہ كانت قابلاً لكل صورتہ فلما تقيدت بهذا الصور المخصوصہ
 وبعدت عن مرتبۃ النفس الکلیۃ بنزلہا الی عالم الطبیعة تقيدت فی المادۃ وانجست عن الاطلاق
 فاذا استعملت الریاضۃ والمجاهدۃ للتخلص ترفعت صاعداً الی عالمہا العلوی فعلی قدر قربہا من
 النفس الکلیۃ تقرب من وصفہا الاول القابل لكل صورتہ فیرجع الجسد بنفسہ وحقیقۃً متشکل
 ویصوّر ویقبل الصور لقریب من النفس الکلیۃ وانظر الی اجساد اہل النار کیف ہی حاصلۃ فقال
 طبیعتہم لبعثہا من النفس مقامہا فی ظلمۃ الطبیعة واللہ تعالیٰ اعلم پھر میں نے عرض کیا یہ کیسے
 فرمایا اسلئے کہ وہاں مطلقہ متشخص ہونے اور ان مخصوص صورتوں کے قبول کرنے سے پہلے ہر صورت کے لئے قابل تھے۔ جب
 ان مخصوص صورتوں کیساتھ مقید ہوئے تو وہاں طبیعت کی طرف تنازل ہوئی کہ نفس کلیہ کے مرتبے سے دور جا پڑے تو وہ اس
 قید ہو گئے اور اطلاق تک پہنچنے سے روک گئے۔ پس جب اس قید سے خلاصی کے لئے ریاضت اور مجاہدہ اختیار کرتے ہیں تو اپنے عالم علوی
 کی جانب صعود کرتے ہوئے ترقی پاتے ہیں تو نفس کلیہ کے قریب ہونے کے بعد اپنے وسط اول سے قریب ہوتے ہیں جبکہ اعتبار سے ہر صورت
 کے قابل تھے پہلے اصل یہ ہوا کہ نفس کلیہ کے قریب ہونے کے سبب خود تشکیلی ہوتا اور صورتوں کو قبول کرتا ہے۔ اور دوزخیوں کے اجسام کو
 دیکھو اپنی طبیعت کے افعال کیوں مٹا ہے اسلئے کہ نفس کلیہ کے دور جا پڑنے اور طبیعت کی تاریکی میں مقیم ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 اس سبیل سے ایک اشکال مندرجہ ہو گیا جو حدیث شمس پر وارد ہوتا تھا۔ حدیث شمس جبکہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی

روایت کیا ہے کہ سید المرسلین علیہ السلام نے بوقت غروب صبح کرنا کہو مطلق کر کے فرمایا۔ جلتے ہوئے آفتاب کہاں جاتے ہے صبح
نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ آفتاب طلتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر سبکیں گریڑ لپٹے اور
ساجد ہوتے ہیں حتیٰ کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور جلو صبحے چل رہے تھے چنانچہ وہاں ہو کر اپنے مطلع سے بوقت صبح طلوع کرتا ہے اور جلتا
رہتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر سبکیں گریڑ لپٹے اور سجدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو
اور جاری ہو چھوٹے ہیں اُس سے کہا کہ اٹھو اور مطلع سے طلوع کر کے جاری ہو جا تا ہے لوگوں کو اُسکی حالت سے بخبری نہیں ہوگی
یہاں تک کہ زیر عرش اپنی اسی قراگاہ تک پہنچے پھر سبکیں گریڑ لپٹے اور سجدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ طلوع مغرب کی ہے جو کہ یہاں ساقوت ہوگا جبکہ اُس نفس کو ایمان نہ لانا نفع نہ دینگے جو اس سے
پچھلے ایمان نہیں لایا یا اُس نے دوبارہ ایمان کوئی بھلائی کسب نہیں کی۔ اشکال یہ ہے کہ ہر شب اُفتاب طلوع موقوف ایک زیر عرش قائم
ہو کر ٹھہرتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے مگر یہاں تک کہ خلافت شاہ ہے خواہ یہاں کہا جائے کہ آسمانوں کی کئی بعد گریٹ کے زیر عرش
ہو کر سجدہ کرتا ہے یا یوں کہیں کہ اپنی جگہ ٹھہر کر سجدہ کرتا ہے اسلئے کہ امام احرارین وغیرہ علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ آفتاب ایک ایسی جگہ
غروب و ستراق میں طلوع ہوتا ہے اور اوقات ایک جگہ طویل دوسری جگہ قصیر ہوتی ہے اور خط استواء کے نزدیک لین نہار میں قدرے
تفاوت ہوتا ہے اور مدار بغار میں بعد از شفق غائب ہونے سے پہلے طلوع ہو جاتی ہے یہ مشاہدات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب کا
طلوع موقوف نہیں ہوتا ایک جگہ غروب ہے تو کسی کسی جگہ طلوع ہوگا پھر سبکیں گریڑ لپٹے اور سجدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو
کسی جگہ طلوع نہ ہوئے آفتاب سجدہ کر کے خلافت شاہ پر ہونے کے باعث قابل قبول نہیں جو اب اس اشکال کا جو بیان بالا سے ظاہر ہوا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو مثالی جسم اختیار کر کے کی قدرت عطا فرمائی ہے لہذا وہ مثالی جسم سے طلوع و غروب میں رہتا ہے اور اسی جسم سے زیر
عرش قائم ہو کر سجدہ بجالاتا ہے کذا فی مروج المعانی اقول بلکہ حسن جواب یہ ہے کہ آفتاب اپنے اصلی جسم سے زیر عرش ساجد ہوتا ہے
اور اسی جسم سے طلوع اور غروب بھی کرتا رہتا ہے زیر عرش ستراقی ہوتا ہے اور طلوع و غروب بھی جاری رہتا ہے اس سے ایک وقت ایک جسم کا
دو مکان میں ہونا دو دونوں مکان میں بیک وقت اُس سے مختلف افعال کا صدور لازم آئے گا جو نظر عقل میں اگر چہ یقیناً محال ہے کہ اجتماع قدرین
ہے مگر صاحب قلوب کے نزدیک ممکن بلکہ واقع ہے کتاب الجواهر^{۱۲۴} والدرار میں ہے معانی دل علی ان الجسم الواحد یكون
فی موضعین واكثر فی آن واحد و یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہما سوی بہ الی السموات
العلی آدم و عیسیٰ و یحییٰ و ادریس و موسیٰ و ہارون و ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام وما وقع لہما
فی شان الصلوٰۃ من المراجعة لموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین
ذاک فی قبرہ فی الارض قائما یصلی وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت موسیٰ و ما قال رأیت
روح موسیٰ ولا جسد موسیٰ فیما من یحیل الجمع بین الصلّٰتین ما نقول فی هذا الحدیث فان المعنی
موسیٰ ان لم یکن عینہ فالاجتماع کذب وهو محال علی الشراعی صلی اللہ علیہ وسلم فما بقی الا ان
القدرة صالحة للجمع بین الصلّٰتین خلاف ما یقتضیہ النظر العقلی ہذا والمقلد المومن بهذا الحدیث
یقول لصاحبه رأیتک البعراحة فی النوم ومعلوم ان موسیٰ کان فی منزله علی حالة غیر الحالة التي
مرّی علیہا وفيه وطن آخر ولا یقول رأیت غیرک ویشهد لک انہما وارد فی الصحیح فی قصة آدم
ولیدین حایت قال اللہ تعالیٰ لہ وهو خارج عن القبضة اختراجهما شکلت قال اخوت یلمین سرتی و

بشیر القاری

کتابید یہ یمن مملکتہ فیسط الحق یدہ کما یلیق بجلالہ فاذا آدم و فرایتہ فآدم علیہ السلام فی البد
مقبوض علیہ حین اختار الیمین ولیس فی البد آدم الخطاب خاتم الید هو عین آدم المقبوض علیہ
فما من یدعی معرفۃ اللہ بقلہ و الا لیمان بہما جاء بہ الرسل ابن عقلک فی ہذا المسئلۃ فان
تقول الشی الواحد لا یكون فی مکانین و تقول ہذا احتمال و ہذا اجازۃ یعنی یدیان وحدت کے خواص سیدنا علی غوام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جسم واحد و بازا نہ مکانوں میں بیک وقت ہوتا ہے۔ اس پر چیز دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے شب معراج آسمانوں پر آدم و عیسیٰ و یحییٰ و ادریس و موسیٰ و ہارون و ابراہیم علیہم صلوات
اللہ وسلامہ کو دیکھا اور وہاں پر آپ کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نمازوں کے باہمیں گفت و شنید
ہوئی حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت زمین پر اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
(چھٹے آسمان پر) موسیٰ کو دیکھا اور یہیں فرمایا کہ موسیٰ کی روح کو دیکھا نہ یہ فرمایا کہ موسیٰ کے جسم کو دیکھا تو جمع بین الضمین کو محال عقدا
کہ فرمایا انسان تو اس صورت کے باہر نہیں کیا کہیگا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنکو موسیٰ سے تعبیر کیا اگر یہ لعینہ وہ نہیں جو اس وقت
زمین پر قبر میں غرق پڑے تھے تو یہ فرمایا کہ اس نے آسمان پر موسیٰ کو دیکھا کذب ہوا یا کیا جس کا صدر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمر سے نکل گیا
تو کوئی جائے غر نہیں ہی بجز اسکے کہ نظر عقلی کے خلاف تسلیم کر لیں کہ جمع بین الضمین یہ قدرت ہر اسے محفوظ رکھو اس حدیث پر ایمان رکھنے والا مقلد
اپنے سامعین سے کہتا ہے میں نے شب گذشتہ محلو خواب میں دیکھا اور معلوم ہے کہ اس کا سخی ہوسا اپنے مکان میں اس حالت پر نہ تھا جب دیکھا گیا
بلکہ نکالت دیکھا تھا۔ اور اس مکان میں بھی نہ تھا جس کو دیکھا بلکہ دوسرے مکان میں تھا پھر بھی مقلد اپنے سامعین سے کہتا کہ میں نے تیرے سوا کسی
اور کو دیکھا اور بلکہ یہ کہتا ہے کہ مجھ کو دیکھا اور کہے اس عوی کی یہ چیز نائید کرتی ہے جو حدیث صحیح میں آتا اور بدین کے باہر میں وارد ہوئی۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا جبکہ وہ مشیت الہی سے باہر تھے کہ ان دونوں باتوں سے جس کو چاہو پسند کرنا انہوں نے عرض کیا میں نے
اپنے رب کا دایاں ہاتھ پسند کیا اور اس کے دونوں ہاتھ وہ ہیں کہ کھالے ہیں تو حق جل جلالہ نے اپنی شخصی کھول دی جس طرح کھولنا اس کی خلاق مال
کے لائق ہے تو انہیں سے آدم اللہ ان کی قدرت نکل پڑی پس آدم علیہ السلام اس وقت مٹی میں تھے جبکہ دایاں ہاتھ پسند کیا تھا اور بھی تھے اور
جو آدم مٹی سے باہر مخاطب تھے یہ لعینہ وہ ہیں جو مٹی کے اندر تھے تو اپنی عقل سے معرفت الہی کا دعویٰ کر رہے تھے اور رسولوں کے لئے ہوئے
احکام پر ایمان رکھنے کے تدبیر تہدی عقل اس مسئلہ میں کہا جاتی تھی اور تم تو کہتے ہو کہ ایک چیز دو مکان میں نہیں ہوتی۔ اور کہتے ہو یہ محال ہے
اور وہ جانتے ہے۔ کاشفت حقائق شریعت و طریقت و اذنی حقائق معرفت و حقیقت سیدنا امیر و عبدالواحد بلگرامی
قدس سرور المتعالیٰ اپنی کتاب سلاب سبع سنابل شریف میں تحریر فرماتے ہیں جو بشہادت عارف باللہ تہذیبنا شاہ کلیم اللہ
جہاں آبادی قدس شہر بانگاہ رسالت میں مقبول ہو چکی ہے اللہ باری عزت سے اس پر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے مگر آئینہ مقابل آسمان دیکھ
مگر آسمان و مگر آسمان کتاب کہ ہر جام آسمان است و ان صفایا یاد اگر آسمان حائل نباشد بلکہ علویات و سفلیات و درجہ ہر آں صفائے گروہ
ہو جنیں آئینہ بل تو مگر معتقل مصفا کردہ علویات و سفلیات مدو قبل شود و تو در جملہ امکانہ خاصو شای حکایت مختوم
شیخ ابو الفتح جوینی قدس سرہ تعالیٰ عنہ صمد ماجراج الاول بکرت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ازہد جا استہداعہ کہ بعد از نماز پیشین
حاضر شوند ہر وہ استہداع قبل کہ در حاضران پر سید نہ لے محمد ہر جا استہداعا قبول فرمودند و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر یا شدہ گو کہ میسر
خواہد آمد فرمودہ کشن کہ کا فر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابو الفتح صمد جا حاضر شود چہ عجب۔ بعد از نماز پیشین از
یک جا چو دل رسید محمد از حجرہ بلکہ میر چو دل سوار شد و برفت باز از دم جا چو دل آمد و ہم چہ از زہرہ جا چو دل رسید محمد ہر جا

نہایت
موسیٰ
نماز
موسیٰ
نماز
موسیٰ
نماز
موسیٰ
نماز
موسیٰ
نماز

جنتی میں

انکی تصدیق کی اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے کچھ کہا۔ انکے لئے جنتی فرش بچھا دیا اور اسکو جنتی پوشاک پہنا دو۔ اور انکے لئے جنتی دروازہ کھول دو۔ پھر اس سے جنتی ہوا اور جنتی خوشبو آتی رہتی ہے۔ اور قبر میں جو نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص جو بصیرت مند ہے۔ اس میں انکر کہتا ہے کہ کہیں ہر سرور کن چیز کی بیانات دیتا ہوں۔ بڑی بڑی وقت سے جسکا شے وعدہ کیا گیا تھا تو زندہ کہتا ہے۔ تم کون ہو تمہارا چہرہ؟ انکی طرح ہے جو خبر کیا ہے؟ آتے ہیں وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا اہل ایک ہوں جبکہ عرض کرتا ہے کہ پورے دنیا کی امت قائم فرمائے پروردگار! قیامت قائم فرمائے تاکہ میں اپنے جنتی اہل و مال کے پاس پہنچ جاؤں۔ اور زندہ کا فراموشی منافق کہ بر قول: راجع کا فرما ہر سے سوال نہیں ہوتا۔ کن انی رحمانی! جب نبوی نے مکی تم کے آخرت کی طرف جانوا لا ہوتا ہے تو انکے پاس آسمان سے سیاہ فام فرشتے اترتے ہیں جن کے ساتھ ملاٹ ہوتے ہیں مکی حد نظر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر انکے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں کہ لے غیبت روح غصدا ابی کیواسے عمل تو وہ بدی میں اور بدی ہو گئی ملک الموت اسکو اس طرح کھینچ نکلتے ہیں جیسے تر آدن سے سچ نکالی جاتی ہے۔ جب ملک الموت اسکو کھینچ لیتے ہیں تو فوراً ہی ان سے وہ فرشتے لیکن ناٹوں میں کہہ جاتے ہیں اس سے ایسی بدی ہوتی ہے جیسے روتے زمین پر کسی مرد یا سے بدترین بدو ہوتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو فرشتوں کے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتا ہے یہ غیبت روح کون ہے جواب دیتے ہیں فلاں ابن فلاں ہے۔ اور ان عاموں میں جتنے ساتھ دنیا میں ملا جا تا تھا سب سے بڑے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان و نہا تک پہنچ کر انکے لئے دروازہ کھولتے ہیں۔ تو وہ زندہ کھولا نہیں جاتا۔ اب پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ أَوْفَىٰ بِالْعَهْدِ إِنَّهُ كَانَ كَلِمَةً تَقْبَلُهَا السَّمُورُ وَالْأَنْعَامُ كُلُّ غَنَاقٍ**۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائینگے۔ اور زندہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جب تک سوئی کے نلکے میں دھندل و خصل نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسکی کتاب (قائم) کا اندراج سب سے نیچے کی زمین کے اندر تمام صحیحین میں کہ دو تو اسکی روح کو کھینچ دیتے ہیں وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت فرمائی: **وَمِنْ نِّبْرَانٍ بَالِدَةٍ فَكَانَ آخِرُ مَرِّ السَّمَاءِ فَتُخَطَفُ فِي الظُّلُمِ** اور **تُخَوِّسُ بِهِ التَّرَائِفُ فِي مَكَانٍ سَجِيحٍ**۔ ترجمہ۔ اللہ جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا اگر آسمان سے کپڑے اسے اچکایا جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ بھیج دیتی ہے تو اسکی روح جسم میں اپس کی جاتی ہے اور اس کے پاس وہ فرشتے منکر نکیر آتے اور اسکو جھانک دیتے ہیں۔ تمہارا راز کون ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے ہا! ہا! میں نہیں جانتا پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا تھا؟ جواب میں کہتا ہے ہا! ہا! اچھے نہیں معلوم۔ پھر دریافت کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تہذیبی طرف بھیجے گئے تھے جواب دیتا ہے ہا! ہا! اچھے نہیں معلوم۔ آسمان سے ندا آتی ہے کہ جو تھے لہذا ان کے لئے آگ کا فرش بچھا دو اور دروازے کی طرف ایک دروازہ کھول دو اس کی پیش الاگرم ہوا آتی رہے گی۔ اور اسکی قبر اتنی تنگ ہوئی ہے کہ وہیں نظر کی پسلیاں بائیں طرف اللہ بائیں طرف کی پسلیاں بائیں طرف ہو جاتی ہیں۔ پھر انکے پاس بد صورت بد لباس بد بودا مرد آتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تمکو یہ کوہ چیز کی بیانات دیتا ہوں بڑی بڑی وقت سے جسکا تھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ اسکی طرح ہے جو شرا کا پوہ وہ جواب دیتا ہے میں تیرا اہل و عیال تو یہ منافق کہتا ہے۔ لے سب قیامت نہ قائم کیجیو اسی تفسیر میں شیر میں کہ حضرت اہل صلا اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کے سر ہانے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا کہ ملک الموت میرے ان صحابی کیسا اتھرتی کرنا کہ یہ وہی ہیں۔ ملک الموت عرض کیا یا احمحمد حضور کا قلب سرور ہوا! انھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں ہر مومن کیسا اتھرتی کرنا ہوں اور واضح ہو کہ زمین پر خشکی میں یا تری میں مٹی کا مکان ہوا یا لوں کا خیمہ ہر گھروالوں کی مدد نہ پا کے مرتبہ جہان میں کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے نمود دو کلاں سے میں نسبت انکے زیادہ وقت ہوں بخدا یا احمحمد اگر میں کسی چھڑکی کی طرح قبض کرنا چاہا ہوں تو قلعہ نہ ہو سکتا گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔ حضرت جعفر طوسی نے یہ فرماتے ہیں کہ چنانچہ بنو ہاشم کے اوقات میں یہی ہے۔ تو جو شخص نماز کو پابندی سے ادا کرتا ہوتا ہے بوقت مرگ ملک الموت اس سے قریب ہو کر شیطان کو دفع کر کے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** کی ایسی سخت حالت میں اسکو ملتیں فرماتے ہیں۔ نیز وارد کرچہ فرشتے

ان کے لئے

میں سے ہر مومن کیسا اتھرتی کرنا ہوں

ملک الموت کے ماتحت ہیں جو روح کو بدن سے نکلنے دیتے ہیں جب ملک پر پہنچتی ہے تو اسکو ملک الموت پکڑ لیتے ہیں۔ ان تمام احادیث سے ظاہر ہوا کہ ملک الموت ایک متین فرشتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اگرچہ اس کے رتبہ مسکون میں مختلف مقامات پر ایک وقت ہزار ہا ارواح قبض ہوتی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک الموت ان تمام مقامات پر ایک وقت موجود ہوتے ہیں۔ الحاصل حدیث شمس پر درود شہ اشکال کا اندازہ ان دونوں روایات سے ہو سکتا ہے مگر ہائے نزدیک جواب دوم اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ حدیث شمس میں ارشاد نبوی **أَنَّ مَرَدُّنَ آيَتٍ تَذْهَبُ هَذَا الشَّمْسُ بِسَمِ** ارشاد واضح ہے جسکی دلائل محسوس ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا جو موسیٰ مقرر تھا وہی آج اہب و مسلج ہے اور یہی واقعہ اسلئے ظاہر ہے۔ ہذا واسلیٰ جسم سے جو بدن ہے اور مثالی جسم سے مسلسل ظہور کرنا احوال مستفی ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(فاعی مایقول) صحیح ابو عوانہ میں اسکی ہذا اتنا اور ہے۔ **وَهُوَ آهْوُهُ كَلْفٌ**۔ سوال دی کے اس دوسرے طریقہ بیان کر کے فاعلی بصیغہ حال ارشاد ہوا۔ اہ پہلے طریقہ کو بیان کر کے **وَعَيَّتْ بَصِيْدًا مَضَى فَرَايَا**۔ دونوں طریقوں میں یہ اختلاف کیونکر ہے۔ جواب۔ اول طریقہ میں قول منزل چونکہ قصہ سے پیشتر قلب میں محفوظ ہو چکا اسلئے وقت قصہ کے اعتبار سے اسکی محفوظ ہونا ماضی ہوا۔ نظر ہوا اسکی تعبیر صیغہ ماضی سے فرمائی اور دوسرے طریقے میں قول منزل چونکہ محال تھا کہ محفوظ ہو رہا تھا ہے اسلئے یہاں پر صیغہ حال اختیار فرمایا۔ یا یوں کہنے کا اول طریقہ میں یہ پہلی صفت کیساتھ متصف ہو جاتے تھے پھر جب بشری صفت کی طرف رجوع ہوا تو قول منزل قلب میں محفوظ نہ رہا اسلئے صیغہ ماضی اختیار فرمایا بخلاف طریقہ ثانی کا سمیں بشری صفت قائم رہے ہوئے تھا کہ کیساتھ ساتھ قول منزل محفوظ ہوتا تھا۔ ہذا اس کو بصیغہ حال تعبیر فرمایا۔

(قالت عائشة رضي الله تعالى عنها) حمزوف حروف عطف سند سابق پر معطوف ہے۔ تفصیلاً تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ **وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالُكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ**۔ اور اجمالی یہ ہوگی **وَيَا لَسَانِ الشَّابِقِ** بہر صورت فاعل عطف کیساتھ اتنی عبارت اور معطوف ہے۔ حدیث سند معطوف میں یہ حرف امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے اور قلعین میں حرف عطف کو ذکر فرماتے ہیں۔ اس بنا پر حدیث سند ہوئی تعلیق نہیں چنانچہ طبرقانی نے بطریق عقیق بن یعقوب عن مالک حدیث اول سے علیحدہ اسکی تخریج کی اور امام سلمہ نے فضائل میں بطریق ابو سلمہ عن هشام اسکو حدیث اول سے منفصل کر کے بالغافل دیگر روایت کیا ہے۔ لیکن حدیث سند معطوف ہر اس حرف کا چونکہ التزام نہیں اسلئے تعلیق کا احوال بھی ہے۔ بہر کیف امام المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کو یہاں پر ذکر کرنا یہی ارشاد ہوا تھا **هَذَا عَلَى كَيْ تَأْسِدُ مَعَهُ**۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت امام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کمال یہاں تک تھا کہ حضرت حکام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتی ہیں اور سمیں پنا مشاہیر مگر یہ اختلاف محض حدیث اول کو مرسل صحابی قرار دینے کی تقدیر پر ہوگا۔ ہذا دونوں میں اپنے مشاہیر کا بیان ہے۔

(ولقد رآيت) اور اہل اے قسم ہے اور لام پر اے یا کسید۔ اور اس آیت روایت بصری سے شنی ہے۔ اسلئے کہ متعدی سے ایک فعل ہے اور یغزل الخو غیر معمول سے حال ہے یعنی واللہ یغزل البصر وہ حال کو نہ یغزل الخو ادم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد **فَالْيَوْمِ الشَّدِيدِ لِلَّهِ**۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نزول وحی سے سخت ترین کرب لگتی ہوئی تھا ورنہ سخت مہر وحی کے دن میں پسینہ نکلنے کیسے ہو جاتا۔ اس کا کثرت ہونا اس لحوق کرب میں نبوی صبر کے امتحان کے ساتھ ساتھ حسن تدابیر بھی تھی تاکہ اس طرح مزہض ہو کر نبوت کے عظیم باروں کو برداشت فرما سکیں۔

(وان جبینہ الخ) اور اوامیٹ کے اور جلا سمیہ عنہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔ پیشانی کے دائیں بائیں اور گنبد سے اوپر کے حصہ کو جبین کہتے ہیں۔ سوال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے دو جبین ہوتی ہیں۔ ایک پیشانی کی دائیں طرف اور دوسری بائیں جانب

پھر جن میں بعضہ واحد کیوں فرمایا یہ افعال بعد از قیاس ہے کہ پسینہ صرف ایک جن میں سے بہتا تھا اس لئے توحید جن میں اختیار کی گئی۔ جواب اگرچہ جن کو بعضہ واحد ذکر فرمایا مگر درمستی ہے کہ وہ چیزیں جب پسینہ جڑوں میں ہوتا ہوا اہل بیاد میں جیسے ہاتھ پاؤں اکٹھا کان یا اور بدن جیسے موزے جوتے دستے کے کچھ ایسی مسئل ہوتا ہے تو نہ صرف اہل عرب بلکہ اہل لاکس اور اہل ہند کے نزدیک بھی ہند کا طلاق اُن میں سے ایک اور کدوؤں کے ٹوکرا کا مروت ہے کہتے ہیں کھلتی عینائی اکٹھ میں سے لگا یا۔ اور مرد و نون انھوں میں لگا نا ہوتا ہے کہتے ہیں لبست خفنی سوزہ ہوتا اور مرد ایسے کدوؤں کو سے پہنے عرب کا مشہور شاعر ابو ذؤب کہتا ہے
فَالْعَيْنُ بَدَنُكُمْ كَأَنَّ جَدًا فَعَمَّا سَمَلَتْ بِشَوْرَةٍ فَعِي عَوْنُكُمْ
فیکھئے اس ایک کلمہ کہا اور دونوں مرد اہل عرب کے واسطے جدا اق بعضہ جمع ذکر کیا وہ ایک کلمہ میں چند مدعی نہیں ہوتے۔ محمد بن شیخ سارنگ قدس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے خلیفہ حضرت محمد بن شاہ عین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کام سے ایک شہر میں بھیجا چنانچہ اس کام کو کچھ غوی انجام دیا وہ واپس ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ محمد نے دریافت فرمایا کہ اس شہر میں ایک مرد عارف کا مل ہے اُن سے ملاقات کی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کبھی شہر میں جاؤ اور وہاں کوئی درویش عارف ہو تو اس کو دیکھنا اور اُس سے ملاقات کرنا چاہئے۔ محمد بن شاہ عین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دینے سے بہت عرصہ کا
سہ ہمتہ شہر چڑھ کر وہاں میں درخیال ما ہے، چہ کم کہ چشم بد خو کند کس نگاہے ایسی غم کو کاغذ شادی رحمتہ تعالیٰ ملے اس طرح اد کیا اسے
بر دست ام دیدہ جو باز از بحر عالم متاویدہ من بر بخ زبائے تو ہزار است قطعہ کاش بجاؤں ایک تریں میں تازہ خوش ہو لیکے اس جان کر کہ ذیل اہل اللہ میں
اکٹھ محوطہ ویدار اہل پرچوش و دہر لب پش کر کشن سالی پالی ہاتھ میں خوش کیا کیا کئے دارنگی کے کون رضا کویت عاون کے و اللہ تعالیٰ ہمیں
الغرض یہ ایک ضابطہ ہے جو کہ افادہ اگر عریض سے فرمایا کن ان فی حاشیۃ السید الحموی علی انشأہ والنظر احوث۔ السلام
مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِمْ قِيلَ لَا تَمْنَحْ بِمَنْ هِيَ اِسْمُهَا بَدَنُكُمْ كَأَنَّ جَدًا فَعَمَّا سَمَلَتْ بِشَوْرَةٍ فَعِي عَوْنُكُمْ
لفظ ایل بعضہ واحد اور مرد مثنیٰ ہے۔ از انکہ حدیث مصافحہ ہے جسکو امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے باری الفاظ روایت کیا اور یا خذ بیدہ و یضما فحکمہ قال نعم یہاں پر لفظ ایل بعضہ مفرد ہے۔ اس سے غیر مفرد اس بات
پر استدلال کیے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ درست ہو دونوں ہاتھوں سے درست نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ حدیث امام ترمذی کی تحسین کے
یا محمد بن عبد اللہ بن ابی النعمان بن ابی النعمان حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ منکر ہو چکے ہاں قابل استدلال نہیں کہ کافی النہن ہیہ
للانام الذہبی غیر مفردین کا اپنے دعویٰ پر استدلال کرنا ضابطہ نہ کہ ہے نا آشنا ہے نہ برہنی ہے۔ ورنہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مستوفی
اور زمانہ قدیم سے مسلمانوں میں بلکہ کسی پر عمل جاری ہے۔ بخاری شریف باب المصافحہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ حضور عیسیٰ علیہ السلام تعالیٰ علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لیکر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔ حضور پُرہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ اپنے دونوں ہاتھ کا ہاتھ لینا مصافحہ تھا۔ اسی لئے باب المصافحہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا پھر فرمایا
صَلَّى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِبَيْتِهِ يَمْنَى امَامَ عَمَادُ بْنُ زَيْدٍ امَامَ اَبِي بَرَكَةَ بْنِ مَرْثَدَةَ سَمِعْتُ امَامَ عَمَادُ بْنُ زَيْدٍ امَامَ عَمَادُ بْنُ زَيْدٍ امَامَ عَمَادُ بْنُ زَيْدٍ
مصافحہ کیا یہ دونوں حضرت امیر المومنین امیر القادر تہجہ تابعین سے ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے حماد بن زید من ائمة المسلمين
حماد بن زید مسلمانوں کا امام ہے۔ لہذا رمضان المبارک ۱۱۷۵ھ میں جب فاتحہ پائی تو امام زید بن زریع بصری نے قبر وصال مشکوٰۃ
مات سید المسلمین کچ مسلمانوں کے سرواے انتقال فرمایا کن ان فی النہن ہیہ اور دو سکے صاحب حضرت امام الامام شیخ الاسلام
عبد اللہ ابن مبارک مروزی کا تو ذکر کیا عالم میں کونسا قدر سے کھما پڑھ لے جو اس جناب کی جلالت شان اور عظمت مکان سے گاہ میں
امام بخاری و مسلم کے استاد الاسود ہاں سے امام فہم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے علما و دین فرماتے ہیں
کہ تمام جہان کی نویاں مشہور تھیں اُن میں جمع فرمادی تھیں قالہ فی القرب اور فرماتے ہیں کہ جہاں عبد اللہ بن مبارک کا ذکر ہو گا

ف
مفتی محمد
احمد صاحب
مدرسہ
الہ آباد
کامپوز
پریس

۱۰. ایک اقصیٰ سفر پر جان لیوا اور نازنی افسوس سے ملے تو سونو بیگم نے ۱۱

بشیر القاسمی

زینبی بن بکیر بن بکیران کے دادا ہیں۔ والد کا نام عبداللہ ہے جو کدوا کیساتھ مشہور ہو گئے تھے اسلئے ان کی جانب نسبت کی جاتی ہے قرشی مخزومی مصری ہیں۔ سترہ میں وفات پائی۔

(اللیث) بن سعد بن عبدالرحمن بن عقیل بن قیس غیلانہ کی شغل فہم کی طرف نسبت ہے۔ عبدالرحمن بن خالد بن مسافر بنی کے بولتے تھے اسلئے فہم کہا جاتا ہے ابو الحارث کنیت۔ ہرقاھر کا سے بارہ میل فاصلے پر دم قلعشندہ میں ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایک سو سال کی عمر میں ۵۵ھ اشجان المعظم پر درجہ وفات پا کر مصر کے قرائد صغریٰ میں دفن ہوئے۔

تبع تابعین سے ہیں پچاس سے زائد تابعین کی ملاقات کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ صلح ستہ میں لیث بن سعد نام کے کوئی راوی نہیں۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد و متبعی مذہب کہتے تھے۔ حدیث دانی کے ساتھ ساتھ فقہائے ہند میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اسلئے آپ کی جلالت شان پر اجماع ہے۔ زینبی دولت کے لحاظ سے بھی شریف علم تھے۔ اسی پر ازادہ فہم سا لاندہ دینی تھی۔

مکرم جو دو سخاوت و صافیت میں بکثرت حصہ لینے کے باعث کسی سال تنہا مال باقی نہ رہتا تھا چہرہ زکوٰۃ واجب ہو۔ حبت مساکین کا عالم کہ روزانہ جب تک تین سو ساٹھ مساکین کو کھانا نہ کھلا دیتے خود صبح کا کھانا تناول فرماتے تھے۔ حقیقت کشنا بندوں نے حبت مساکین کی کبھی نظر انداز نہیں کیا اور حسب استطاعت اس پر کاربند ہے۔ اسلام کی تعلیم کا یا اثر تھا کہ مسکین کا قلب بھی مسکین کی جتنی سے ملو جوتا اور اپنی

ضرورت پر دوسرے مسکین کی ضرورت کو مقدم رکھتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مسکین صحابی کی خدمت میں کسی بکری کا کھانا گوشت پیش کیا انہوں نے دوسرے صاحب کے پاس رسال فرما دیا جنکو اپنے آپ سے زیادہ مسکین سمجھتے تھے۔ اسی طرح گوشت بطور ہدیہ منتقل ہو رہا یہاں تک کہ نویں صاحب نے پھر اول کی طرف ارسال فرما دیا۔ اس پر بارگاہ مولیٰ تاقی

بروزانہ خوشنودی ملا کہ اپنے کلام بلاغت نظام میں لکھو سراہا اور انکے حق میں یہ آیت نازل فرمائی **وَلَوْ تَرَدُّنَا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ دُونَ** **كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** یعنی اپنے پڑنا و پڑنے دینے میں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر حبت کین کو اس وجہ سے ہی گئی کہ اگر اپنے پاس تنہا نہیں جس سے مسکین کی حاجت والی ہو سکے تو خود بھی اس مال میں ہوجانا پسند کیا کہ بعد از مکان غنوری کی یکس

ایک شخص حضرت بشر خانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ برسی کا موسم تھا۔ دیکھا کہ پرے الگنی پر شکے ہوئے ہیں۔ اہل آپ شدید برسی کے سبب بیٹھے کا نہ ہے ہیں۔ متعجب ہو کر عرض کیا اسی شدید برسی میں کی گئی کہ پرے آتا ہے؟ فرمایا: ابھائی مساکین بہت ہیں اتنی سماعت نہیں کہ کپڑوں سے خدمت کر کے

موا سادہ اور غنوری کا حق ادا کر سکوں۔ لہذا اپنا حال بھی بیان کیا کہ کیا ہو کر جائے سے انکی طرح میں بھی ششہرہ ہوا کی حسب قدر و مساکین کی موا سادہ اور غنوری ہو سکے۔ مہتر عالم دین اور مہنا ناما مسلمین جو نیکی باوجود خدمت علو لہو خاطر رہتی۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی تہہ کچھ

کچھ جو برکتی میں ملکر بطور ہدیہ سال خیراتی میں کسی کو سونے سے لبریز کر کے واپس کیا خراج میں قدرے غفلت بھی تھی جس کا غور بھی نالی زد کم نہ ہوا چنانچہ قادیان کے ایک حلوے کو کہتے ہیں جو شہنا ہے اللہ پانی سے تیار ہوتا تھا۔ یہ جلوہ اپنے احباب اتلا نہ کیا۔ سب سے بڑا کر کے اور سب سے بڑا رکھوا دیا کہ نئے تاکہ رکھنے والے کو ملے جو شہنا کیساتھ جلوہ دار بھی میسر آئے۔ باجلا یعنی غنم کی قلم دینے اور مصارف غیر میں نہی دولت خرچ کر نیکی باعث قابل رشک میں کہ مولا یا یا کہ جو کبھی میرا سے اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ دو شخص قابل رشک میں ایک وجہ کیا کہ تہہ تہہ دو دستہ علم و فہم کر کے مطابق حکم کرتے اور دوسرے رشک کچھ کچھ کی توفیق برکت فرمائی۔ دوسرا وہ شخص جسکو مال و عا کر کے مصارف غیر میں خرچ کر سکی توفیق بخشی (مرآۃ البیت ان وغیرہ)

بشیر القاسمی

بشیر القاسمی

بشیر القاسمی

ماہر پہلے الاول میں ہوا تھا جو ماہ اول ولادت بھی ہے اور ماہ وصال بھی نبوت کے چھالیس اجزاء میں سے روایا کا ایک جزو ہونا بھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ظہور نبوت کی کل مدت تیس سال ہے۔ اس لئے کہ بعض ہر نبوت پر فائیت آتے تیرہ سال کہ کرم میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں اور تیس سال چھالیس حصے کئے جائیں تو ہر حصہ چھ ماہ کا ہوتا ہے۔ سوال کیا ہر روایا نبوت کے چھالیس اجزاء میں ایک جزو ہے یا صرف ایک کسی مخصوص قسم کو اسلئے یکم ہے جو اب سادیا کی قسم میں ہر روایا کے باطلہ اور دیکھے حقہ پھر روایا کے باطلہ ساقم ہے۔ (۱) اور حدیث نفس یعنی وہ باطنی انسان اپنے نفس سے کہتا ہے کہ خواہ وہ کسی مرتبہ منصوبے ہو یا کسی چیز کی آندہ میں اسی کو عربی میں اضعاف انداز میں پریشان خواب کہتے ہیں۔ (۲) حکم جو موجب بل ہوتا ہے اور اس کیلئے کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ (۳) محمد بن شیطان جو حکم حدیث حضرت علی بن ابی طالب کی جبکہ میرا روئے پر بائیں جانب تین مرتبہ بھوکے۔ (۴) ساسی جو کسی جن یا انسان کے حکم سے نظر آئے۔ (۵) شیطانی جو شیطان دیکھے۔ (۶) خلطی جو اخلاط اربعہ میں سے کسی ایک کا غالب ہونے سے نظر آتا ہے۔ مثلاً سودا کے غالب سے قہر سیاہی احوال وغیرہ وغیرہ کے ظاہر سے آگ چرخ خون وغیرہ بطعم کے غلبے سے بیاض۔ پانی۔ مومیں وغیرہ کے غلبے سے شرابات۔ بھول۔ مزامیر وغیرہ۔ (۷) وحشی جو ایسے زمانے میں نظر آئے جس میں کچھ والا موجود تھا اور اسکو تیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ اور دیکھے حقہ پانچ قسم پر ہے۔ (۱) شاہدی جبکہ صحت پر شاہد ہو جو شرک خیر کچھ پر اور خیر کے شرک یعنی بدولت کے جیسے کوئی دیکھے کہ مسجد میں منور بجا رہا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ عیالی کی باتوں اور منکر افعال سے تو بیکار گا اور اسکی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے کچھ کہ تمام میں قرآن پاک پڑھا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں مشہور ہو گا ورنہ پر شاہد کہ تمام ستر کھلنے کی جگہ ہے اور اس میں شے داخل نہیں ہوتے جیسے مسجد میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۲) مرموزہ جیسے تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یا بواسطہ ادراج ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا کہ کتا ہے کہ تیری عورت تیرے فلاں دست ذریعہ بھوکو زہر ملانا چاہتی ہے۔ اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دست اسکی عورت کے زنا کر گیا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اسلئے ہوا کہ جس طرح ہم مخفی طور پر کھلا جاتا ہے اسی طرح زنا بھی مخفی طور پر کیا جاتا ہے۔ (۳) صلیب کی جو ملک دیا گیا اسلئے جو جن کا نام اصدیٰ فیقون ہے اور ان کی جسامت کا یہ عالم کہ ان کی ٹو سے شانے تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں اشیاء نظر آتی ہیں اسی طرح یہ نورانی کی روشنی میں اشیاء کی معرفت کرتے ہیں۔ انویٰ ہا خودی خیر و شر کی تلقین گذشتہ یا آئندہ عمل خیر و شر بمعصیت یا معصیت پر تخیل۔ (۴) بدیہا مثال حکمت اشیاء کی تعریف یہ کہ انھیں خدایات میں اگر خائف کن خواب کھائیں تو اسی وقت ہو جاتا ہے تاکہ دیکھے والا منموم نہ رہے اور اگر سرگرم خواب کھائیں تو وہ چند ہیام کے بعد ظاہر ہوتا ہے تاکہ اسوقت تک قلب میں سرور رہے۔ (۵) صالحی جو اللہ تعالیٰ کی جانب بشارت ہوتا ہے جیسے کردہ اسکی جانب سے زاجر ہے۔ مثلاً عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین خواب یہ ہے کہ نہ اپنے رب یا اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلمان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کہ دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ (۶) صادقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رویا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ یا بئنی ائی مائسی فی المنام امی ائی ائی بخلاف یا محبوب ہرسان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ رویا جو سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ اَلْقَدْ صَدَّقَ اللّٰهُ سُرُّوْلَهُ الْوَرُیَا بِالْحَقِّ اَلَمْ یَكُنْ الْمُسْجِدَ الْاَلْحٰی اَمِنْ اَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَمِنْ یَنْ یٰہی رویا نبوت کا جزو ہے اور اسی کے متعلق بعض عرفاء نے فرمایا کہ اس رویا کو خود اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ ملک فریو کسی کا توسط نہیں ہوتا۔ یہ روایا انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیساتھ مخصوص نہیں مومنین کو بھی نظر آتا ہے بلکہ عامی دیکھتے ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء رویت خود مسلمان ہو جو ہر انداز کے صاحب کس مصلحت ہوئی تھی شروع ہی سے فرشتے کو کون نہیں بھیجا گیا جواب بظاہر سب چیزیں ہی بواسطہ ملک کیلئے بھیجی تھیں کہ غیر ان کی سبقت کے اگر وہی بواسطہ ملک بھیجی جاتی تو بشری قوی

۱۔ اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عیالی کی باتوں اور منکر افعال سے تو بیکار گا اور اسکی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے کچھ کہ تمام میں قرآن پاک پڑھا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں مشہور ہو گا ورنہ پر شاہد کہ تمام ستر کھلنے کی جگہ ہے اور اس میں شے داخل نہیں ہوتے جیسے مسجد میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۲) مرموزہ جیسے تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یا بواسطہ ادراج ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا کہ کتا ہے کہ تیری عورت تیرے فلاں دست ذریعہ بھوکو زہر ملانا چاہتی ہے۔ اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دست اسکی عورت کے زنا کر گیا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اسلئے ہوا کہ جس طرح ہم مخفی طور پر کھلا جاتا ہے اسی طرح زنا بھی مخفی طور پر کیا جاتا ہے۔ (۳) صلیب کی جو ملک دیا گیا اسلئے جو جن کا نام اصدیٰ فیقون ہے اور ان کی جسامت کا یہ عالم کہ ان کی ٹو سے شانے تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں اشیاء نظر آتی ہیں اسی طرح یہ نورانی کی روشنی میں اشیاء کی معرفت کرتے ہیں۔ انویٰ ہا خودی خیر و شر کی تلقین گذشتہ یا آئندہ عمل خیر و شر بمعصیت یا معصیت پر تخیل۔ (۴) بدیہا مثال حکمت اشیاء کی تعریف یہ کہ انھیں خدایات میں اگر خائف کن خواب کھائیں تو اسی وقت ہو جاتا ہے تاکہ دیکھے والا منموم نہ رہے اور اگر سرگرم خواب کھائیں تو وہ چند ہیام کے بعد ظاہر ہوتا ہے تاکہ اسوقت تک قلب میں سرور رہے۔ (۵) صالحی جو اللہ تعالیٰ کی جانب بشارت ہوتا ہے جیسے کردہ اسکی جانب سے زاجر ہے۔ مثلاً عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین خواب یہ ہے کہ نہ اپنے رب یا اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلمان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کہ دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ (۶) صادقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رویا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ یا بئنی ائی مائسی فی المنام امی ائی ائی بخلاف یا محبوب ہرسان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ رویا جو سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ اَلْقَدْ صَدَّقَ اللّٰهُ سُرُّوْلَهُ الْوَرُیَا بِالْحَقِّ اَلَمْ یَكُنْ الْمُسْجِدَ الْاَلْحٰی اَمِنْ اَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَمِنْ یَنْ یٰہی رویا نبوت کا جزو ہے اور اسی کے متعلق بعض عرفاء نے فرمایا کہ اس رویا کو خود اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ ملک فریو کسی کا توسط نہیں ہوتا۔ یہ روایا انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیساتھ مخصوص نہیں مومنین کو بھی نظر آتا ہے بلکہ عامی دیکھتے ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء رویت خود مسلمان ہو جو ہر انداز کے صاحب کس مصلحت ہوئی تھی شروع ہی سے فرشتے کو کون نہیں بھیجا گیا جواب بظاہر سب چیزیں ہی بواسطہ ملک کیلئے بھیجی تھیں کہ غیر ان کی سبقت کے اگر وہی بواسطہ ملک بھیجی جاتی تو بشری قوی

۱۔ اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عیالی کی باتوں اور منکر افعال سے تو بیکار گا اور اسکی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے کچھ کہ تمام میں قرآن پاک پڑھا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں مشہور ہو گا ورنہ پر شاہد کہ تمام ستر کھلنے کی جگہ ہے اور اس میں شے داخل نہیں ہوتے جیسے مسجد میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۲) مرموزہ جیسے تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یا بواسطہ ادراج ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا کہ کتا ہے کہ تیری عورت تیرے فلاں دست ذریعہ بھوکو زہر ملانا چاہتی ہے۔ اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دست اسکی عورت کے زنا کر گیا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اسلئے ہوا کہ جس طرح ہم مخفی طور پر کھلا جاتا ہے اسی طرح زنا بھی مخفی طور پر کیا جاتا ہے۔ (۳) صلیب کی جو ملک دیا گیا اسلئے جو جن کا نام اصدیٰ فیقون ہے اور ان کی جسامت کا یہ عالم کہ ان کی ٹو سے شانے تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں اشیاء نظر آتی ہیں اسی طرح یہ نورانی کی روشنی میں اشیاء کی معرفت کرتے ہیں۔ انویٰ ہا خودی خیر و شر کی تلقین گذشتہ یا آئندہ عمل خیر و شر بمعصیت یا معصیت پر تخیل۔ (۴) بدیہا مثال حکمت اشیاء کی تعریف یہ کہ انھیں خدایات میں اگر خائف کن خواب کھائیں تو اسی وقت ہو جاتا ہے تاکہ دیکھے والا منموم نہ رہے اور اگر سرگرم خواب کھائیں تو وہ چند ہیام کے بعد ظاہر ہوتا ہے تاکہ اسوقت تک قلب میں سرور رہے۔ (۵) صالحی جو اللہ تعالیٰ کی جانب بشارت ہوتا ہے جیسے کردہ اسکی جانب سے زاجر ہے۔ مثلاً عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین خواب یہ ہے کہ نہ اپنے رب یا اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلمان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کہ دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ (۶) صادقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رویا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ یا بئنی ائی مائسی فی المنام امی ائی ائی بخلاف یا محبوب ہرسان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ رویا جو سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ اَلْقَدْ صَدَّقَ اللّٰهُ سُرُّوْلَهُ الْوَرُیَا بِالْحَقِّ اَلَمْ یَكُنْ الْمُسْجِدَ الْاَلْحٰی اَمِنْ اَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَمِنْ یَنْ یٰہی رویا نبوت کا جزو ہے اور اسی کے متعلق بعض عرفاء نے فرمایا کہ اس رویا کو خود اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ ملک فریو کسی کا توسط نہیں ہوتا۔ یہ روایا انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیساتھ مخصوص نہیں مومنین کو بھی نظر آتا ہے بلکہ عامی دیکھتے ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء رویت خود مسلمان ہو جو ہر انداز کے صاحب کس مصلحت ہوئی تھی شروع ہی سے فرشتے کو کون نہیں بھیجا گیا جواب بظاہر سب چیزیں ہی بواسطہ ملک کیلئے بھیجی تھیں کہ غیر ان کی سبقت کے اگر وہی بواسطہ ملک بھیجی جاتی تو بشری قوی

آفتاب پر تا مہتاب تک یہ جواب لانا ہے نہ جواب ہمارے بلکہ (حاشیہ الباجوری علی المبعوثہ) چونکہ ہر آن آپ کے مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے ہر لحظہ قلب مبارک پر نئی اور صفاتی جدیدہ عارفہ نکشف ہوتے رہتے اور ہر لمحے انوار تجلیات نازل پاتے ہیں جیسے کہ ایک لکڑی کا ٹکڑا آہستہ آہستہ کھینچ کر کھولنے والی سے غوم ہو جائے اسلئے مرتبہ فوقانی پر فائز ہو کر جب کبھی مرتبہ تحتانی پر نظر پڑتی ہے تو اسکو ہرگز تصدیق قرار دیکر قضاۃ استغفار فرماتے ہیں با متناظر ہر غلطی کیساتھ اور باعتبار باطن خالق کی طرف متوجہ رہنا بعض کار اور ایادیکہ اسلئے بھی حاصل ہوتا ہے مستند الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری تیس سال سے اللہ عزوجل سے کلام کر رہا ہوں اور لوگ اس خیال میں ہیں کہ کلام اُن سے ہوتا ہے مگر یہ مرتبہ انہیں نفوس تدبیر کو ظاہر ہوتا ہے جو حقیقت الہی میں اس درجہ مستغرق ہیں کہ قلب میں خبر کی اصلاً گنجائش نہیں ایک سرو حاکم طیب کے سوال کیا گیا کہ خلوت سے کیا مقصود ہے فرمایا اس سے یہ مقصود ہے کہ سلسلہ فکر میں استمرار حاصل ہو اور قلب میں علوم و معارف جم جائیں کہ خلوت گزین انسان کی زندگی پاکیزہ ہو جائے اللہ ذوق معروف نصیب ہو۔ امام اکبر علیہ السلام حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ یہاں ہر ایک شخص ہے جسکو ہم جب کبھی سمجھتے ہیں تو سنوں کے پیچھے تہا بیٹھا دیکھتے ہیں فرمایا اللہ جب کبھی دیکھو تو ہمیں مطلع کرنا چنا ہے ایک دن اسکو دیکھ کر عرض کیا کہ یہی وہ شخص ہیں پان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے نبیؐ خدا مجھے خیال ہے کہ تم خلوت پسند کہتے ہو یہ تو بتاؤ کہ وہاں کیسا تہ نشست پر فاسد کر نیسے کون چیز مانع ہے جو اہل کار ایک امر عظیم ہے جس نے جھکو لوگوں سے علیحدہ کر دیا ہے آپ نے فرمایا جنکو حسن کہتے ہیں اُن کے پاس جانیسے کون چیز مانع ہے پھر جواب میں ہی کہا کہ ایک امر عظیم ہے جس نے جھکو لوگوں سے جدا کر دیا ہے آپ نے فرمایا وہ امر عظیم کیا ہے جواب میں یا کر دن رات مولیٰ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے اور مجھ سے گناہ صادر ہوتے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اختلاف اس ترک کر کے اپنے قلب کو شکر نعمت اور استغفار و توبہ میں مشغول رکھوں اپنے فرمایا اے نبیؐ خدا میرے نزدیک تم حسن سے زیادہ مجھ اور جس حال میں ہوا کسی کا التزام رکھو۔ محمد و م اللہ مستند با فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کبھی جھکو لوگوں سے تفرقت ہوتی ہے اور دل میں کہتا ہوں کہ اب اپنے رب عزوجل کیساتھ خلوت حاصل ہوگی۔ اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح آگئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَلَا اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوں اسلئے کہ اب لوگوں کی ملاقات وغیرہ ایسے امور پیش آئیں گے جن سے خلوت میں رخصہ پڑے گا مستند نا حضرت یونس والنون مصری قدس سنیؒ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اپنے رب عزوجل کیساتھ مناجات کر نیسے مؤمن لذت سرمد حاصل ہوتا ہے۔ (۲) یہ کہ خلوت میں ان معاصی سے انسان محفوظ رہتا ہے جنہیں اللہ ہر نیسے بحال اختلافات عموماً بچے نہیں سکتا۔ وہ مجاہدین اول غیبت کے لوگوں کی عادت میں اعلیٰ ہو گئی ہے یہاں تک کہ اسکی ذمہ داری کا احساس بھی جا نہ رہا۔ بڑے فکر کے ساتھ بالعموم ہر مجلس میں غائبین کی زندگی اور ان کے حالات پر گہرہ انداز میں تفصیل و تبصرے ہوتے ہیں اس مجلس میں شہدیکہ ہر مقرر کی ہم نوائی کجائے تو انسان غیبت جیسی بدترین مصیبت میں ملوث ہوتا ہے۔ اور اگر ظاہر ہو کہ کسی کیساتھ غیبت مستتاب ہے تو بھی غیبت کنندہ کے مکرم میں داخل کرنا المستمع احد المتستغنین اور اگر تنہا غیبت کو غیبت بتا کر ان سے وعدے کے تو ناظرین سے اپنا دامن بچھڑانا اور ہر جہاں کلام اللہ مجلس سے باہر جھٹے ہی اپنی تنقید کا مرکز اسکو بنائیں گے جس سے اہل مصیبت غیبت ختم ہونے کے بجائے بڑھ جائیگی اور اسکی جانب سے اُن کے دلائل میں کینہ پیدا ہو جائے گا۔

دوم یہاں یہ غیبت باطنی مرض ہے۔ اور شاکس کئی میں بدلداد تا دہیگی اس سے اجتناب شاق ہوتا ہے۔ اسکی آمیزش سے یہی نہیں کہ عبادتیں و رنیک اعمال ہمارے ہر جہاں بلکہ گناہوں سے مبتدل ہو جاتی ہیں اختلاف میں کہ انکم طرفین سے ملاقات پر بالذات کیساتھ ظاہر و شوق عام طور پر کیا جاتا ہے حالانکہ طرفین کے قلب میں سرے سے اشتیاق ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ ظاہر و شوق کد قیاس تھا۔ ایک دوست کے حالات غیبت کہہ کے اظہار شفقت کرتا ہے حالانکہ قلب کو اس کے احوال سے اصلاً دلچسپی نہیں تو یہ ظاہر و شفقت نفاق ہوا۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے فرمایا کیف حالک ہمارا کیا حال ہے؟ اسے کہا ایسے شخص کا کیا حال میرا بیچ سور و دیہ قرض کے چول و دروہ و مال

ابھی ہے آپ فدا مکان میں تشریف لے گئے اور اپنا اندوختہ ایک ہزار روپیہ لاکھ اسکو عطا فرمادیے اور فرمایا یا پچو قرض میرا دکر دو اور پچو
اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت میں صرف کرو۔ پھر قسم کھائی کہ بخدا آئندہ کسی کا حال دریافت نہ کروں گا کیوں؟ اسی اندیشے سے کہ اسکا
حال بغیر قلبی تلقین کے ریا اور نفاق کی صورت اختیار کر لیتا ہے سیدنا سوری سقطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بھائی میرے
پاس گئے اور اسکی آئینہ کے باعث اپنی پیش اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگوں تو منافقین کی فہرست میں درج ہو جائیگا مجھے خوف ہوتا ہے۔
حضرت طاووس قدس سرہ غلیظہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیف انت یا ہشام لے ہشام تم کیسے ہو غلیظہ نے فرمایا
غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ آپ مجھکو امیر المؤمنین کیساتھ خطاب کیوں نہیں کرتے، فرمایا تمام مسلمان ہنہاری خلافت پر متفق نہیں ہیں۔
اسلئے ڈرتا ہوں کہ امیر المؤمنین کہنا جھوٹ نہ ہو جائے۔ جو انسان ایسی احتیاط پر قائم رہتا ہو تو اس کیلئے اختلاط و مفرتہ سامن نہیں ہو سکتا
ورنہ اختلاط میں یا کہ برکت و جہتوں سے دامن میلہ ہو ہی جاتا ہے اور خلوت میں انسان اس سے مایوس رہتا ہے۔ سوم اور بیا المعروف
اور بھی عین المذکور سے سکوت۔ حالانکہ یہ دونوں اصول دین سے ہیں اور بقدر استطاعت ہر مکلف پر فرض ہیں۔ مگر اختلاط میں ان
سے سکوت ہو جائیگا کرتا ہے جس سے خلوت بجا لیتی ہے۔ چہرہ ارم حرم نہایت پیدا شدہ ہم نشینوں کے سپت اخلاق اور طہیث احوال کی طبیعت
کا مخفی طور پر انداز کرنا جس کا باعث ہی اختلاط ہو لیتا اور خلوت اس سے ماون کر دیتی ہے (۳) یکہ فتور اور خسومات سے نہایت مٹی ہے جان
سلامت رہتی اور دین خلوت سے محفوظ رہتا ہے۔ اسلئے کہ تعقیبات اور فتوس سے بے گمان غالی نہیں ہوتی۔ نظر برآں خلوت گزین انسان کو
ان بات سے سامن نہیں ہوجاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مکان موضع عقیق میں تعمیر کرایا اور انہوں نے
گزین ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ مسجد نبوی میں بھی نہیں گئے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ ہنہاری مجبور ہیں اور
بازار میں انوعاری ہو گیا اور راستوں پہ پہ جانی کی باتیں بھینے لگیں۔ اور یہاں پر ان بلاؤں سے مایوس ہیں۔ اللہ اکبر کہیں
جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ زمانہ تابعین تھا جو غیر اقران میں داخل ہے اور جو اب کے کچھ زوال و پستی کا زمانہ ہے۔ جب اس زمانہ میں خلوت ترک کر کے
خلوت گزینی شروع کر دی گئی۔ تو اب جو وہیں صمدی میں جبکہ معاہدی ذریعہ معاش میں گئے ہیں۔ خلوت گزینی کی شدہ یا مہیت پر کیا شبہ
ہو سکتا ہے (۴) یہ کہ خلوت میں لوگوں کی شر سے انسان کو خلاصی مل جاتی ہے۔ جبکہ ظہور بکالت و اختلاط کبھی غیبت کی شکل
میں ہو سکتا ہے۔ کبھی سوئے ظن اور بہتت کی صورت میں۔ اور کبھی اس طرح کہ لوگ اپنی ایسی دنیوی توقعات پرستہ کر لیتے ہیں جن کا پورا کرنا امکان سے
باہر ہوتا ہے۔ اور پورا کرنے پر ظن و تشکیق کرتے ہیں۔ دل کا غبار نکالنے کی واسطے دروغ گوئی تک فریب پہنچتی ہے اور کبھی لوگوں کی شر اسطرح
ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے بعض اقوال و افعال کی حقیقت تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ ایسے اقوال و افعال کو محفوظ کر لیتے ہیں جو حق پر کاربغرض
شرابگیری ان کو زبان پہ لاتے ہیں۔ ان تمام الجھنوں سے بچاؤ خلوت کے ذریعہ آسانی ہو جاتا ہے۔ اولیک تادیہ نشین نے کسی دیندہ
نیچے مستقل طور پر سکون اختیار کر لی اور کہتا تھا کہ یہ درخت میرا ایسا ہم نشین ہے جس میں تین غریباں ٹائی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اگر میری بات سنے
تو جھل غری نہیں کرے گا۔ دوم یہ کہ اگر میں اس کے منہ پر تھوک بھی دوں تو وہ داشت کر لیتا ہے۔ سوم یہ کہ اگر میں غلطی سے پیش آؤں تو اس کو
غصہ نہ پھیلے گا۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب سنا تو کہنے لگا کلاس نے میرے دل سے ہم نشینوں کی رغبت نکال دی۔ اولیک
خدا ہرست قبرستان میں قامت گزری ہو کہ معروف کتب میں بھی ہو گئے اور لوگوں کیساتھ نشست و برخاست ترک کر دی۔ کسی نے وہ بعد یافت
کی تو جواب یہ کہ خلوت سے زیادہ سلامتی کسی چیز میں نہیں تھی اور جس سے زیادہ صاف کسی چیز کو نہیں پایا اور کتاب سے زیادہ نفع بخش کوئی ہم نشین
نہیں ہے۔ وخیر محلیس فی الزمان کیا تا۔ حضرت مالک ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا کسی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے
ایک گستاخ آپ کے زانو پر جبرائیل کے لئے تھا۔ ایک شخص نے وہاں سے کہنے کو بٹانا چاہا تو اپنے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ حضرت رساں سے زانیہ رساں

حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کہ جسے حضرت نے اپنے نائب مقرر کیا ہے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث حضور تھا غوث کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے حضور غوث اعظم بھی میرا دوست سید الافراد بھی جنھوں نے بعد جتنے جتنے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام ابی ہریرہؓ تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی (المعلوفہ) اس سے معلوم ہوا کہ ہونا میرا جگہ تمام غوث حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب کام کر رہے ہیں۔ سوال افراد کون صاحب ہیں جن کے فائز سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستبد کیا فراں کہا جاتا ہے جو نائب اجلہ ادبیا کرام سے جوتے ہیں۔ ملائکہ درجات ہیں انہیں غوثیت کے بعد درجہ ایک بلند تر پہلی کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں ہنرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے میں نے جنگل میں ٹیلہ پر ایک لوند کھا جب میں قرب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبیل کا نور ہے ایک صاحب سے دڑے سوئے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر دیا اور کہا کہہ کر اٹھو مشغول رکھا جو یہ نہیں نے کہا آپ کا کام میں مشغول ہیں۔ مجھے میری حالت پر پہنچے دیکھے میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں یہی اللہ ہیں انہوں نے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ یہ حضرت خضر ہیں پھر میں نے کہا اچھا میرے لئے دعا کرو انہوں نے کہا کہ دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے کہا کہ تمہیں ہار کر دے گا کہ تو اللہ حَقِّکَ مِنْہُ ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا حَقِّکَ زیادہ کرے کہ کہا اگر گریں غائب جاو تو ملامت نہ فرمائے گا۔ اور خود اللہ غائب ہو گئے۔ حالانکہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا تو ایک ایسی طرح کا نور دیکھا کہ کچھ تو فکر نہ کیا پھر قرب گیا تو دیکھا کہ ٹیلہ پر ایک غور کبیل دڑے سوئے ہے وہ اس کے کبیل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہار کر دیا اور کہا کہ چاہا تو غیب سے آؤ گی۔ اے خضر اختیار کیا کیجئے۔ اُس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر پہنچے دیں میں نے کہا تو میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہی اللہ ہیں۔ انہوں نے کہا میں مشہور کر دوں گی کہ یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہنے لگیں کہ دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں ہار کر دے گا کہ تو ہی دوسلا۔ ترجمہ اللہ حَقِّکَ مِنْہُ ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا نصیب نہ کرے پھر کہنے لگیں کہ اگر فرما دیجئے جو واقع ملامت فرما لیا میں نے دیکھا کہ یہی بی بی ہیں اس لئے کہ میں نے کہا کہ یہ بتانی ملا کر تم اس طرف کی ہوئی ہو۔ کہا کہ یہاں کی کیا اشتغال ہو گیا تھا اس کی تہیز و تکھیز کا میں حکم ہوا تھا کہ میری نگاہ سے غائب نہ لگیں۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں فرمایا یہ لوگ افراد ہیں پھر عرض کیا۔ ایسا ہی کوئی ہے مگر طرف الگ جمعہ کرتے ہوں فرمایا ہاں شیخ عبد القادر جیلانی (المعلوفہ)

(فی الحنفیۃ فیہ الخ) حنفی یعنی ائمہ سے ماخوذ ہے۔ باب لفعل کا غاصب تجنب اس میں متفق ہے جس کے معنی ہیں مبدل اشتقاق سے فاعل کا اجتناب کرنا جیسے تحوُّب۔ حوب یعنی غلبہ سے مشتق ہے۔ اور تَحْوِج حراج یعنی اٹھ سے اور متا لہم سے اسی غاصب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحوُّب کے معنی ہوئے گئے ہیں کہ تحوُّب اور تَحْوِج اور قائل کے معنی گناہ سے اجتناب کیا۔ یا بمعنی یَحْتَفُّ ہے کہ فائز سے مبتل ہو گئی جیسے جدت میں کہ اس میں جدت یعنی قریب چنانچہ میراث میں ہر شے میں اس مقام پر نقصان دہ ہے اور تحنُّف کے معنی حنفیت یعنی دین ابراہیم کی ابتداء کرنا۔ اور تحنُّف کی تفسیر تعبد کیساتھ از قبیل اطلاق سبب علی السبب اس لئے کہ عبادت گناہ سے بچنے کا سبب مذہبی ہے ظاہر ہے کہ تفسیر کو کسی لای کی جائے اصلاح ہے جیسے کہ کتاب التفسیر کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے اُس روایت کے الفاظ ہیں والحنفۃ التعبد اس لفظ حکم سے مفہوم ہوتا ہے کہ تفسیر مومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہنر و نہادوں کہتے قالت والحنفۃ التعبد بخلاف روایت زید بن جریج کے الفاظ وہو التعبد کان سے اراج مفہوم نہیں ہوتا فاعل میں تفسیر حضرت عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے پیشتر کسی لای کی جانب سے ہے۔ علامہ طبریؒ شائع مشکوٰۃ نے زہویؒ کی جانب سے کہا مگر اس پر کوئی دلیل نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلیٰ بالصواب سوال حقیقی معنی درست نہیں ہر مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو۔ یہاں پر تحنُّف کے حقیقی معنی اجتناب گناہ ہوا دینے پر کوئی عذر لازم نہیں تاہم معنی مجازی کے ساتھ تفسیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جواب و حقیقت تفسیر ایک

(۳) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرسوں اور نازیانوں کے لئے تیار کیا ہے تاکہ سب کے قلب میں خوف الہی پیدا ہو اور عوامی سے مجتنب رہنے کی کامیابی
 کو پیش کرے (۵) احسان اور ناشکری کہ مولیٰ تعالیٰ نے یہ کیا احسان فرمائیے اور میں ناشکری میں گرفتار ہوں۔ اس پر غور کرنے سے قلب میں حیا پیدا
 ہوگی اور اپنی ناشکری کا تصور کر کے نفس منفل ہوگا۔ اس فکر میں قلب کی نور شدت اور ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ نظر برآں
 اسکی اضمیلت میں تفاوت واقع ہوا کہ بعض آیات میں ایک ساعت کے فکر کورات بھر کے لئے فکر عبادت کے افضل بتایا۔ اور بعض میں ایک عبادت
 کے لئے فکر کو ایک سال کی عبادت سے بہتر فرمایا اور بعض میں ارکان ایک ساعت کا فکر کراسال کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے۔ لیکن باریاں ہمہ
 تحقیق فرماتے ہیں کہ آپ غار جبرائیل ذکر فرماتے تھے۔ فکر چنانچہ مشیخ اکاملاً امام محمد الدین شیرازی قدس سرہ نے
 سفر السعادتہ میں باریں لفظاً تصریح فرمائی۔ "علما دین مسئلہ و قول است کہ عبادت سے دلائل خلوت بکے نوع بود۔ بعضی گفتہ عبادت
 سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفرمودہ بعضی گفتہ عبادت بد کردہ۔ و اس قول صحیح تر است و بقول اول چنداں تصریح و التعلیل نہ آید
 محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے اشعة اللمعات جلد ہارم صفحہ ۵۰۶ میں ارشاد فرمایا "صحیح آنست کہ بہر ذکر
 بودہ بگو۔ اس لئے کہ مرتبہ ذکر مرتبہ فکر سے اعلیٰ ہے۔ اولاً اس لئے کہ مرتبہ جہاں پہنچے مولیٰ کا ذکر کرتا ہے تو مولیٰ تعالیٰ اسکا ذکر فرماتا ہے اور
 ذکر وقت بندہ کے احوال سے کوئی حال ایسا نہیں کہ صفت حق بل مجرہ اس کے مقابل واقع ہو۔ حدیث تدریسی میں ارشاد فرمایا "مَنْ ذَكَرَنِي فِي
 نَفْسِهِ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَةٍ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَةٍ مِنْ مَلَائِكَةٍ" یعنی جو میرا ذکر خلوت میں کرے گا تو
 میں بھی اسکا ذکر خلوت میں کروں گا۔ اسکو وہ نفیس رحمت ہوں گی جن کا علم بجز میرے عام مخلوق کو نہ ہوگا اور جو میرا ذکر کسی مجلس میں کرے گا تو میں
 اسکا ذکر کسی مجلس میں کروں گا۔ جو اس مجلس سے بہتر ہوگی۔ قرآن کریم میں فرمایا "اذْكَرُونِي اَذْكَرْكُمْ" یعنی میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔
 اور فرمایا "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوهُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ ذکر حق بل مجرہ کی ذات
 متعلق ہوتا ہے۔ بخلاف فکر کردہ ذات سے متعلق نہیں ہوتا۔ حدیث میں اس سے مانع وارد فرمایا۔ "تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَكَاتَتَفَكَّرُوا
 فِي اللَّهِ"۔ ہاں فکر آثار قدرت اللہ قدرت خیر سے متعلق ہوتا ہے نیز ذکر نسیان نفس اور مذکور میں غفلت کا سبب بنتا ہے۔ اور فکر میں متفکر
 اپنے نفس کے احوال پر قائم رہتا ہے۔ فکر سے اگرچہ صفات شریفہ پیدا ہوتی ہیں لیکن آفات انسانی اور انسانی میں فکر کیسے معرفت بہتر ہے۔ اور سنتوں
 میں فکر کیسے شکر کی توفیق ہوتی ہے۔ مادہ و بدن میں فکر کرنے سے اُمید غفلت اور وعید میں فکر کرنے سے خوف و ہمت پیدا ہوتا ہے۔ لیکن
 ذکر جب غلبہ پاتا ہے تو مرتبہ فنا کے حصول و جمیع ماسو کے نسیان اور صفائے سرور و اتصال بدات حق کا سبب بنتا ہے۔ مولانا ارم قدس سرہ کے اس
 شعر کا یہی مطلب ہے۔ شعر اللہ گفتہ اللہ فی شوقہ این سخن حق است با شرمی شود۔ ثالثاً اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے ہیں متفکر
 نہیں کہتے تو ذکر صفت حق ہوتی اور فکر صفت عبد۔ ظاہر ہے کہ صفت حق جس کی صفت افضل و کمال ہوتی ہے پس صفت حق سے بندے
 کی جو صفت مذکورہ مناسب سمجھتی ہے وہ نیکی اس صفت افضل و کمال ہے جس پر ماسبت نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرتبہ فکر مرتبہ فکر سے اعلیٰ
 ہے چونکہ ثابت میں مطلقاً عبادت مذکور ہے کسی عبادت کی تعیین نہیں۔ اور مطلق اپنے فرد کا مل پر محمول ہوتا ہے۔ اور عبادت کا فرد کامل ذکر ہے
 پس غار جبرائیل عبادت اسی پر محمول ہوگی۔ پھر باعتبار موصوف ذکر میں قسم پر ہے (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی ذکر لسانی پر مروت
 کرنے سے ذکر قلبی حاصل ہوتا ہے اور ذکر قلبی کی فراوانی سے ذکر روحی جو ذکر کمال ہے۔ اور بعض حضرات نے یوں قسم فرمائی (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی
 کے ساتھ ذکر عبادت بھی کہتے ہیں۔ یہ عوام کا ذکر ہے (۲) ذکر لسانی (۳) ذکر قلبی کے ساتھ اسے ذکر عبادت کہتے ہیں۔ یہ ذکر ذکر خواص ہے (۳) تمام
 اعضا کیساتھ ذکر ہے یہ ذکر روحی ہے کہ قلب سے منتقل ہو کر جب طرح پر وارد ہوتا ہے تو خانہ دل کی تاریکی نور سے متبدل ہو جاتی ہے اور اگر خانہ دل کی
 تاریکی پہلے ہی نازل ہو چکی ہے تو نور علی نور کا افادہ کرتا ہے۔ نامشروع غذا سے سپر شد اجزائے جسم فنا ہو جاتے ہیں اور صرف پاکیزہ اجزا باقی

ذکر حق سے ذکر خلوت میں

ذکر حق سے ذکر خلوت میں

احسب یوں بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اہل جنت کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے کہ جنت میں اہمت ہی راحت ہے جو انہیں ہوگی نورانی کی نیکی لکھم منا
 یَشَاقُونَ فِيهَا وَلَدًا مُّزَوِّجًا مَّكْرُ سَوْفَتِ بِرَ اہل جنت بھی حسرت کریں گے جو دنیا میں بے ذکر الہی گزارا (یعنی) نبوی ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص گود
 میں رو پیسے کرے تب نہ کرے اور دوسرے ذکر الہی میں مشغول ہو تو وہ اگر کسی نے فضیلت زیادہ ہے (طہراتی فی الاوسط) ذکر کی بڑت نہ صرف گناہوں کی مغفرت
 ہوتی ہے بلکہ گناہ نیکو سے بدل دے جاتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کسی کی قوم کو کپڑے پہنتی ہے پھر اس سے فائدہ پہنچتی
 ہے تو اس سے فرشتے کہتے ہیں کھڑے ہو ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادی کہ تمہاری قوم کو نیکوں سے بدل یا دینی و فنی خصوصیت کے
 اجتماعی طور پر ذکر کریں گے ایں ارشاد فرمایا کہ ذکر کی مجلسوں پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اہل علم کی فرشتے حلقے میں لے لیتے ہیں رحمت الہی ان پر چھا جاتی ہے
 مولیٰ تعالیٰ عرش پر پران لوگوں کا ذکر فرماتا ہے (طہ) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر نہ ہی پر ذکر خفی کی فضیلت کے سلسلے میں
 جو ذکر کا فعل ہے جو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ علیہ السلام سے نقل فرماتی ہیں کہ ذکر کو فرشتے سننے نہیں پاتے اس کو ذکر سمیع پر مشتمل درجہ فضیلت ہے
 قیامت کے دن جب مخلوق حساب کیو سطر حاضر ہوگی اور کرامات کا تبیین فرشتے اپنے لکھے ہوئے لوگوں کے اعمال نامے پیش کریں گے مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد
 ہوگا دیکھو کوئی عمل باقی تو نہیں باقی فرشتے عرض کریں گے ہمارے علم میں جس قدر اعمال آئے اُن میں سے کوئی عمل نہیں چھوڑا اللہ عزوجل فرمایا تمہارے
 علم میں ایک عمل جس سے جسکی جزا میں ہی مطاکروں کا وعدہ ذکر خفی جو حضور پروردہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حَیْرًا لِّذَکْرِ الْخَفِيِّ
 وَخَيْرًا لِّلرَّحْمٰنِ مَا لَکُمْ فِیْ ذَکْرِ خَفِیٍّ تَرْجِمَہ سب کر دے بے ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ مالک کو میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی فرمائش کی کرتا ہے وہ ذکر ہے اگرچہ اسکی لفظی تائید نہیں ملے وہ دے اور تلاوت قرآن کم مواد جو فرمائی کرتا ہے وہ ذکر
 نہیں اگرچہ اسکی (لفظی) تائید نہیں ملے اور تلاوت بکثرت چھارواہ الطہراتی (نظر برائے مسلم بقدر اطلاع ذکر کرتا ہے اور بقدر معصیت افضل اور بقدر
 غفلت افسوس شیطانی کا تسلط رہتا ہے چکوار باب ثلوث بیان سے مراد ذکر ہے۔ مخدوم شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مسلم
 جن سے دوستار تھا آپ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف فرما تھے اُس جن نے کہا کہ شیخ ان لوگوں کو کس حالت میں کہتے ہو فرمایا کچھ خواب میں ہیں اور کچھ بیدار
 پھر اُس جن نے کہا جو چیز اُنکے سر پر ہے وہ بھی آپ کے سپہ ہیں فرمایا نہیں جن نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہیں دیکھا کہ ہر ایک کے سر پر ایک گوا
 بیٹھا ہے انہیں سے کوئی تو اسقدر پُرانا ہے کہ سکر مال ہر ایک اسکی آنکھوں کے لٹکے ہوئے ہیں وہ کسی کے بال سر پر پڑے ہیں کسی سے بدلہ دار ہیں
 شیخ نے دیا فست فرمایا یہاں کیا ہے جن عرض کرنے لگا کہ یہی ہے جسکو قرآن کریم نے اُس میت میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّعِشْ عَنِ ذِكْرِ الْوَيْلِ يَلْعَلْ
 يَقْبُضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَدَىٰ قَرْيَةٍ تَرْجِمُہ اور جسے تو نہ لے جن کے ذکر سے ہم اُس پر ایک شیلان تعینات کر کے کہ وہ اسکا ساتھی ہے۔ یہ سزا
 پر مٹھے ہوئے شیاطین ہیں ہر ایک پر بقدر غفلت اُنکا تسلط ہے مثنوی۔ اے تراہر خطہ تلپے دگرہ درج ہر موعے الجیسے دگر

باجین حالت کہ در عالم کم است و نیست جائے خدہ جائے ماتم مت اہتمام جامع الاصول وغیرہ

تَرْجِعْ اِلٰی خَدِیجَتِہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سوال ماسبق میں لفظ اہل سے تعبیر کیا تھا یہاں پر ام المؤمنین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کے اسم کی تصریح کر دی گئی۔ اس لفظ بیان میں کیا فائدہ ہے جواب دو فائدے ہیں راہم کہ لفظ اہل میں بہام تھا جو اس تصریح
 سے دفع ہوگا پس تعبیر تفسیر بعد لا بہام ہوئی۔ (۲) یہ کہ اس سے معلوم ہوا تو شہ کا نظام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں
 کسی حد کے متعلق نہ تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل فائز سے دائی انقطاع از قبیل سنت نہیں سکتے سیدنا ابوجبر کرامت اللہ تعالیٰ علیہ و
 آلہ وسلم زمانہ غلبت میں اہل خانہ کے پاس تشریف لائے تھے۔ تمام المؤمنین حضرات خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام مردوں و عورتوں
 میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں حالیکہ کہ جملہ انعام مطہرات کے پیشتر نبوی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور ان کے ایک نکاح ابوہال بن
 نزار کا سے ہوا چنانکہ نام ہند تھا ان سے دو لڑکے ایک حالہ دو سکھند پیدا ہوئے۔ یہ حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحدیث شریعت اللہ کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ بعد ازاں ہمیشہ وہ برادر کے اعتبار سے میں اور لوگوں سے افضل ہوں کہ میرے باپ فرمودہ جہاد
افضل کا سات سالی اللہ تعالیٰ علیہ السلام ہیں میری والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میرے بھائی حضرت فاکم رضی
تعالیٰ عنہ اور میری ہمیشہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ ہر رضی اللہ عنہا ہیں۔ جنگِ جمل میں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
لشکر لڑا کیسیاتہ جامِ شہادت نوش فرمایا بقول دیگر مقام بصرحطاعون میں غارت پائی۔ اس طرح لڑنے سے تقریباً ستر ہزار اموات ہوئے۔
لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مشغول تھے۔ آپ کے جانے کو اٹھانے کے لئے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو ایک خاتون نے بطور مذبح یہ الفاظ کہے۔

وَاِهْتَدَاهُ اِنَّ هٰذَا وَرَبِّكَ الرَّسُوْلُ لِلّٰهِ فَوَرَّاهُ تَمَاجُنَ جَهَنَّمَ كَيْفَ اَوْ رَسُوْلًا اَيْ جَانِے ہر حاضر ہوئے اور اسکو انگلیوں کے پوڑوں پر اٹھا کر لے چلے یہ اُس نسبت کا احترام تھا جو آپکو عسکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل ہو گئی تھی۔ ابوہالہ کی وفات کے بعد آپکے نکاح عتیق بن عابد سے ہوا اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جنکا نام ہند تھا پھر اُنکے انتقال کے بعد نبوی زوجیت میں داخل ہوئے اسوقت آپکی عمر شریف چالیس سال تھی اور نبوی بن مبارک کہیں کسان۔ نکاح کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ آپنے چاہا ابوطالب نے عرض کیا۔ بے برادر زائے میں دلدار نہیں تھا سالہاں ہوی ہے ہاں سے ہاں سے کوئی تجارت نہیں اتنی دولت جو ضروریات زندگی کو واسطے کفایت کرے۔ آپکی قوم کا قافلہ منقرض بن گیا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد معاوضہ پر کچھ لوگوں کو اپنا مال دیکر بغرض تجارت بھیجا کرتی ہیں اگر آپلے کے پاس جا کر اپنے آپکو اس کام کیلئے پیش کریں تو وہ قضا قبول کر لیں گی بلکہ ادوں سے آپکے لئے معاوضہ زیادہ مقرر کریں گی اسلئے کہ آپکی اخلاقی پاکیزگی کا انکو علم ہے مگر چہ آپکے شام جا آجھکو پسند نہیں۔ کہ یہودی شراذیزی کا آپکے متعلق ظہر ہے مگر اس وقت بغیر چلے بھی چاہہ نہیں۔ آپنے جوابا ارشاد فرمایا۔ ممکن ہے کہ اس کام کے لئے وہ خود ہی خوش ناسپ کریں ابوطالب نے عرض کیا۔ تاخیر کرنے میں بھیجنا لذت ہے کہ وہ کسی دوسرے کے پیر کر دیں پھر آپکی طلبہ ایسی پینز کی طلب ہوگی جو آپسے روگرداں ہوگی۔ اس سوال کا جواب پر گفتگو کا اختتام ہوا اور کسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا۔ فرماتے لگیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ زیادہ رکھتے ہیں۔ پھر مدت اقدس میں کہاں بھیجا کہ آپکی راست گوئی امانت داری و حسن اخلاق نے مجھکو اس پر آمادہ کیا کہ خود درخواست میں کرتی ہوں نیز ادوں کی نسبت آپکو دونا معاوضہ پیش کر دینی۔ حضرت پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا اور ابوطالب نے ذکر کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام حبیبہ نامی کے ہمراہ شام کو روانہ ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبیبہ کو ہدایت فرمادی تھی کہ نہ آپکی رائے میں اختلاف کریں نہ عدل حلکی۔ اول سے آخر سفر تک مجبوراً حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا کرنا ہوا راستے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو اونٹ باندھے اور حبیبہ بھی انکی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قافلے کے مقدم حصے میں تھے تنہائی کے باعث حبیبہ کو اپنے اوران اونٹوں کے متعلق خطہ پیدا ہوا تو وہ درخواست اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور نے واپس تشریف لا کر اُن اونٹوں کے تلووں پر دست مبارک پھر کر کہود فرمایا۔ پھر کیا تھا ایسے طاقتور ہو گئے کہ بلبلاتے ہوئے قافلے کے اگلے حصے میں پہونچے شام پہونچکر بھڑی کے بازار میں ایک شگ درخت کے نیچے قیام فرمایا جسکی لکڑی بھی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ آپکے قیام کی برکت سے اسوقت وہ درخت بھی سرسبز ہو گیا اور اسکے ارد گرد بھی سبز گھاس نمودار ہو گئی بلکہ اس میں چل آکر آپ بھی گئے اور شاخیں جھک کر آپ سے قریب ہو گئیں۔ اس درخت کے قریب نسطور نامی راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اسنے وہاں سے جہانک کر حبیبہ کو دیکھا۔ چونکہ راہب کی حبیبہ کے ساتھ پہلے سے جان پہچان تھی اسلئے حبیبہ سے راہب نے سوال کیا کہ اس درخت کے نیچے اترنے والے کون ہیں حبیبہ نے جواب دیا کہ قبیلہ قریش کے حرم شریف میں رہنے والے ایک مرد ہیں۔ نسطور راہب نے کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کسی دوسرے شخص نے نزول نہیں کیا پھر دریافت کیا کہ کیا انکی آنکھوں میں شہر نبی ہے؟ حبیبہ نے کہا۔ ہے۔ اور کبھی وہ نہیں ہوتی۔ نسطور نے

کھسادی ہوئے ہیں۔ سب کچھ نبی میں کاش مجھے ان کی ہوتے کہ ظہور کا زمانہ نصیب ہو۔ پھر نسطور سے رہا تو گیا اپنے عبادت خانہ سے، اتر کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں لالت و معنی کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ کیا نام کیا ہے؟ آپ کو اس قسم سے برا فرد جنگی پیدا ہوا اور فرمایا اللہ جو تیری مثل جھکوئے، اسکے پاس ایک شتہ تھا۔ اسیں نظر کرنے لگا پھر رولا اور بیت کے نازل کرنے والے کی قسم دے رہی ہیں ساتھیوں سے ایک صاحب کی خیال ہو گیا کہ راہب کے ساتھ میرا ارادہ رکھتا ہے۔ فوراً تلواریں نکالی اور باواز بلند کہا، دلدادہ غالب چلو۔ ہمراہی مدد پرے۔

اللہ کہنے لگے کہ جس چیز نے خائف کر دیا۔ ادھر راہب دیکھ کر دوڑ کر اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوا اور اندر سے کوڑ بند کر کے پھر اوپر چڑھ کر کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ اے لوگو تم مجھ سے کیوں خائف ہو گئے؟ قسم اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بون ستون کے بلند فرمایا بیشک میں اس نوشتہ میں ہاتا ہوں کہ اس درخت کے نیچے آئینوں کے رب العلمین کے رسول ہوں گے اللہ تعالیٰ انکو رہنہ تلوار اور ٹیڑھی ہو کیا ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔ وہ آخری نبی ہو گئی جو انکی اطاعت کرے گا اسے نہایت ملگی اور ان فرمائی کرنے والے گمراہ ہوں گے۔ اولاً ایک وایت میں ہے کہ نسطور نے جبار کو سایہ کئے دیکھا تو مہیسو کی نظر پڑا کہ ایک قریب یا اللہ قدم چوم کر سر مبارک کو سوسے کی عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قدرت میں ذکر فرمایا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والی علامتیں جن کا کتب قدیمہ میں ذکر کیا ہے میں نے پہچان لیا صرف ایک علامت باقی رہ گئی ہے۔ اپنے شانے کھول کر دکھائیے۔ اپنے دونوں شانوں سے کپڑا ہٹایا تو اسکو خاتم نبوت جتنی نظر آئی۔ فوراً اُس پر سوسے کی کہنے لگا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اسکے رسول ہیں نبی اُمی ہیں جنکی تشریف آوری کی بشارت حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا فکر میرے بعد اس نعمت کے نیچے کوئی سائے لگا جائے نہ ہی اسکی کے جو عربی یا ہندی کی ہوں گے برتر شفاعت پر فائز۔ حوض کوثر کے زیر تصرف اور میدان قیامت میں بلواء الحمد انہیں کا جھنڈا ہو گا۔ بعد ازیں بازار میں تشریف لے گئے اور جو سامان تجارت ہرہہ تھا اسکو فروخت کیا۔

اور کچھ خریدا ایک شخص سے آپ کی سامان کے متعلق کچھ اختلاف ہوا۔ اُسے کہا کہ لالت و معنی کی قسم کھائیے۔ آپ نے فرمایا میں نے انکی قسم کبھی نہیں کھائی اس پر اس نے کہا کہ آپ ہی کی باعث صحیح ہے پھر علیحدہ ہو کر مہیسو سے کہنے لگا اے مہیسو یہ نبی ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہی ہیں جن کا وصال ہوا علی اکابر ہیں بانی ہیں مہیسو نے ان تمام امور کو غنیمت قرار دیا جیسا کہ فلہ گھر شریف کو واپس لوٹا تو مہیسو یہ دیکھتے رہے کہ وہ پہر کو بدقت شدت حرارت دھڑکتے آپ پر سایہ کرتے چلتے ہیں۔ مذکورہ واقعات مہیسو کے دل میں بکلی متعجب پیدا ہو گئی تھی۔ راستہ میں اس طرح کہہ کر گزرا کہ آپ کے غلام ہیں خائفہ جب مقام ظہران پر پہنچا جھکو آجکل وادی فاطمہ کہتے ہیں تو مہیسو نے خدمت اقدس میں غیر خواہی کے طور پر عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہات میں حاصل شد نفع کا ذکر فرمائیں جو ان کو مولیٰ تعالیٰ نے آپ کی بدولت مرحمت فرمایا تو مہیسو کا مقصد شہ معاصرہ میں منا ذکر و تنگی چنانچہ آپ کو امیر مکرانہ ہو گئے اور دوسرے وقت مکر شریف میں داخل ہوئے اسوقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالاخانہ میں چند مستورات کیساتھ بیٹھیں، انہوں نے کھڑکی سے خود نبی دیکھا امدان مستورات کو بھی دکھایا کہ داخلہ کے وقت آپ پر دوسرے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مستورات کو تعجب ہوا۔ اپنے پہنچ کر نہات کا نفع بتلایا جو پہلے کی نسبت دو ٹا تھا۔ اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مسرت ہوئی اور دریافت کیا کہ مہیسو کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے جنگ میں چھوڑ آیا ہوں، انہوں نے کہا کہ یہ تعجب واپس ہو کر ان سے فریاد کیے کہ مجھ کیساتھ نہیں۔ واپس بھیجنے سے اس امر کی تحقیق منظور تھی کہ چیر فرشتوں کو سایہ کرتے دیکھا تھا وہ آپ ہی ہیں یا کوئی اور۔ آپ پھر سوار ہو کر واپس ہوئے۔ اسدہ بالاخانہ پر چڑھ کر دیکھے گئیں۔ چنانچہ دیکھا کہ فرشتے سایہ کر رہے ہیں اب یقین ہو گیا کہ وہ سایہ آپ ہی پر ہو رہا تھا۔ مہیسو جب آئے تو ان سے اسکا ذکر کیا انہوں نے کہا۔ میں تو اسوقت سے دیکھ رہا ہوں جب شام سے دو انکی موتی تھی۔ اور مکہ

واقعات بھی بیان کئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شہداء معاوضہ سے دفنائش کیا۔ پھلنے چھاڑ دجائی ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر اپنا چشمہ دیدار و قعود مہسّر کے بیان کردہ واقعات ذکر کئے۔ ورقہ نے کہلے حدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہو کہ اس امت میں ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں یہی زمانہ ان کے ظہور کا ہے۔ پھر ورقہ بخیل تاخیر ظہور منظر انداز میں کہنے لگے۔ کیتک ہوگا؟ کیتک ہوگا؟ ادھر درج ذیل شعار پر صفا شروع کئے۔

میں پہلے سے تذکیر ناسر بالاسلام کرنا تھا۔
ایک ایسے حزن کے باعث جس سے چکیاں بسندہ گئیں۔
لیکن خدیجہ کے ہار بار کے بیان سہا ب اُس پر اور جسم گیا
تو اے خدیجہ میرا انتظار بہت دور از ہو چکا ہے۔
میری توقع کے مطابق سر زین گم و شرب میں۔
تمہاری بات ظاہر ہوگی کہ مجھے اس سے ظہور نبوت مفہم ہوتا ہے
تمہارے نقل کردہ قول راہب کے سبب
جس کا ناراست ہونا مجھے پسندیدہ نہیں۔

وہ ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صغیر علیہ السلام اور مریدانہ طور پر
اور انہیں ایسے لوگوں پر غلبہ حاصل ہوگا جو ان کے مقابل محبت لیسکا میں گے
ادودہ شہروں میں ایک نو کی ضیا و باری فرمائیں گے۔

جس سے مملوک کا شیرازہ انتشار سے محفوظ ہو جائے گا۔
تو جو ان سے جنگ کرے گا توڑے میں رہے گا
اور جو مصالحت رکھے گا اسے ظفر و یہودی نصیب ہوگی
تو کاش اس وقت جبکہ یہ باتیں ظہور میں آئیں۔

میں بھی سوچ رہا ہوں ادودہ دوسرے لوگوں کی نسبت میرا دغلی۔
اُس مذہب میں جس کو قریش پسند نہ کریں زیادہ ہو۔

اگر قریش کو میں اُس کے خلاف چل پکار چاہتا ہوں
اُن سب کو جو مذہب ناپسند ہے مجھے اُمید ہے کہ اُس کے ذریعہ
یہی میں گئے تو مجھ کو مالک عرش کی بارگاہ میں عروج حاصل ہوگا۔
اور پس اس کے سوا اور کیا ہے کہ انکار کر دیا جائے۔

اُس ذات کا جسکو برگزیدہ کیا۔ برحق کو بلند فرمائے والے نے
تو اگر سب سے اچھے اور میں بھی تو ایسے واقعات کا سامن ہوگا۔
جن سے خون کے باعث کافر چھین ماریں گے
اور اگر میں فوت ہو گیا تو خیر۔ ہر جوان کو مغرب

لَحَجْتُ وَكُنْتُ فِي الدَّخْرِى نَجْوَجَا
لِهْمٍ طَامًا بَعَثَ التَّشِيحَا
وَوَصِفَ مِنْ خَدِيحَةَ بَعْدَ وَصِفِ
فَقَدْ طَالَ اِنْتَظَارِى يَا خَدِيحَا
بِبَطْنِ الْمَكْتَبَيْنِ عَلَى رَجَائِى
خَدِيثُكَ اَنْ اَرَى مِنْهُ خُرُوجَا
بِمَا خَبَرْتَنِي مِنْ قَوْلِ قَسِ
مِنَ الرَّهْبَانِ اَكْرَهَ اَنْ يَوْجَا
بَانَ مُحَمَّدًا سَيُودُ فِينَا
وَيُخَصِّمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حُجِيحَا
وَيُظْهِرُ فِي الْبَلَادِ ضِيَاءَ نُورِ
يَقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ اَنْ تَمُوجَا
فَيَلْقَى مَنْ يَحَارِبُهُ خَسَارَا
وَيَلْقَى مَنْ يُبَالِيْمُهُ فُلُوجَا
فَيَا لَيْتَنِي اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدَتْ وَكُنْتُ اَعْدَاهُمْ وَتُوجَا
وَتُوجَا فِي الَّذِي كَرِهَتْ مُرِيْتُ
وَتُوجَتْ بِمَكْتَبِهَا عَجِيحَا
اَرَبِّى بِالَّذِي كَرِهُوا جَمِيْعَا
اِلَى ذِي الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عُرُوجَا
وَهَلْ اَمْرًا سَفَالَةً غَيْرُ كَفْرِ
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوجَا
فَاِنْ يَبْقُوا وَابَقَ يَكُنْ اَمُورَا
لَيُضْمَ الْكَافِرُونَ لَهَا ضُجِيحَا
وَإِنْ أَهْلَكَ كُلُّ فِتْنٍ سَيَلْقَى

کفرشتہ کی آمدی کے بعد نہ تھی حتیٰ کہ تعقیب دست ہو۔ بلکہ فرشتہ کی آمد کو ردی کئے کی تفصیل ہے۔ ہاں! حتیٰ جاء والحق
میں حق سے انزالہام یا سماع و تلق مراد ہو تو تعقیب دست ہو جائیگی مگر اس جانب ہر گناہ نہیں ہوتا بعض ایک خیال ہے یہ بات کلی کے
نزدیک آئے کہ اس وقت حاضر ہونے والے فرشتے حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے اسلئے کہ قرآن کریم کا نزول انہیں کے توسط سے ہوا ہے۔
اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا **وَإِذْ لَمْ يَلِدْ سَمَرَاتُ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قُلُوبِكُمْ لِيَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ**
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ لیکن قطع نظر اسکے الفاظ حدیث بھی اس جانب تشریح میں الملک میں اے لام ہرے عہد کے پھر یہ لفظ کو تفسیر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مہارت کے بان سے صادر شدہ ہے تو معبود و ذات جس سے کچھ میں کام نہ فرماتے تھے اور وہ نہیں مگر جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور اگر یہ لفظ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صادر ہوا ہے تو معبود و ذات ہمگی جیکے
سابقہ وہی تھا لیکن ان کے نزدیک معروف تھا اور وہ حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی ہیں۔

اقوال اقرأ (۶) **صحاك** نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سب پہلے استعاذہ و تسبیح اور پھر **قوله**
ما لم يعلم نازل ہوئی جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک تم کا رشی پڑا جبکہ لکھا ہوا تھا حضرت نبوی رضی اللہ عنہ کے عرض کیا کہ **قوله**
آخِ هَذَا آيَاتُكَ یعنی اس کو تب کہہ دیجئے۔ سوال سامع سے مقصود طلب فعل ہوتا ہے۔ پس اس امر سے قرأت کو تب مطلوب ہوگی جو امی
سے عادتاً حال ہے اور محال عادی کی تکلیف شرعاً درست نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا أَلًا وَشَقًّا** کما فی الاصول
جو آپ یا میری نہیں حتیٰ کہ محال عادی کی تکلیف لازم آئے اسکے کام میں مشکل کا مخاطب پر استعلاء معتبر ہے خواہ حقیقہ ہو یا آدما و مسلماً فاشی
اور اسلئے شرح فروع الرجوت میں ہو **وَمَا آلاَ اسْتَعْلَاَ احْتِزَانًا عَنِ الدَّعَاءِ** والا لتمام فہو شرط فی الامر عند اکثر
اصحاب **بنا من المشائخ المتأيدية والامدي من الاشعية** و صححه فی المصنوع **الامام فخر الدین الرازی**
من الاشعية والیض **هورای** ابی الحسن **من المعتزلة** لذلہ العقلاء **الادی** فی باصرہ **اعلی** ماہر بیان پر مکمل جبریل میں علیہ
الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور مخاطب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ **وَلَمْ يَكُنْ حَاضِرًا حَقِيقًا** استعلاء حاصل ہے نہ اذما و حقیقۃ اسلئے انہیں کفار
میں صریح ہے۔ رسول لشی افضل من رسل مللا لنگہ اور ادعا اسلئے نہیں کیا دعا رسول ادیتہ جو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
باب دینا زندہ باگافوت سے مقصود نہیں ہو سکتا بلکہ یہ علم کہ مخاطب اعلیٰ سے تکلم ادنیٰ کی طلب کا مصطلح میں نہ جاتے ہیں جیسے **اللَّهُمَّ**
انضرفی۔ اور جب یا میری نہیں تو محال عادی کی تکلیف کا رد بھی جاتا رہا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ تمیں تہ اقرأ کہنے میں اس طرف اشارہ تھا
کہ جس کتاب کی وحی کا آغاز ہوا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہوگی۔ (۱) توحید (۲) انکسار (۳) نقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال سوال
حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس موقع پر خدمت نبوی میں باریاب ہو کر سلام عرض کیا تھا یا نہیں جواب حسب ایت طہی
اول اسلام عرض کیا تھا کما فی الزم قانی اور مقتضائے اہم بھی ہی ہے جو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے دلیل بقدر قلم سے نظر انداز
نہیں ہو سکتا۔ اور بعض حضرات کا عدم تسلیم کو بایں وجہ ظاہر قرار دیا کہ ابتداً بالسلام طرفہ بشریہ نہ طریقہ ملک وایت مذکور سے قطع نظر نیکے
بادیہ اس وقت قابل تسلیم ہوگا جبکہ ثابت ہو جائے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس موقع پر ملک شکی میں حاضر ہوئے تھے حالانکہ انام بخاری علیہ السلام
کے انداز بیان سے بشری شکل میں حاضر ہونا ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ حدیث زیر بحث سے بیشتر حدیث نقل فرمائی ہے اسمیں کہ مدعی دو صورتیں کو
ہیں (۱) مانند آواز جس (۲) فرشتہ کا بشکل بشر حاضر ہو کر کلام کرنا اور حدیث زیر بحث میں چونکہ آمدی کی ابتدائی کیفیت کا ذکر ہے تو لا محالہ
یہ آمد انہیں دو صورتوں میں سے کسی ایک کیساتھ ہوگی حدیث مذکور کے الفاظ سے اس صورت کی تعیین ہو جاتی ہے کہ اسیں فرشتہ کا بار بار اقرأ
کہنا اور لہجہ پوری طاقت سے دہرایا کہ ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ یہی مانند آواز جس تھی۔ جب پہلی صورت کا انتفاء ثابت ہو تو دوسری

نہایت بظاہر اندازہ فرما کر تسلیم کر لیں

نہایت بظاہر اندازہ فرما کر تسلیم کر لیں

صوت متین ہوگی کہ جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر بشری شکل میں حاضر ہو کر بالی مکہ کی تعلیم سے سب کو روشی حاصل کی تھی معین
 ان کو اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم میرے لئے فرمایا فجاءہ الاملاک تاکہ معلوم ہو جائے کہ بشری شکل میں ایسے ملکیت سے خروج نہیں ہوتا
 (مَا اَنَا بَقَاسِرِي) حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کو شہ کے پیش کر کے تین مرتبہ قراءت کی درخواست کی تو
 جواباً یہ کلمات ارشاد فرمائے اُن کلمات میں لفظ متاثر ہے نفی مشبہ بلیس ہے۔ استفہامیہ نہیں۔ وہ خبر پر بنا داخل نہ ہوتی کہ ما استفہام
 کے بعد خبر پر باکی زیادت اہل عرب مسنون نہیں۔ ہاں اہل کے بعد خبر پر آتی ہے جیسے اَلَا اَهْلًا خَوْعِيْشٌ لِّذِيْذٍ بَلْ اَبْنَمُ کافین ہے
 وَاَلَا اَنْتَا فِی الْمَخْبُورِیْنَ اَلَا سَفَهَامُ اِسْمُ شَرِّ حَیْ مِیْنُ فَرِیَا بَعْلُ لَامُ مَطْلَقًا مَخْوَعِلٌ یَا لَیْلًا یَقَا اَمَدٌ فَا لَیْقَالَ اَمْرٌ یَلُ بَقَامُ اِسْمُ اِسْمِ
 معلوم ہوا کہ خبر پر باکی زیادت استفہام میں اہل کیساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ ہائے زائدہ تاکید نفی کیلئے ہے۔ بریں تقدیر ان کلمات کی تفسیر یہ ہوگی۔
 مَا اَحْسَنَ الْقِرَاءَةَ بِمَرْجَعِیْ قِرَاتٍ اِجْمَاعِیْ لَمْ یَنْهَیْ قِی - مذکورہ بالا جو ابی کلمات کے یکے دوسری روایت میں مَا اَحْسَنَ اَنْ اَقْرَءَ وَاورد
 ہو اس سے تفسیر ہوگی کہ تائید ہوتی ہے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب منشد ذکر و پیش کرنے میں مرتبہ تو انصاف ہی فرمایا کہ مجھے
 قراءت اچھی طرح نہیں آتی تو جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ اِقْرَا مَا اَسْمُہُ رَبَّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ عَلَقٍ اَقْرَا
 وَسَبَّحْتَ اَلَا اَحْسَنَ الَّذِیْ عَلَّمَہُ بِالْقَلَمِ عَلَّمَہُ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْہُ یعنی اس کو شہ کو نہ ہی قوت سے پڑھے۔ اپنی معرفت سے کہ اتنی
 ہوئی حقیقت عادتاً قراءت کتب کی قوت و معرفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اپنے رب کی قوت اعانت سے پڑھے کہ اگر اس کی اعانت سے خوارق عادت
 بھی واقع ہو جاتے ہیں تو وہی آپ کو خرق عادت کے طور پر قراءت کتب کا کمال کا جس طرح اسی سے خوارق عادت کیساتھ آپ کی تخلیق فرمائی کہ ولادت
 باسعادت کے وقت دلاس سے شیرازہ اسکے بعد ہیبت سے خوارق عادت میں آئے۔ اور اسی نے خرق عادت کے طور پر کہیں میں سینہ چاک کر کے اس کے
 خون بہتہ حصہ شیطان دود فرمایا تھا اور اسی نے آپ کی امت کو کائنات کی تعلیم فرمائی کہ قلم سے لکھے لکھی حالانکہ اس سے پیشتر لکھنا نہ جانتی تھی۔ لہذا
 تفصیل مَا ذِکْرُ السَّهْلِ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ الْوَسَّامُ عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ نے فرمایا کہ صورتاً جملہ ماضیہ اور ماضی
 حیثیت سے متعدد اسلئے کہ اول مَا اَنَا بَقَاسِرِیْ فرمائیے مقصد قراءت کتب کے انکاس ہے اس تقدیر پر ترجمہ ہوگا میں تو نہیں پڑھتا اودوم
 سے مقصد اپنی ذات سے قراءت کتب کے انتقاد کی خبر دینا ہے۔ اب ترجمہ یوں کریں گے مجھے قراءت ہی نہیں آتی اودوم سے مقصد استفہام ہے
 اب ترجمہ ہوگا میں کیا پڑھوں۔ مَا کے استفہامیہ ہوئی دوسری روایات کا تائید بھی ہوتی ہے چنانچہ اَلَا اَسْوَدَ لَیْلَہُ اپنے معاذی میں
 عرہ سے مَا اَنَا بَقَاسِرِیْ کی جگہ حَقِیْفَ اَقْرَءَ وَاورد ابن السخنی نے بڑا بیت عبید بن عمیر مَادَ اَقْرَءَ عَرَبٌ کِیَا جِیْ مِیْنُ
 غیر استفہام کا احتمال ہی نہیں۔ اور اَمَّا نَحْوُ اخْفَشَ کے نزدیک مَا استفہامیہ کے بعد خبر پر باکی زیادت جائز ہے۔ علامہ القاسری
 میں ہے لَانِ الْاَخْفَشَ جَوْزٌ ذَلَالٌ - اَقُولُ اِنَّا ظَہَرَتْ ہَلَا دُولُ تَقْرِیْرُکَ مَطْلُوقٌ ہُوَ فِی قَدْرِ خُفَاہِ اَقْلَاسُ لَیْلَہُ
 کہ پہلی تقریر میں مَا اَنَا بَقَاسِرِیْ کی تفسیر احسن القراءۃ کے ساتھ ظاہر نہیں اسی طرح روایت مذکور سے تائید بھی غیر ظاہر کیونکہ مَا اَنَا
 بَقَاسِرِیْ میں نفی نفس قراءت کی جانب متوجہ ہے بخلاف اس تفسیر و روایت مذکور کے کہ ان دونوں میں جس قراءت کی جانب متوجہ ہو رہی ہے
 پھر ظاہر ہے کہ نفی اگر صفت امت سے ہو تو نفس قراءت ہی کی ہوئی چاہے وہ لگا نظر واضح ہے تو نسبت جس قراءت نفس قراءت کی
 نفی کامل تو منفی منہر ہے۔ لہذا نفس قراءت کی نفی اختیار کرنا نسب جو جو سید المتواضعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لئے زیبا
 ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَلَا اَنْ یَقَالَ اَنْ النِّفْیَ فِیْھُمَا مَتَّوْجِہٌ اِلَی الْمَطْلُوقِ وَالْقَدِیْدِ کَلِیْہِ اَمَّا۔ ثانیاً اس لئے کہ دوسری تقریر میں مَا
 کو استفہام پر محمول کیا گیا ہے جس کے لئے خبر پر ہائے زائدہ کا داخل مسامتہ نہیں کرتا علامہ القاسری میں اگرچہ اس کا جواز اخفش کی جانب متوجہ
 فرمایا لیکن اس مسئلہ کا محل بیان کتب نحو میں۔ وہ سب کی سب اس مسئلہ حرم کے ذکر سے غاموش ہیں ان میں محل کی خصوصیت کو رہے کما حقہ

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

کیا یہ کلام موجب میں غش کے نزدیک خبر پر باکی زیادت جاتر ہے چنانچہ کتاب مطاب جمع الجوامع جو تقریباً سو کتابوں کے مسائل پر مشتمل ہے اسکی شرح مع العوامع میں امام ربیع علیہ الرحمۃ لکھا ہے۔ وجوز لا غش زیادۃ الباء فی کل موجب نحو نیرید بقا نھو استدلال بقولہ تعالیٰ جزاء سبیۃ بمثلھا ذاولہ الحمد ہو علی حذف الخبای وواقعہ رضی شوح کافہ میں ہے۔
 وتزاد ما فی خبر المبتدء العوجب عند الغش اصطلاح غافہ میں موجب کلام ہے جسکے شروع میں ہی نفی متھرا
 نہو اور دوسری تقریریں ماکوجب استقامہ قرار دیا گیا جو قاسری کا مفعول مقدم ہے تو شروع میں استقامہ آنیکے باعث انا بقاسری
 کلام موجب رہا حتی کہ یہ کتب مذکورہ کی تصریح کے مطابق مذہب غش پر دخول ہوا جاتر ہو جائے اللھم الا ان یقال ان ما مبتدئ
 والجملة بعد ذہ خبیطہ فالجملة الصغری کلام موجب الکبریٰ غیر موجب ذلک لانہ حیثئذ یلزم خلو
 الصغری عن العائد وهو کما تری۔ غالباً اسی غش کی بنا پر اسناد منظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم ابوالعلی محمد علی
 عظمیٰ قدس سرہ القوی اپنی تقریر میں مآنا بقاسری کو تینوں جگہ مفید لکھا دے فرماتے تھے۔ جو اول کی طرح باقی دونوں جگہ بھی مآنا واصل منہو ہوتا
 جملہ کی اسمیت مسند الیہ کی تقدیم۔ باکی زیارت پر شاہد ہیں کہ اگر صرف اخبار بالنفی مقصود تھا تو ان تکلیفات کی چندل ضرورت نہ تھی اس تعذر
 پر تینوں انکاء کے وجوہ مختلف قرار دینے سے نبوی جوابات میں تکرار بھی باقی نہیں رہتی جس سے بچنے کے لئے محدث ابو شامہ علیہ الرحمۃ نے
 انکے ظاہر پہلو کو ترک کر کے غیر ظاہر اختیار فرمایا اور کوئی ضابطہ لازم نہیں لایا۔ الفاظ جواب پنے ظاہر پر پڑتے ہیں وجوہ انکاء کی تفصیل یہ ہے کہ علیہ السلام
 صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں ذکر الہی سے لذت اندوز ہوئے تھے۔ قطب مبارک پر عالم کیف طاری ہوا۔ اچانک جبریل میں علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شہد باد میں جبریل ہوں مجھکو خدمت الایں یہ پیغام پہونچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ
 حضور اس نعمت کو واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر وہ نوشتہ دست مبارک میں لکھ (کما فی سفر السعداء) اسکے پڑھنے کی استدعا کرتے
 ہوئے عرض کیا۔ اقرء اسکو پڑھئے۔ آپ چونکہ محبوب حق کی یاد میں سرشت الہیہ لے گئے اور انہو کہ دوسرے کی جانب توجہ مبذول کیجائے اس لئے
 انکار کرتے تھے فرمایا مآنا بقاسری میں تو نہیں پڑھتا کیونکہ عبادت ذکر کا غلبہ دوسری جانب متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ جبریل میں
 علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس غلبہ کو ذکر کے اپنی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے پوری طاقت کیساتھ دلچسپی کرکے دیکھ کر اس نوشتہ کو پڑھنے
 کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے شدید القوی فرشتے کے اپنی پوری طاقت کے ساتھ
 دلچسپی سے اگرچہ استغرائی کیفیت جاتی رہی مگر غلبہ اقتضای ہی تھا کہ ذکر محبوب طبع اندوز ہونے کے لئے پھر اسی طرف توجہ ہو جائیں
 اسلئے ایک ظاہری عذر کے پیش نظر قرأت مکتوب سے انکار کرتے تھے فرمایا مآنا بقاسری میں تو نہیں پڑھتا۔ اسلئے کہ ای ہوں خدا کی
 کو نہ کھنڈا آتا ہے نہ پڑھنا۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جسم مبارک میں مخصوص نوار داخل کرنے کے لئے دوبارہ اپنی پوری طاقت سے
 دلچسپی اور جہود کرکے اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست پیش کرتے تھے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ اس مرتبہ اپنے اس نوشتہ کو پڑھنے کا ارادہ
 فرمایا مگر مولیٰ تعالیٰ نے مشاہدہ ملکوت عطا کرنے کے بعد اس نوشتہ کے نقوش نظر مبارک سے اسوقت پوشیدہ فرمائے تاکہ اخبار محمد اور ول
 قوت ستمری حاصل ہو جو شان عہدیت کیواسطے بڑا ہے کما فی سفر السعداء اسلئے انکار کرتے ہوئے فرمایا مآنا بقاسری میں تو نہیں
 پڑھتا کیونکہ اس نوشتہ کے نقوش ہی نہیں پڑھتا۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بغرض سہ بارہ اپنی پوری طاقت سے دلچسپی
 اور جہود کرکے اس نوشتہ کی ابتدائی آیتوں کو مآلہ لعل تک پڑھا جو سلیم علیہ السلام تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ ہو گئیں جو بآذ کو نا ظہر
 علیہ السلام صحافہ مآ فی فیض الہدی ص ۲۴ من ان قول جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم (اقرء لیس من ابل التکلیف
 بل من باب التلقین المتلقى لما یقولہ کما انی یحضر الصبی قبل المعلم وکتابا معہ فیقول لہ استاذہ اقرء

الغضمتی غایۃ وسی وروی بالضم والرفع ای بلغ منی الجهد مبلغہ اقول۔ "بلغ" سے بشیر و فضل ہیں
 "اخذ" اور غط "اور کئے بعد بھی و فضل ہیں" اور قال "ان چاندوں غلوں کی تمیز فاعل کا مرجع جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام
 ہے۔ اور ہذا تقدیر ثانی النسب یہ ہے کہ تبلغ کی غیر کا مرجع بھی بجائے غط اس میں تقدیر اولیٰ تاکلا امتیازا ضرر لازم نہ آئے اور جتنی میں برائے
 تسبیل ہے کما فی قولہ تعالیٰ "مما خبطتہم اُخر قوا" اور صفات مقدسہ یعنی من غطی اسلئے کہ ذات کسی فعل کو اسلئے غلط
 نہیں ہیں۔ اور الجحد پر الف لام بجائے مہد جس سے جہد جبریل علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہے۔ ساب معنی یہ ہوں گے کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ
 والسلام نے جھک کر دیکھا یہاں تک کہ جھک کر دوچنے کے باعث اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئے۔ اور بر تقدیر اول یہ معنی ہوں گے کہ جھک کر
 دوچنے کے باعث ان کی طاقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اب بھی دونوں تقدیروں کا حاصل ایک ہی ہوا اور وہ یہ کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام
 نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایک اور دوچا تھا۔ سوال جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کی ملکی طاقت کا کیا تھا کا قیاس میر نہیں سکتی تصور سے
 بدلتا رہا۔ گئے گئے کھڑے ہو جاتے ہیں حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم پانچ شہروں میں آباد تھی (۱) سدوم (۲) صعبہ (۳) معون۔
 (۴) غمرہ (۵) دوحا و ان میں سدوم سب بڑا شہر تھا پانچوں شہروں کی آبادی چالیس لاکھ تھی۔ جب یہ قوم شان نبوت کی گستاخی
 کرنے اور خداوندی بیعتا مات کے جھٹلانے سے باز نہ آئی تو حکم آئی کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام ان پانچوں شہروں کو اپنے دونوں بازو پر
 اٹھا کر آسمان کی طرف اس طرح لے گئے کہ ہر چیز اپنے مقام پر رہے۔ رقام ربی کسی برق کو اتنی جنبش بھی ہوئی کہ اندھا ہو جاتا نہ کوئی کھنڈر
 خواب سے بیدار ہوا اور آسمان سے اتنے قریب پہنچے کہ ان شہروں کے مرغوں کی اذانیں اور کتوں کے رات میں بھونکنے کی آوازیں ہل آسمان سے
 بخونجی ششیں بھر دیاں۔ ان شہروں کو اودھنا کر کے زمین پر لے آیا (تفسیر ابن اثیر وغیرہ) حضرت جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کو جب ایسی
 عظیم الشان طاقت عطا فرمائی گئی ہے تو یہ کہنا سراسر غلط ٹہرا کہ انہوں نے نبوی جسم کو اپنی بودی طاقت کیساتھ دوچا تھا اور نبوی جسم
 سلامت رہتا جو انب شاہ مشکوٰۃ علامہ طیبی قدس سرہ القوی نے فرمایا کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام اسوقت بشری صورت میں تھے تو
 مراد یہ ہے کہ اپنے مثالی جسم کی پوری طاقت کیساتھ دوچا تھا۔ اس کوئی استبعاد بھی نہیں ہے جاسیکہ سراسر غلط ہو۔ ہاں یہ مراد نہیں کہ اپنی
 بودی ملکی طاقت سے دوچا تھا اسلئے کہ بشری جسم ایسی عظیم الشان طاقت کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ اقول لہذا ظاہر یہی ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ
 والسلام نے اپنی پوری ملکی طاقت سے دوچا تھا اسلئے کہ بشری صورت میں ایسی ملکی طاقت فنا نہیں ہو جاتی۔ اور اسلئے استبعاد بھی نہیں
 ہے جاسیکہ نادرسرست ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام اگر چہ زبردست طاقت رکھتے ہیں لیکن اسکے باوجود اس کی طاقت کو عظیم
 صحتہ الشدائی علیہ آ کہ وسلم کی طاقت کے مقابل ہی نسبت میں جو ظلو کو دیا کیساتھ یا ذرہ کو آفتاب سے دیکھئے نبوی جسم پاک کی طاقت کا یہ عالم
 ہے کہ سۃ المنتہی سے گذرنا عرش میں پہنچنا۔ اور جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام باوجود شدید القوی ہو لہذا سۃ المنتہی پر لوں
 عرض کرتے رہ گئے۔ اگر ایک سپر ہونے پر تر برہم ۴۰ فروغ تجلی بسوز و ہریم۔ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام تمام عالم کی طاقتیں بھی
 طاقت کے سامنے ہیچ ہیں۔ قرآن شاہد ہے کہ اندر عزوجل نے صفت ربوبیت کیساتھ تجلی فرمائی تھی جس سے پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور
 موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پہنچا جس کو گر گر پڑے مگر اللہ اکبر کبیر۔ اسامی عالم میں صرف ایک یہی وہ طاقت ہے جس کی
 آنکھوں نے میں ذات کا اس طرح مشاہدہ فرمایا کہ چکا چوند بھی پیدا نہ ہوئے پانی سے موسیٰ زبوش فوت بیک پر تو صفاء تو میراث کی نگرانی تیسے
 یہ دوسری بات ہے کہ اس غلطی طاقت کا ظہر کبھی ہوتا کبھی نہیں لیکن اس سے ملکی طاقت کی نبوی طاقت سے فردنی دور کن مساوات بھی لانا
 نہیں آتی۔ پھر ظاہر معنی ترک کر کے خلاف ظاہر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے پس ثابت ہو کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی بودی ملکی
 طاقت کے ساتھ دوچنے میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ ایسا ہی ہوا تھا اور اس طریقے پر وحی کا آغاز آئی خصوصاً اس سے ہے اور اس میں حکمت یہ

ف
جبریل میں
علیہ الصلوۃ
والسلام
کی طاقت
کا بیان
اور ایک
سوال
جواب

ف
طاقت
جبریل
میں
علیہ الصلوۃ
والسلام
کی
تجاویز
نہیں
ہوتی
اور اسلئے

مسی کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاً بروقت استغاثت آدم علیہ السلام مشاہد کیا تھا کہ حامل خلافت بشریت علم مسی قوت
 اعلیٰ کے اعتبار سے ملکیت پر غالب ہے یہاں تک کہ شیخ انک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم کہتے ہوئے
 انہیں خدا کی ساری جماعت کو اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا تھا پس شیت الہی مقتضی ہوئی کہ آخر ان کو اس امر کا بھی مشاہدہ کر دیا جائے
 کہ خلافت الہی کی حامل بشریت کا تفوق ملکیت پر اوصاف روحانی تک محدود نہیں بلکہ بشریت قوت جہاں کے اعتبار سے بھی غالب ہے تاکہ
 خلیفہ علم علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی دو نوبت حقیقت سے کیا تھی کا اعتراف ابتدائی سے حاصل ہو جائے چنانچہ ایک انہوں نے اسکا اظہار
 بھی کیا جبکہ امام احمد وغیرہ محدثین کا امام نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے خدمت مقدس میں عرض کی میں نے امین کے مشاوق و مغارب اٹھنے کوئی شخص حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا کسی شاعر نے اس مضمون کو اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے ست بسریل سے اک روزیوں کہنے لگے شاہ نام
 تہنے تو دیکھا ہوں جہاں بتلاؤ کہیے میں ہم کی طرف جبریل اپنے جس ترقی تم جاتا تھا اگر دیدم سیر جہاں نہ دیدم و بیاد خدائی نام لیکن وہ چیز بجز
 اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ملکی قوت کا تحمل کسی بشری جسم سے ممکن نہیں تب بھی مسلک اباب تلوس کے مطابق ایک بہترین جواب ہو سکتا ہے جس
 کی تفصیل یہ ہے (۱) توحید کے تین مرتبے ہیں (۱) کا نام تو حیدلہ یعنی مانی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت حاصل کرے
 عبادت کی ہر شکل سے تصدیق اور زبان سے اسکا اقرار کرے۔ یہ تو حید علم ظاہر سے مستفاد ہوتی ہے اسکا حصول شرب علی سے ہوا کہ
 انسان کو مسلک اسلام میں منسلک کر دینا ہے جو فی الواقعہ عامہ مومنین کے ساتھ اس وقت تو حید میں شریک ہوتے ہیں اور دیگر مرتب
 کی نسبت انکو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ (۲) توحید حقیقی علمی۔ وہ یہ کہ بندہ جب طریق تصوف پر گامزن ہو تو اذکار اس بات کا یقین حاصل
 کرے کہ وہ حقیقی اور موثر سلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس پر بھی یقین رکھے کہ جملہ ذات صفات اور افعال اسکی ذات و صفات اور افعال
 منطوقی میں ہر ذات کے فروغ کو ذات مطلق کہے اور اسے ناشی اور ہر صفت کو صفت مطلق کا پر تو اعتقاد کرے۔ چنانچہ جہاں کہیں علم قدرت
 ارادہ، سمع، بصر کا ظہور ہو تو وہی یقین رکھے کہ الہی علم، الہی قدرت، الہی ارادہ، الہی سمع، الہی بصر کے یہ سب آثار ہیں سی طرح باقی صفات
 کو بھی الہی صفات کے امتداد اعتقاد کرے۔ شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ نے فرمایا کہ بشریت میں تو حید حقیقی و قیوم کو قبول کرنا
 ہے کہ تمام احوال، ایسی کی جانب توجہ ہے یعنی خلقی مظاہر سے جو کچھ بندہ پروردگار پر خواہ ملائم خواہ مکمل سبکدوشی کے حوالے کرے اور ہر
 کو نظر انداز کرے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے دست تعارف میں اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے قلم بدست کا تب۔ وسائل کو معدوم کر جائے اگر کوئی چیز
 وافر طبع پیش آئے شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ حق سبحانہ اس صورت میں ظاہر ہو کر تعلق فرماتا ہے اور اگر کوئی مکروہ ہو گئے تو یقین کرے کہ حق سبحانہ
 اس صورت میں مخفی ہو کر مقبوت فرماتا ہے تاکہ ناپسندیدہ اطوار سے اجتناب کر کے پسندیدہ طریقے پر آجائے۔ اسی واسطے سالک واجب ہے کہ
 ہر وقت حادثہ مکروہ اپنے احوال کا پروردگار کو تخص کرے۔ ظاہری اور باطنی اعمال کی چھان میں میں ہر صفت ہو جائے اگر کسی صفت مذکور ہو جائے
 یا غفلت پر یا تنبیہ اوقات سہرا اعمال عبادات بریا صفات محمودہ کے ترک پر ذرا اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ آیات بزرگ نے موم بہا میں
 ارادہ فرمایا کہ بغرض لغز کسی لالہ زار میں شریف نے جائیں زمین کس کی سواری حاضر خدمت کی گئی۔ فرمایا موزہ لاؤ تاکہ اسکو پہن کر سواری پر
 چلیں موزہ میں کیا گیا تو دیکھا کہ چوہے نے دو انگشت کاٹ ڈالا ہے۔ اُن بزرگ نے موزہ کشا دیکھ کر بہت فحس کیا اور سچا اظہار مذمت فرمایا
 حاضرین نے عرض کیا کہ اس قدر سے نقصان پر اتنا فحس و اس قدر اظہار مذمت کس لئے؟ فرمایا یہ فحس موزہ پر نہیں بلکہ اس لئے فحس
 کرتا ہوں کہ وہ کونسا جرم محمد سے صادر ہوا ہے جسکی پاداش میں موزہ کاٹ گیا (۳) توحید حالی یہ ہے کہ حامل تو حید ذات موحد کے لئے صفت
 لازم ہو جائے اور بجز حق تعالیٰ و سواہو جو کی جملہ نامہ کیاں تو تو حید کے اشراق میں گم ہو جائیں۔ تو حید حالی کے لئے کہ اس درجہ فروغ ہو کہ تو حید

تو حید حالی یہ ہے کہ حامل تو حید ذات موحد کے لئے صفت لازم ہو جائے اور بجز حق تعالیٰ و سواہو جو کی جملہ نامہ کیاں تو تو حید کے اشراق میں گم ہو جائیں۔ تو حید حالی کے لئے کہ اس درجہ فروغ ہو کہ تو حید

علی کا کہنا کہ میں آپ پر مشیر ہوں جیسے آفتاب کی نور میں ستاروں کا نور ٹھیک جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر پہونچا جو مداح کے مشاہدہ حال میں جو درجہ
استعداد مستغرق ہوتا ہے کہ اس کے ذات و صفات کے سوا کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں آتی یہاں تک کہ یہ توحید بھی اپنی صفت معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کو
بھی صفت ادا ہوتا ہے۔ اور اس جاننے کو بھی اسی کی صفت سمجھتا ہے۔ موجد کی ہستی اس طریقے سے توحید کی تمام خیز مولج میں پرکھو کہ
طرح ناہید ہو جاتی ہے۔ شرک خفی سے کلیتہاً حقرازی مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ ادا دی کہا اسلئے اس سے بالاتر توحید کا مرتبہ نہیں۔ توحید علمی
اور اس کے درمیان امتیاز کی دو وجوہ بھی ہیں۔ **اول** بلحاظ انجام۔ وہ یہ کہ توحید علمی میں نتیجہ بعض سووم بشریت غذا ہو جاتی اور اکثر باقیہ میں نہیں
اور توحید حالی میں اکثر خفا اور بعض باقی رہتی ہیں اور وہ بھی اقل قلیل تاکہ موجد سے ترتیباً فعال در تہذیباً اہل مکن ہے۔ اس واسطے عالم
میان میں حق توحید کما ینبغی ادا نہیں ہوتا۔ اسی چیز کے پیش نظر محمد م ابو علی دقاق قدس سرہ نے فرمایا: التوحید حقیم کا کیفیت
کی تین ذریعہ کا ہو سکتی ہے۔ ترجمہ: توحید لیساً قرض خواہ ہے جس طرح قرض دا نہیں ہو سکتا اور لیساً سافر ہے جس کا حق دا نہیں کیا
ہو سکتا۔ **ثانی** وہ بلحاظ آغاز اودہ کہ توحید علمی کا مشا نور مرقم ہے۔ اور توحید مالی کا مشا نور مشاہدہ۔ بروقت مشاہدہ الہی موجد کا ایک
عجیب و غریبہ و جرت انکیز لذت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم موجد پر آرام شدیدہ کا درد و اصالہ اثر انداز نہیں آتا بلکہ اس کا کیف میں موجد
پہونچا ہوا اگر گڑھے تو وہ بھی محسوس نہیں ہوگا۔ ہاں اس لذت شہوانی کا اختتام پر آرام محسوس ہونے لگتے ہیں۔ جیسے کہ اس سے پیشتر محسوس ہونے تو
ایات بزرگ کسی تہمت میں گرفتار کر کے بھڑکے بغیر سو کوٹے لگائے کوٹے مسلسل لگے جسم پر لگتے ہیں مگر انہیں تکلیف کا معلق
اس پر نہیں ہوا۔ نہ کوڑوں سے جسم پر نشان پڑے۔ نہ نالوں کوڑوں کے تپ ہی کیفیت دہری جیسا آخری کوڑا لگا تو جھج پڑے۔ اور بہت ہی آہ و بکا
فرمائی۔ لوگوں کو اس حالت پر توجیب ہوا کہ ایک کوٹے پر اس قدر آہ و نالہ دینا ان میں پیشانی پر تل بھی نہ پڑا۔ بالآخر ان سے دریافت کیا
فرمایا تمہارا ذہن تک مشاہدہ محبوب میں مشغول تھا۔ لذت شہوانی محسوس ہونے لگا۔ دیا آخری کوڑے کے وقت مشاہدہ باقی نہ تھا اس لئے
نہر پڑے۔ ہم پارتھ کیا ہیں۔ ہمارا اس قدر تکلیف محسوس ہوئی کہ برداشت نہ کر سکا اودے اختیار چھین نکل گئی۔ (از لطائف اشرفی، دوسری جلد)
کی مشاہدہ میں مدد دیتے گئے۔ ایک شخص مدبر بل بعدہ بصوریہ کا اور دوسرا مولائے مشکاکشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیکھا
اسی قبیل سے ہیں۔ فقہ برآل سوال مذکور کے جواب میں بریل نزل کہا جا سکتا ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کہ وقت
شروع ہوتا ہے انظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدہ الہی میں مستغرق تھے۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے شدید القوی فرشتے نے
اگرچہ تین مرتبہ باقی پوری طاقت سے دلو چا مگر جسم پاک پر مطلقاً اثر نہ ہوا کیوں کہ اس لئے کہ لذت شہوانی غلبہ ہو جس سے شدید تر یہ قویوں
موجود ہو موجد پر اثر کرے نہ کہ واکرئی ہے۔ اور جس کا موجد رہتی ہے موجد مالی نفسانات سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ اسے سخت قرین آرام کا
احساس بھی نہیں ہو تا کہ وہ بالا واقعات اس پر مشاہدہ میں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ **اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حَتَّىٰ يَبْلُغَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** اس وقت مَا لَمْ يَعْلَمْ بمعنی پہونچا نہیں
آتا بلکہ ہمیں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اکثر علماء کے نزدیک سورہ اقراء کی باقی حمد آیتوں کا نزول "یا
اَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُرْ" اور "یا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ" کے بعد ہوا تھا اسی حدیث زہری کے پیش نظر جوہر علمائے فرمایا کہ بسلسلہ نزول قرآن حکیم
سب سے پہلے مولا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت نازل فرمائی اور جس نعمت سے اولاً نوازادہ انہیں پہونچا آیتوں کا نزول ہے۔ سوال بخاری
کتب التفسیر میں ایک آیت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے جس سے صاف ظہور ہوتا ہے کہ سب سے
پہلے سورہ "یا اَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُرْ" کی آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر مذکورہ بالا پہونچا آیتوں کا نزول کو ابتدائی قرار دے۔ اس طرح درست جوہر
روایت ہے کہ حَدَّثَنَا اسْحَوْنُ بْنُ مَرْثَدَةَ وَجَعَلْنَا عَبْدَ الْقَيْسِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَنَّ

الْقُرْآنُ أَنْزَلَ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
سَاءَلَتْ جِبْرَائِيلَ عَبْدُ اللَّهِ أَنْزَلَ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
وَسَلَّمَ جَاءَتْ فِي جِبْرِائِيلَ قُلُوبًا قَضَيْتُ جِبْرِائِيلَ هَبْطَةً فَاسْتَسْطَنُتُ الْوَادِيَّ فَتَوَدَّيْتُ لِنَظَرْتُ أَمَا بَيْنِي وَخَلِيقِي
عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِنَّا هُوَ جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَأَنْزَلْتُ خُلُوعًا فَخَلَّتْ وَتَوَدَّيْتُ
صَبَّوْا عَلَى مَاءٍ بَاسٍ دَاوُدُ أَنْزَلَ عَلَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
کہیں نے ابوسلمہ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کوئی آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یا ایہذا المدثر
کی ابتدائی آیتیں میں نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ سورہ اقصیٰ کی ابتدائی آیتیں اس پر ابوسلمہ نے کہا کہ جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
جہاں سے سوال کیا تھا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کوئی آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے فرمایا کہ یا ایہذا المدثر کی ابتدائی آیتیں میں نے کہا
بتایا گیا ہے کہ سورہ اقصیٰ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ فرمایا کہ میں نے یہ بتایا کہ جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ
فرماتے تھے کہ میں نے جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حثیت پر غور کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی کوئی آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کہا
دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر آیا اور جب یاد پر نگاہ کی تو میں نے اس کے درمیان میں کھنکھاتا ہوا دیکھا کہ جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
آیا ایدیں نے کہا ہے کہ اگر اڑھا اور دیکھ کر غور کیا تو وہ اس وقت مجھ پر ان آیات کا نزول ہوا یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ
تھو کہ جو اب حدیث زہری کے بعد ایک حدیث جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بیان کر رہا ہے لیکن اس کو
ابو اسلمہ ابوسلمہ نے نہ ہر ہی روایت کیا ہے وہ اس بات پر مراعہ دلالت کرتی ہے کہ یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ
سورہ اقصیٰ کی آیتوں کے بعد اس میں اس حدیث میں وہ جلی ہیں جو جلی بن کثیر کی روایت میں نہیں (۱) وَهُوَ يَخْتَلِفُ عَنْ
فَتْحُ الْوَاوِ فِي (۲) يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
بلکہ دلالت کرتا ہے کہ یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
پیشتر وہی آجکی ہے ایسا نہیں کہ وہی کی ابتدا انہیں آیات سے ہو ورنہ فقرہ وہی کے کیا معنی ہوں گے اور وہ مسطورہ جملے سے یہ منہم ہوتا ہے
کہ میں فرشتے کو اس وقت ملا نظر فرمایا وہ اس واقعہ سے پہلے فارحہ میں حاضر ہو چکا ہے اور روایت زہری بحث سے ثابت ہے کہ اس فرشتے
نے فارحہ میں سورہ اقصیٰ کی مذکورہ آیات عرض کی تھیں۔ پس ان آیات کا نزول میں علی الاطلاق اولیت حاصل ہوئی اور یا ایہذا المدثر
کی آیات کو اولیت اضافی یعنی فقرہ وہی کے بعد سب سے پیشتر آیات نازل ہوئیں۔ باقی مہر روایت نہ ہر روایت میں جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
میں تطہیر وہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ جلی بن کثیر انصاری کے نسخ ابوسلمہ سے اس آیت کے وقت مذکورہ بالا دو جملے کا قاطع ہو گئے
جو دلالت کرتے ہیں کہ یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
مسطورہ اس کے حاضر ہو چکے ہیں یا تو تطہیر وہی جلی بن کثیر کی روایت میں جس میں مراعہ دلالت کا ذکر ہے وہ کسی دست سے پہنچے ہیں
اس مراعہ کے بعد اس میں وہی جلی بن کثیر کی روایت میں جس میں مراعہ دلالت کا ذکر ہے وہ کسی دست سے پہنچے ہیں
نیز الم سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا کہ کتنا فی البیہقی۔ نہ از فقرہ وہی کی غلوت کے اختتام پر آجے جبرائیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ بلا خلاف فرمایا۔ کاشا نہ رحمت پر پہنچے تو یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْزِلْ وَأَنْزَلَ الْفُورُ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ فَذَلِكَ الَّذِي خَلَقَ
روایت میں اس غلوت کا ذکر ہے۔ لہذا اب یہ قایم نہ ہو کہ قرآن کی آیات کے مخالف وہی نہ حدیث زہری بحث کے معارض اللہ تعالیٰ علم

من
روایۃ
ابن
ابی
ہریرہ

ابن
ابی
ہریرہ
عن
ابن
ابی
ہریرہ
عن
ابن
ابی
ہریرہ

رفع الباری، و بظاهر علیک سخافۃ ما فی فیض الباری من ان روایۃ الزہری و یؤیدہ لا قبلہ نزول
یا ایہا المدثر فان کما مر بخلافہ لان من جزم باولیۃ نزول یا ایہا المدثر جزم بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ
کلا بروایۃ الزہری فہی لیسست مؤیدۃ بل ہی ترفع الا شکیال کما فصلنا لک فی الخصال سوال ہرود وجہ تطبیق
سے اتفاق نہ ہو کہ ان روایات کا باہمی مخالفت مانا نہ لیکیں اس کے ساتھ ساتھ ایک قباحیت بھی پیدا ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ ابوسلمہ
کے اس سوال کے جواب میں آیات قرآنی میں سے پہلے کس کا نزول ہوا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یا ایہا المدثر کی آیات
کو مانا اور شہرت ہر حدیث مکملہ پیش فرمائی۔ مثبت مدعی نہیں، تاکہ حدیث کا اصل تطبیق کے بعد چنانچہ کہ فرمودہ جی کے بعد سب سے پہلے
یا ایہا المدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ اس سے یا ایہا المدثر کی آیات کے لئے نزول میں مطلقاً اولیت ثابت نہیں ہوئی حتیٰ کہ
جواب سوال کے مطابق ہو سکے۔ جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ حدیث قبل تطبیق بھی مثبت مدعی نہیں کہ اس میں کوئی لفظ
بھی ایسا نہیں ہے جو یا ایہا المدثر کی آیات کے لئے نزول میں اولیت مطلقاً ثابت کرنا ہو اس واسطے علامہ کو مافی قدس میں سورۃ
الشامی نے فرمایا کہ یا ایہا المدثر کی آیات کو نزول میں مطلقاً اول قرار دینا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد ہے اُنکی ذات
سے ثابت نہیں۔ فتح الباری میں ہے قال المحدث مافی استخراج جابر ان اول ما نزل یا ایہا المدثر و جہلۃ
ولیس ہو من روایۃہ والصحیح ما وقع فی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہلۃ اجتہاد حدیث صحیح کے
معاوض نہیں ہو سکتا اسلئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گراہی قابل تسلیم نہیں۔ ارشاد الساری میں ہے ولیس فی
ہذا الحدیث ان اول ما نزل یا ایہا المدثر و اما استخراج لک جابر اجتہادہ وظنہ کہ یعارض الحدیث
الصحیح الصحیح السابق و اول هذا الجامع انه اقرع سوال تفسیر کبیر وغیرہ میں ایک روایت عمرو بن شریل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بحوالہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرمائی جس سے مفہوم یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سے پہلے نازل ہوئی پھر سورہ اقرع کی
آیات کا نزول میں اول ہونا کس طرح درست ہوگا۔ اس روایت کا اصل یہ ہے کہ عمرو بن شریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
سب سے پہلے قرآن کریم سے الحمد للہ رب العالمین نازل ہوئی یعنی سورہ فاتحہ کہ اس کا ایک ایہی ہے واقعہ نزول اس
طرح ہوا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں ایک ناسنا کرنا چاہتا
ہوں اقرع کہا جاتا ہے وقفہ بن نوفل کو غروی گئی، مہر بن عمر سے کیا جب یہ نہ آئے آپ ہا طینان سنیں اسکے بعد حضرت جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خدمت الایس حاضر ہو کر عرض کیا پڑھئے! بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین
جواب اصول حدیث کے پیش نظر جواب طوطی ہو سکتا ہے اور تطبیق کریم ایک کا عمل جہلۃ ہو چنانچہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ حدیث
زیر بحث کا عمل یہ ہے کہ آیتوں میں سے پہلے سورۃ اقرع کی آیات نازل ہوئیں۔ اور عمرو بن شریل کی روایت کا عمل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ
یک ہادی ہوئی نازل ہوئی ان میں سے پہلے سورہ فاتحہ کا نزول ہوا۔ اس طرح دونوں روایتوں میں توافق باقی نہ رہیگا۔ ثانیاً ترجمہ
کہ حدیث زیر بحث صحیحین کی ہے اور عمرو بن شریل کی روایت صحیحین کی نہیں۔ اہم صحیحین کی روایت غیر صحیحین کی روایت پر ترجیح ہوتی ہے
نیز حدیث زیر بحث شہوہ ہے اور عمرو بن شریل کی روایت از قبیل عاد۔ نظر میں حدیث زیر بحث کو ترجیح دے کر تفسیر ارشاد العقل السلیط
میں ہے و لا قرب ان هذا الی قولہ تعالیٰ مَا تَعْلَمُ لَعَلَّہُ اَوَّلَ مَا نَزَلَ عَلَیْہِہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کَمَا یُطْلَقُ یہ
حدیث الزہری المشہورہ اور نو رکہ انا شرح المناسبات میں ہے و لا یکون بین المشہورہ والاحاد من الحدیث
و لا بین الخاص العام المخصوص البعض من الکتاب معنی ضمتہ اصلاً لان احدهما اولیٰ من الآخر

بہارِ عربیہ و ہندوستان

[illegible]

(لقد خشيت على نفسي) یہلام قسم مقدر واللہ کے جواب پر داخل ہے اسی واسطے نحوی اسکو لام جواب ہے کہتے ہیں۔ خشیت کبھی بمعنی رجوت آتا ہے جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مں قول میں جو خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا تھا۔ لَقَدْ اخْشَرْتُ مِنَ الدُّعَا بِالمَوْتِ حَتَّى اخْشَيْتُ اَنْ يَكُونَ ذَٰلِكَ اَسْهَلُ لَكَ عِنْدَ نَزْوِيهِ اور اس کے نزدیک اب معاملہ سے متعدی بنفس معنی متاثر کہ آتا ہے جیسے خاشیت فلا نای تاثر کہتے اور با کے ساتھ متعدی معنی رحمت جیسے خاشی بفلان ای بقی علیہ مگر یہاں پر بمعنی خشت ہے متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جو حدیث میں مذکور نہیں۔ اسی باعث علماء میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ مفعول بکیا ہے چنانچہ اس بارہ میں بارہ قول منقول ہیں (۱) المجنون۔ اب معنی یہ ہوگا کہ بکذا جھکوا اپنی ذات پر چونکہ خوف ہو گیا کہ میں مجنون ہو جاؤں گا۔ لیکن قول باطل ہے۔ اسلئے کہ مشاہدہ ملک اور نزول قرآن ظہور انوار وحی سے جبکہ الگو اپنی نبوت کا علم پر ہی حاصل ہو گیا پھر اس خوف کا کیا امکان ہا۔ (۲) اَلْمُتَّحِشِينَ معنی وہ مں میں بخدا جھک رہے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ گذشتہ وعدہ از قبیل دسوس ہو قول بھی بطل سابق باطل (۳) الموت من شدّة الرعب یعنی بخدا جھک رہے خوف ہو گیا کہ شدت رعب میری موت واقع ہو جائیگی۔ فقیر کا جب الحروف کے نزدیک قول بھی قابل اعتنا نہیں اسلئے کہ میرا وہ واقعہ سے بمقتضائے بشریت قلب مبارک پر جو خوف طاری ہو گیا تھا اسکے زائل ہونے کے بعد یہ جلاوت افسار پایا ہے۔ چنانچہ حدیث زیر بحث میں اس جملے سے پیشتر ہے۔ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّعْبُ جَبَّ عَيْبُ بِي بَانِدِهِ وَتَوَشَّتْ رُعْبُ بِي مَوْتِ كَاظِمُ كَسْ طَرَحَ بِي سَكَا بِي وَانْتَهَى تَعَالَى اَعْلَمُ (۴) الموضع یعنی بخدا جھکوا اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ (۵) دَامَ الموضع یعنی بخدا جھکوا اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ مجھے مرض امّ لاق ہوگا۔ یہ دونوں جملے بھی منصبیہ رسالت کے شایان ہیں کہ ملکی مشاہدے اور وحی الہی کے نزول سے برکات دہانی اور فیوض رحمانی کی توقع ہوا کرتی ہے چنانچہ حدیث میں ارک کہ جب میرا اذان دے تو فضل الہی کی دعا مانگو کیونکہ اس فرشتے کو دیکھا جس معلوم ہوا کہ مشاہدہ ملک موجب رحمت ہے باعث رحمت الہی اس سے مرض یا دمام مرض کا خوف کرنا نبوی وقت خیال کے لائق نہیں تیسرے جیسے پانچوں قول کو اگرچہ امام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ السامی نے فتح الباری شرح بخاری میں بہ نسبت دیگر اقوال سلم اور اولیٰ بالصواب فرمایا ہے لیکن فقیر کا تب الحروف اپنی بے بضاعتی کے سبب جو مفسورہ کے پیش نظر اسکے سمجھنے سے قاصر رہا۔ (۶) الْعَجْزُ عَنِ النُّظُرِ اِلَى الْمَلِكِ مِنَ الرُّعْبِ یعنی بخدا جھک رہے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ رعب کی وجہ سے فرشتے کو دیکھنے سے عاجز رہوں گا۔ یہ قول بھی مقام سے بے تعلق ہے اور کلا اس لئے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس موقع پر اگر ملکی شکل میں حاضر ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ ان کو ملکی شکل میں دیکھنے سے رعب طاری ہو گیا اور اس رعب کی وجہ سے یہ خوف ہوا کہ اگر نہ ان کو دیکھنے سے عاجز رہیں گے لیکن ان کا ملکی شکل میں حاضر ہونا ثابت نہیں بلکہ ہم ثابت کیے ہیں کہ انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے۔ لہذا حدیث ملک سے عاجز نہ ہونے کا خوف مقام سے بے تعلق ہوا۔ ثانیاً اسلئے کہ طاری شدہ رعب سبب کلام الہی کا نزول تھا جسکو سمجھنے ابھی نہ ان کیا ہے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت اس کا سبب نہیں ورنہ رعب شروع ملاقات ہی میں پیدا ہو جاتا لیکن اس وقت پیدا نہیں ہوا بلکہ اس وقت تو اس وقت سکون برسر تھا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی پوری ملکی طاقت سے بار بار دہلچے اور مکرر اقرع عرض کر نیکی باوجود وہ اب میں مآ انا بقارہ فرماتے ہے میں معلوم ہوا کہ اس رعب طاری ہونیکا سبب ہی کلام الہی کا نزول تھا پھر رعب کی وجہ سے رویت ملک سے عاجز ہونے کا خوف کرنا یقیناً مقام سے بیگانہ چیز ہے ویدم اذ کثرنا ظہور لک سخا فة مآ قال فی فتح الملکم ص ۳۱۳ عفتو القول اصلہ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لقد خشيت على نفسي بقوله ای ان تذهب لتقل الوحي وروية الملك فيما يستقبل و لان الملك حينئذ لم يكن في الشكل الملکی فكيف يخشى ان تذهب نفسه من روية الملك فيما يستقبل و اما خشية ذهاب النفس من تقل الوحي فبعد حصول العلم القلبي بنبوته غير متصور منه صلى الله عليه وآله وآله وسلم

تاریخ الترمذی

تاریخ الترمذی

کہا ہے اس کا حاصل یہ ہے خشیت مذکورہ بوقت اخبار موجود تھی مگر کوئی اقرار نہ ہوا ہو بلکہ اپنی رسالت اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت علم سے چھتر اندر لائے ملاقات میں پیدا ہوئی تھی اسی واسطے خشیت کو بعید ماضی تعبیر فرمایا۔ پھر ان کی ملکیت اھل اپنی رسالت کا یقین ہوئے نہ جی سے چھتر نازل ہوگی۔ اگر وقت اخبار موجود ہوتی تو اس کا اخبار اربعہ صفا محل اس طرح فرماتے: "لقد اختفى على نفسي هلکون نہیں فرمایا تو مسلم ہوا کہ خشیت زمانہ ماضی میں پیدا ہو کر اخبار سے چھتر نازل ہو چکی۔ نازل ہوا جائینگے باوجود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا اخبار ہم طریقے پر اس نے فرمایا نا کہ اپنی نبوت کے مطلق ان کا مذہب ظاہر ہو جائے۔ اگر مسرۃ رسالت کی خبر دی جاتی تو احتمال متاکرہ فوراً انکار کر نہیں۔ پھر انکار سے واپس کرنا دشوار ہوتا اس لئے کہ منکر اپنے انکار سے عادتاً مشکل رجوع کیا کرتا ہے پس مسلم ہو کر نبوی ارشاد لحد خشیت علی نفسی از قبیل تعریض ہے جس کلام کا ظاہری پہلو متروک اور غیر ظاہر پہلو مراد ہوا کرتا ہے چنانچہ نبوی ارشاد تحمیلک علی ولید البعیر اور کاید هل لجنۃ عجوز اس قبل سے ہیں۔ تو ثابت ہو کہ خشیت مذکورہ منصب رسالت پر فائز ہوئی ہے پہلے واقع ہوئی تھی اور اس کوئی قباحت نہیں اقول۔

توجہ مذکور کا دائرہ اس پر ہے کہ خشیت پیدا ہو کر وقت اخبار سے پہلے نازل ہو گئی لیکن نبوی ارشاد لحد خشیت علی نفسی صرف زمانہ ماضی میں خشیت کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بعد ازیں نازل ہو جانے اور وقت اخبار باقی نہ رہنے پر اس کی اصلا دلالت نہیں کسی چیز کو بعید ماضی تعبیر کرنے میں صرف اس قدر مخوم ہوتا ہے کہ اخبار سے چھتر زمانہ گذشتہ میں اس کا تحقق ہوا۔ متحقق ہونے کے بعد معدوم ہو گئی اور وقت اخبار موجود نہیں یا موجود ہے اس پر صیغہ ماضی دلالت نہیں کرتا اخبار جی قرآن سے بیات معلوم ہو کر پتی ہے چنانچہ کلام لاحق دلالت کرتا ہے کہ خشیت مذکورہ تا وقت اخبار باقی تھی اور وہ لفظ "کلا" سے مراد ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے جواب میں عرض کیا تھا اسکے معنی یہی کہ ایک کون حقد البیضاء سے مراد ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی کی تصریح عنقریب گذری۔ ظاہر ہے کہ لحد خشیت علی نفسی کے جواب میں ہاں معنی "کلا" اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ بروقت اخبار خشیت موجود ہو ورنہ جواب مقام سے بیگانہ ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جو کلمات بغیر از لا خشیت اور تائیس کے طور پر عرض کئے تھے وہ سب کے سب بے عمل ہو جائیں گے کہ خشیت پیدا ہو کر جب تک اس کو چکی تو پھر از لا خشیت کے کیا معنی اور تائیس کی کیا ضرورت ہاں اگر نبوی ارشاد از قبیل تعریض ہو تو جواب کی بیگانگی ماضی کے ماضی کا ہوا ہے کہ اگر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب کا جو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب نبوی ارشاد کے ظاہری پہلو پر مبنی ہے جس سے مخوم ہوتا ہے کہ وقت اخبار خشیت موجود تھی۔ کیونکہ اخبار حدوث کے بعد جب تک کوئی قرینہ انتفا پر دلالت نہ کرے شے کی بقا متباد ہو کر پتی ہے۔ اسی واسطے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً از لا خشیت اور تائیس کی طرف متوجہ ہو گئیں اور کلام کے ظاہری پہلو کو پیش نظر رکھتے تھے ان تمام کلمات کو عرض کیا اس تقدیر پر جو ایک انطباق میں کوئی خفا باقی نہ رہے گا۔ لیکن نبوی ارشاد لحد خشیت علی نفسی کو از قبیل تعریض قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر اسکے ظاہری پہلو کو بدن ضرورت ترک کرنا لازم آئیگا جو خرمہا اہل سنت کے خلاف ہے۔ کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے کہ نفوس کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی دلیل اس کے ترک پر قائم نہ ہو۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔ والنصوص من الکتاب والسنة تحمل علی خلواہرھا مالم یصر فھما دلیل قطعی۔ اور یہاں ہر کوئی دلیل قائم نہیں جو ظاہر کے ترک پر دلالت کرتی ہو۔ لہذا نبوی ارشاد کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور جب ظاہر کلام سے خشیت کی بقا وقت اخبار مخوم ہوتی ہے اور کلام میں مغول مذکور نہ ہوئے کی وجہ سے خشیت بہم رہی تو اس کو ایسی خشیت پر محمول کرنا ضروری ہے جو منصب رسالت کی شاہان ہوا اور اس سے سابق و وسیاق کی مخالفت لازم نہ آئے چنانچہ بیات مذکورہ بالا بارہ اقوال میں سے آٹھ کے تین قولوں میں پائی جاتی ہے۔ لہذا ان میں سے کسی ایک پر محمول کرنا ضروری ٹھہرا۔ لیکن ہاں سے نزدیک ترین ہوا قول (خشیت قتل) مخالف ہے جبکہ وجہ تفصیل کیساتھ ابھی بیان کی گئی ہے جن اصحاب خشیت مذکورہ کو خشیت قتل پر محمول کر رہے ہیں۔

گز کیا یا اسکو بعید بتایا۔ غالباً ان کا ذہن اس نکتہ کی طرف مبذول نہیں ہوا جو ہم نے اس سلسلے میں بیان کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بیان

کئے سے افاض کرنے کے بعد خشیت قتل منصب سالک کے شاید نہیں رہتی۔ اسی واسطے علامہ سندھی علیہ الرحمۃ زیادہ دلیل کوئے پر مجبور ہوئے کہ خشیت مذکورہ اپنی رسالت اور جبل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت کے علم سے پیشتر واقع ہوئی تھی۔ الحاصل ہمارے معروضہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ علامہ سندھی علیہ الرحمۃ خشیت مذکورہ کے وقت انجاء باقی نہ رہنے پر اگر صیغہ ماضی سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح نہیں اور اگر بنوی زنا کے از قبیل تعریف ہونے سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح ہے۔ مگر وضاحت اعمیہ نہ ہونے کے باعث بنوی ہر شا کو از قبیل تعریف قرار دینا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(کَلَّا) اس کے معنی چرایا نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ ہے جس کی دلیل کا سفری مقدار دیکھائی دیکھائی اللہ آئندہ کہہ رہی ہے یہ دونوں تصنیفیں ہیں اور تصنیف کلیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ لہذا کہہ کرئی غنا بھی درست ہوا کہ انک تفضل الرحم الکریمی کی علت استقرائی ہے۔ ترتیب قیاس یوں ہوگی۔ قتل رسولی چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسولی میں بھی مبتلا فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس رسالتی (قل) میں مبتلا فرمائے گا۔ یہ قیاسی شکل ثانی کی ضرب اول پر ہوا اثبات سفری، قتل رسولی ہے؟ کیوں؟ اسلئے کہ انسان جب کسی مقصد کو بلند ہونے کے ساتھ ایک کھڑا ہوا کا مایاب ہونے سے پیشتر قتل کو دیکھائے تو بنام ہو جاتا ہے اور اسی کو رسولی کہتے ہیں (اثبات کہہ کرئی) اللہ تعالیٰ آپ کو کسی رسالتی میں بھی مبتلا فرمائے گا کیوں؟ آپ کو آپ کی ذات میں خوبیاں پائی جاتی ہیں جس کے جتنے جتنے آدمی رسالتی کہتا رہا۔ وہ خوبیاں ہیں۔ اِنَّكَ تَحْصِلُ الرَّحْمَہُ آپ کا قاب ہر احسان فرماتے رہتے ہیں جسکو صلا کی کہا جاتا ہے۔ عام ازہر کہ یہ احسان مال کے ذریعہ ہوا بدن کے ساتھ جیسے خدمت اہل قرابت کی نواہت اور انہیں سلام کرنا بھی ملے دینی میں افضل ہے۔ غرض کہ اپنی وسعت مطابق احسان کے حسب الی طرح احسان کرنا میرا آپ نے ہی فرمایا کرتے اور اننا ہی نہیں کہ آپ کا احسان اقل تک محدود ہو نہیں نہیں بلکہ احسان کی طرح احسان بھی ذرا احسان کرنا ہی ان کے ہے۔ وَتَحْصِلُ الْكُلَّ كَرَامَاتِی کے بار آٹھایا کرتے ہیں خواہ اقارب ہوں یا اجانب۔ یہ بھی دونوں قسم کے احسان کو شامل ہے مال سے ہو یا بدن سے کہ دونوں اور بیویوں کی دستگیری بلکہ خیال خیر کے کرنا بھی ہمیں افضل ہے (کَلَّا) یعنی بار آتا ہے۔ اس تقدیر پر معنی وہ ہونگے جو مذکور ہوئے اور کُلَّ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کفایت سے عاجز ہو یا اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ آپ عاجزوں کو اٹھایا کرتے اور دیگر لوگوں کو سہا دایا کرتے ہیں لیکن ہر تقدیر پر اقل چونکہ معنی میں مستفاد ہے اسلئے "کَلَّا" کو بمعنی بالذات اولیٰ ہوا۔ "وَتَحْصِلُ الْمَعْدُومَ" یہ فعل یہاں پر باب ضروب اور باب افعال دونوں سے مروی ہے۔ تقدیر نقل معنی یہ ہوں گے کہ آپ معدوم کو کسب فرماتے ہیں یعنی کما کر کھاتے ہیں یا انہیں کما اپنی ضروریات کے واسطے لوگوں کے سامنے دست و مال دراز کرتے ہوں۔ اشعة اللمعات میں ہے "کسب کی کئی معدوم یا یعنی از کسب تہارتی خودی" اور ہر تقدیر پر معدوم معنی یہ ہوں گے کہ آپ لوگوں کو کسب معدوم کی طرف متوجہ فرمایا کرتے ہیں یعنی لوگوں کو مال عطا فرمایا کرتے ہیں تاکہ وہ کسب تجارت کریں اور کما کر کھانے کی عادت ڈالیں۔ اس تقدیر پر تَحْصِلُ کا مفعول اول مختلف ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ "تَحْصِلُ النَّاسُ الْمَعْدُومَ" اشعة اللمعات میں ہے معنی وہ کسب کی مادی چیز خود را یعنی مالے میدہی مردم را کہ بدوں کسب و کمالات کی کنند ان مفعول تقدیر پر تَحْصِلُ الْمَعْدُومَ موصوفہ معدوم "الْأَعْمَالُ" کی صفت ہے۔ اور بعض شارحین نے فرمایا کہ "کسب" متعدی ہو مفعول بھی آتا ہے اور اسی قبیل سے ہے اِنَّ الْمَعْدُومَ مال وغیرہ جو نفیس فوائد اور کاملاً مخلق کو شامل ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ملتے۔ اب جو مرد اور بزرگ دونوں کے معنی ایک ہی رہیں گے صحیحہ آپ لوگوں کو ایسے نفیس فائزہ اور عموماً اخلاق عطا فرمایا کرتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں پاسکتے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ معنی اول از قبیل اول الی لغیر یہ نہیں اور معنی دوم میں صرف مالی احسان پایا جاتا ہے اور معنی سوم مالی اور دینی ہر قسم کے احسان کو شامل ہے معنی اول اگرچہ فی نفسہ محدود ہیں مگر انہیں چونکہ احسان الی لغیر نہیں پایا جاتا نہ صرف ناس میں یہ معنی سلامتی کا سبب قرار دئے جاتے ہیں بلکہ ان کا ذکر اس مقام پر مکتا نہیں کیونکہ یہ مقام ایسے اوصاف کے ذکر کا ہے جو دوسروں کے حق میں نافع ہوتے اور عند الناس موصوف کی سلامتی کا سبب بنتے ہیں معنی دوم اھ

سوم میں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ معنی سوم ملنے جائیں اسلئے کہ انہیں یہ نسبت معنی دوم و سوم پائی جاتی ہے پھر باقیہ
خوبوں کی طرح یعنی سوم بھی مالی یا یعنی احسان جس کے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو شامل ہیں ہی طرح اقداب یا احسان میں سے
کسی ایک پر مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو عام ہیں۔ "وَلَقَدْ رَئٰى الْقَصِیْفَ" آپ یہاں نوازی فرمایا کرتے ہیں یہ خوبی بھی اقداب اور احسان دونوں کو شامل
ہے اور اس مالی اقداب فی دونوں احسان اخل میں اسلئے کہ یہاں نوازی کے مفہوم میں انظام طعام کے ساتھ ساتھ انظام قیام بھی داخل ہے
اسی واسطے علامۃ ذرقانی نے اس جملہ کی تفسیر میں فرمایا: "اِنَّ قَصِیْفًا لَّهٗ طَعَامًا وَتَنْزِیْلًا" کتاب التفسیر میں بطریق پرنس عن الزہری
ایک درخت کی کاڈر بھی ہے اور وہ یہ کہ "وَلَقَدْ رَئٰى الْقَصِیْفَ" اور آپ بات سچ فرمایا کرتے ہیں حدیث حدیث هشام بن عرقہ عن ابیہ
میں یہ بھی ہے "وَقَدْ رَئٰى الْقَصِیْفَ" اور آپ مانتا وافرما دیا کرتے ہیں۔ ان دونوں خوبوں میں پہلی خوبی موصوف کی واسطے موجب سلامت ہوا
کرتی ہے اسلئے عوام اور خواص میں مشہور ہے "الْقَصِیْفُ یُخْبِیْ وَالْکَذِبُ یُھْدِکُ" "لاست گوی موجب نجات ہے اور دماغ کوئی
سبب ہلاکت اور دوسری خوبی میں برقی احسان پایا جاتا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کمال ہے اور انکی ہوتی
رہے پرورش دینا کہ چند جملوں میں حکام اخلاق کے اصول جمع فرمائے۔ اس لئے کہ احسان مالی ہونا ہے یا بدنی۔ تقابلاً ہونا ہے یا احسان
مستقل ہونا ہے (جو اپنے امور کا خود کفیل ہو) یا غیر مستقل پر احسان کے تمام اقسام مذکورہ بالا جملوں میں مجتمع ہیں۔ "وَلَقَدْ رَئٰى الْقَصِیْفَ" اور
آپ شیرتہ حق باتوں میں مانت فرمایا کرتے ہیں جیسے بارقہ میں سے سبکدوش ہونے کے لئے کسی کی اعانت کرنا یا مال دینا اور انکی واسطے انکی
حدود دینا۔ اسراف، غصب وغیرہ ناجی ہاں میں پہلی مراد نہیں ہوتی تھی اسلئے "وَلَقَدْ رَئٰى الْقَصِیْفَ" فرمایا یہ جملہ مذکورہ اور غیر مذکورہ تمام تقابلاً
اخلاق کو جامع ہے۔ "سؤال کسی کے رد پر دوسری تعریف کرنا منع ہے اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا: "اُخْتُوَانِیْ وَجُودُہُ الْاَمَدَ اجِیْنِ
الْتَرَابِ" یعنی تعریف کرنا انوں کے منہ میں مٹی بھر دو۔ اسکے باوجود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذکورہ اوصاف کیساتھ بالمشافہہ تعریف
کرنا کس طرح درست ہوگا۔ جواب بیشک بالمرہ کسی کی تعریف کرنا منع ہے مگر اسوقت جبکہ مدح میں خود بینی حکمت و فہم جیسے جو بہت
ہونے کا گمان ہو یا تعریف واقع کے مطابق نہ ہو جیسے ظالم کو عادل کہا جائے۔ حدیث مذکورہ کا کمال نہیں دو مہودوں میں سے ایک ہے۔
اور جہاں خود بینی وغیرہ پیدا ہونے کا گمان نہ ہو اور تعریف میں واقعی اوصاف بیان کئے جاتے ہوں جیسے یہاں پر تو ایسی تعریف مگر بالمشافہہ
ہو قطعاً درست ہے (ذرقانی) اقول یہ جواب بڑیل تنزل ہے کیونکہ یہ واقعہ بتلائی ہے اسوقت تک احکام نازل نہیں ہوئے تھے تعریف
بالمشافہہ وغیرہ کی ممانعت اس وقت کے بہت بعد ہوئی پھر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف بالمشافہہ کو حدیث مذکورہ کی زدوں سے پاک کر کے
طرح ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعد از اہرام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا "وَرَقَّةٌ اَبْنُ نُوفَلٍ" کے پاس لے جانے سے بہتر عقیقۃ
اَبْنُ مَرْثَعَةَ کے غلام عَدَّاسُ نامی کے پاس لے گئیں جو نغرافی نام مقام "تَبَسُوْحٰی" کا باشندہ تھا اور فرمایا کہ میں تم کو فضلی قسم
دیکر دریافت کرتی ہوں کہ تمہیں جبریل کا کچھ علم ہے! عَدَّاسُ اس ازراہ تعجب بولا "قَدْ رَئٰى قَدْ رَئٰى" جیسے ہم اپنے علمات میں
تو جب وقت سحان اللہ ہوتے ہیں) اے خواتین قریش کی سرطاز جبریل کا ذکر اس زمین میں کیسے جہاں کے باشندے بہت پرست ہیں۔
فرمایا تمہیں انکے شعل جو علم ہو بتاؤ عَدَّاسُ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان امانت دار قاصد ہیں۔ موسیٰ اللہ صلی علیہ السلام کے
باس اللہ تعالیٰ کے پیغام لیکر بھی آتے جاتے تھے۔

حَتّٰی اَتٰہُ وَرَقَّةٌ (واڈسرا) قاف جنوں حرف مفتوح ہیں یہ ورقۃ ام المومنین حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چاروں بھائی تھے اسلئے کہ اُس کے ایک بیٹے خود پیدا ہوئے جن سے ام المومنین تھیں اور ایک بیٹے نوفل ہوئے
جن سے حضرت ورقۃ تھے۔ اسلئے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بروقت خطاب یا اس عہم فرمایا جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

اور سلم شریف کی روایت میں آئی غم ہے جسکو صاحب دین ساج نے از قبیل تصنیف قرار دیا کہ لفظ ابن بوجہ تصنیف اسی ہو گیا اور فی الحقیقت ابن عم تھا چنانچہ ہے، اول سے حزن و اندوہ کر دیا گیا (نثر رسانی) اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کہ حجاز و بھائی کو بنظر احترام یا عم کے ساتھ خطاب کرنا اگرچہ درست ہے کہ عرب میں بڑے کو تعظیماً یا عم کے ساتھ ڈاکرنے کا رواج تھا مگر یہاں پرادی کا وہم ہی ہے کیونکہ اقدامقد نہیں ہاں کا عجز و محذور ہے تو یہ نہیں کہ باجاسکا کرام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سونہ اقدام کی مذکورہ بالا آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت و قدوة کے پاس دوم مرتبہ تشریف لائیں۔ ایک مرتبہ بنظر حقیقت یا ابن عم کہا تھا اور دیگر مرتبہ مجھ سے ابن عم۔ لہذا اس خدا کا حقیقت پر محمول کرنا متیقن ہو گیا لیکن امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں ابن عم اور عم دونوں کے امتیاع کو صحیح فرمایا، اور علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدۃ القاری میں غلطیوں کی تصحیح کرنے کے لئے جو ابابارث اور یا کہ واقعہ کا مقدمہ نہ ہونا مسلم ہے مگر یہ دونوں غلطیوں کے استعمال کے منافی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی طاقات میں بتدریج برتاؤ حقیقت ابن عم کے ساتھ مذافرانی پھر اس کے بعد بنظر احترام عم کہہ خطاب کیا۔ لہذا اس قتال کے باوجود روایت کو دوم قرار دینا درست نہیں چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے قلت هذا الیوم بوجہم لانہا سمتہ عمہا جباراً و هذا عاۃ العرب یخاطب الصغیر الکبیر یا عم احتراماً لہ و رفعاً لمرتبہ و لا یحصل هذا الغرض بقولہا یا ابن عم، فعلى هذا انکو تکلمت باللفظین و دون القصۃ محتلیۃ لا بما فی التکلم باللفظین و انشاء تعالیٰ اعلم

حضرت ورقہ کا اسلام

[illegible]

توضیح کے لئے لکھا گیا ہے

اے حضرت خلدیہ نیست۔ ہاں صحابی ہوئے ہیں اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے صحابیوں میں شمار نہیں فرمایا اور ایک جماعت نے صحابی قرار دیا ہے چونکہ یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر ہی ہے۔ لہذا اسکی تحقیق کی جاتی ہے تاکہ اس باب میں بھی صحیح قول معلوم ہو جائے چنانچہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحوالہ شرح الخیر بر خیرین کے نزدیک صحابی کی تعریف میں یہ لفظ نقل فرمائی ہے۔ والتمنا علی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلماً ومات علی الاسلام او قبل النبوة ومات قبلہا علی الحنیفۃ خزید بن عمرو بن نفیل اور اسناد وعادنی حیثا تہ یعنی خیرین اور بعض اہل اصول کے نزدیک صحابی وہ ہیں جنہیں بحالت اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اسلام پر وفات پائی یا شرف ملاقات زمانہ نبوت کے قبل حاصل ہوا اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی ملت ابی بنی پر انتقال فرما گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل یا بحالت اسلام شرف ملاقات حاصل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گئے اور پھر نبوی حیات میں اسلام قبول کر لیا۔ اس تعریف میں لفظ "او" بولنے تقسیم ہے جس سے صحابی کے تین اقسام معلوم ہوئے۔ قسم اول ہر وہ ذی عقل صحابی ہے جسکو ظہر نبوت کے بعد آپ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات حاصل ہوئی اور ایمان پر اس کا انتقال بھی ہوا ذی عقل اس لئے کہا کہ تعریف میں لفظ "من" استعمال کیا گیا جو ذی العقول کے لئے موزع ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذی العقول جیسے حیوانا نباتات جمادات صحابی نہیں ہوتے۔ ذی عقل میں ہر انسان بالغ اور نابالغ جن اور فرشتے سب داخل ہیں۔ انسان کی طرح جن اور فرشتوں کو بھی عند التفتیح صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ انکی صحابیت کا دار مدار نبوی بعثت پر ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نبی آدم کی طرح من کی طرف بھی ہوتی ہے تو ان کا دخول صحابہ میں ہر کے کا وہ نہ نہیں فتح الباری مخرج صحیح البخاری جلد سابع میں ہے۔ "اما المجن فالراجح دخولہم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث الیہم قطعاً بقرئینا و سطک بعد فرمایا۔ "واما الملک فمتوقف علیہم فیہم علی ثبوت بعثتہ الیہم" اقول عیلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے اور مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔ "و امرت الی الخلق كافة" یعنی میں تمام مخلوق کی جانب سے قبول ہوا کہ مجھ کو لفظ مخلوق اگر چہ انسان جن فرشتے ہر مخلوق کو شامل تھا لیکن پھر بھی لفظ کا بڑھا دیا تاکہ معلوم ہو کہ لفظ خلق اپنے کامل علوم پر مبنی ہے اس سے کوئی مخلوق مستثنی نہیں۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ جن و انس کے حق میں آپ کا ارسال باجماع ارسال تکلیف ہے کہ وہ فروع شریعت کے ساتھ مکلف ہیں اور فرشتوں کے حق میں بھی بعض کے نزدیک ارسال تکلیف ہے مگر فرشتوں کا مکلف ہونا جن و انس کی طرح نہیں بلکہ ان کو ایسے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے جو ان کے احوال کے لائق ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کا ارسال فرشتوں کے حق میں ارسال شریف ہے کہ آپ کے رسول ہونے سے ان کو امتی بولنے کا شرف حاصل ہو گا جن داسلہ و فرشتوں کے سوا باقی مخلوق کے حق میں آپ کا ارسال امالی شریف و رحمت ہے۔ چنانچہ عارف باللہ شیخ احمد صدیقی اپنے حاشیہ طائیف جلد چہارم میں زیر آیت "وان صرنا الیک کفرآ من المجن فرماتے ہیں (ای اذکر یا محمد لغومک قصۃ صوفنا الیک نفرأ من المجن لیعتبر وایان رسالتک عامۃ للانش و المجن والملک فکفۃ و جمیع المخلوق لکن امر سالہ لیلۃ النبی و المجن امر سال تکلیف اجماعاً و امر سالہ للملک فکفۃ فیلر سال تکلیف بما یلیق بہم و قبل امر سال شریف و امر سالہ لیساعداہم من الحيوانات الغیر النعا فلیہ و الجمادات امر سال تشریف و رحمتہ بلکہ حق یہ ہے کہ فرشتوں کے حق میں آپ کا ارسال صرف ارسال شریف نہیں ارسال تکلیف بھی ہے۔ فروع شریعت کے ساتھ مکلف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دائرہ تکلیف ہی سے خارج ہو جائیں حتی کہ آپ کی رسالت کے کسی باب میں بھی ملحق نہ رہیں۔ بلکہ خلق الہی کے لایح ملکہ نہ رہیں جن و انس کی طرح فرشتوں کو بھی آپ کی رسالت کی احتیاج ہے اور آپ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے آپ کی اس اہمیت و حرور میں

ذی عقل صحابی

ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کے ہاتھوں سے فرشتوں کو بھی فیض الہی پہنچتا ہے اور ان کو اپنا شیخ طریقت قرار دیکر فرشتے منازل معرفت ط
 کھینچتے ہیں۔ عمارت باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب مستطاب خبیرہ لا خبیثہ
 میں حضور مولا عظیم بنہ شایع عبدالحق را حیلانی قدس سرہ الشامی کا ایک انگریزی بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں: وزیر فرشتوں
 آدمیان و امثلہ انہ و ہدیان را امثال فرشتگان را امثلہ و شیخ عہد ام۔ یعنی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آدمیوں کے شیخ ہر
 ہوتے ہیں جن کے وسیلہ سے عرفان الہی کی منازل طے کی جاتی ہیں، اللہ پر یوں کے لیے پیر ہوتے ہیں اور فرشتوں کو واسطے بھی پیر ہوتے ہیں اور
 میں کہ وہیں درجوں اور فرشتوں میں یک پیر ہوں اس مضمون کو مجدد مائت حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب
 بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے شعر: ملک کچھ شرک ہے جن کے ہیں پیر یہ شیخ خالی و سافل ہے یا غوث
 جب ثابت ہو کہ نبوی بعثت عام تھی اسکے دائرہ میں فرشتے بھی داخل ہیں تو بھلا کون تعالیٰ فرشتوں کا حلقہ صابریں قول صبیح جویا۔
 فائدہ قطب الاقطاب سید جلال الدین مخدوم جہانیاں قدس سرہ مخدوم شیخ نصیر الدین چلغ دہلوی قدس سرہ کے ملاحظہ
 ہیں آپ نے ارزی کچھ شعر یہ روز چار شبہ مقام آچہ میں مہال فرمایا جو ضلع ماتان کا مشہور قصبہ ہے کہ جو خدمت جہانیاں سواسطے کہتے ہیں
 کہ ایک مرتبہ شب میں مخدوم شیخ بھاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے اپنے عیدی طلب کی۔ اور ان کی کہ حق تعالیٰ نے
 آپ کو خدمت جہانیاں کے ساتھ لقب فرمایا آپ کی عیدی ہی ہے پھر مخدوم شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے ہی درخواست
 کی اور ان کی کہ آپ کی عیدی ہی ہے جو والد ماجد نے فرمایا پھر آپ نے اپنے مرشد مخدوم شیخ رحمن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں
 عیدی کی درخواست پیش کی فرمایا کہ آپ کی عیدی وہی ہے جو میرے والد ماجد اور جراحید نے عطا کی جب اپنے مرشد کی خدمت سے باہر آئے
 تو جو دیکھتا ہی کہتا کہ مخدوم جہانیاں آ رہے ہیں وقت سے آپ اس لقب کے ساتھ مشہور ہو گئے (سبع سنابل شریف وغیرہ)
 مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو جہاں جہانیاں رکالائے معرفت عطا فرمائے جو تحریر میں نہیں آسکتے وہاں آپ کو الہی ہونے کی نعمت عظمیٰ بھی مرحمت فرمائی
 تھی ایک جن مہالی سے آپ کو کثرت التمداد حاصل تھا۔ اسکو سید جلال الدین محمد مقصود عالم شامی رضوی نے اپنے رسالہ
 القول الصواب فی تعریف الاصحیاب میں بیان فرمایا پھر ان کے صاحبزادے علامہ جعفر رضوی نے ان سے العیض لفظ
 شرح صحیح البخاری میں نقل کیا (ظفر الامانی فی مختصر الشرح جانی)

(ظہور نبوت کے بعد) قسم اول میں نبوت کے بعد کی قید کا اس لئے اعتبار کیا گیا کہ یہ قسم دوم کے مقابل ہے اور اس میں
 قبل نبوت کی قید ہی ہے اور چھپنے کے نبوت ظہور نبوت اسلئے کہا کہ خارجہ کی اس میں سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے۔ ورنہ نبوت
 تو اس واقعہ سے ہزار ہا سال پیشتر عالم ارض میں عطا ہو چکی تھی اس وقت تک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا
 بھی نہ ہوئے تھے۔ اور عالم ارض میں تخلیق آدم سے پیشتر نبوت کا لفظ آپ کے خصوصیات سے ہے۔ (خصائص کبریٰ للسیوطی)
 (آپ پر ایمان رکھتے ہوئے) یہ لفظ "مسلمنا" کا ترجمہ ہے جو تعریف میں مذکور تھا ہم نے ترجمہ میں بجائے لفظ اسلام
 لفظ ایمان اختیار کیا تاکہ ترجمہ کو محاذ کیساتھ مطابقت ہے اور اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ ایمان پر اسلام و ایمان ہم معنی ہیں۔ اس قید
 سے وہ شخص خارج ہو گیا جسکو ظہور نبوت کے بعد نبوی ملاقات تو حاصل ہوئی مگر حالت ایمان نہیں اگر چنانچہ انتقال ایمان پر ہوا ہو۔ اصحابہ
 جلد اول میں ہے وینخرج بقیۃ الایمان من لقیہ کافرًا ولو اسلم بعد ذلک اذ اللہ یجمع بہ مرۃً ثانیاً
 جیسے باوجود ایمان کے قیصر کے قاصد جہالت کفر طاقی ہوئے تھے پھر عسیر لم صلے اللہ علیہ آکرمکم کے دس سال فرمائے کے بعد اسلام لائے یہی
 نہیں۔ ندایب الراوی شرح تشریف النواوی میں ہے ومن راہ کافرًا اقلہ اسلم بعد موتہ مرسول فیصیر فلا عیدۃ

بشیر القاری

بشیر القاری

لہ۔ یہی عاقل اس قید سے خارج نہیں اسلئے کہ اس کا اسلام معتبر ہے تو وہ حقیقۃً مسلم ہو یا غیر صحابی ہونے کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ ورنہ جن کی صحابیت پر اجماع ہے وہ خارج ہو جائیں گے جیسا امام حسن اور سید الشہداء امام حسین اور عبد اللہ بن ابی سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہم التقیید والا لئلا صرح شریح مقدمہ ابن صلاح میں ہے والصحیح ان البلوغ ليس شرطاً في حد الصحابي والا لخرج بذلك من اجمع العلماء على عدمه في الصحابة كعبد الله بن الزبير والحسن والحسين رضي الله تعالى عنهم۔ رہا صبی غیر عاقل تو چونکہ اس کا اسلام معتبر نہیں اسلئے وہ حقیقۃً مسلم نہ ہوا۔ لہذا مسلماً کی قید سے خارج ہو گیا نیز اگر حدیث جیسے یحییٰ بن معین وابو نضرہ وغیرہ داہنہ و بائیں ہاتھ کے نزدیک بن خیز کو پہنچا صحابی ہونے کے لئے شرط ہے اسی تقیید میں ۲۵۲

فاما التمييز فظاهر كلامهم اشتراطه كما هو موجود في كلام يحيى بن معين في امر علة والى حد التوالي داود وابن عبد البر وغيرهم۔ لیکن محققین کے نزدیک صحابی ہونے کی یہ شرط اس کے زیر کو پہنچنا شرط نہیں۔ اس واسطے محمد بن ابی بکر الصديق رضي الله تعالى عنهما جیسے حضرات کو صحابہ میں نہ کر کے ہے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات کے وقت انکی عمر تین ماہ کچھ دن کی تھی۔ کیونکہ سیدہ اوسہ رضی اللہ عنہا سفر حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ کے داخلے سے پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ فتح الباری جلد ہفتم میں ہے الا انه هل يشترط في الراي ان يكون بحيث يميز ما راها او يكفي مجرد حصول التروية محل نظر وعمل من صنف في الصحابة يدل على ثنائي فانهم ذكره واحمد بن ابی بکر الصديق والما ولد قبل وفاة النبي صلى الله عليه وسلم بثلاثة اشهر واما كما ثبت في الصحيح ان امه اسماء بنت عميس ولدته في حجة الوداع قبل ان يَدْخُلُوا مَكَّةَ وَذَلِكَ فِي اواخر ذي القعدة سنة عشر من الهجرة ومع ذلك فاحاديث هذا الضرب من اسيل۔ اسی طرح تمام وہ اطفال جماعت صحابہ میں داخل ہیں جو نہ پیشتر خوارگی میں حاضر خدمت کئے گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کے لئے کسی کو کھجور جاکھلائی۔ کسی کے منہ میں نہ بن ڈالا کسی کے سر پر دست مبارک پھیرا۔ اس طرح انہیں نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ ایسے حضرات کی حدیث مرسل ہوگی مگر بخیر علامۃ ابو الحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی قدس سرہ کا القوی ظہر الامانی فی مختصر البحر جانی میں فرماتے ہیں واختلفوا في الصغير الغير المميز كعبد الله بن الحارث بن نوفل وعبد الله بن ابی طلحة الانصاري وغيرها ممن حنك النبي صلى الله عليه وسلم ودعا له ومحمد بن ابی بکر الصديق الذي ولد في سفر حجة الوداع قبل وفاة النبوية بثلاثة اشهر فمنهم من لم يعدة من الصحابة والمخرج هو خروجهم فيهم نعم حدیثهم مرسل لکنہ مرسل مقبول مثلاً یہ کہ کسی غیر عاقل عند التحقیق جماعت صحابہ میں داخل ہے تو مجوز بدرجہ اولیٰ داخل ہو سکے گا جبکہ شرعی حکام میں ہر تفریق حاصل ہے۔ دیکھئے اگر صبی غیر عاقل کی بیوی مشرک اسلام ہو جائے تو اس کے کافر والدین پر اسلام پیش نہ کیا جائے گا بلکہ اس کے عاقل ہونے تک انتظار کرینگے۔ عاقل ہونے کے بعد اگر وہ بھی مشرک باسلام ہو گیا تو فہما ذہن تفریق کر دی جائے گی۔ بخلاف مجنون کہ اس کی بیوی اگر مشرک باسلام ہو جائے تو اسکے والدین پر اسلام پیش کرینگے انہیں سے اگر ایک بچہ بھی اسلام قبول کر لیا تو مجنون کو تبعاً مسلم قرار دیا جائے گا اور وہ عدت اسکی زوجیت میں رہے گی اور اگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا تو تفریق کر دی جائے گی۔ ہننا اور اسکی شرح نور کا نوادر میں ۲۹۱

جب صبی غیر عاقل اور مجنون کا دخول در حدت ہو گیا تو وہ مسلم نہ ہوگا کی قید میں ان دونوں کو داخل رکھنے کے لئے یہ کہنا بے فائدہ کہ تعریف میں مسلماً عام ہے اصالة مسلم اور تبعاً مسلم دونوں کو شامل ہے۔ یہ دونوں اگرچہ اصالةً مسلم نہیں ہو سکتے لیکن تبعاً مسلم

صحت
یعنی
احوال
چ
ملکہ
میں
کوئی
نہیں
مستثنیٰ

خبر نہ ہو سکے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا اطفال کا ہر وقت نبوی ملاقات تبعاً مسلم ہو ناظر ہے کہ ان کے والدین مسلم ہو سوا ہوتے۔ اور اگر کسی بچوں کو بھی نبوی ملاقات کا شرف ہوا تھا جن کے والدین ہیں سے ایک ہی مسلم ہوں تو بھی یقیناً مسلم تھے لہذا یہ ادودہ اطفال دونوں مسلمان کی قید سے خارج نہیں ہوئے

د آپ کی ملاقات حاصل ہوئی بعض حضرات نے صحابی کی تعریف میں روایت کا ذکر کیا ہے اور یہی کہا من سرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیکن ملاقات کا اختیار کرنا اس سے تاکہ عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعریف حاصل ہو جائے جو صحابہ میں اعلیٰ ہیں اس لئے کہ وہ نبیائنا ہونے کے انکو رویت حاصل نہ تھی۔ احسن اس لئے کہ اگر رویت کو عام قرار دیا جائے یا بالفعل ہو یا بالقوة تو یہ تعریف بھی ان پر صادق آجائے گی۔ **اقول**۔ لہذا کے معنی میں قرب خود کو حکمتاً بل اول میں ہے و يقال لقیتہ ولا قیتہ اذا استقبلتہ قریباً منہ بملات رویت کہ وہ عام ہے یہاں ایک فرد ایسا فرد ہی ہوا جس میں رویت بغیر لقا محقق ہو جیسے وہ صاحب نہیں دوسرے رویت حاصل ہوئی۔ یقیناً صحابی ہیں۔

حالانکہ انہیں ملاقات حاصل نہیں۔ تو جس تعریف میں لقا مانا خود ہے وہ جانح ہی نہیں چہ جائیکہ احسن ہو۔ فتح الباری جلد ۱۱ میں ہے و یطلق ایضاً علی من سارا و یتہ ولو علی بعد واللہ تعالیٰ اعلم۔ ملاقات کی قید سے وہ حضرات نکل گئے جو ظہور نبوت کے بعد ایمان لائے اور ایمان پر انتقال بھی ہوا مگر نبوی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔ جیسے خیبر التابیین اور قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو والدہ ماجدہ کی خدمت میں منہمک ہو نیکے باعث نبوی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ اور جس کے باوجود انہیں جناحی حرم کا اسم گرامی آصمۃ تھا۔ اس ملاقات کے واسطے یہ شرط ہے کہ نبوی حیات میں ہو لہذا جن صاحب نے وفات کے بعد دفن سے پیشتر جسم پاک و کھما وہ صحابی نہیں جیسے ایوزی و یب خویلد بن خالد ہذلی جو مشہور پشاور تھے اور تمام وہ انہما کے کرام خود نبوی حیات کے بعد عالم بملدی میں ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں اسی طرح یہ شرط بھی ہے کہ ملاقات بیداری میں ہو تو جو صاحب نبوی حیات میں آیا اس کے بعد لقا میں ملاقات سے مشرف ہوئے وہ صحابی نہیں۔ فتح الباری جلد ۱۱ میں ہے اما من سارا بعد موتہ قول وفہ فالراجح انہ لیس بصحابی پھر جن پر سارا کے بعد ایمان لائے یا امامت میں رہا کہ فی الامام وان کان ذکاۃ حقاۃ ذلک مما یرجع الی الامور المعنویۃ لا الاحکام لان نبویۃ فلذلک لا یدعی صحابی ولا یدعی علیہ لعل بآمر وہ فی قیل لھا حالۃ واللہ اعلم لکن انہما کہ جنہوں نے نبوی حیات میں نہ کچھ جیسے نبی علیہ السلام اپنے بیت المقدس میں کھانا کھا وہ صحابی ہیں اور انکو دیکھنے والے تابعی قرار پانے کے مقدمہ صاحبین صلاح کی شرح التعلیل کا لفظ ۲۵۵ میں جو انظار ان من سارا منهم فی الامام من موصوفی لہ حکیم الصحبہ۔

اور ایمان پر انتقال بھی ہوا اس قید سے وہ خارج ہو گئے جن کا انتقال ایمان پر نہیں ہو جیسے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا شوہر عبید اللہ بن جحش تھے ساتھ مشرف باسلام ہوا تھا اور مشرف کی طرف ہجرت بھی کی تھی لیکن انہوں نے ایمان نہ لیا اور انہوں نے ہی پر انتقال کیا اور عبد اللہ بن جحش جو مشرف ہوا تھا کہ ان کے بچے گنہگار تھے تمام باگراں کی نسبت قبل کیا گیا اس سوال اس قید لازم آتا کہ کتنا عہد صحابہ کے کہتے ہیں انتقال سے پیشتر حالت حیات میں نہ صحابی کا انتقال وہ نہ اس لئے کہ صرف تعریف کے واسطے اسکی تمام قیود کا تحقق ضروری ہے اور حیات میں ایمان پر انتقال محقق نہیں پس بحالت حیات صحابی نہ ہوئے جو اب علامہ ابن حجر اور ان کے استاد ابن عمر فی راجعہ اللہ تعالیٰ علیہا نے تعریف صحابی میں اس قید کو لازم فرمایا ہے تاکہ بعد اختتام زمانہ صحابہ بشر یہ معلوم ہو سکے کہ کس بشر پر صحابی کا اطلاق ہو گا اور کس پر نہیں۔ ملائکہ متعلق تو یقین ہے کہ ان کا انتقال جب بھی ہوا ایمان ہی پر ہو گا اس لئے کہ وہ معصوم ہیں اور معصوم سے ارتکاب کفر ممکن نہیں اور جن کا حال ہم سے مخفی ہے تو بشری وہ ہیں جن کا ایمان یا کفر پر انتقال معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس قید کے اضافہ سے ایسے ایسے اشخاص کا انکار

مقصود ہے جن کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا انتقال ایمان پر نہیں ہوا جیسے مذکور بالا ہر دو اشخاص پس یہ تعریف ایک مخصوص ناسک کا تھا

حضرت
عبداللہ
بن مسعود
رضی اللہ عنہ

حضرت
عبداللہ
بن مسعود
رضی اللہ عنہ

سے ہوئی۔ اسی واسطے حالت حیات میں صادق نہیں۔ اور جن حضرات نے کسی مخصوص نام کا اعتبار نہیں کیا انہوں نے یہ قید نہیں رکھائی
جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ انہوں نے اسی بخاری شریف میں باین لفظ صحابی کی تعریف فرمائی ہے۔ من صحابہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور اہل بیت المسلمین فقہوں من اصحابہ۔ لیکن کفر یا انتقال کے بعد یہ تعریف بھی صادق نہ کہے گی کہ صحابی کا
سامان بڑا اس تعریف کی روش سے بھی شرط ہے۔ حال جب تک اسلام بر قائم رہا صحابی کا اطلاق اس تعریف کے لحاظ سے درست
تھا مگر بعد ہر وفات پائی جماعت صحابہ سے خارج ہو گیا۔ اب صحابی کا اطلاق درست نہ رہا جیسے انسان جب تک ایمان بنقا ہے تو صحابہ
ہائے کا۔ اور ایمان سے خارج ہونے کے بعد اس پر مومن کا اطلاق نہ کریں گے۔ آمدیم بر مطلب یحتمل فی تعالیٰ اب ظاہر ہوا کہ حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی قسم قول میں داخل ہیں اسکے کہ انہوں نے بحالت ایمان نبوی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ایمان پر وفات پائی
جیسے کہ اسکی تفصیل اقبل میں گذرئی۔ علمائے شکر و اہم کی دوسری جماعت یہی ہے کہ حضرت درقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی
نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت درقہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر انتقال کر گئے چنانچہ حدیث ذریعہ بحث کے الفاظ ثم من مشاہیر
ورقہ ان توفی و فتوالوحي سے یہ چیز ظاہر ہے اصحابہ ۵۹۵ جلد سوم میں یہ الفاظ مذکورہ ہے فہذا اظہر انہ اقرب بنبوۃ
و لکنہ مات قبل ان یدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس لی اکسلاہ فی کون مثل بحیرا و فی
اخبار الصحابة لہ نظر۔ اور مومن یا مسلم کسی شخص کو کہتے ہیں جس نے دعوت کے بعد اسلام قبول کیا ہو حضرت درقہ دعوت سے پہلے
انتقال کرنے کے سبب جب مسلم نہ ہوئے تو صحابی نہیں ہو سکے کہ صحابی کی تعریف میں مسلم ہونا ناخوذ ہے۔ ہاں اہل فرستے ہیں جیسے بحیرا
سراہب۔ اور کلا مثل النبوۃ کی مذکورہ بالا روایت میں ان کی جس تسبیح کا ذکر ہے اس میں احتمال بھی ہے کہ وہ تصدیق دعوت سے پیشتر
ہی ہو لہذا یہ روایت مقام استدلال میں پیش کر کے قابل نہ رہی کہ اخراج الاحتمال بطلان الاستدلال جواب سوئے افترا کی
مذکورہ آیات نازل ہونے کے بعد سے تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہا اور آپ خیر طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے یہاں
تک کہ جب آیت فاصدع بعتا قوم و اعرض عن المشرکین کا نزول ہوا تو اپنے غلابہ طور پر دعوت
شرع فرمادی پھر جب بتوں اور بت پرستوں کے متعلق یہ حکم بیان فرمایا کہ دو نوں دررخ میں جائیں گے۔ تو کفار
مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور طبع طرح سے ایذا پہونچانے لگے کہ انکی مخالفت اور ایذا صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے سال میں پیش آئی۔
صدار ج النبوة ۵۹۵ جلد دوم میں ہے تا ستمہ سال حال میں منوال بود و دما بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفا دایں مسو
صبر و ان لپہ آنحضرت بخیر و عیسیٰ کو تانا دل شدایں کہ یہ فاصدع بعتا قوم و اعرض عن المشرکین قریش کی حضرت
متعرض نمی شدند تا آنکہ آنحضرت متعرض شد باہر ایشان او حکم کرد کہ بتان عبادت کنندگان ایشان نہ ناروا ہند بود و دایں سال چہا
بوداہ مختصرا۔ اور حضرت درقہ کی وفات پشت کے چوتھے سال میں واقع ہوئی ہے۔ میرت علی ۲۸۵ جلد اول میں ہے۔ ففی الامتاع ان
ورقہ مات فی السنۃ الرابعۃ من المبعث اس سے ثابت ہوا کہ حضرت درقہ نے خیر دعوت کا زمانہ یقینا پایا ہے بلکہ انکی حیات
میں تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہنے کے بعد جاری بھی ہو گیا تھا چنانچہ میرت علی ۲۸۵ جلد اول میں ہے۔ وفی کلام کتاب الخیر
فی الصحیحین ان الوحي تنایح فی حیۃ ورقہ و آتہ آمن بہ بلکہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ اپنے غلابہ طور پر
زمانہ بھی پایا ہے چنانچہ اصحابہ کے اسی معنی ذکر میں ایک مرسل روایت بسند حدیث بخیر مذکورہ میں بایں کہ اس حضرت عرقہ بن زبیر سے
مروی ہے کہ حضرت درقہ اس وقت تک حیات ہے جبکہ کفار کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہو چکے تھے گرم زمیں میں لٹا کر لے آچکا

تھے تاکہ اسلام کو ترک کر کے مشرک ہو جائیں اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب ان پر گزند ہوتا تو ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے
 علامۃ ابن حجر اس کو تحریر کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دعوت سے پیشتر نہیں ہوا
 بلکہ دعوت کے بعد تک زندہ رہے ہیں۔ پھر علامہ موسوی نے اس مسئلہ پر روایت اور حدیث زیر بحث کے لحاظ سے الفاظ اس طرح تلقین بیان فرمائے کہ
 مذکورہ الفاظ سے مراد یہ ہے کہ پھر حضرت ورقہ کو زندہ نہ رہا بلکہ انتقال کر گئے یعنی اسلام کے مشہور ہونے اور جبکہ حکم سے پہلے انتقال کر گئے
 بلکہ امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد آنے کے بعد انتقال ہوا ہے۔ اور وہ واقعہ ہے کہ آپ شام
 چلے گئے تعجب خبر پہنچی کہ جہاد کا حکم ہو گیا تو حضرت سیدنا قدس میں حاضر ہونے کی نیت سے قبل طے بلایا نخم و جزم ام سے گئے تھے۔ کہ
 لوگوں نے قتل کر ڈالا اور کچھ ان کے پاس تھا سب لٹا دیا (قسط لای فی ۶۶)۔ پھر کہیں جو مکان کی تصدیق حیات کے آخر تک یہی تھی
 اور حیات علانیہ دعوت کے بعد تک تو انکی تصدیق دعوت کے بعد تک ہی رہی۔ احتمال ہی ساتھ ہو گیا جو کمال النبوة کی مذکورہ روایت
 ظاہر کیا تھا۔ جب ثابت ہوا کہ دعوت کے بعد بھی انکی تصدیق باقی رہی تو وہ مسلم بنے اور جب مسلم ہونا درست ہو گیا تو صحابی ہوئے۔ میں انکی شب
 ہوسکتا ہے۔ اسی اسلئے سیرۃ حلبی ص ۲۸ جلد اول میں فرمایا و حیث ادرك الریالة فقد اسلم وسینئین یکون
 صحابیا۔ اور بحیرار اہب کی طرح حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل فترت قرار دینا درست نہیں اسلئے کہ دونوں میں بعد المشقرین
 ہے۔ بحیرار اہب نے یوں تصدیق کی تھی کہ آپ مانہ آئندہ میں دعوت پر گما اور نزل وحی سے پیشتر انتقال کر گئے۔ اور حضرت ورقہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزول وحی کے بعد اس طرح تصدیق کی کہ آپ نبی مرسل ہیں اور مانہ دعوت کے بعد تک زندہ رہے۔ پھر بحیرار اہب
 کی اہل فترت سے کہے ہوئے ہیں یا صابہ کے قول مذکور بالا تعجب کرتے ہوئے علامہ برہان بقا ہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 فرمایا ہذا من العجائب عیفت یمائل من آمن بانہ قد بعث بعد ما کما کاف الوسی فانطبق علیہ تعریف
 الصحابی الذی نہ عرفت فی غیبتہ بعث آمن انہ سیبعث و مات قبل ان یوحی الیہ۔ بلکہ علامہ برہان واقدی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ورقہ کی وفات قبل دعوت کے قائل کار ذکر کے فرماتے ہیں فقو صحابی قطعاً بل اول الصحابة
 کما کان شیخنا شیخ الاسلام یعنی البلقینی یقر کہ یعنی حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صحابی ہیں بلکہ اول
 صحابہ جو عیساکہ ہمارے شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا اثبات فرماتے رہے۔ فانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد اول اور مقدمہ ابن صلاح
 کی شرح التمشید کا لایضاح ص ۲۶۹ میں یروینبغی ان یقال ان اول من آمن من الرجال ورقہ بن نوفل یعنی یہ انپا
 کہوں میں سے پہلے ایمان لانے والے ورقہ بن نوفل ہیں ویمات کفرنا ظہر سخافۃ ما فی فیض البہری ص ۳۳
 من قوله فی ورقۃ واتفقوا علی ایمانہ حتی ان بعضاً منهم مددہ فی الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 نعم عونہ من ہذہ الامۃ محل ترد فانہ توفی قبل ظہور نبوتہ) اما افلا فلا فی الترد فی کونہ
 من ہذہ الامۃ مبنی علی الذہول من معنی لا یمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فان لا یمان ہو
 التصدیق یمانجا بہ النبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالضرورة و لا یحقق الا بعد الدعوة کما مر
 فاما ثانیاً فلا فی القول بوفاتہ قبل الدعوة خلاف التحقيق کما سمعت منا واما ثالثاً فلا فی وفاتہ
 اذ کان قبل الدعوة لم یکن موثقاً لم یکن من ہذہ الامۃ جزا فیکف الترد فمما جملہ علۃ للترد
 لا یصلح لعلیۃ سوال سے پہلے ایمان کون لایا ہا میں روایات جو کہ نقلت ہیں۔ اسلئے امام اعظم البیہقی رحمۃ اللہ
 تعالیٰ عنہ ان روایات میں تلقین دیتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں میں سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر میں

دو نقل
 پہلی
 دوسری

بشرح صحیح البخاری

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے
 غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔
 (تذکرہ سیلابی ص ۱۵) پھر یہ کہنا کس طرح درست ہو گا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ورقہ ایمان لائے۔ جواب ان کے
 قولوں میں بھی ظہور نکلتا ہے، اگر وہ کسی کتاب میں نقل کیے نہیں گئے ہوں گے کہ آزاد مردوں میں ایمان لایا تو اسے دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہوں نے
 اپنے ایمان کو لوگوں میں ظاہر کیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد
 مردوں میں سب سے پہلے ایمان لایا تو اسے بائیس معنی ہیں کہ اپنے سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنا ایمان ظاہر فرمایا تھا جس سے عام طور پر
 لوگ واقف ہو گئے تھے بخلاف حضرت ورقہ کہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ پس ولایت بلحاظ اظہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے لئے ہوئی۔ اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واسطے علی الاطلاق لیکن اس پر مقام عثمان تحقیق ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا آزاد مردوں میں صدیق اعظم کو مطلقاً اول قرار دینا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں ہم نہایت قبل نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے ہی کتب ابراہیمی پر انتقال
 کر گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ آپ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں حضرت سعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ اپنے عاموں میں ربیعہ سے کہا تھا کہ میں اپنی قوم کے مخالف ہوں دین کی علت ابراہیمی کی اتباع پسند کی
 ہے اور ایسے نبی کا انتظار ہے جو نبی صالح سے مبعوث ہوں گے لیکن میرا ظن ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پاسکوں گا میں ان پر ایمان لاتا
 ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر اتنی دراز نہ ہو کہ ان ملاقات میسر نہ آئے تو میرا سلام ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔
 عاموں میں ربیعہ کہتے ہیں کہ مشرف باسلام گئے کے بعد میں نے ان ملاقات کو خدمت اقدس میں عرض کیا تو سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں رکھا کہ ناز
 کے ساتھ چل رہے تھے برستی ترک کر کے دین حق کی تلاش میں شام جا رہے تھے۔ ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں کہ آپ اس وقت شام میں تھے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو خدمت اقدس میں
 حاضر ہوئے کھانے سے چل پڑے۔ راستے میں لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ اور بعض مورخین نے کہا کہ بعثت سے پانچ سال قبل
 وفات پائی جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو فاروق اعظم
 نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور ان پر رحم فرمایا اس لئے کہ
 انہوں نے ملت ابراہیمی پر وفات پائی ہے (فتح الباری جلد ہفتم ص ۱۸) قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں بحالت
 اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا بعد از نزول اسلام سے پھر گئے لیکن نبوی حیات میں دوبارہ مشرف باسلام ہو گئے ایسے
 حضرات کو دوبارہ مشرف باسلام ہونے کے بعد اگر نبوی ملاقات حاصل ہو گئی تو ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں اور اگر نبوی ملاقات
 نصیب نہ ہوئی تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وہ اب بھی صحابی ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک مرتد کے حسنات اس وقت نہیں
 ہوتے ہیں جبکہ ارتداد پر اس کا انتقال ہو لیا صحابیت جو از قبیل اعمال حسنہ ہے صورت ہذا میں باقی رہی بلکہ ارتداد اور تجدید اسلام
 اگرچہ نبوی حیات کے بعد ہوں شافعی مسلک پر زوال صحابیت کیلئے موجب نہیں تا وہ قبیلہ ارتداد پر انتقال نہ ہو۔ اب میں ہوتی ہوگی
 (۱) ارتداد اور تجدید اسلام دونوں حیات نبوی میں واقع ہوں (۲) دونوں نبوی حیات کے بعد (۳) ارتداد نبوی حیات میں و تجدید
 اسلام بعد حیات نبوی مان نبوی صورتوں میں صحابیت قائم نہیں ہوتی اس لئے (۴) فتح الباری جلد ہفتم ص ۱۸ فرمایا فلما اس دن فتر

نماز میں

نہایت

قسم سوم

کے وصال فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے۔ یہ خلافت حدیثی کے زمانہ ہی میں گرفتار ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شہرہ ام فروقہ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عراق پہنچ کر قادیسیہ میں قادیسیہ جلاوٹ بھاگنے والوں کی جنگوں میں شرکت کی ایک غزائے میں پل اور حضرت جبریل شریف کے آپ نے امامت کے لئے یہ کہتے ہوئے حضرت جبریل کو بٹھایا کہ مجھ سے ارتداد صادر ہو چکا ہے اور آپ صابر نہیں ہوا۔ لہذا آپ امامت کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور خود بھاگ کر کوفہ شہر میں شہر لگنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے چالیس سال بعد تیس سال کی عمر میں فات پائی اور سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور استیعاب جلد اول صفحہ ۲۸۱ وغیرہ تیسری صورت کی مثال مستحکم نہ ہو سکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روکان یکتب الکتاب العبرانی الخ سوال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبرانی کتابت کرتے اور انجیل شریف کو عبرانی زبان میں ترجمہ کر کے لکھا کرتے تھے اور دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل شریف کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے چنانچہ اسی حدیث میں یونس اور معمر کی روایت بایں لفاظ ہے و یکتب من کلا انجیل بالعربیۃ اور مسلم شریف میں ہے۔ فکان یکتب الکتاب للعربی۔ پس بتایا جائے کہ کونسی بات صحیح ہے؟ جواب انجیل شریف سریانی زبان میں تھی اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں زبانوں میں در تینوں زبانوں کی کتابت جانتے تھے کبھی انجیل شریف کو عبرانی زبان میں لکھتے اور کبھی عربی زبان میں اس لئے دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ کلام راویوں کا ہے۔ کسی نے عبرانی کتابت کو ذکر کیا اور کسی نے عربی کتابت کو۔ اور قرآن کریم کی طرح چونکہ دوسری آسمانی کتابوں کا حفظ آسان نہ تھا اس لئے حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں انجیل شریف کی کتابت پر اختصار کیا (شرح قاضی جلد اول صفحہ ۲۸۱)

رقالت له خدیجۃ الخ ام المومنین نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ورقہ کا برادر زادہ قرار دیا اس لئے کہ باعتبار سلسلہ نسب آپ کے والد ماجد حضرت ورقہ ایک مرتبہ میں پڑتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کے اثبات آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد کے اثبات عبد مناف ہیں اور حضرت ورقہ کے عبد العزیٰ اور یہ دونوں قصی کے بیٹے تھے (عبد بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی) راویوں کہا جائے کہ پیرا زسالی کی وجہ سے حضرت ورقہ کو بھانا عم قرار دیکر آپ کو برادر زادہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ عرب اپنی گفتگو میں بڑے کو اخترا عام عم کے ساتھ خطاب کیا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عم میں بھی یہ عادیہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں باپ سے بڑے کو تایا اور چھوٹے کو چچا کہا کرتے ہیں۔ حدیث زیر بحث کے الفاظ مذکورہ بین اللہ والین سے پیشتر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں فاخبروہ بالذی سألنی، مخذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد پر حضرت ورقہ نے آپ سے یہ نہیں کہا۔ مقل یا ابن اخی جو بلکہ یابن افاظہ استفسار کیا۔ یا ابن اخی مائی اتوی؟ یہ استفسار بتاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت ورقہ کو آپ کی روایت کے متعلق اطلاع دی جا چکی ہے چہر تو انہوں نے استفسار کو روایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور ابو نعیم نے بسند من لدن النبوۃ میں اس مخذوف کی تہرک بھی کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔ فانت بہ ورقہ ابن عمہ فاخبروہ بالذی سألنی۔ سوال ناموس اور جاسوس میں کیا فرق ہے جو آپ بعض راہبانت لے فرمایا کہ ان میں نسبت تبارہ ہے۔ سو خیر پر مطلع کرنا والے کو ناموس اور متشی پر مطلع کرنے والے کو جاسوس کہتے ہیں لیکن جہور نے نسبت عموم مخصوص مطلق

بشرح صحیح البخاری

اختیار کی کہ ناموس سر پہ طلع کرے دے کو کہتے ہیں سر خیر ہوا سر خوشی مسلک صحیح ہے کما فی فتح الباری۔ اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری جلد اول کتاب الانبیاء صفحہ ۸۰ میں بایں الفاظ تفسیر فرمائی جو ناموس کے عموم کی جانب اشارہ ہے۔

الناموس صاحب السوال الذی یطلعه بما یستتر عن غیرہ۔ بعد اظہار بطلان ما قال فی فیہ الباری صفحہ ۳۳ فی تفسیر الناموس راہی مبلغ الخیر و هو ضدا لما سوس لان هذا التفسیر لا یطابق لا علی قول الجمہور ولا علی قول البعض اما علی قول الجمہور فظاهر لان النسبة بین الناموس والجماموس عندہم العموم والخصوص مطلقا و هذا اصح بالتباین و اما علی قول البعض فلان کل مبلغ الخیر لیس ناموسا عندہ کما انہ لا یسمی کل مبلغ الشرجا سو متا بل مبلغ السوال الخیر ناموس و مبلغ السوال الشرج جہا سوس و هذا اطلاق فی موصوف الخیر فوقع فی حصرہ الضیر فتأمل۔ بہر کیف یہاں پر اس سے مراد جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ **سوال** عسلیم علی اللہ تعالیٰ علیہ آکہ وہ لم سے بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام جیسی علیہ السلام قریب ہیں اور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں، پھر حضرت ورقہ نے "ناموس موسیٰ" کیوں کہا ناموس عیسیٰ کیوں نہیں کہا جہاں فہ ناموس موسیٰ کہنے میں یہاں پر دو کثرتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو ناموس عیسیٰ کہنے میں حاصل نہیں ہو سکتے ایسا مسئلہ "ناموس عیسیٰ" نہیں کہاؤ۔ ناموس موسیٰ کہاں، یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توحید شریف کی طرح آپ کی کتاب بھی احکام پر مشتمل جوگی بخلان عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کی کتاب تجھیل شریف احکام پر مشتمل نہیں ہیں تو صرف صلح اور مثال ہیں (۲) یہ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون اور اسکے ساتھی ہلاک ہوئے تھے اسی طرح آپ کے مقابلہ میں امت کافر و کفر بنی ابوجہل اور اسکے ساتھی ہلاک ہوں گے چنانچہ جنگ بدر پر ابوجہل مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا بخلان عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کے اور آپ کی امت کے درمیان ایسا مقابلہ پیش نہیں آیا۔

سوال ان ہر دو کثرتوں کا اعتبار اس وقت درست تھا جبکہ کسی روایت میں ناموس عیسیٰ وارد نہ ہوتا حالانکہ اسی واقعہ میں زبور میں بکار لے بطریق عبد اللہ بن معاذ حضرت زہری سے ناموس عیسیٰ روایت کیا ہے جو جواب مع روایت یہی ہے جس میں ناموس موسیٰ وارد ہے اور پیش کردہ روایت ناسی و مقابلہ اعتبار نہیں کاسکے راوی عبد اللہ بن معاذ ضعیف ہیں۔ ہاں ابو نعیم نے کائنات النبوت میں ایکے فایت بسند حسن ذکر کیا ہے اس میں ناموس عیسیٰ مذکور ہے لیکن یہ روایت واقعہ یرکوت سے متعلق نہیں بلکہ اس واقعہ سے پیشتر جب امام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ورقہ کے پاس تنہا تشریف فرما ہو کر غاسر حن کا واقعہ خود بیان کیا تو اس وقت حضرت ورقہ نے ناموس عیسیٰ کہا تھا اور یہ اس لئے کہ اس وقت نصرائی تھے پھر جب محبوب خدا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آکہ وسلم کو اپنے ہمراہ لیکر تشریف فرما ہوئے تھے اور واقعہ براہ راست نبوی زبان سے سنا تو ناموس موسیٰ کہا بیان دونوں کثرتوں کے پیش نظر جن کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ البتہ ایکے روایت میں جو واقعہ زیر بحث ہی سے متعلق ہے دونوں الفاظ وارد ہوئے ہیں بلکہ سیورث حلبی جلد اول صفحہ ۴۴ میں بایں الفاظ نقل کیا ہے و لائق علی مثل ناموس موسیٰ و عیسیٰ اب بھی دونوں حضرات کے ذکر کی مناسبت میں وہی مذکورہ بالا لکھے بیان کئے جائیں گے مگر قدسے تفسیر کے ساتھ اردو یہ کہ موسوی ذکر کے کثرتوں میں کسی کا مقابلہ ملحوظ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر دو حضرات کے ذکر سے اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جلال اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جمال آپ کے ہلاک جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا انات گامی مقامات سے دونوں معقول کا قہر ہوتا اگرچہ صفت جمال غالب تھی۔ غرض وہ خندق میں مشرکین نے جنگ مسلسل جاری رکھی

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

جس کے باعث چند نازیں تھا ہو گئیں تو فرمایا ملاو اللہ ہوتھم و قبورہم ناسا (اشدان کے گھروں و قبروں کو آگ سے بھرنے)
یہ صفت جلال کا ظہور تھا اور غزوة احد میں مذکور مبارک شہید ہوئے اور شہر گلگول پر گہرا زخم لگا اس کے باوجود صحابہ کرام نے جب
دُعا کی ہلاکت کی درخواست کی تو بارگاہ الہی میں یوں عرض کیا: اللّٰهُمَّ اغفر لہم فانہم لا یعلمون۔ اے اشدان کو معاف فرماؤ کہ
پہچانکے جانتے نہیں، یہ صفت جلال کا ظہور تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي) یعنی الشين باب رَمَعَ سے آتا ہے۔ نشوب سے مشتق

ہے جس کے معنی دراصل تعلق کے ہیں جیسے ان الناس نشبوا فی قتل عثمان اسی علقوا اور کبھی بمعنی لزوم آتا ہے جیسے

نشب الامر فلا نای لزومه اور کبھی بمعنی اشتراک لیکن اس وقت صلہ فی آتا ہے جیسے قبل لشیخ اشريت سمعنا

فنشب فيه رجل اسی اشتراك فقال هولاء اول۔ اور کبھی بمعنی تیزی جنگ جیسے نشبت الحرب بین القوم اسی

ثابت اور کبھی بمعنی اگنا جیسے نشب للعظم فی حلقہ اسی علق فیہ ولم یفقد اور کبھی بمعنی لبث وقاخر جیسے لم یشب

زید ان مات اسی لم یلبث ایسے استعمال میں اہل عرب کی مراد علت ہوتی ہے۔ اسی قبل سے لم یشب ورقة ان توفي۔ چہاں

ان توفي۔ لفظ ورقة سے بدل اشتغال ہے۔ اسکو محمد در بقدر یزوت جر عن" یا منصوب بنوع خافض قرارینے کی تجویز قابل التما نہیں

اس لئے کہ اول شافہ اور دم سامی (نہر قانی جلد اول صفحہ ۲۱۶) قول لیکن ان اور ان سے حرف جر کا مذکور کیا

ہے۔ چنانچہ شیخ جامی بیان تحدیر میں ہے لان حذف حرف الجر عن ان وان فیاں بہر کیف اس جملے

سے باعتبار محاذیہ مرث مفہوم ہوتا ہے کہ مقدمہ کے بعد حضرت ورقہ دنیا میں کچھ زیادہ زمانے تک زندہ نہیں رہے بلکہ واقعہ کے وقوع

عرصہ بعد موت سے پہلے ان کی وفات واقع ہو گئی۔ سوال بیشک محاذیہ عرب کے پیش نظر اس جملے سے مفہوم ہوتا ہے کہ واقعہ

مذکورہ کے بعد حضرت ورقہ کی وفات بہت جلد واقع ہو گئی لیکن وفات کا وقوع دعوت سے پہلے مفہوم ہونا تسلیم نہیں ہاسر کون مانعاً

دلائل کرتا ہے جو اب اول فح الباری سے مفہوم ہوتا ہے کہ جلد وفتر الوحي میں اگر "واو" ترتیب کے واسطے ہو تو کلام سے دعوت

مروقات کے تقدم کا افادہ ہو گا یا اس لئے کہ اب و او کے ماقبل و مابعد میں ترتیب کی کہ ماقبل کو مابعد پر تقدم حاصل ہو گا معذات

ما قبل اور فقرت وحی مابعد ہے پس فوات فقرت وحی سے مقدم ہوئی۔ اور فقرت وحی دعوت پر مقدم ہے اس لئے کہ فقرت

وحی تین سال تک ہی پھر بعثت کے چوتھے سال دعوت شروع ہوئی تو وفات جبکہ فقرت وحی پر تقدم حاصل تھا دعوت پر بھی

مقدم رہی اس طرح ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت سے پہلے ہو گئی تھی۔ قول اس جواب میں قیاساً غنا

ہے اسدہ کہ خامس حرام میں بات مذکور کی وحی ختم ہونے کے بعد ہی سے اگر فقرت وحی کے زلنے کی ابتدا مانی جائے جیسا کہ ظاہر

بھی پوری ہے تو وفات بعد فقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقدم فقرت وحی پر درست نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ روز روشن کی طرح حدیث زہیر

بصحت سے وحی مذکورہ کے بعد انکی حیات ثابت ہے۔ اور اگر وحی مذکورہ ختم ہونے کے کچھ زمانے بعد سے فقرت وحی کی شروعات ہوئی

ہے تو وفات کا تقدم صحیح ہو جائیگا۔ لیکن اختتام وحی اور شروعات فقرت کے درمیان زلنے کی تحدید ہنوز مصرح غفایں ہوئی کہ وہ ایک

تھا یا ایک ماہ یا ایک سال یا تھوڑے کم بیش۔ جواب دوم "وفتر الوحي" میں داؤد برائے حال اور مابعد جملہ حالیہ ہے۔ اور

"ان توفي" میں ضمیر نا سبنا عمل نذا محال ہے۔ "توفی" نذا محال اور مال دونوں میں عامل ہے۔ چونکہ حال در اس کے عامل "ان" اور

کا زمانہ ایک ہوتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ وفات اہ فقرت وحی کا زمانہ ایک تھا اور فقرت وحی چونکہ دعوت پر مقدم تھی لہذا وفات بھی

دعوت پر مقدم ہوئی۔ اس طرح بھی ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت سے پہلے وفات پا گئے تھے و احتمال کون

ن نشوب سے مشتق

ن فقرت وحی کی وفات پہلے دعوت سے پہلے ہوئی

الاول الحال افاده حین التذاکر شیخی فی الدرر لفاضل الروانی الطیب الحاذق مولانا الشیخ
 غلام یزدانی مدظلہ النورانی شیخ الحدیث فی المدارس المسماة بمظہر اسلام الواقعة فی مسجد
 بی بی جی فی بلدہ بریلی۔ **مشکوٰۃ** ہر دو جواب جب ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت پر مقدم
 تھی تو جامع بیروت زیر بحث اور سیوۃ ابن اسحاق کی اس روایت میں تعارض ہو گیا جس سے آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہوتا ہے
 کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ دعوت پایا ہے اور اس وقت تک جاتا ہے کہ جبکہ کفار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو مشرت باسلام ہونے کی بنا پر ایذا پہنچاتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت کے بعد اسلام لائے ہیں۔ اس
 کوئی اختلاف نہیں۔ اس روایت کے ہم معنیوں کیلئے ایت اور ہے جس کو ہم حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی کشت
 کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور حسب تہجج علامہ ابن حجر عسقلانی اس کی سند صحیحہ ہے۔ وہ بھی حدیث زیر بحث سے معارض ہو گئی
جواب ان روایات میں تطبیق دینے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ کورہ میں "واؤ" برائے ترتیب نہ لائے
 حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ کورہ میں کچھ الفاظ مقدم ہیں جن کی تقدیر یہ ہوگی **ثم** لیسب
 ورقہ ان توفی اسی قبل ان یشہدہ الاسلام ویومر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجہاد۔ وفتر
 الوجی یعنی مقصود راوی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آنے سے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وحی کا آنا موقوف
 ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے۔ پس اس تقدیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں
 عموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے
 نظر برائے الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا حاصل اور عام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقدی قدس
 سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اسلئے ہم نے نزدیک جواب دوم احسن ہے
 دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے بعد کے حالات چونکہ ادوی کو معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا
 تو یہ سمجھے کہ اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے علم کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر کر دیا۔ اور ان روایات
 میں جو مذکور ہوا کہ وفات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر
 عسقلانی قدس سرہ کے نسخہ النورانی نے طریق اول اصحابہ فی معرفۃ الصحابة میں ذکر فرمایا اور طبرانی دوم
 فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زیر بحث مذکورہ
 الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اس کے تسلیم پر مبنی ہے۔ بہر کیف دونوں طریقے قابل جواب بالکلیہ
 ہیں۔ از قبیل جواب بالترجیح نہیں۔ علامہ ابو الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیوۃ ابن اسحاق کی روایت
 حدیث زیر بحث کے معارض نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حدیث زیر بحث بخاری کی ہدایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت
 پر ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زیر بحث راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارضہ ممکن نہیں کیونکہ معارضہ کے
 واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق اخاف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ
 "روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے" اور علمائے اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال

دست خط: روایات میں تطبیق دینے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ کورہ میں "واؤ" برائے ترتیب نہ لائے حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ کورہ میں کچھ الفاظ مقدم ہیں جن کی تقدیر یہ ہوگی ثم لیسب ورقہ ان توفی اسی قبل ان یشہدہ الاسلام ویومر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجہاد۔ وفتر الوجی یعنی مقصود راوی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آنے سے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وحی کا آنا موقوف ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے۔ پس اس تقدیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں عموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے نظر برائے الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا حاصل اور عام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقدی قدس سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اسلئے ہم نے نزدیک جواب دوم احسن ہے دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے بعد کے حالات چونکہ ادوی کو معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا تو یہ سمجھے کہ اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے علم کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر کر دیا۔ اور ان روایات میں جو مذکور ہوا کہ وفات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ کے نسخہ النورانی نے طریق اول اصحابہ فی معرفۃ الصحابة میں ذکر فرمایا اور طبرانی دوم فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زیر بحث مذکورہ الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اس کے تسلیم پر مبنی ہے۔ بہر کیف دونوں طریقے قابل جواب بالکلیہ ہیں۔ از قبیل جواب بالترجیح نہیں۔ علامہ ابو الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیوۃ ابن اسحاق کی روایت حدیث زیر بحث کے معارض نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حدیث زیر بحث بخاری کی ہدایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت پر ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زیر بحث راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارضہ ممکن نہیں کیونکہ معارضہ کے واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق اخاف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ "روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے" اور علمائے اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال

دست خط: روایات میں تطبیق دینے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ کورہ میں "واؤ" برائے ترتیب نہ لائے حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ کورہ میں کچھ الفاظ مقدم ہیں جن کی تقدیر یہ ہوگی ثم لیسب ورقہ ان توفی اسی قبل ان یشہدہ الاسلام ویومر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجہاد۔ وفتر الوجی یعنی مقصود راوی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آنے سے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وحی کا آنا موقوف ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے۔ پس اس تقدیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں عموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے نظر برائے الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا حاصل اور عام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقدی قدس سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اسلئے ہم نے نزدیک جواب دوم احسن ہے دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے بعد کے حالات چونکہ ادوی کو معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا تو یہ سمجھے کہ اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے علم کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر کر دیا۔ اور ان روایات میں جو مذکور ہوا کہ وفات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ کے نسخہ النورانی نے طریق اول اصحابہ فی معرفۃ الصحابة میں ذکر فرمایا اور طبرانی دوم فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زیر بحث مذکورہ الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اس کے تسلیم پر مبنی ہے۔ بہر کیف دونوں طریقے قابل جواب بالکلیہ ہیں۔ از قبیل جواب بالترجیح نہیں۔ علامہ ابو الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیوۃ ابن اسحاق کی روایت حدیث زیر بحث کے معارض نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حدیث زیر بحث بخاری کی ہدایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت پر ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زیر بحث راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارضہ ممکن نہیں کیونکہ معارضہ کے واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق اخاف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ "روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے" اور علمائے اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال

اصول فقہ میں بطریق احسن فرمایا جسکو سورۃ فاتحہ کے نزول میں دل ہلکی ہوئی دلیل کے جواب میں قدسے تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔
نظر برائے غرضی ہوا کہ جواب بالجمع اختیار کریں اس مسئلہ میں وہ دونوں رعایتیں معارض سے سالم رہیں حضرت درقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بقائے حیات بعد موت کا اثبات کر سکی جسکی تحقیق حضرت درقہ کے معانی نہ جاننے کی دلیل کے جواب میں گذر گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب فالیہ المرجع والمآب۔

بخاری

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
كُتِبَ ابْنُ شَهَابٍ ۛ اود خبردی تمکو ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہ جابر بن عبد اللہ
اَلْأَنْصَارِيُّ قَالَ وَ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فِرَّةِ الْوَحْشِيِّ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي
الانصاری نے فرقت وحی کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو میں فرمایا جبکہ میں چلا جا رہا تھا
إِن سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءُونِي بِحَدِيثِ
اچانک ایک آواز آسمان کی طرف سے آئی تھی۔ تو میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حاضر ہوا میرا آواز آسمان وزمین کے
جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرَفَعْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ
و درمیان ستمن گری پر بیٹھا ہوا ہے میں اس سے محبوب ہوں کہ پلٹ آیا وہ مکان پر کھڑے ہیں اہل خانہ سے کہا کہ مجھے کسرواؤ اور
نَرَقُلُونِي نَرَقُلُونِي فَأَنزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَ سَرَّكَ
مجھے کہڑا اُٹھاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اے بالاپوش اوڑھنے والے کوڑے بھجواؤ پھر ڈر سننا اے اللہ غضب پر کی بڑائی ہو اور
فَكَبِّرُوا وَلْيَا بَكْ فَطَهَّرُوا الرَّجْزَ فَاهْجُوا فَيَحْيَى الْوَحْشِيُّ وَ تَنَاجَى
اچے کہڑے پاک رکھو اور جوں سے (اور جو) پھر ان آیتوں کے بعد جی میں گرا کر ہی پیدا ہو گئی اور اس کا سلسلہ مستوحش کیا۔

بشیر القاری

رَقَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْحَارِثِ وَ ابْنُ عَاطِفٍ أَنَّ ابْنَ شَهَابٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
داخل ہونے کا ثبوت نہیں۔ بلکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ناگزیر فرمایا ہے تاکہ ناظرین کو اس روایت کے از قبیل تعلیقات ہونے کا
مغالطہ نہ ہو اور واؤ کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ اس کا ابواب کے قبل پر معطوف ہے نیز اسلئے کہ ذکر سند میں ختم حاصل ہو جائے۔ لہذا حدیث
سابقہ اور اس حدیث کی سند میں ابن شہاب پہلے راوی مشترک آئے۔ البتہ ابن شہاب بعد کے ادوار میں اختلاف ہے کہ حدیث سابقہ
کی سند میں اور ہیں اور اس حدیث کی سند میں وہ گویا اصل عبارت ہے۔ یا بسند المذکورہ کہ ابن شہاب بخاری
عروۃ بحدوا و اخبرنی ابو سلمۃ بحدوا نظر برائے حدیث موصول ہوئی از قبیل تعلیقات نہیں ورنہ زیادت واؤ
کے لئے وجہ صحت نہ ہے کی کہ قول پر واؤ نہیں یا کرنا اور جب موصول ہونا ثابت ہو گیا تو تعلیق قرار دینا درست نہیں اگرچہ اس کی صورت
تعلیق جیسی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ کرمائی قدس سرہ السامی نے قرار دیا ہے۔ اسی طرح واؤ عطف کو قول سند

کے لئے قرار دینا بھی صحیح نہیں آؤگا اس لئے کہ محدثین کرام بخول سند کو اسطرح اعموم وادکیا تھ کلمہ (ح) تحریر فرمایا کرتے ہیں۔ جو یہاں موجود نہیں۔ مجرد وادیکہ انکشاف نہیں کرتے۔ ثانیاً اسلئے کہ بر تقدیر تسلیم یہ مقام بخول سند کا عمل ہی نہیں کیونکہ حدیث واحد کی جب دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو اس وقت بخول کی جائید خلیج ہو ا کرتی ہے۔ اور یہاں ہر دو سندیں حدیث واحد کی نہیں بلکہ دو حدیثوں کی دو سندیں ہیں پھر بخول کا کیا عمل ہا عمدة القاسری جلد اول صفحہ ۸۸ میں ہے۔ واما دعوى انه لا يثبت الا بالحدیث استناد ان او اکثر كتبوا عند الانتقال من استناد الى استناد في ذلك مسمى (ح) ای حرف الخاء وادیکہ عندنا ظاهر بطلانہ ما فی فیض القاسری صفحہ ۳۳۳ من قولہ فہذا بخول لا تقبلین

(ابو سلمہ) بفتح حروف اللہ۔ ان کا نام اسمعیل ہے یا "عبد اللہ" علامۃ ابن عبد البر نے فرمایا علماء و نسب کے نزدیک صحیح ہے یا کنیت ہی نام ہے۔ طیل القدر صحابی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیہ محترمہ ثمتا صخرہ بنت اصبع کلبیہ کے بطن سے اکلوتے ہیں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن عاص کو مدینہ منورہ کی والی مقرر کیا تو اس نے آپ کو عہدہ تعینا پر مامور کیا تھا۔ تابعی ہیں بہتر سال کی عمر میں بمقام مدینہ منورہ ۵۳ھ ولید کے زمانہ حکومت میں وفات پائی۔

(جابر بن عبد اللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پچھلے صحابہ کرام سے ہیں جنہوں نے احادیث کو بکثرت نقل فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث کتابوں میں مروی ہیں۔ انہیں سے دو سو دس احادیث کو امام مسلم اور امام ابونعیم نے تخریج کیا ہے جس سے اٹھاون متفق علیہ ہیں وہ جیسے کہ صرف امام بخاری نے اور ایک سو چوبیس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ جب جنگ احد میں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے تو عسکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے خروہ شہادت کا فرشتے ان کی نعش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسکو اٹھایا گیا۔ مدینہ شریف میں عسکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روز جمعہ خطبہ فرمایا ہے تھے کہ تاجروں کا کھانا کھاؤ اور حسب ستم اعلان کے لئے طبل بجا گیا۔ زمانہ تنگی اور گریز کا تھا۔ لوگ باس خیال خطبہ سے اٹھکر اس کو کھڑے چلے گئے کہ مدینہ کر نیسے اجناس ختم نہ ہو جائیں وہ دم نہ پاسکیں اس وقت سجد شریف میں صرف بارہ آدمی رہ گئے ان میں ایک آپ ہی تھے۔ اسی واقعہ پر آیت نازل ہوئی تھی۔ **وَإِذَا سَأَلَ عَنْ ظَهْرٍ لَّهِ فَيَنْصُرْهُ لِقَوَاهِ أَوْ لَقُوا لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْ مَا قَالُوا وَإِذَا سَأَلَ عَنْ ظَهْرٍ لَّهِ فَيَنْصُرْهُ لِقَوَاهِ أَوْ لَقُوا لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْ مَا قَالُوا** آپ کو شک نہ ہو کہ یہ واقعہ اچانکے موتی پر پشیر یا جسکو عارف باللہ علامہ عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی نے شواہد النبوة صفحہ ۸۳ و ۸۴ میں مفصل ذکر فرمایا اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے مدارج النبوة شریف میں سکھ فرما رکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عسکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی جاں نثار دعوت کرتا قبول فرما کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں مدینہ کو کیا فرمایا فلاں دروازے کے جب وہ دن آیا تو آپ تشریف لائے۔ میں نے آپ کو مکان کے اندر فروکش کیے آپ کے واسطے بکری کا ایک بچہ دیا گیا تاکہ بھون کر خدمت قدس میں پیش کیا جائے۔ میرے دو لڑکے تھے۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ آؤ ہمیں کھاؤں۔ ہمارے والد نے بکری کے بچہ کو کس طرح ذبح کیا ہے چھوٹے بھائی کو باندھ کر ذبح کر ڈالا۔ ماں دیکھ کر دوڑی بڑا بھائی بھاگ کر محبت پر پہنچا اور اس خوف سے کلاں پیچھے آ رہی ہے چھت سے کو دکر ہلاک ہو گیا۔ ماں نے اس جاں گناہ حادثہ پر باس خیال مگر یہ دیکھا نہیں کی کہ مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں شکوہ قلب مبارک کو صدر پر پہنچے گا اور نہایت مہربان سکون کیسا تھ دونوں بیٹوں کو گھر میں لے جا کر ایک گوشہ میں لٹا کر اپنے کبیلہ دھکے یا اور کسی کو غیرت کی بیہانتک کہ حضرت جابر کو بھی اس حادثہ سے بخیر رکھا۔ اقدانہ روئی کیسا تھ گشت بھون کر حضرت جابر کو یادگار نبوی خدمت میں پیش کریں۔ گوشت جب پیش کیا گیا حضرت جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جابر کو ملکہ کیے کہ دونوں لڑکوں کو

فہذا بخول لا تقبلین

فہذا بخول لا تقبلین

فہذا بخول لا تقبلین

حاضر کرے تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ آپ نے حکم فرمایا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلکے پاس جا کر انہوں کو دریافت کیا انہوں نے کہا کہ انہی نبوی خدمت میں عرض کر دیجئے کہ دونوں غائب ہیں چنانچہ ان کے اس جواب پر حضرت نے فرمایا کہ فرمان خداوندی ہے انکو جلد حاضر کرو حضرت جابر نے پھر اہلکے پاس آپ کو خبر فرمان خداوندی سے انکو مطلع کیا۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور حضرت جابر کو ہر اہلکار کو دونوں بچوں کو دکھا یا حضرت جابر دیکھ کر ابدیدہ سو گئے اور ان دونوں نبوی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑے اور آدھ نکالے مگر ماتم کر رہے تھے۔ حضرت جابر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ تو تمہیں ہیں۔ ان بچوں کے پاس جائیے۔ آپ دعا کریں ہم زندہ کر دینگے چنانچہ آپ نے اپنے وہاں جا کر وہاں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ نے فوراً دونوں کو زندہ فرمادیا۔ بمقام مدینہ منورہ چار سو سال کی عمر میں ہجرت پانچویں ہجری یا اناسی ہجری میں انتقال فرمایا۔ ابان بن عثمان مدینہ منورہ کے گورنر تھے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جابر بن عبد اللہ نام کے صحابہ کرام میں دو صاحبِ اہل بیت (۱) جابر بن عبد اللہ سراجی (۲) جابر بن عبد اللہ بن سباب اور یہ جابر بن عبد اللہ بن عمرو ہیں اور حضرت جابر نام کے صحابہ کرام میں تیس نفوس قدسیہ اور ہیں۔

سورۃ النبی ص ۱۱۱

(وہو یحدث عن فترۃ الوحی) داود حلیہ اور یہ جملہ قال کی ضمیر فرمائیے حال ہے۔ کتاب التفسیر میں یہی واقعہ پڑا ہے یحییٰ بن ابی کثیر آ رہا ہے مگر اس روایت میں عن فترۃ الوحی اور الملائک الذی جاء علی جماعہ دونوں لفظ نہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ غار حراء کے واقعہ سے متاخر ہے چونکہ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت ان الفاظ سے خالی تھی اسلئے بعض حضرات نے یہ جرم فرمایا کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی مذکورہ آیات نزول میں اول صحیح تفسیر کے خلاف ہے مگر ابن شہاب کی روایت زیر بحث اس شکل کو دیکھ کر دیتی ہے کہ یہ روایت ہمارے پہلے لفظ کے پیش نظر ثابت ہو رہی ہے کہ یا ایہا المدثر کی مذکورہ آیات نزول میں اول نہیں کہ ان سے پیشتر بھی وحی آپ کی ہے اور وہ وحی غار حراء میں کی تھی اس پر دوسرا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور حدیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ غار حراء میں سورۃ اقرآء کی آیات وحی کی گئی تھیں۔ پس ثابت ہو کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی آیات مذکورہ نزول میں اول نہیں ان پر سورۃ اقرآء کی آیات کو تقدیم حاصل ہے اور دوسرا لفظ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت فرشتہ گمرسی پر ملکی شکل میں تھا بلکہ اس انسانی شکل کیساتھ متشکل نظر آیا جس کی شکل غار حراء میں حاضر ہوا تھا اسی واسطے آپ نے پہچان کر فرمایا کہ وہی فرشتہ گمرسی پر پہنچا ہے جسکو غار حراء میں میرے پاس حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ الصلوٰۃ والتسلیم غار حراء میں غار کے وقت انسانی شکل کے ساتھ متشکل تھے۔

نور اللیثی ص ۱۱۱

(ربینا انا امشی) دراصل بلین فون مکان ہے لیکن جب ما اور الف لاحق ہوتے ہیں تو ظرفیت زمانہ اور جملہ اسمیہ کی طرف اضافت بکثرت اہل جملہ فعلیہ کی طرف تعلق اسکو لازم ہو جاتی ہے اور اس وقت مجاہد کی جانب متوجہ ہوتا ہے جسکی تصدیق کلمہ معاجاۃ "انی" اور اذان کے ساتھ افصح ہوتی ہے بریں یہی معنی معاجاۃ اس میں مال ہوتے ہیں نہ جواب۔ اور بعض کے نزدیک بلین بصورت لائق معنی شرط کو مستقیم ہوتا ہے اسلئے جواب کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس فقرہ پر پڑنے مسلک محققین اس میں عامل شرط ہوگی جو مضاف الیکہ۔ اور ہر زمانے کے مذہب اکثرین جواب ہوگا جیسے دیگر ظروف زمانہ پر معنی شرط کو مستقیم ہوتے ہیں کہ ان میں محققین اور اکثرین نے یہی اختیار کیا ہے۔ اور جوق "ما" اور الف لاحق ہیں ہوتے تو "بعین متعہ" پو داخل ہوتا ہے اور اگر ضرور داخل ہو تو تکرار واجب ہوگی جیسے ہذا افران بیثنی و بیثنی لیکن یاد رہے کہ نحوی ترکیب میں بعین تکرار زائد قرار پایگا۔ اور آیت مذکورہ کی ترکیب یوں ہوگی "ہذا" حرف تنبیہ "انی" اسم شائع یعنی ہر کوئی مرفوع علامہ

”فَرَانٌ“ مضاف ”بین“ مضاف الیه مضاف یائے متکلم معنی پر سکون معطوف علیہ واو حرف عطف بین ثانی زائد کاف ضمیر
موجود متصل معنی برفع معطوف معطوف علیہ مضاف الیہ بین مضاف اپنے مضاف الیک ملکہ مضاف الیہ ملکہ۔ فران
مضاف اپنے مضاف الیک ملکہ خبر مبتدأ اپنی خبر کے ملکہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ اور کبھی بین میں خمسۃ عشر کی طرح ترکیب
بنائی واقع ہوتی ہے اس وقت معنی برفع ہوتا ہے جیسے ”خَجَّی حَقِیقَتًا وَبَعِی“ مِّنَ الْقَوْمِ یَسْقُطُ بَیْنَ بَیْنَا۔
(”أَمْشِی“) اَنْبَابُ ضَرْبِ یَضْرِبُ ”مَشِی“ بمعنی رفتن سے مشتق ہے سست اور تر ہر رفتار کو کہتے ہیں۔
اور کبھی بمعنی اھتداء آتے جیسے مشی خرید ای اھتدی اور کبھی بمعنی کثرت مواشی جیسے مشی زبیدی کی کثرت
مآشیئہ اور اس ایک مشاء معدوم کبھی بمعنی کثرت املاؤ نام ہے جیسے مہشت المہرۃ ای کثرت اوکا دھاک اور کبھی بمعنی
دست آنا جیسے مشی بطنہ ای استطلق اور کبھی بمعنی چغوری کرنا مگر اس صورت میں بآصلہ ہوتی ہے جیسے مشی نہاد
بالتیسیمۃ ای گھڑ اسی قبیل سے قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے ”مَشَاءَ بِیْمِیْمِ“

(”فَحَمِی الْحِجِی وَتَابِعِ“) بمعنی اشتد باب سمع بسمع سے آتے اور جب علی صمد ہو تو بمعنی ”غَضَبٌ“
اور ”مَن“ ہو تو بمعنی ”کُرَا“ ہوتا ہے۔ یہاں پر اشتداد سے مراد یہ ہے کہ وحی بکثرت آئے لگی۔ لیکن وحی کی کثرت آمد اس کے استمرار
کو مستلزم نہیں اس لئے ”تَابِعِ“ کا اضافہ کیا جو بمعنی ”تَوَاتُرُ“ ہے۔ ارجاع حاصل معنی یہ ہوتے کہ سورۃ ”یَا اَیُّهَا الْمَدَنُی“ کے بعد وحی
کی آمد کثیر ہو گئی اور اس کے سلسلہ مستمر ہو گیا بعض شرا سے ”تَابِعِ“ کو ”تَوَاتُرُ“ کے لئے تاکید معنوی قرار دیا جو صحیح نہیں اسلئے
کہ یہ تاکید معنوی اصطلاحی ہے کہ وہ الفاظ مخصوصہ ہیں ”تَابِعِ“ انہیں سے نہیں نہ لغوی ہے کہ وہ مراد لفظ سے ہوتی ہے اور ”تَابِعِ“
اس کے مراد نہیں۔ ”مُطَابِقَتِ“ ابتداء وحی کی کیفیت ترجمۃ الباب بمعنی ”ابتداء“ وحی ابتدا قبل احتباس اور ابتدا
بعد احتباس دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں ابتداء وحی بعد احتباس کی کیفیت مذکور ہے کیونکہ اس حدیث سے یہ
مفہوم ہوتا ہے کہ قدرت وحی یعنی احتباس وحی کے بعد سب سے پہلے سورۃ ”یَا اَیُّهَا الْمَدَنُی“ تشرکی مذکورہ آیات کی وحی اس کیفیت
کے ساتھ ہوتی کہ موسیٰ الیہ یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

(”یَا اَیُّهَا الْمَدَنُی“) تذکر بمعنی دُتار پوشیدن سے مشتق ہے يقال تذثر ای تلفف فی الدتار
یا تذثر بمعنی اوڑھنا سے مشتق ہے لیکن اس تقدیر پر صلے میں جاتی ہے جیسے تذثر بالثوب ای الخف بہ۔
شعاس اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن سے متصل ہو جیسے بنیان، پانچواں تہ بند وغیرہ۔ اور جو کپڑا بدن سے متصل نہیں ہوتا۔
اور گرمی میں کرے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کو دتار کہتے ہیں جیسے چادر رعنائی، کپڑا وغیرہ۔ اور کبھی تذثر کو ذکر
گھومنے پر سوار ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسے ”تَذَنُّوْا قُرُوسَہُ اَیْ وَتَبَّ عَلَیْہِ فَرِکَبَہُ“ اس تقدیر پر متعدی بنفسہ
اھدود سری تقدیر پر بواسطہ ”جَا“ اور پہلی تقدیر پر لازم ہے کہ صمد نہیں آتا۔ بالجملہ اول معنی خاص اور ثانی عام ہیں بعض مفسرین
نے اول معنی بیان فرمائی اور بعض نے ثانی چنانچہ بحوالہ حاشیہ سمیعین حاشیہ جمل میں فرمایا معنی تذثر بلبس الدتار
وَحُو الثوب الَّذِی یُوقِ الشَّعَاسَ وَالشَّعَاسَ مَا یَلْبَسُ الْجَسَدَ۔ یہ اول معنی کی طرف ناظر ہے۔ تفسیر ابو السعوی
میں ہے وقیل المراءن المتذثر بلباس النبوة والمعاسف الکالہیہ یہ ثانی معنی کی طرف۔ اول معنی کے مشابہ نظر
”یَا اَیُّهَا الْمَدَنُی“ کا ترجمہ ہو گا۔ اے بالاکوش اور بر تقدیر ثانی ”اے ہمارے معرفت اور نبوت کی پوشاک زینت فرماؤ“
بہر کیف اس نذر سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ہمارے لئے اس تعلیمت کہ مولیٰ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی ہر ادا محبوب ہے یہاں تک کہ

استعمال لباس کی ہیئت کذا فی بھی اس وجہ پند یہ ہے کہ اس کے ساتھ نذر فرمادی گئی (۳) یہ کہ ہم غلاموں کو واسطے تعلیم کے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے محبوب کی کمال غفلت ظاہر کرنے کے پیش نظر ان کے نام پاک کیساتھ نذر انہیں فرماتا بلکہ ان کے اوصاف اور وظائف پروردہ العالیہ کے ساتھ نذر فرمایا کرتا ہے جیسے **يَا آتِهَا النَّبِيُّ**، **يَا آتِهَا الرَّسُولُ**، **يَا كَسِينِ** قرآن کریم شہد ہے کہ نذر کا یہ نذر آپ کے ساتھ مخصوص ہے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے نام و کسبائے نذر فرمائی گئی جیسے **يَا آدَمُ**، **يَا اِبْرَاهِيمَ**، **يَا مُوسَى** یا داؤد یا عیسیٰ شعری یا آدم ست با پدر انبیا و خطاب **يَا آتِهَا النَّبِيُّ** خطاب محمد است۔ لہذا تم بھی جب کبھی حاجت الیٰ کے لئے یا مشہد کشتائی کے واسطے نذر کرو تو یا محمد اور یا ابا القاسم کہ نذر نذر کرنا کہ تمہارے لئے یہ جائز نہیں بلکہ ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آواز نرم کر کے متواضعانہ اور منکسرانہ لہجے میں یوں عرض کرنا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا قاسم مہر من ربی اللہ، یا منینہ عرش اللہ، یا واقع البلا یا یا شافع الخطایا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جو ہماری بارگاہ سے عطا ہوئے ہیں اور کسی ایسے لفظ سے نذر نہ کرنا جو منہم تعظیم نہ ہو کہ یاد اب بارگاہ نبوت کے خلاف ہے اسی واسطے صحابہ کرام کے ادب پر عالم تھا کہ ماں باپ کو قربان کرنے کے بعد یوں نذر کیا کرتے تھے۔ **يَا نَبِيَّ اَنْتَ وَ اَمِي يَسَا** **رَسُوْلُ اللّٰهِ** میرے ماں باپ آپ پر قربان ہیں اے اللہ کے رسول تفسیر جلالین میں زیر بیت لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا فرمایا بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ فی لین و تواضع و خفض صوت اور اسکے حاشیہ صاوی میں سی آیت کے تحت فرمایا ای ندانہ بمعنی کا تناد و با سسمہ فتقولوا یا محمد ولا بکیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل ناد و دعا طہوہ بالتعظیم و التکریم و التوقیر بان تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیری ذلک واستفید من الاٰیۃ انہ لا یجوز نداء النبی بغير ما یفید التعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ ترجمہ علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نام لیکر نذر نہ کرنا جس طرح کہ کہو یا محمد اور نہ ان کی کنیت کیساتھ نذر کرنا اس طرح حکم کو یا ابا القاسم بلکہ تعظیم و توقیر کے ساتھ یوں نذر کیا کرو یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول یا نبی اللہ اے اللہ کے نبی یا امام المرسلین اے رسولوں کے شیوا یا رسول رب العالمین اے رب العالمین کے رسول یا خاتم النبیین اے آخر نبی وغیرہ اور اس آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ سے نذر کرنا جائز نہیں جن سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو نہ دنیوی حیات میں نہ وصال کے بعد تفسیر روح البیان شریف میں یہ آیت مذکورہ فرمایا۔ **قَالَ ابُو اللیث فی تفسیرہ و فی الاٰیۃ بیان توقیر معلم الخیر** **اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کان معلم الخیر فامر اللہ بتوقیرہ و تعظیمہ و فیہ معرفۃ حق الا ستاد و فیہ معرفۃ اهل الفضل، ترجمہ۔ امام ابو اللیث قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اس آیت میں تعلیم خیر دینے والے کی تعظیم کا بیان ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر کی تعلیم دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہر وقت نذر آپ کی تعظیم و توقیر کا حکم یا ہذا تعلیم خیر دینے والے کو ایسے الفاظ سے نذر کیا جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں اور اسمیں ستاد کی حق شناسی اور اہل فضل کی پہچان ہے قال فی حقائق البقی احترام الرسول من احترام اللہ و معرفتہ من معرفۃ اللہ و کلا دین فی متابعتہ من کلا دین مع اللہ۔ ترجمہ کتاب مستطاب حقائق بقی میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام از قبیل احترام الہی ہے اور ان کی معرفت از قبیل معرفت الہی اور ان کی متابعت میں

ن استقامت و سلم انما لک نہ خطا کر کے نام

ادب اختیار کرنا از قبیل ادب الہی ہے وَفِي السَّابِقَاتِ الْجَمِيعَةِ يُشِيرُ إِلَى الْعَظِيمِ الْمَشَافِقِ فَإِنَّ الشَّيْخَ فِي قَوْمِهِ كَانَ بِنِ
فِي أَمْتِهِ أَيْ عَظُمَاوَحِ مَلَأَ الشَّيْخُ فِي الْخَطَابِ وَاحْظُوا فِي خُذْ مِنْهُمْ الْأَدَبَ وَغَلَقُوا عَنْهُمْ عَلَى
مِرَاعَاةِ الْعِيبَةِ وَالْتَوَقُّعِ اهـ ترجمہ۔ اور کتاب خطاب التلاویلات بالجمیعہ میں ہے کہ اس بیت میں پیران طریقت کی
تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ پیرانہ مریدین میں ایسے ہی ہر طبقہ جیسے نبی اپنی امت میں محمدی کی طرح پیران طریقت میں اپنے
اپنے مریدین کی کشتی کا خدا ہوتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ نبی کی طرح خطاب میں پیران طریقت کی بھی تعظیم کر دے کہ جن الفاظ سے خطاب
کیا جائے وہ جنت عظیم میں حصہ ہوتے ہوں۔ ان کی خدمت میں اس لمحہ کو رکھو اور ان کی فرماں برداری خود اور توقیر کی ساتھ کیا کرو
مگر ان کی جناب میں دینی بے ادبی خالی از قطر نہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پیران طریقت اور بندگان خاص کے حق میں حرام نصیب ملے
طرح سے بے ادبی کرتے دیکھتے ہیں چونکہ مولیٰ تعالیٰ نے انہیں تمسک کا پھاڑ بنایا ہے اس لئے بے ادبی کی جانب ملامت التفات نہیں فرماتے۔
مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے ادبی انسان کو لے دو جی ہے۔ سلوک کے اعلیٰ مقامات سے گزرا کر آئندہ کے لئے باب کشود ایسا بند
کر دیتی ہے کہ زمین پر کوئی کھولنے والا دستیا نہیں جوتا اور آدمی مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ لطائف اشرفی جلد اول
صفحہ ۱۳۹ میں ہے کہ محبوب یزدانی محمد ورم سید اشرف جہا انگیر سیدنا فی قدس سترۃ الہی بانی جن کا روضہ
پاک کچھوچھو مقدس فیض آباد میں ہے۔ آپ کے ایک مرید پیر علی نامی تھے جنکو سلوک میں بڑا اشتغال تھا اگرچہ مقام نور کا خواہ
تک نہ پہنچے تھے مگر پھر بھی عالی مقامات اور بندگان پر عبور ہو چکا تھا ایک مرتبہ ان سے کوئی بے ادبی صادر ہوئی جسکو کسی شخص نے مخدوم
کے گوش گزار کر دیا۔ فرمایا کہ اس خاوندہ کریم سے پیر علی مردود ہے اسکو یہاں سے باہر کر دو۔ پیر علی کو جب اس ندامت کی اطلاع ہوئی۔
تو بعض خدام کے ذریعہ حصول معافی کیواسطے بے انتہا کوشاں ہوئے لیکن کامیاب ہو سکے بالآخر وہاں سے سفر کر کے مخدوم حیدر
سید علی قدس سرہ کی خدمت میں ہواں پہنچے اور اپنے حالات عرض کئے حیدر قدس میں سہ لے فرمایا کہ جب دروازہ کو فرزند
سید اشرف جہا انگیر نے بند کر دیا ہے میں اسکو نہیں کھول سکتا اس کے بعد دربارہ پھر سے گھر گئیں پیر کا بیانی نصیب ہوئی۔ ثبوت باقی
رسید کر دیا اور امر اعلیٰ کے اور تکالیف شاذہ برداشت کر کے شیخ نجم الدین اشرفی قدس سرہ کی خدمت میں
مردم حاضر ہوئے اور مدت دراز تک اسور خدمت انجام دیتے رہے۔ شیخ نے ان کی کشود کار کے لئے سعی بلیغ مبذول کرنے میں کوئی توجہ
فرماداشت نہ کیا مگر آخر میں پیر فرمایا کہ لے نامہ راجس دروازے کو برادریم سیدنا اشرف جہا انگیر نے مسدود کر دیا ہم سے نہیں کھل سکتا
بلکہ کل دئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جہاں کے مقابل اگر کھڑا ہو سکے۔ ایسا وقت جس کسی امر و زور دئے زمین نیست +
کہ ہر طور زندہ باوی توقیر نہ یار و سربراہ دون بہمت + کس روز بر کند آن جہا انگیر۔ بلکہ بزرگان طریقت کی خدمت میں
بے ادبی کرنے کے باعث کبھی ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ حقیقۃً الاسرار شریعت میں ہے کہ شہر دمشق کے اندر مشرق میں
علامۃ ابوسعید عبد اللہ بن ہبۃ اللہ تمیمی شافعی نے بیان کیا کہ چھائی کے عالم میں تمسک علم کے لئے سفر کیا
میں بغداد پہنچا ابن الشفا میرے شریک رہے تھے صالحین کی زیارت ہمارا معمول تھا اس زمانے میں بغداد کے اندر ایک صاحب
کی شہرت تھی ان کو غوث کہا جاتا تھا۔ ان کی یہاں شہر رتھی کہ جب چاہتے لوگوں کے سامنے آجاتے اور جب چاہتے نگاہوں سے
پوشیدہ ہو جاتے چنانچہ ایک مرتبہ ان کی زیارت کیواسطے میں وہ ابن الشفا اور شیخ عبد القادر جیلانی (آپ کا بھی عالم شباب تھا)
دو تھے۔ راستے میں ابن الشفا نے کہا کہ میں نے سے ایسا سوال کروں گا جس کا جواب نہ دے سکے اور میں نے یہ کہا کہ میں ایک سوال کروں
دیکھوں گا کہ جواب میں کیا فرماتے ہیں اور شیخ عبد القادر جیلانی نے کہا معاذ اللہ کہ میں ان سے کوئی سوال کروں بلکہ سامنے ہو کر

بشیر صبیح البخاری

آن کے دیار کی برکات کا متوقع رہوں گا۔ یہاں تک کہ ہم نہیں اُگی جاتے قیام پختہ ہو گا وہ ہمیں نظر پڑے۔ کبھی ہی دھنکے موسم نے دیکھا کہ ہاے سانسے بیٹھے ہیں ابن السقا کی طرف غضبناک ہو کر دیکھا اور فرمایا کہ اے ابن السقا تیری خرابی جو مجھ سے ایسا سائل کرنا چاہتا ہے جس کی اس جو اپنے نے سکون تیرا سوال یہ تھا ادا کا جواب یہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر دھماکے ہی سے پھیر رہی طرف نگاہ کر کے فرمایا کہ عبد اللہ تم ایک مسئلہ دریافت کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ تھا ادا کا جواب یہ ہے۔ دنیا تر پر ٹوٹ پھٹے گی۔ یہاں تک کہ کافروں کی ٹوٹک ڈوٹک ٹوٹے یہ نتیجہ ہے اس امر کا کہ تمہارے الفاظ میں حسن و ادب نہ تھا پھر شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف نظر فرمائی اصلینہ قریب کیے کہ ان کا احترام کیا اور فرمایا اے عبد القادر میں تمہارے بوجہ حسن ادا شد رسول کی خوشنودی حاصل کی میں دیکھتا ہوں کہ بعد ازیں ممبر پر عظیم الشان جماعت کے سامنے تم کہہ رہے ہو قد یومئ مدین کا علی بن قتیبة کل قریۃ اللہ ترجمہ میرا یہ قسم اللہ کے ہر دلی کی گردن پر ہے۔ ادا میں دیکھتا ہوں کہ ادا دینے کے وقت نے تعظیف اگر دینے بھگاں اس کے بعد راؤہ غوث ہمارے نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر ہم نے کبھی ان کو نہیں دیکھا۔ علامہ مد کو اس فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے متعلق حضرت غوث کا قول حجت جو کہ ہے جو کہ ہے شیخ عبد القادر جیلانی کی امارت قریب الی ظاہر میں دوام قدو اس نے ان کی طرف رجوع کیا اور ایک مرتبہ پڑھ کر فرمایا قد یومئ ہذین علی سر قتیبة بن قریۃ اللہ ادا دینے کے وقت نے آپ کے فضل پر کمال کیا اعتراف کیا۔ ادا میں یہاں پر رد مشق پہنچا سلطان فی الدین شہید نے جبراً بھگو اوقات کا موتی بنا دیا جس سے میں تیار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ابن السقا علوم شریعت کی تکمیل میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عصر صاحب ذوق ہو گیا۔ منظرہ میں ایسا کمال حاصل کیا کہ تمام علوم میں اپنے مقابل کو زیر کر لیا۔ قدرت نے ان کی فصاحت کے ساتھ ساتھ شکل حسین بھی عطا فرمائی تھی۔ بدینہ طیفہ وقت نے اپنے معربان خاص میں اہل کتب کے بحیثیت شاہی قاصد کیم ترہ بادشاہ روم کے پاس بھیجا بادشاہ روم نے اوصاف مذکورہ کیساتھ متعجب ہوئے کی وجہ سے بہت پسند کیا اور پادروں کو جمع کر کے مناظر فرمایا ابن السقا نے تمام پادروں کو شکست فاش دی جبکہ سبب بخود ہو گئے کسی سے حمایت نہ پڑا اس نے حضرت بادشاہ کے ہمیں ابن السقا کی عظمت بتائی۔ انفا قاتیبت ذ شاہزادی کو دیکھ بفرمائے قول شاعر سے دیکھا جو حسن یا طبیعت چل گئی۔ انکھوں کا عاصو پھر لیل چل گئی۔ قلب بیاباں ہو گیا بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے عقد میں یہ یا جائے۔ بادشاہ نے کہا ہاں شرط کہ ضروری ہوگا کہ خدمت نے شرط منظور کی اور ضروری ہو گیا اب ابن السقا کو غوث کا قول یاد آیا اور سمجھا کہ ان کی جناب میں بے ادبی کرنے کے ہی باعث ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اہ مفصلاً۔ نعوذ باللہ من ذلک فیما سار محمد اجمعنا مع المتکاد بین فی حفرة أو یأکل کلهم اجمعین۔

علامہ مد کو اس

نشیب القاسری

(وردیات فکیر) فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اس میت کو بحیرہ تحریر کی فرضیت کے ثبوت میں شہر فرمایا ہے چونکہ طریقہ استدلال تک بعض شامین کی رسائی نہ ہو سکی اسلئے وہ الفاظ میں علامہ نے اخاف پر اعتراض کر گئے اور ایک نے نتیجہ اشتقاقی بحث کر کے خدائی ہی غلطی کی۔ نظروں میں طریقہ استدلال کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس سے بعونہ تعالیٰ تمام شکوک و ابہام کا فوریہ ہو جائیں گے۔ لغت عرب میں لغت بحیرہ کبھی معنی تعلیم اور کبھی اللہ اکبر کہنے کے معنی میں آتا ہے۔ ہر تقدیر معنی اہل تحریر استدلال یوں کی جائے گی کہ آیت مذکورہ میں فکیر صیغہ امر تکبیر معنی تعلیم سے ماخوذ ہے لیکن مامورہ مطلقاً تعلیم نہیں بلکہ وہ تعلیم جو بحیرہ تحریر کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے بحیرہ تحریر مراد ہے نہ اہل تغیر متفق ہیں و اس مراد پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے موائی الافلاح اور اسکے حاشیہ طحطاوی صفحہ ۱۱۸ میں ہے وہ شریعت بالکتاب؟ قال اللہ تعالیٰ وراک فکیر اجمع المفسرون علی ان المراد به تکبیرۃ الافتتاح وعلیہ انعقد الاجماع

تکبیر تحریم صرف اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد داخل نماز شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر
 اس کا ایک فرد ہوا۔ بدائع جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔ **قَالَ لَزَكْرَ الَّذِي تَتَعَقَّبُهُ الصَّلَاةُ بِلاَ فَضْلِ هُوَ تَكْبِيرَةٌ**
اَوْ فَتْحَاتِحَ۔ پس کیت سے بطریق مسطور تکبیر تحریم یعنی ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی۔ لفظ اللہ اکبر کی۔ البتہ تکبیر تحریم کا اس
 فرد مخصوص کے ساتھ ادکارنا واجب ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے قائل ہیں، اور یہ وجہ بیہ
 سے مستفاد ہوتا ہے لہذا تکبیر تحریم میں اگر اللہ اکبر نہ کہا بلکہ اللہ اکبر یا اللہ اکبیر یا اللہ الرحمن وغیرہ لفظ
 کبھی بے تعظیم خداوندی پر دلالت کہتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی کہ مامور تکبیر یعنی تعظیم حق جو ان الفاظ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں
 وجوب بیری الزمہ ہے جو کہ وہ مخصوص لفظ سے متعلق تھا چنانچہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مسلک کی دلیل بیان کرتے ہوئے
 یہاں یہ میر فرمایا لھما ان التکبیر هو التعظیم لفظاً و هو حاصل پھر امام ابن ابیہام قدس سرہ نے اس دلیل کو حقی
 مسلک کی وضاحت فتح القدیر میں اس طرح بیان فرمائی قوله ان التکبیر ای المذکور فی قوله تعالیٰ وترتک
 فکبر وقوله علیہ الصلوة والسلام و تحریمھا التکبیر بمعناہ التعظیم و هو ایضاً المذکور فیھا
 مردی ما لک اول حدیث و هو الملائک بتکبیر کلا فتتاح فكان المطلوب لفظ النص التعظیم و هو
 اہم من خصوص اللہ اکبر وغیرہ ولا اجمال فیہ والثابت بالتحبر للفظ المخصوص فیجب
 العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسنہ ترکہ کما قلنا فی القراءة مع الفاتحة و فی الركوع و التمجید
 مع التعذیل کذا فی الکافی و ہذا یفید وجوبہ ظاہراً و هو مقتضى المواظبة التي لم تقتصر
 بتکبر فیمتدحی ان یعول علی ہذا اور بر تقدیر معنی دوم تقریر استدلال اس طرح کی جائیگی کہ فکیر صیغہ امر تکبیر بمعنی
 اللہ اکبر گفتن سے مشتق ہے تو اللہ اکبر کہنا مامور بہ ہوا اور امر واجب کیلئے آئے ہے لہذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا
 چونکہ امر فکیر کہنا کما جسز ہو نیکی باعث قطعی ہے اور امر قطعی کے مامور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ نظر برائے اللہ اکبر
 کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بجز تحریم کبیر پر نہیں تو ثابت ہوا کہ یہ حکم تحریم کی واسطے ہے۔ ورنہ نص مطلق
 ہو جائیگی اس بیان سے ثابت ہوا کہ وقت تحریم خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ہے لیکن اجماع منعقد ہو چکا ہے کلام "فکیر"
 کے مامور سے مراد تکبیر تحریم ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب مراد تکبیر تحریمہ بجا لانا ہوا جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے
 پس تقریر ہذا سے بھی تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔ سوال یہاں پر تکبیر کو بمعنی اللہ اکبر گفتن قرار دینا درست
 نہیں ہے کہ بایں معنی تکبیر کا اشتقاق جملہ اللہ اکبر سے ہوگا جس کو علمائے صرف قصی سے تعبیر کرتے ہیں درجہ معاد
 میں قصی ہوتا ہے وہ متعدی نہیں ہوتے بلکہ لازم ہوتے ہیں اور یہاں پر فکیر کا مفعول بہ مسدود ذکر ہے بدین جسا کو تکبیر
 بمعنی اللہ اکبر گفتن سے مشتق قرار دینا درست نہیں جواب بیشک جن معاد میں قصی ہوتا ہے وہ لازم ہی ہوتے ہیں لیکن
 جہاں میں معاد متعدی کے معنی کی تفصیل کر لی جائے تو متعدی ہو جاتے ہیں جیسے تلبیۃ جملہ تلبیۃ گفتن سے مشتق اور لازم ہی
 مگر معنی اجابۃ کی تفصیل کرنے سے متعدی ہو جاتا ہے چنانچہ اس چیز کے پیش نظر حریری نے اپنے خطبہ میں بایں معنی تلبیۃ کو اس
 قول میں متعدی استعمال کیا ہے فلبیت دعوتہ تلبیۃ المطیع۔ پس یہاں پر بھی کہا جائیگا کہ تکبیر بمعنی تعظیم کو مستحسن ہے
 اسی واسطے مفعول یہ مقتضی ہو گیا۔ سوال بروقت نزل آیت مذکورہ نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیر تحریمہ کے حکم فرضیت کی کیا
 حاجت رہی۔ جواب ممکن ہے کہ اس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز نفل ادا فرماتے ہوں تو اس میں تکبیر تحریمہ

[illegible]

در بعضی چیزها برای این که

مثل سبجل وجعلوها من واد واحد وهو عندى خطا للفرق الجلى بينهما كى كبر لفظ يفيد معنى
 بنفسه بخلاف حوقل وسبجل فانه لا معنى له فى نفسه فوجب ان يجعل قصرا من الجملة بخلاف
 كبر فانه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة والوجه فيه عند
 انه ما اخذ من جزء الجملة اى من عبر فى قولها الله اعبر وليس ما اخذ من الجملة كعبر ب
 ومرغن وملبب ربالا اوردية بخلاف حوقل فانه ما اخذ من مجموع جملة لا حول ولا قوة الا
 بالله ولا بد وان التضمم الفرق بينهما فالاولى ان يفرق فى التسمية ايضا ويسمى مثل سبجل مخاكونا
 مخونا من الجملة ويسمى مثل عبر وسبجل قصرا لكونه ما اخذ من جزءها فان سبجل ما اخذ من سبحان
 فى قوله سبحان الله فالحظ انما هو من سبجل لاخذ من مجموع الجملة قصرا سمع انه ينبغي ان يسمى
 بالخت وهذا ايا لقصرتم اعلم انه لا بد فى التفصيل من ذكر المفعول بخلاف الخت فان المفعول
 يدخل فى نفس مفهومه فبحر يحتاج اليه بخلاف سبجل فانه قصرا لازما واستغنى بمفعول فى
 معناه عن ذكر مفعول آخر وان قد علمت ان القصر ما يكون ما اخذ من جزء الجملة لا من
 مجموع الجملة لم يبق دليل فى قوله كبر على خصوص الصيغة وصار معناه مطلق التعظيم
 اقول فيه نظرا من وجوه اما اولها لان قوله ان النماة جعلوا كبرى قصرا كقول القائل
 من نوحى كفت استعدى وزيناء الا يا ايها الشاقي ادر كاسا ذاولها ان النماة لا يجترن من القصر
 فانه عبارة عن اشتقاق اللفظ من المركب لا خصا للمحاكية وهو من مباحث علماء
 التصريف كما لا يخفى على من اتقى السمع وهو شهيد واما ثانيا فلان قوله بخلاف وذل
 وسبجل فانه لا معنى له فى نفسه ما اذا اراد به ان اسر ان كلاما منه لفظ مهمل غير موضوع
 فى لغة العرب لمعنى سوى القول بلا حول ولا قوة الا بالله وسبحان الله كما يستغاد من التقابل
 حيث قال فى مقابلتهما بخلاف كبر فانه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه فهو خطأ ناش عن
 قصور النظر فى اللغة فان اسر باب اللغة ذكروا الهاتين المائتين معانى فحوقل كما ياتى بمعنى
 قال لا حول ولا قوة الا بالله كذلك ياتى بمعنى مشى فاعيا وبمعنى ض وصار ميسرا بمعنى
 اعتمد بيديا على خصره ان مشى ويقال للشيخ المسن حوقل وللقاصر ورة الطويلة الضيق حوقلة
 وللمسك الاضطر الطويل حاقول وللمريات فى نظرنا من المادة الاخرى فعل بل جاءت اسماء
 جامدة فيقال سبجل كقبط للضمخ من الضب والبعر ويقال جارية سبجلة اى طويلة
 جسيمة معذ فى القاموس وغيره فعلى هذا صار فرق الجلى خيالا بل هباء مشنورا واما ثالثا
 فلان قوله ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة لم يبنى على قلة الفهم فان استعمال العرب
 لفظ التعدير بمعنى القول بالله اكبر لتمامه هو الذى دعاهم الى اعتبار اخذ من الجملة
 لا من جزءها وهذا الداعى هو الاصل فى باب الاعتبار ولا بأس عليك ان تسميه بالضرورة
 بعد ما اوضح الامروان كتمان تسمية بالاناسبة ولو اعتبر اخذ من جزء الجملة على غير عماد

فحينئذ لو كان معناه هو القول بالله أنه خبر لفاتت هذه المناسبة وان لم يلزم فيه مجزوءة
 على ولا شري ان هذا الاعتبار اصطلاح منك ولا مشاحة في الاصطلاح فلك ان تصطلم على
 تسمية النهار بالليل والليل بالنهار فمن يمنعك وان كان معناه هو القول بالله فقط و
 القول باكير فقط او غير ذلك وهذا منك وضع جديد لمصن جديد فلم يبق الكلام معك
 لان الكلام ههنا لم يكن في لغتك بل في لغة العرب ان القرآن الكريم نزل بلغتهم حيث قال
 تعالى بلستان عربي مبين لا يلسان كشميري ولا يوبندي مهين واما اربعا فلان
 قوله كعترت ومترعن ومليت ان اراد به التائيد لاخذ عتر من جزء الجملة عما هو
 الوجه عند بلغة اخرى فهو في حيز البطلان لان التائيد انما يصير اذا كانت هذه الالفاظ
 مأخوذة من اجزاء الجمل ليست كذلك فان فجرت ما اخوذ من جري ومترعن من رغن
 ومليت من لباب وهذا ما اخذ ليست اجزاء الجمل كما لا يخفى على عيان ان لم يرد ههنا التائيد لاخذ
 من جزء الجملة بل الالفاظ تائيد عدم الاخذ من الجملة كما ان الالفاظ ليس كل واحد منهما مأخوذ من الجملة فهو
 ليس قائم الما ان قام جزء ما لان الاخذ من جزء الجملة فعدم الاخذ من الجملة بينهما عموم
 وخصوص مطلقا الاول خاص والثاني عام واذ كان كمالا تحق الاخذ من جزء الجملة
 تحقق عدم الاخذ من الجملة وليس كمالا تحقق عدم الاخذ من الجملة تحقق الاخذ من جزء
 الجملة لان عدم الاخذ من الجملة عما يتحقق حين الاخذ من جزء الجملة كذلك يتحقق
 عند عدم الاخذ من جزء الجملة والسوفيه ان السالبة لا تستلزم الموجبة واذ كان
 الاول خاصا والثاني عاما والمؤيد للعامة لا يجب ان يعكس مؤيدا للخاص فلم يكن ذلك
 القول مؤيدا لما ان قام جزاء وصار في عر حشوا بل تسويد التفراطس واضاعة لوت
 فينا لا يعنى واما خامسا فلان قوله فالحطاء اسماء هو ممن مما لاخذ من مجموع الجملة
 قصورا في ما سبق وهو قوله فالاولى ان يفريق في التسمية وما الحق وهو قوله مع انه
 يلغى وذلك لان تسمية القبيلتين قصرا اذا كانت خطأ على نعمة كان التفريق في
 التسمية صوابا لا اولى فاذا كان التفريق اولى لم تكن التسمية خطأ والحق ان الخطأ كل الخطأ
 من هذا الامن ان من سمو القبيلتين قصرا عما به هناك عليه بالبيان الشافي فيما مضى ولا
 منول ولا قوة الا بالله واما سادسا فلان قوله لما علم انه لا بد في التفعيل من خبر
 المفعول بخلاف النعت ليس قلى ديدن التعبير لان التقابل على نعمة بين القصر والنعت
 لا بين التفعيل والنعت كما تفوه به ههنا فحق العبارة ان يقول في القصر بدل قوله في
 التفعيل واما سادسا لبعافلان ما في هذا القول من الضابطه مردودة على صاحبها او
 النقل والاستعمال كلاهما ايكن باعنا واليهما المرجع في هذا الباب عند اول النعي قال
 في القاموس كبر تكبير او عبا اربا لعسر مشدد قال الله احبروا الشئ جعله كبيرا

وسیع کمنع شجاعتاً و سجع تسبیحاً قال سبحان الله وقل تعالیٰ فی سورۃ النور فقہر فی حاشیۃ الصاوی
 علی الجلالین ای قل سبحان الله و فی کتاب الفتلۃ من الجناری تسبحون بلی ویرکل صلوات عشر او
 تحمدون عشر و تسبحون عشر اھذا و اما اجتراء علی اختراع ہذا الضابطۃ الظاہرۃ الجلالۃ
 لانہ اشکل علیہ وحر المفعول بہ فی آایۃ المذکورۃ فی العنوان ولم یکن کرمنا اسلفنا من
 امر القضیین وبل لا حتی یجد الخلاص من الاشکال سبیلًا وھذا جزاء ساءۃ الادب و من لم
 یتأدب فی حصرۃ الاسلاف فقد ضل ضلالاً بعيداً و اما ثانیاً فلان قولہ واذ قد علمت
 قصور فوق القصور وریاۃ لغمۃ فی الطنبور ای یظهر منہ ظہور الاخفاء فیہ اصلاً آن
 التعبیر حین القصیر المزعم یصیر معنایہ المتعظیم و التظیم کان معنی لغویاً للتعبیر بدین
 القصور کما عرفت سابقاً فلم یکن القصور مفید المعنی سواء فصلاً یا بلا طائل کما لا ینبغي علی القائل
 وان کان معنی التکبیر حین القصیر المزعم ایضاً و الفول بألہ کبر فلا شک فی بقاء الدلیل
 علی خصوص الصیغۃ غیر مقید بوقت و دون وقت لکن بشرط لا غماض من قضیۃ الاجتماع
 و انصارت آایۃ الکرمیۃ بزمان الملک المتحقق کما یمتثل سابقاً بالوجہ الاول و اللہ ولی
 التوفیق وھو بالہدایۃ حقیق و قد بقی الخباہ فی سر وایا المقام والوقت آخر من توحین
 ہذا الکلام۔

(و ثیابک فطہر) ثیاب "ثوب" کی معنی ہے اور "طہر" تطہیر سے مشتق ہے ان دونوں فقروں میں
 جارا احتمال ہیں۔ (۱) یہ کہ ثوب اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہیں (۲) یہ کہ ثوب کے حقیقی معنی اور تطہیر کے مجازی معنی
 (۳) یہ کہ ثوب کے مجازی معنی اور تطہیر کے حقیقی معنی (۴) یہ کہ دونوں کے مجازی معنی مراد ہوں۔ اول احتمال پر آیت کا
 حاصل یہ نکلا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نجاست سے کپڑے پاک لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اندرون نماز یا بیرون نماز برقعہ
 اقل تقریروں کی جائیگی کہ یہ حکم اگرچہ تمام اوقات کو شامل ہے آیت میں محسوس وقت کا ذکر نہیں۔ لیکن آیت ورتبہ فکبریں
 نماز کا ذکر ہے اس سے اجما تا تجرید مراد لی گئی ہے اللہ پر آیت اسکے بعد بلا فصل واقع ہے پس بقریۃ سباق اس آیت سے یہ
 مراد ہوئی کہ بحالت نماز کپڑے پاک لکھے جائیں۔ اس تقدیر پر آیت میں مروجہ پاک لکھو گا۔ اگر تصریح فرماتے ہیں کہ ستر و ستر مال
 فرض ہے اندرون نماز ہو یا بیرون نماز بخلاف تطہیر ثوب کہ وہ بحالت نماز فرض ہے۔ بیرون نماز فرض نہیں ہے۔ اور یہ تقدیر دوم
 مراد یہ ہے کہ شکرین اپنے کپڑوں کو نجاستوں سے پاک نہیں لکھے آپ ان کی عادت اختیار نہ فرمائیں اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک
 رکھیں۔ جسکے بیرون نماز کے واسطے ہے کیونکہ بروقت نزول آیت کریمہ نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ نظر میں اس پر اس کتاب کے لئے ہوگا۔
 احتمال دوم پر تطہیر یعنی تقصیر یا بمعنی ازالہ نجاست معنوی ہوگی۔ بر تقدیر اول مزید یہ ہے کہ اپنے کپڑوں میں تفصیل اختیار
 فرمائیں۔ اہل عرب کی طرح اتنے دھاز نہ ہوں کہ زمین سے لگیں کیونکہ یہ سبکترین کھڑک ہے۔ اور بر تقدیر دوم مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑوں کو حرام
 ہونے سے پاک لکھے مثلاً مفسوٹ ہوں بلکہ ان کو حلال طریقہ پر حاصل کیا گیا ہو تطہیر کا بمعنی تقصیر کا ہونا ظاہر ہے۔ اور
 تطہیر بمعنی ازالہ نجاست معنوی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نجاست حسی اور معنوی دونوں کے ازالہ میں تطہیر حقیقت ہے۔
 دوسرا یہ کہ تطہیر نجاست حسی کے ازالہ میں حقیقت اور نجاست معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے۔ احتمال دوم کی دوسری صورت

اسی قول پہنی ہے احتمال سو ہم ہر لفظ ثیاب یعنی جسد کو لکھتے ہیں کہ اگر مشرکین بروقت استغناء ظافت حاصل نہیں کرتے آپ ان کی عادت سے اجتناب کریں اور وقت استغناء نہ ہونے کو کما حقہ پاک کرتے ہیں اہل عرب لفظ ثیاب کو بمعنی جسد استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور اور مشہور نے ہاں ہی معنی استعمال کیا ہے۔ شعر فشکت بالرحم الا صم ثیابہ لیس الکرمین علی القنا محرم۔ یعنی طخت جسد بالرحم الا صم حتی بلغ الی العظم۔ احتمال چھاسم ہر لفظ ثیاب اگر بمعنی نفس ہوگا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو مذموم اسلاف جیسے خود بینی، تکبر، ریا، عہد شکنی، وغیرہ سے پاک رکھیں۔ اہل عرب ایسے شخص کو طاهر الثیاب کہا کرتے ہیں جو ہر صفات سے معصن ہو۔ یعنی اسی معادہ سے ماخوذ ہیں ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وثیابک فطہر کے معنی دریافت کئے فرمایا: **اَلَا تَلْبَسُهَا عَلٰی مَعْصِيَةٍ وَلَا عَلٰی غَدْرٍ** یہ تفصیل بھی اسی قبیل سے ہے جو لفظ حسن بصوری اور امامہ قرطبی قدس سرہ نے ہاں الفاظ تفسیر فرمائی: **وَوَضَعْتُكَ فَحَسَنٌ** یعنی اپنے اسلاف کو اچھوٹے حضرت امامہ عباد بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَعَمَلُكَ فَاَصْلَحُ** یعنی اپنے عمل کو درست کئے۔ اہل عرب کو ثیاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ خبیث العمل انسان کہان معادہ میں خبیث الثیاب کہا جاتا ہے حدیث میں ہے یحشر المرء فی ثوبہ یعنی عمل الصالح والطالح اور محمد بن عرفہ بخوی قدس سرہ نے فرمایا: **وَفَسَاؤُكَ فَطَهُوْا** یعنی اپنی بیویوں کو بزریدہ عطا تا دیب پاک رکھئے گا۔ اور بعض حضرت نے فرمایا: **وَدُنْيَاكَ فَطَهُوْا** یعنی اپنے دین کو پاک رکھئے گا۔ اہل عرب کو بھی ثیاب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے: **آيَةُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ النَّدَى وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ** و آیت ہمارا خطاب و علیہ الخطاب اس میں ہے کہ لوگوں کو کپڑے پہنے دیکھا بعض کے کپڑے چھائی تکتے بعض کے اس سے نیچے اور عموماً خطاب کو دیکھا کہ اتنا داز تہ بند پہنے ہوئے ہیں جو زمین سے لگے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اس خواب کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا: **دین علامتہ حضرت سعید بن جبیر قدس سرہ نے فرمایا: وَقَلْبُكَ وَفِيَّتُكَ فَطَهُوْا** یعنی اپنے قلب و اپنی نیت کو پاک کئے گا۔ امام قاضی عبداللہ بیضاوی نے فرمایا: **او فطہوہو ذلک النبوة** یعنی یا مادیہ ہے کہ پوشاک نبوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھئے گا جو اس کے لئے زیبا نہیں جیسے کین، تنگ لی، قلت مبر اس آیت میں قوت علیہ کے استعمال کی طرف اشارہ ہے اور ابن ابی عمیر قدس سرہ نے نظریہ کے استعمال کی طرف اشارہ تھا لغات کلاس شریف میں ہے کہ شریح ابوالحسن نشان قدس سرہ نے خواب میں **عبداللہ تعالیٰ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے** فرمایا اپنے کپڑے میل کھیل سے پاک کھو تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر مانس میں محفوظ رہو گے۔ عرض کیا میرے کپڑے کیا ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں پانچ خلعتیں پہنائی ہیں۔ (۱) خلعت مجتہد (۲) خلعت معرفت (۳) خلعت توحید (۴) خلعت ایمان (۵) خلعت اسلام (۶) اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا ہے اس پر چھ آسان چیزیں ہوتی ہیں اور جس کو معرفت الہی حاصل ہوتی ہے اس کی نظر میں ہر چیز چھوٹی و جانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو مدعا شائبہ تو کچھ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اور جو اسلام کیساتھ متصف ہو رہا ہے اس سے معصیت حاصل نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو عذر خواہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور اس کی عذر خواہی کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس آیت **وَقِيَّابُكَ فَطَهُوْا** کہانا۔ **ابیات سے** درپوشی لطف بخواندہ لفظاً از صفات روحانی بہ تاثیر از ثمر و شہوت دور تا پاکیزگی شوی مشہور

ان تمام معانی میں لفظ "ثیاب" بجا ہے اور اسی طرح لفظ تطہیر پر قول ثانی ادا ہونے کے ملاؤں میں سے یہاں پر ملاؤں کے لزوم و بوجہ متفق ہے۔
 چاروں احتمالات کے تذکرہ بالا اکثر و بیشتر معانی ذکر کر کے عارف باللہ الشیخ احمد صاوی قدس سرہ اپنے حاشیہ جلالین ۲۲۲ میں فرماتے ہیں وَاَكَايَةُ صَالِحَةِ الْجَمِيعِ تِلْكَ الْمَعْنَىٰ عَنِ آيَةِ وَثِيَابِكَ فَطَهَّرَ فِيهَا تَامَ مَعْنَىٰ مُرَادٍ هُوَ سَكَنٌ
 احتمال اول کی پہلی صورت راجح ترین ہے اسلئے کہ لفظ ثیاب اور لفظ تطہیر اور امر تیزوں میں صوفی میں اپنے حقیقی معنی پر ہوتے ہیں
 اور ایسے ماسوا میں بدن ضرورت حقیقت سے عدل لازم آتا ہے۔ اسی اسلئے فقہائے اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہی اختیار فرمایا اور
 بحالت نماز طہارت ثوب کی فرضیت کا اثبات اس آیت سے فرمایا۔ چنانچہ علامۃ الشیخ ابراہیم حلی قدس سرہ غنیۃ شیعہ
 منیۃ مشائخ میں فرماتے ہیں وفرضیۃ طہارۃ الثوب بقولہ تعالیٰ وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ عَلَىٰ اَنَّ الْمُرَادَ بِحَقِيقَةِ النَّظْهِرِ
 ویرلہ ایضاً حَالَ اِمْرَادَةِ الصَّلَاةِ لِيَكُونَ الْاَمْرُ عَلَىٰ حَقِيقَتِهِ اَيْضًا وَمَا قِيلَ (المراد بقصر فیه عدل عن
 الحقیقۃ من غیر ضرورۃ اور علامہ طحطاوی قدس سرہ نے اپنے حاشیہ در مختار ص ۱۹ میں اس صورت کو
 اظہر اور اس طرح قرار دیا (قوله وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ) فَاِنَّ الْاَظْهَرَ اَنَّ الْمُرَادَ ثِيَابَكَ الْمَلْبُوسَةَ فِي الصَّلَاةِ وَ
 تَطْهِيرَهَا مِنْ النِّجَاسَةِ وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ وَاسَرَّجَ النُّقَاسِيْرَ

وَالرَّجْزُ فَالْهَجْرُ "رجز" کی سرائی پر مفرد کسوفہ نوں آئے ہیں لیکن قرآن پاک کی روایت حصص جو ہالہ یہاں
 ہندوستان میں بالعموم رائج ہے اس میں رجز اس بیت کے ہر جگہ "سرا" کو کسوفہ ہوا گیا ہے اور اس لفظ کے جذمی بیان کے لئے
 ہیں۔ (۱) اصنام (۲) عبادت اصنام (۳) معصیت (۴) شرک (۵) پلیدی (۶) عذاب (۷) شیطان "فالہج" بھی ہے
 مشتق ہے جو کبھی معنی "قطع" آتا ہے جیسے ہجرا بمعنی قطع (ضد وصلہ) اس کا مصدر "ہجران" بھی آتا ہے اور کبھی معنی
 ہنڈیکن یعنی پڑانا جیسے ہجرا فی نومہ اور منہ یعنی سوتے میں تریا یا باری میں تریا اس کا مصدر "ہجری" بھی آتا ہے اور
 کبھی معنی ہجرا سے باز نہا جھاس اس کو کہتے ہیں جبکہ ایک کنارہ اوٹن کے گئے پر اور دوسرا کرتیں باز رہتے ہیں جیسے ہجرا البعیر
 یعنی شدہ بالہجاس اور اس کا مصدر "ہجور" بھی آتا ہے اور کبھی معنی ترک آتا ہے جیسے ہجرا بمعنی ترک اس کا مصدر
 بھی ہجران آتا ہے یہاں پر ہجرا ہی معنی میں ہے اور رجز کے تمام معنی مراد ہو سکتے ہیں لیکن اول معنی کو اس لئے ارجحیت
 حاصل ہے کہ تفسیر جلالین میں انہیں کو ذکر فرمایا جس حسب شہادت امام سیوطی علیہ الرحمۃ راجح ترین اقوال مذکور ہیں
 سوال اول معنی کا اندج ہونا درکنار کتب لغت میں ان کا ذکر ترک نہیں چنانچہ قاموس میں انکو ذکر نہیں کیا دیگر معانی ذکر کئے ہیں
 عبارت یہ ہے الرجز بالكسر وضم القدر وعبادة الاصنام والعذاب والشرک اور اسی واسطے "رجز" کی تفسیر
 میں جلالین کے قول "فسره النبي صلى الله عليه وسلم بلاك وفاق" پر علامۃ الشیخ سلیمان حلی قدس سرہ
 نے اپنے حاشیہ فتوحات العہدۃ میں استدلال کرتے ہوئے فرمایا علی حدیث مضاف اسی بعبادۃ الاوثان
 یعنی "رجز" کی تفسیر اوثان کے ساتھ تقدیر مضاف ہوئی ہے اسلئے کہ لغت میں عبادۃ اوثان کو ایسے معانی میں شمار کیا گیا ہے جو اوثان
 ایسے معنی نہیں پھر استدلال کے بعد استشہاد میں وہی تذکرہ بالا عبارت خاموس نقل فرمائی نیز تقدیر مضاف ہر ایک فریہ ہے کہ اگر
 تقدیر نہ مانی جائے تو مفرد "رجز" کی تفسیر بعید جمع "اوثان" ہوگی جو درست نہیں چونکہ رجز کے معنی لغت میں اصنام نہیں بلکہ اوثان
 اسی واسطے بخاری کتاب تفسیر میں حدیث زیر بحث کے آخر میں جب ابوسلمہ راوی نے "رجز" کی تفسیر اوثان کے ساتھ کی تو فتح الباری
 شرح بخاری میں علامۃ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ الترابی نے اس پر فرمایا وَهُوَ تَفْسِيرُ مَعْنَىٰ اِيْ هَجْرًا سَبَابًا لِّلرَّجْزِ

ای العذاب وہی الا وثان ام یعنی ترجمہ کی تفسیر اوثان کے ساتھ تعلق تفسیر نہیں کہ وہ توفیق مراد سے ہوتی ہے بلکہ تفسیر باعتبار معنی ہے کیونکہ ترجمہ کے معنی لغت میں عذاب ہیں اور آیت میں عذاب بالحدیث ہے کہ ترجمہ سے بیشتر اسباب مضاف مقتضیہ اور معنی یہ ہیں کہ اسباب عذاب دور رہے گا اوثان بھی ہو کہ سبب عذاب بنے ہیں اسلئے اوثان کیساتھ تفسیر کر دی گئی علامہ مہملد وح کی طرح قاضی بیضاوی اور علامۃ ابوالسعود اور علامۃ ابوالبرکات نسفی اور تمام سراسری وغیرہ مفسرین نے بھی اس آیت میں ترجمہ کی تفسیر عذاب کے ساتھ فرمائی ہے بلکہ بعض نے تو اسی پر اقتصار کیا ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اوجہیت اس تفسیر کو حاصل ہے۔ اسی واسطے خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ابوسلمہ کی تفسیر کے بعد آیت زیر بحث کو ترجمۃ الباری دیکر اس کے ساتھ تفسیر فرمادہ کہ ترجمہ الباری باب میں یاں الفاظ ذکر فرمایا۔ باب قوله والرجز فاخرج یقال بالرجز والرجز العذاب ام جواب میں ان کے معنی کا موسس نہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لغت میں لفظ ترجمہ یاں معنی نہ ہو بلکہ لغت کے مؤلفین میں سے کسی نے لفظ کے جملہ معانی ذکر کرنا دعویٰ نہیں کیا نہ کوئی ذی عقل یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بشریت سہولتیاں سے پاک نہیں پھر فوق کل ذی علم کی دوسے کون نہ کر سکتا ہے پھر قطع نظر اس سے جب یہ لفظ تصریح فرماتے ہیں تو بمقتضائے لغت مقدم علی الناس فی ہجر تسلیم کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری اور عمدۃ القاری شروح بخاری میں ہے ویروی عن عجاہد والحسن بالضم اسم للضم وبالكسوا سماً للعذاب ام یعنی مجاہد وحسن بعمری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ ہے جز البین سے ہیں کہ ترجمہ بالضم کے معنی صائم اور ترجمہ بالكسو کے معنی مذاب ہیں۔ اسی طرح تابعین میں سے ابو العالیۃ اللہ ربیع بن انس بھی اس کے قائل ہیں علی القاری رحمہ اللہ وغیرہ ابوالعالیۃ والرجز بالضم والصنم وبالكسوا الجاسۃ والحصیۃ وعن الضحاک الثوری وعن ابن کثیر الشیطان یعنی ابوالعالیۃ والرجز سے منقول ہو کہ ترجمہ بالضم کے معنی صنم یا وبالکسو کے معنی بیوی اور معصیت الضحاک سے کہ معنی شرک منقول ہوئے اور ابن کثیر نے شیطان یا ملیل لفظ اسمیل بن یوسفی قدس سرہ فرمایا کہ ان میں سے حکمۃ اور قتادۃ و زہری اور عبد الرحمن ابن زید بھی ترجمہ کے معنی اس آیت میں اوثان بتائے ہیں۔ حتی کہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی تفسیر بطریق علی ابن ابی طلحہ منقول ہوئی بلکہ خود عسیر علیہ السلام نے "ترجمہ کی تفسیر میں دل معنی لفظ" اوثان ذکر فرمائے اسی واسطے اول معنی کو اوجہیت حاصل ہوئی جو کہ لفظ ترجمہ اسم جنس ہے جس کی دلالت قائل اکثر سبب یہ ہوتی ہے اسلئے لفظ حج اوثان کے ساتھ تفسیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سوال "ترجمہ" کے مذکورہ بالا معانی میں سے کسی معنی کی اوجہیت اس پر متفرع ہے کہ یہاں پر اس مراد ہونا صحیح ہو حالانکہ کسی معنی کا مراد ہونا درست نہیں اسلئے کہ ترجمہ کے جو معنی بھی مراد لئے جائیں آیت میں اس کے ترک کر دینے کا حکم ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ معنی کیساتھ متصف تھے جب ہی تو ترک کا حکم دیا گیا۔ مثلاً اگر ترجمہ کے معنی مجاہد اصنام مراد لئے جائیں تو آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "تو کہ عبادت ترک کر دیجیے" اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم ترک عبادت صنام کر کے۔ اسی واسطے ترک کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح ترجمہ کے معنی اگر معصیت مراد ہیں تو آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "معصیت ترک کر دیجیے" اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ معصیت کے ساتھ متصف تھے حالانکہ آپ سے صغیرہ گناہ بھی صادر نہیں ہوا چہ جائیکہ عبادت اصنام کی گناہ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام قبل نبوتہ بعد نبوت تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے کسی گناہ کا حدود و گنہیں کما حقہ سابقاً۔ اسی طرح باقی معانی پر بھی مجوز و لازم آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ معانی میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ جواب بیشک تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محدود لازم نہیں آتا۔ اسلئے کہ "فاجہج" میں مراد امت کو واسطے ہے الباری کے

وانساق التظہر جعل حصولهما واجباً ولویة فلا بد ان يتفرع على الوجه الثالث دون الاول والحال انه
كما يتفرع على الوجه الثاني كذلك على الاول فيثبت لم يبق الفرق بينهما بالا ولویة صحیحاً فلم یسح
تهدید الاول بكلمة الا ان يقال المشقة بالنقص والتعبير عن الثاني بالاولی **واما ثانياً**
فلان قوله والا ولی ان يجعل اشارة الى طهارة المكان نداء من بعيد كيف لا مناسبة بين محان
الربن يعني الا وثان وبين طهارة المكان حتى يصح جعل حدهما اشارة الى الآخر نعم لو كان الرجز
بمعنى القدر كان له وجه واذا ليس فليس اذ لم يثبت طهارة المكان بما قال فنقول ان فرضية
طهارة المكان في الصلوة بل وطهارة البدن ايضا ثابتة بقوله تعالى وثيابك فطهر قال في الغيبة ^{۱۴۵}
واذا وجب تطهير الثوب وجب تطهير البدن ولذلك كان بالا ولویة لانها الزم للصلوة منه اذ لا
تتفك عضماً وقد تنفك عن الثوب اذ لم يوجد على ذلك انعقد اجماع الامة من غير خلاف اه
واما ثالثاً فلان قوله كما ان جملة الا ولی اشارة الى طهارة الثياب مبنى على عدم التمييز
بين الاشارة والصراحة كيف لا وقوله تعالى وثيابك فطهر صريح في ايجاب تطهير الثياب لا
اشارة عند اولى الباب الاحسن في ارتباط هذه الآية العكرية بما قبلها ما قلنا متامل
ولا تعجل

بخاری

تَابِعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابِعَهُ هِلَالُ بْنُ سَرْدٍ إِدْعَى الزُّهْرِي
متابع کی بخاری بن بکر بن عبد الرحمن بن یوسف اور ابو صالح نے اور تابع کی بخاری بن سارد اور ابن ساری نے
وَقَالَ يُوسُفُ وَمَعْمَرُ بْنُ إِدْرِيسَ +
اور کہا یوسف اور معمر بن یزید (بہائے قواد) بواہر +

بخاری

اصول حدیث کی اصطلاح میں اعتباراً متابعین شہاد تینوں مقلوب کا مفہوم جدا گانہ ہے جب کسی حدیث کی روایت
میں اس کے راوی کے متفقہ ہونے کا گمان ہو تو اس حدیث کے موافق دوسرے راوی کے روایت کرنے کو متابعین کہتے ہیں جس
پہلی حدیث کو تعویث پہنچتی ہے پہلے راوی کی حدیث کو اصل اور دوسرے کی حدیث کو متابعین کہنا جاتا ہے بشرطیکہ دونوں
ایک مقامی سے مروی ہوں ورنہ اسکو شہاد کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اگر دوسری حدیث پہلی کے ساتھ لفظاً موافقت کرتی
ہے تو اسکو متابع کہیں گے اور اگر صرف معنی موافقت کرتی ہے تو اسکو شہاد کہتے ہیں خواہ دونوں ایک مقامی کے نقل
ہوں یا دوسرے بہر کیف متابع اور شہاد دریافت کرنے کے لئے جو امع و مسانید اور اجزا میں طرق حدیث سے اعتباراً
کہلاتا ہے اگر حدیث کے لئے متابع اور شہاد دستیاب ہو گیا تو فیہا دوسری حدیث کو فرد کہتے ہیں متابعین کو پہلے
چار چیزیں ضروری ہیں (۱) متابع بالغ یعنی پہلا راوی (۲) متابع بالکسر یعنی دوسرا راوی (۳) متابع عنہ یعنی وہ شیخ

جس سے دونوں راویوں نے روایت کی (۴) متابع علیہ یعنی پہلی حدیث ایک حدیث کو مع سند ذکر کر کے بعد میں کرامت کا ذکر فرمایا کرتے ہیں جس سے متابع علیہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث سابق ہے اور متابع بالکسر صراحۃً مذکور ہوتا ہے جیسے یہاں پر عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح اور ہلال بن سنان اور اگر متابع عنہ بھی مذکور ہے تو متابع بالفتح کا پتہ آسانی قیل جائیگا کہ سند سابق میں دیکھ لیا جائے جو راوی متابع عنہ سے روایت کر رہا ہے وہی متابع ہے جیسے یہاں دونوں متابعین عن ابن الزہری فرمایا جو متابع عنہ ہے سند سابق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہ دوسری سے روایت کرنے والے عقیل ہیں نہ کمال متابع تھے۔ اور اگر متابع عنہ مذکور نہیں جیسے پہلی متابعت میں تو اس وقت متابع کا پتہ ڈھونڈنا ہے وہی لوگ جانتے ہیں کہ روایہ کے طبقات اور ان کے مراتب پر کامل ناگہی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ہی حضرت نے بتایا کہ پہلی متابعتیں عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح نے لیتے ہیں روایت کرتے ہیں یحییٰ بن یحییٰ کی متابعت کی ہے تو یحییٰ بن یحییٰ کی متابعت ہوئے اور لیت متابع عنہ۔ ان دونوں متابعت سے پیشتر دو حدیثیں مذکور ہیں (۱) حدیث ابوالموہبہ بن فضال رضی اللہ عنہما (۲) حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی روایت میں دونوں متابع یحییٰ بن یحییٰ اور حضرت عقیل شریک ہیں، ابواسطام بخاری طبرانی علیہ السلام پہلی حدیث کی سند میں انکو ذکر کر کے بعد دوسری حدیث کی سند میں انکو ذکر نہیں کیا تھا اور اوہما طیفہ ذکر کر کے غیر شریک روایہ بیان فرمائے تھے تاکہ معلوم ہو کہ باقی ماندہ روایہ دونوں حدیثوں میں مشترک ہیں۔ اس لئے بیان میں غالباً مقصود یہ بھی ہے کہ ایسے بعد متابعت ذکر کر کیسے ناظرین یہ سمجھیں کہ متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہے ایک کیساتھ مخصوص نہیں اسلئے کہ دوسری حدیث کی پوری سند مستقل طور پر ذکر کر کے متابعت بیان کرتے تو صرف دوسری حدیث میں متابعت کا ورد مفہوم ہوتا۔ کیونکہ دستور یوں ہی چلا آیا ہے کہ جس حدیث کے بعد بلا فصل متابعت ذکر کی جاتی ہے اسی حدیث میں متابعت کے ورد کا بیان کرنا مقصود ہوا کرتا ہے اب بحمدہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ دونوں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں چنانچہ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت بابت حدیث اول خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب التفسیر میں سورۃ قرۃ قصۃ کے بیان میں اور کتاب الانبیاء زیر قطفہ موسیٰ علیہ السلام میں بطور اختصار ذکر کیا ہے اور انکی متابعت بابت حدیث دوم کو سورۃ یس ایچھا المذکر کے بیان میں ذکر فرمایا ہے۔ باقی رہی ابوصالح اور ہلال بن سنان کی متابعت تو اسکے متعلق خلاصۃً ابن حجر وغیرہ شراح بخاری نے تحریر فرمایا ہے کہ اول کو یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور دوسری کو ذہلی علیہ الرحمۃ نے تراجم میں ذکر کیا ہے اگر یعقوب بن سفیان کی تاریخ اور تراجم ہر ایک کتاب میں ان دونوں حضرات کی متابعت مع دونوں حدیثوں میں مذکور ہے تو ہمارے خیال صحیح ہے کہ یہ دونوں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ائمہ زبانیان دہلیہ میں یہ نکتہ بھی مقصود تھا اس قدر پر دونوں متابعت کا متابع علیہ دونوں حدیثوں کی۔ ورنہ مذکور بالا سند کے ماتحت دونوں متابعت کا ورد دوسری حدیث کیساتھ مخصوص ہو گیا۔ اور دونوں متابعت کا "متابع علیہ" صرف دوسری حدیث ہو گیا بہر حال دونوں متابعت ایک مرتبہ کی نہیں بلکہ اول تا مآخرا ہے اور متابعت نامہ اسکو کہتے ہیں اول سند سے جو اور دوسری ناقصہ ہے اور متابعت نامہ اسکو کہتے ہیں درمیان سند سے جو۔ اس بیان سے متابعت کی چار قسمیں حاصل ہوں گی دو تامۃ و ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اور وہ متابع عنہ کے ذکر کرنے اور نہ کرنے کے اعتبار سے عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح کی متابعت نامہ ہے کیونکہ اول سند سے ہے لیکن اس میں متابع عنہ مذکور نہیں اور ہلال بن سنان کی متابعت ناقصہ ہے مگر اس میں متابع عنہ مذکور ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان چاروں قولوں کو یہاں پر گھسن کر ترتیب جمع فرمایا کہ متابعت نامہ کہ وجہ تائید شرافت حاصل تھی ایسے

انما
المتابع
ہو

ذکر میں سکو مقدم کیا اور متابعت ناقصہ کو بوجہ نقصان موخر ہو متابعت ناقصہ میں منافع عنہ ذکر کیا جس سے اسکو شرافت حاصل ہوئی کہ وجود کو عدم پر شرافت حاصل ہوتی ہے اور اس شرافت سے جبر نقصان ہو گیا اور متابعت نامہ میں منافع عنہ ذکر نہیں فرمایا جس سے حاصل شدہ شرافت کے باوجود نقصان بھی آگیا۔ یہ انداز بیان اسلئے اختیار کیا تاکہ دونوں میں تعادل پیدا ہو جائے۔ فائدہ دسہ

حیث اجازتی البیان

(وَقَالَ يُونُسُ) یعنی یونس اور معمر نے حدیث اول کو نہ ہی سے روایت کیلئے میں عقیل کی موافقت کی ہے مگر یہ موافقت معنی ہے لفظاً نہیں۔ اسلئے کہ عقیل نے نہ ہی سے حدیث اول میں "یوحف فوادہ" روایت کیا اور ان دونوں نے اسلئے بھلے "توجع بوان سرہ" تو موافقت لفظاً باقی نہ رہی معنی باقی ہے کہ دونوں لفظ اصل معنی کی ادائیگی میں برابر ہیں کیونکہ اصل معنی "فرغ" ہیں مگر انفہام دونوں سے یکساں ہوتا ہے۔ چونکہ متابعت کی تعریف میں دو قول ہیں جنہوں میں ادھر بیان کر آئے۔ اول یہ لفظی موافقت شرط نہیں۔ دوسرے میں شرط ہے۔ اسلئے یونس اور معمر کی یہ روایت بر قول اول از قبیل "متابعت" ہوئی نہ بر قول دوم اسلئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تفسیر لفظی اور تابع یونس کے بجائے قال یونس فرمایا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متابعت کی تعریف میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مختار قول دوم ہے۔ اس تقدیر پر امام بخاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد **"قَالَ يُونُسُ"** از قبیل تعلیق ہوا **"وَأَمَّا فِي تَهذيب التهذيب"** یہاں پر بخاری کے نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں **"جلدیت ہوں ہے۔"** قال یونس و معمر تو اترا یعنی یونس اور معمر نے دوسری حدیث کو نہ ہی سے روایت کر لے میں عقیل کی موافقت کی مگر نتائج کے بھلے "تواتر" روایت کیا۔ اس نسخے کی بنا پر بھی یونس اور معمر کی روایت کو صرف معنی موافقت حاصل ہے کہ "نتائج" اور "تواتر" لفظاً مختلف ہونے کے باوجود دونوں ہم معنی ہیں۔ اسلئے روایت بھی بر قول دوم تعلیق ہوئی اور بر قول اول از قبیل متابعت لیکن پہلی دونوں متابعت کی طرح اسکا درود دونوں حدیثوں میں نہیں بلکہ بھلے اختیار کردہ نسخے کی بنا پر یونس اور معمر کی متابعت صرف پہلی حدیث میں ہوگی اور اسلئے لفظ "بوان سرہ" کا ذکر فرماتا ہے کہ یہ دوسری حدیث میں نہیں اور اس نسخے کی بنا پر متابعت دوسری حدیث میں ہوگی اور فرماتا ہے جو پہلی حدیث میں نہیں اگر یہ دونوں لفظ بھلے تو پہلی دونوں متابعت کی طرح اسکو بھی دونوں حدیثوں سے متعلق قرار دیا جائے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا انداز بیان اسی تفسیر کا مقتضی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

بشیر القاری

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عُوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى حدیث بیان کہ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے انہوں نے کہا خدی بنکو ابو عوانہ نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی جسے موسیٰ بن ابی عائشہ **قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ** بن ابی عائشہ نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی جسے سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما **عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "لَا تَحْرُكْ يَدَيْكَ بِهٖ لِيَسْأَلَنَّكَ لَتَعَجَلَ بِهٖ" قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ** سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بابت تم یاد کرنے کی جگہ میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَارِجُ مِنَ الْمَنَزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يَحْرُكُ شَفَقَتَهُ
 تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کے نازل ہونے پر شہت محسوس کرتے تھے اور باوقات اپنے ہوں اور زبان کو حرکت دیتے کہ بول نہ جائیں۔
 فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا أُخْرِكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 سید بن جبیر نے کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے سمجھنے کے لئے میں اپنے بولوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُخْرِكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ
 علیہ وسلم اپنے بولوں کو حرکت دیتے تھے اور وہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سید بن جبیر نے کہا کہ میں اپنے بولوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے
 اللَّهُ عَنْهُمَا يَحْرُكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَقَتَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تَحْرُكَ بِهِ لِسَانُكَ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے حرکت دینے دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بولوں کو حرکت دی چونکہ حضور حرکت دیتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ
 لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ لَكَ صَدْرُكَ وَقُرْآنَهُ فَاذْ
 نازل فرمایا کہ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔ بیشک اس کا معنی کرنا اور پڑھنا جلد سے دہرے۔ اسکی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا
 قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا مِثْلَ بَهِيمَةِ
 کہ اللہ تعالیٰ اسکو آپ کے سب سے پہلے پڑھانے لگا اور آپ کو پڑھ لینے کو جب ہم سے پڑھ جائیں سو سنت اس سے ہمیں کی بات کر دے۔ ابتداء کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا
 عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا
 اسکو سنیں حضور میں ہر ہر شے کا بیان تھا۔ ورنہ یہ بیان کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا کہ ہر شے کا پڑھنا جلد سے دہرے۔ اسکی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا
 جِبْرِيلُ اسْتَمِعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر ہوتے تو آپ بولوں کو حرکت دینے کی بجائے دہرے دہرے جبریل چلنے والے کی طرح اسکو پڑھتا دیکھتا اور پڑھتا

بشیر

(الوعوانة) کنیت ہے اور نام وضاح بن عبد اللہ شہکری اور بعض نے وضاح بالجیم ذکر کیا ہے۔
 مقام جہاں کی جنگ میں گرفتار ہو کر گئے اور زمانہ از ملک یزید بن عطاء واسطی کے غلام ہے وہ ان سے تجارت کرتے
 تھے انہوں نے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کا واقعہ تین طرح مروی ہے (۱) ابن عدی نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء نے ان کو تجارت
 میں ڈال دیا تھا۔ ایک نے سائل نے آکر کہا کہ تم کو دو درہم دے دیجئے تاکہ میں کہو نفع ہو چکاؤں انہوں نے دیدئے اس سائل نے شہر بصرہ کا
 رؤسا میں گشت لگا کر ہر ایک سے یہ کہہ دیا کہ یزید بن عطاء کے پاس علی الصبل خہنچو انہوں نے ابو عوانہ کو آزاد کر دیا ہے وہ لوگ
 ان کے پاس جمع ہو گئے۔ یزید بن عطاء ہر ایک کی زبان سے واقعہ آزادی سنا اس درجہ متاثر ہوئے کہ انکار کو مکروہ سمجھا پھر سچ
 آزاد کر دیا (۲) ابن حبان نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء جگہ گئے ان کیساتھ ابو عوانہ بھی تھے یزید بن عطاء کے پاس
 ایک سائل نے آکر سوال کیا مگر انہوں نے کچھ دیا نہیں۔ سائل نے کہا کیا تو ابو عوانہ اس کے پاس پہنچے اور ایک نے بنا دئے لئے
 صبح کو جب لوگوں نے صبح لفظ سے واپسی کا ارادہ کیا تو دی سائل راستے میں کھڑا ہو گیا اور ہر گز دے والی جماعت سے کہتا کہ لوگو یزید
 بن عطاء کا شکریہ ادا کرو کہ انہوں نے آج ابو عوانہ کو آزاد کر کے قرب الہی حاصل کیا ہے۔ لوگ جوق جوق انکے پاس نہ کہ ہر یکہ شکر پیش

کرتے گئے اندوہ آزا کرتے سے انکار کرتے تھے یہاں تک کہ جب لوگوں کا اردو کار زیادہ ہونے لگا تو مجبور ہو کر کہنے لگے اس قدر لوگوں کی بات کو کوئی متروک نہ رکھتا ہے۔ اے ابو حوانہ جاؤ تم آزاد ہو! (۳) اسلمہ بن سہیل نے تاریخ واسطہ میں بیان کیا کہ ابو حوانہ کا ایک دوست قعدہ کو تھا جس کے ساتھ یہ شمس ملوک کیا کرتے تھے اس نے ان کے شمس ملوک کی مکافات کا ارادہ کر کے ہر مجلس میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ یزید بن عطا کے لئے دھما کر دو انہوں نے ابو حوانہ کو آزاد کر دیا ہے بالآخر سننے سننے اس پر رہتا تھا کہ اسے آزاد کرنا پڑا پھر کہیں ان کا واقعہ سبق آموز ہے کہ اس لئے میں فلاں کے اندر تحصیل علم دین کا شروع کیا کہ اس کا مل تھا کہ مرنوی مشکلات کے باوجود اس کو حاصل کیا اور علامہ اعلان ہو گئے۔ اور اس زمانہ کی حالت یہ ہے کہ بڑے بڑے نامی خاتران و اہل حضرت اسماعیلیت کی فراوانی کے باوجود وہ کتب علم سے محروم ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ -

زموسى بن ابى عائشہ گنیت ابو بکر یہ شب بیداری و نماز تہجد کے باعث چہرہ پر اس قدر رونق تھی کہ بقول جابر بن عبد الحمید انہیں دیکھ کر خدایا دانا تھا تہجد کی پابندی کا یہ عالم کہ لوگوں میں بنام ”مُتَجِدِّ“ مشہور ہو گئے تھے عمر بن قیس کہتے ہیں کہ شب میں جب کسی میں نے سر اٹھایا تو ان کو نماز میں کھڑا دیکھا۔ قطعہ ۵

شب تارکے و ستارے فدائے + مئی تاج پر روز رخسار + میں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد فدائے بخشندہ فی الحقیقت شب بیداری بھی عجیب نعمت عظمیٰ ہے جس کی لذت سے وہی نفوس قدسیہ آفت بخشنے میں جنکو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے کہ

۵ ذوقِ ایں رہ نہ شناسی بخرا تا نہ چسبی - خواجہ اودیس قرانی قدس سیکی ایک شب میں فرماتے: ہذا ہلئلہ الرجوع یہ شب رکوع کی ہے اور پوری شب رکوع میں گزار دیتے۔ دوسری شب میں فرماتے: ہذا ہلئلہ السجود یہ شب سجدہ کی ہے اور پوری شب سجدہ میں ختم فرماتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اتنی طاقت کھتے ہیں کہ روز و رات میں ایک حالت میں گزار دیں۔ فرمایا اور رات میں کہیں کاش ازل سے اب تک ایسے است ہوتی ہمیں ایک جگہ کے ناہائے السہا اور گریہائے مینار کرنے کا موقع نصیب ہونا۔ یلیت

یہ شب کہ کہہ بہت خواب نوش باشند + من خصال تو دناں ہائے درد آلود - مشربوس شریف میں ارشاد الہی ہے قَدْ كُنَّا نَظُنُّكَ اَنْ تَكُنَّ مِنَ الْمُجْتَنِبِينَ فَاِنْ اَجْتَنَّهُ الْاَلِيلُ قَامَ عَتَمًا وَمَنْ قَامَ عَتَمًا فَامَّ عَتَمًا وَصَلَّا لَنَا یعنی چھوٹا ہے وہ شخص جو میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات آئے تو مجھ سے غافل ہو کر سو جائے اور جو بھی مجھ سے غافل ہو کر سو جائے وہ صاصل

سے محروم رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شب بیداری سے وصال یا مصال ہوتا ہے اس واسطے عاشقان مولیٰ شب میں سوتے نہیں۔

مشغولی چشم ہائے عاشقان لا خواب نیست + یک زمان آں چشم ہائے آب نیست + خواب با دیدہ عاشق چہ کار + چشم او چلا شمع با یاد شکبار اور بعض مذکوران خاص ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رات بھر سوئے مگر ہر بھی غفلت پیدا نہیں ہوتی بلکہ قلب مولیٰ کی طرف متوجہ رہ کر تجلیات سے بہرہ مند رہتا رہتا ہے خواجہ ذوالنون مصری قدس سرہ نے خواجہ ابوزید بسطامی قدس سرہ السامی کی نسبت میں قاصد بھیج کر کہا یا کہ خوش استراحت کہنگ! قافلہ تو ملد یا۔ آپ نے قاصد سے فرمایا میرے بھائی سے کہدینا کہ مردود ہے یہ رات بھر سوئے مگر کوئی نظر نہ پڑا ہے پتھر پہنچ جائے خواجہ نے یہ جواب شکر فرمایا کہ انہیں یہ مبارک ہو اس کام تک ہمارے احوال کی پہنچ نہیں۔ یہ خواجہ ابوزید بسطامی قدس سرہ السامی وہی ہیں جن کا نام طیفور بن عیسیٰ جس کو بھی یاد ہے وہ جنت میں جا بیگا۔ (طحطاوی)

سمعیل بن جبیل کنیت ابو محمد ہے مرقی بقیہ، ممت، مفسر، تابعی ہیں آپ کا لقب: جہبذ العلما

تھامہ سال میں دو مرتبہ مکہ معظمہ حاصر تھے ایک مرتبہ کے لئے اٹھایا گیا تہ عمرہ کے واسطے شب بیداری کا التزام رکھتے تھے وہ شب میں

ذوق ایں رہ نہ شناسی بخرا تا نہ چسبی

فردی شریف

مشربوس شریف

طحطاوی

قرآن پاک ختم فرماتے تھے شب میں بکثرت گریہ تھی کہ یہ آنکھوں کی مینا کی گرد و ہو گئی تھی۔ آپ کے بیٹاں ایک مرغ تھا جس کی اذان سے رات کو اٹھ بیٹھتے تھے۔ ایک شب میں اس نے اذان نہیں دی جس کی وجہ سے آنکھ دھل سکی اور صبح ہو گئی۔ اس شب کی نماز قضا ہونے سے اس قدر ناگواری پیدا ہوئی کہ یہ داشت نہ فرما سکے اور عالم جلال میں زبان سے یہ کلمات نکل گئے۔ مَا لَكَ خَلَعَ اللَّهُ صَوْقَهُ مَرُغًا كَوَكْبًا هَوَا (کہاں تھی وہی اللہ اس کی آواز کو قطع کر دے۔ اس کے بعد اس مرغ کی آواز سننے میں نہیں آئی۔ واللہ محترم مہلتے فرمایا کہ آئندہ کسی چیز کے حق میں بردعہ نہ کرنا۔ واللہ محترم وہ کی طاعت کبھی نظر اٹھا نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بچوں نے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ والدہ محترمہ نے حکم دیا کہ کسی سے جھڑواو اور جھڑوانا نہ توکل کے خلاف تھا تو جب شکس آٹھی لیکن حسن تدبیر سے ایک ایسا راستہ نکالا جس پر چل کر شان توکل بھی باقی رہے اور والدہ محترمہ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے وہ یہ کہ جھاڑنے والے کے پاس تشریف لیگے اور اس کے سامنے وہ ہاتھ پھیلا دیا جس سے بچوں نے کانٹا ہٹا آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں زیادہ عبادت گزار کون ہے فرمایا وہ مرکب معاصی جو اپنے گناہوں کو جب کبھی یاد کرے تو اپنے نیک اعمال کو ان کے مقابلہ میں خیر سمجھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوف الہی کا سبب سوخت ہوتا ہے جب تمہارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور تو طاعت الہی کو کہتے ہیں تو جس نے طاعت الہی کی وہ فی حدیث ہے اور جس نے طاعت الہی نہیں کی وہ فاجر نہیں اگرچہ بکثرت تسبیح پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔ حجاج بن یوسف ظالم نے آپ کو ۹۵ھ میں شہید کیا تھا۔

قبر شریف مقام واسط میں ہے۔ عمر شریف دنیا نوے سال ہوئی۔ کہ متارف مولدۃ الجنان

واقعة شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جب آپ مگر قنار ہو کر چلے تو راستے میں تین دن تک لیجانے والے سپاہی نے دیکھا کہ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نوافل پڑھتے ہیں سپاہی اس سے متاثر ہوا اور کہنے لگا مجھے یقین ہے کہ میں کچھ ایسے شخص کے پاس لے جا رہا ہوں جو آپ کو قتل کر ڈالے گا لہذا میں آپ کو چھوڑنا ہوں جہاں مرضی ہو چلے جائے آپ نے فرمایا حجاج کو معلوم ہو جائیگا کہ میں نے تمہیں گناہ کیا ہے یا تمہارا حق ہے کہ میں نے تمہارا حق نہیں کیا ہے۔ جب حجاج کے پاس پہنچے تو فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم کو قتل ہی کیا جائیگا کیونکہ میں نے ادریس کے دو ساتھیوں سے ہر وقت دعا جب ملا تو موسیٰ کی توبہ گاہ الہی میں شہادت کا سوال کیا تھا اور وقت دعا ملا تو کہتا تھا کہ پیرا ہونا دعا کے مقبول ہونے کی علامت ہے چنانچہ میرے دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہو گئی اور میں منتظر ہوں۔ پھر حجاج بولا تمہارا کیا نام ہے آپ نے فرمایا سعید بن جبیر بولا بلکہ شفیق بن کبیر آپ نے فرمایا والدہ نے اس نام کیساتھ موسوم کیا تھا۔ لیکن میں سعید ہوں یا شفیق اسکو اللہ تعالیٰ جانتا ہے بولا نہیں تم شفیق ہو آپ نے فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہی ہے بولا خود بخود تمہارا بیٹا کو پیش مارنے والی آگ کی شکل میں تبدیل کر کے سزا دوں گا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو تمہارے غیر کو موجود بناتا بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا اگر یہ نبی کریم خداوند تمام مخلوق سے افضل ہیں بولا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کیا کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا: ثانی الثنین اذ ھما فی الغار آپ کا قتلے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دین کو عزت بخشی افتراق کے بعد لوگوں کو جمع کر دیا۔ بولا تو عمرو بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا فاروق میں مخلوق میں منتخب اللہ تعالیٰ نے جن دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو قوت دینا پسند فرمایا تھا وہ ایک یہی نکلے بولا تو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا جیش العسیر کے مصائب کی گفتگو کی امتیازی شان تھی یہ درود صحت کو خریدنے کے بعد وقف کر کے جنتی مکان آپ ہی نے خریدا تھا اور ظلماً قتل ہو کر آپ کو شہادت بھی نصیب ہوئی۔ بولا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا سب سے پہلے وہی اسلام لائے مجبوراً خلاصی اللہ تعالیٰ علیہ اگر کوئی ستم کی محبوب ترین صاحبزادی ان کے نکاح میں آئیں بولا تو معاویہ کے حق میں کیا کہتے ہو آپ نے

نبی کریم

سنت شان توکل اور حالات طاری کو کر کے جنت بخلاصی اللہ تعالیٰ علیہ اگر کوئی ستم کی محبوب ترین صاحبزادی ان کے نکاح میں آئیں بولا تو معاویہ کے حق میں کیا کہتے ہو آپ نے

تعداد میں سب سے زیادہ ہیں (۱) ابوہریرہ (۲) عبد اللہ بن عباس (۳) عبد اللہ بن عمر (۴) ابوالمونین حضرت عائشہ صدیقہ (۵) جابر بن عبد اللہ (۶) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ نے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچانوے متفق علیہ ایک سو تین امام بخاری کے افراد میں اور انجاس امام مسلم کے افراد میں ہیں (عمدۃ القاری) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں ہمارے ام طائفہ شامہ ہجری میں ہجرت کر کے وفات پائی اور مولائے مشکل کشا کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غار جانا پڑھا پڑھائی نماز کو اسطے جب جائزہ رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید برفہ اگر کفن میں اخل ہو گیا مگر تلاش کرنے پر دستیاب ہو سکا دفن کرنے کے بعد ایک آواز سننے میں آئی، بولنے والا نظر نہ پڑا وہ کہتا تھا یا ایہذا النفس المطمینۃ ارجعنی الی ربک تلخیصۃ موصیۃ فاذا خلنی فی عبادی فاذا خلنی جنتی ترجمہ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی و راجعہ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔ آخری عرب میں مینا لی جاتی رہی تو دوشعر پڑھا کرتے تھے۔ **ان یاخذ اللہ منی علی ثورہما ففی لستر فی وقلوب منہا ثور** + قلبی سرکی وکی غیری فی دحل + وفی فی صابر م کاہرم کا لسیف مکتوڈ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی سلب فرمائی تو کوئی مضائقہ نہیں سلب کی میری زبان اور قلب میں اس کے بدلے روشنی پیدا ہو گئی ہے میرا قلب پاکیزہ ہے اور مدغم میں کوئی فساد نہیں اور نہ میں ہی زبان قاطع رکھتا ہوں جو تلوار کی طرح نیز خاوت میں بروقت مقابلہ غالبانہ ہو ائی ہے۔ آپ نے فرمایا اے گنوگاہ صرف ایک مرتبہ گناہ کر کے اس کے برے انجام سے بچو نہ رہنا اس گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ گناہ کرنے کے وقت کڑا ماکا تبسین سے شرم نہ کرنا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ اپنا انجام معلوم نہ ہونے کے باوجود مہنگا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ گناہ کو کہ خوش ہونا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ کسی گناہ کے فوت ہونے پر رنج کرنا گناہ کرنا سے زیادہ بُرا ہے۔ گناہ کرتے وقت اللہ کے دیکھنے سے نہ گھبرانا اور ہچا کر پردہ کھول دینے سے خوف نہ کرنا گناہ کرنا سے زیادہ بُرا ہے۔ آپ نے فرمایا حکمت کی بات جس سے بھی سنوئے تو کو نہ کہ کبھی آدمی کے گنہ سے حکمت کی بات نکل جاتی ہے حالانکہ وہ حکیم نہیں ہوتا جیسے انارکلی کا شکار آپ نے فرمایا ایک ہفتہ یا ایک ماہ یا اس سے زیادہ کسی سلمان گھر کا خیر اٹھانا کیے بعد دیکھو گے حج کرنے سے بہت اچھا ہے فی سبیل اللہ اشرفی خرج کر دینے دینی بھائی کی خدمت میں پیسوں کا طباق بطور پیش کرنا بہت اچھا ہے آپ نے فرمایا جب میرے بھائی سے بھگو کوئی مکروہ بات پہنچی تو میں نے اس کو تین محامل میں سے ایک پر محمول کیا۔ اگر وہ مجھ سے بلند مرتبہ تھا تو مجھے اسکی قدر ہوتی ذکر بردوں سے ایسی باتیں بہت اصلاح و غیر خواہی صادر ہو ا کرتی ہیں اور اگر وہ میرے ہم پل تھا تو بھگو اس پر فضیلت حاصل ہوگی (کریم) اسکی مکروہ بات کا جواب نہیں دے کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے **وَأَن تَعْلَمُوا خَيْرٌ لَّكُمْ** اور اگر مجھ سے کم درجہ تھا تو میں نے اسکی مکروہ بات کی پروا ہی نہیں کی۔ اپنے حق میں میرا طریقہ کار یہی ہے جو شخص اس طریقہ کار سے گزر کر کہے تو اللہ کی زمین وسیع ہے کسی شخص نے آپ کو کالی دی جو ادا فرمایا تم نے تو مجھے کالی دی۔ لیکن میسر سے اندر تین عسادتیں ہیں (۱) یہ کہ بھگو کتا بابت اللہ کی جہ کسی آیت کے متعلق مطروحات حاصل ہوتے ہیں تو میری اصل خواہش ہوتی ہے کہ تمام لوگوں کو یہ معلومات حاصل ہو جائیں (۲) یہ کہ جب میں سنتا ہوں کہ فلاں سلمان حاکم نے اضافت کیا تو مجھ کو خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس سے میرا معاملہ کبھی نہ بڑھے گا۔ (۳) یہ کہ جب سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں شہر میں بارش ہوئی تو مجھ کو مسرت حاصل ہوتی ہے حالانکہ میرے پاس جنگل میں چرے والے اونٹن یا گاوڑ نہیں جو اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ آپ کی آنکھوں میں پانی اترتا جس سے مینا لی جاتی رہی معالجین چشم نے اگر عرض کیا کہ ہم آپ کی آنکھوں کی پانی تو نکال دینگے لیکن پانچ یوم تک آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ آپ نے فرمایا ہمارے ہائی نہیں نکلے گا۔ پانچ یوم کی نماز پڑھی بات ہے مجھے ایک کشت میں بھی ترک کیا گاؤں نہیں۔ کیونکہ

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ جس نے ایک نماز قہراً ترک کر دی تو یہ وقت ملاقات اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا (صفحة الصفوة وغیرہ)

(وكان متماخراً الخ) اس کلام کے معنی میں شاذ میں بخاری مختلف ہیں اور جو اختلاف ایک شکل کا اور دوسرے کے دفع کر نیے معنی کلام مختلف ہو گئے **اشکال** کی تقریر ہے کہ تقریر جملہ سابقہ ذہن کا تباد اس طرف ہوتا ہے کہ **كان** میں ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت ہے اور جب اسم رسالت مرجع قرار پایگا تو متماخراً خبر کا مل درست نہیں ہو سکتا کیونکہ متماخراً صا مصدریہ

من ابتدائہ ہے۔ تو اصل عبارت یہ ہوا۔ **وكان من تحتك الشفتين**۔ **ومن ابتداء** کا دخول کبھی فعل متکبر اسطے مبدا ہوتا ہے۔ جیسے **سوت من البصوة الى العوض** اور کبھی ایسے فعل کا مبدا ہوتا ہے جو خود تو متکبر نہیں مگر متکبر اسطے اصل ہو جیسے **خرجت من الدار** کہ خرجت خود مبتدئ نہیں اسلئے کہ اس سے ایک قدم نکالنے پر متحقق ہوا تاکہ ہے لیکن سپر متکبر افعال متفرع ہوتے ہیں جیسے **فها ب** وغیرہ اس من کو ابتدائہ غیر اقصائیہ کہتے ہیں۔ چونکہ فقرہ زیر بحث میں دونوں قسم کا فعل نہیں اسلئے یہاں پر من بایں معنی نہ ہوا۔ اور کبھی **من** ابتدائہ کا دخول ایسی چیز ہوتی ہے جس سے کسی کا منفصل ہونا معتبر ہو جیسے قرآن کریم میں **انہ من سلیمان** اور کافہ میں علامہ ابن عابج **والرحمة کاقل فمنه الفاعل** اس من کو ابتدائہ اقصائیہ کہتے ہیں۔ فقرہ زیر بحث میں یہ من بھی نہیں ہو سکتا۔ معنی یہ ہو

کہ آپ لوں کی تحریک سے ناشی ہوئے منفصل تھے جن کا دست نہ ہونا اظہر من الشمس اور بایں من ملاس ہے۔ علامتہ کو متانی قدس سرہ نے شرح بخاری میں اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ **كان** کی ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت نہیں بلکہ ماقبل میں فعل **يعالج** کا مصدر **علاج** ہے اب یہ من یہ ہوں گے کہ آپ کا علاج یعنی وجہان شدت لبوں کی تحریک سے ناشی تھا یا مامول ہو؟ معنی من ہے تو معنی یہ ہونے لگا کہ آپ

ان آدوں میں سے تھے جو لبوں کو حرکت دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں **من** ابتدائہ اقصائیہ ہے یا تعلیلیہ اور دوسری صورت میں تعصیبیہ ان دونوں صورتوں میں خبر کا حمل درست ہے اور معنوی حیثیت سے بھی کوئی عجز نہیں۔ پہلی صورت پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اعتراض کیا کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وجہان شدت لبوں کی تحریک سے حاصل ہوا حالانکہ جملہ سابقہ دالت کرتا ہے کہ لبوں کی تحریک سے پیشتر نزول وحی سے شدت محسوس فرماتے تھے تو یہ جواب درست نہ ہوا۔ اس اعتراض کا جواب علامہ عینی نے دیا کہ وجہان شدت اگرچہ پیشتر حاصل تھا مگر تاخیر لبوں کی تحریک ہی سے ہوا کیونکہ امر باطنی ہے۔ برادری اس پر بلند بعد تحریک واقع ہوا اسی اسطے اس نے کہا کہ

وجہان شدت بوجہ نزول قرآنی لبوں کی تحریک سے ناشی تھا اس سے ظاہر ہوا کہ **كان** کی ضمیر اسم کا مرجع مطلقاً **علاج** یعنی وجہان شدت نہیں حتیٰ اگر تشریح واقع ہو کہ وہ تو تحریک سے پہلے حاصل ہے بلکہ **علاج** یعنی وجہان شدت بوجہ نزول قرآنی مرجع ہے۔ دوسری صورت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر اگر اقم الحروف کے نزدیک محذوش ہے کہ دون ضرورت بجا از اخبار کرنا جائز نہیں اور جب پہلی صورت سے اشکال منقذ ہو گیا تو کیا کیا ضرورت نہی پھر علامہ عینی نے فقرہ زیر بحث کی دو تاویلیں اندو ذکر کیں (۱) یہ کہ **كان** کی ضمیر اسم کا مرجع **علاج** یعنی وجہان شدت ہے اور **من** برائے تعلیل اور راوی کا مقصد ہے کہ وجہان شدت کے دو سبب تھے اول نزول قرآنی

جس کو پہلے جنہ میں بیان کیا ہے اور دوم لبوں کی تحریک جس کو اس جمل میں بیان کیا (۲) یہ کہ **كان** مبین و جہد

یابا جائے جو بعضی ظہور آتا ہے اور **كان** کی ضمیر اسم کا مرجع وہی **علاج** ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ وجہان شدت بوجہ نزول قرآنی لبوں کی تحریک سے ظاہر ہوا۔ اس تاویل اور علامہ کرمانی کی پہلی صورت کا حاصل یک ہو گیا۔ محضی جس طرح کہ ان جہات میں

کچھ نان محسوس ہوتی ہے مفہوم عبارت ان سے اگرچہ سمجھ ہو گیا لیکن اس کی جانب ہن کا تباد نہیں ہوتا جس سے کلام کی سلامت مروج ہو کر معنوی تفسیر پیدا ہو گیا مگر غلط ہوتا ہے اسلئے صحیح جواب ہے جو بعض دوسرے اکابر نے افادہ فرمایا کہ **كان** کی ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت ہی ہے جیسا کہ کلام سے متباد ہوتا ہے۔ اور **متماخراً** کہنے سے **متماخراً** ہے۔ اہل عرب نظم و نثر دونوں میں بایں معنی استعمال کرتے ہیں

۱۴

چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے: **وَإِذَا لَمَسَ الْفَضِيحُ الْكَبِشَ ضَوْبَةً** + **عَلَى وَجْهِهِ يُلْقِي الْإِسْكَانَ مِنَ الْغَيْمِ** یعنی میں نے
 ہم میڈ سے کے ٹھہر رہا اوقات ایسی ضرب لگاتے ہیں جس سے وہ زبان منہ سے باہر نکال دیتا ہے۔ خود حدیث میں بھی "ما" بمعنی "سُرْبِيَّةً"
 آئی ہے جیسے حضرت براء بن عازب کی حدیث ہے: **كُنَّا إِذَا أَصَلَيْنَا خَلَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا نَحِبُ أَنْ
 نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ** یعنی ہم جب جنوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے کہ قصد کرتے تو بکثرت یہ چاہا کرتے تھے کہ پکی دائیں جانب ہوں۔ روحد
 سمعہ بن جندب میں ہے: **كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْقُبْحُ مِمَّا يَقُولُ لَا عَمَلًا بِهِ
 مَن سَأَى مِنْكُمْ سَأَى** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو بسا اوقات اپنے اصحاب کو فرماتے تھے کہ تم میرے
 کس نے خواب کچا ہے۔ اور ہمارے علمائے بھی اپنے کلام میں "مما" بمعنی "سراپما" استعمال کیا ہے چنانچہ امام اعجاز علامہ سیوریہ
 علیہ الرحمہ اپنی تصنیف "الکتاب" میں فرماتے ہیں: **أَعْلَمُوا أَنَّهُمْ مِمَّا يَحْدُثُونَ** یہاں "مما" بمعنی "سراپما" ہے۔ الغرض
 اس جواب کی تفسیر پر ہمارے میں سلاست اور معنی میں جرالت پیدا ہو جائے گی اور معنی کلام یہ ہوں گے کہ حضور پُر نور بکثرت لب ہائے مبارک
 کو حرکت دیا کرتے تھے یعنی جب ریل ماہین علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب تک کہ پڑھ کر پیش کیا کرتے تو آپ ان کیساتھ
 پڑھتے جاتے تاکہ یاد ہو جائے اور ببول نہ جائیں۔ سیدنا سبط الشہداء بیان فرماتے ہیں: **لَا تُحْزِنُ رَأْسُكَ إِلَّا بِشَيْءٍ نَافِلٍ** یعنی اگر آپ کو
 بیگانہ نہ ہو کہ آپ کو حرکت کی جلدی میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے بیٹھا سکا محض نا کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے
 پڑھ لیں اس وقت اس پڑھ ہوئے کی ابتداء کرو پھر بیٹھا سکی با ریکور کا ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ دیکھئے اس معنی پر ارشاد درباری کیا
 صاف صاف اور خوب چسپاں ہو رہا ہے **سؤال** نہیں نہیں بلکہ ارشاد درباری کسی جواب پر چسپاں نہیں ہوتا کہ اس حدیث میں
 حضور کا بول کو حرکت دینا مذکور ہے اور ارشاد درباری میں زبان کی حرکت سے منع کیا گیا تو ارشاد درباری کہاں منطبق ہوا۔ ہاں ارشاد
 درباری میں اگر بول کو حرکت دینے سے منع کیا گیا ہوتا تو انطباق بالکل صحیح تھا جواب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کے
 ذکر پر اکتفا کر کے دوسری کو مقدم کر دیا کرتے ہیں اہل معانی کے یہاں اسکو "احتفاء" کہا جاتا ہے جیسے آیت **وَجَعَلَ لَكُمُ
 سُبُلَ ابْنِ قَيْصٍ كَمَا كُنْتُمْ** میں "الحی" پر اکتفا کر کے "والبر" کو اس کے بعد مقدم کر دیا اسی واسطے کہتے ہیں کہ یہ آیت از قبیل "اكتفاء"
 ہے اسی قبیل سے فقہ زیر بحث بھی ہے کہ "شفیہ" پر اکتفا کر کے "الکعبۃ" ولسان "مقدم کر دیا۔ چنانچہ کتاب التفسیر کی
 روایت بطریق جرید میں دونوں کا ذکر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں **فَعَاثَ لِسَانُهَا وَمِمَّا يَحْكُمُ لِسَانُهَا وَشَفِيَّةٌ** اور قرآن کریم میں
 لسان پر اکتفاء اسلئے فرمایا کہ لفظ میں اصل وہی ہے۔ اب بفضل تعالیٰ پورا پورا تطابق ظاہر ہو گیا۔ فقال ابن عباس "سے
 فانزل الله تعالى تک جملہ مقررہ ہے مگر "فأع" کے ساتھ جیسے اس شعر میں **وَالْعَلَمُ أَدْعَمُ الْمَرْءَ يَنْفَعُهُ +
 أَنْ سُوِّفَ يَأْتِي كُلَّ مَا قَدْ سَأَى** کہ "اعلم" اور "أَنْ" سوف کے درمیان فعل المراء "يَنْفَعُهُ" جملہ مقررہ فائے
 ہے یہاں پر اس جملہ مقررہ سے مقصود یہ ہے کہ مخاطب کے سامنے لبوں کی حرکت کا نقشہ ملی طور پر کھینچ کر دکھایا جائے تاکہ مزید وضاحت
 حاصل ہو کہ نہ زبان کی طور پر کہنے سے کہہ کے دکھانے میں زیادہ انکشاف ہوا کرتا ہے۔ اسکو "تعلیم یا الفعل" اور اسکو "تعلیم
 بالقول" کہتے ہیں۔ یہاں پر صرف دو راہیں نے لبوں کی حرکت مثلاً ہر ائی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن جبیر
 کو اور انہوں نے موسیٰ بن عائشہ وغیرہ کو جس سے تحریک لب کا تسلسل قائم ہو گیا۔ اسی واسطے حدیث "لا کو" مسلسل
 بتی بلاک الشفۃ کے ساتھ مذکور کیا جاتا ہے جیسے اس حدیث کو جس کے راویوں نے بروقت روایت مصافحہ کیا تھا۔ "مسلسل
 بالمصافحہ" کہتے ہیں۔ مگر حدیث زیر بحث کے جملہ راویوں میں ہرگز اس تحریک کا تسلسل باقی نہیں رہا اسلئے "غیر متصل" ہے۔ حدیث مسلسل

معدودا کے حاصل ہوتے ہیں اور ضبط لاوی ۲۸ اتصال ملے جس سے علم کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ **سوال** سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ فرمایا کہ میں لوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حرکت دیتے دیکھا تھا مگر میں لوں کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں لوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے عبورہ پر کو حرکت دیتے، قیاما بلکہ یوں فرمایا کہ میں لوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے حضور پر نور کو حرکت دیتے تھے۔ **جواب** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یوں فرماتے تو یہ مفہوم ہوتا کہ بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا اور یہ درست نہیں کیونکہ دورہ قیامت جس کی بیایات ہیں بالاتفاق ملکی ہے اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو بدۃ الوحی میں لکھا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ واقعہ نزول وحی کے ابتدائی زمانہ کا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ابھی نہ ہوئے تھے اسلئے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے۔ پھر حضور کی تحریک کا علم انہیں کیونکر ہوا۔ اس میں احتمال ہیں، را، یہ کہ کسی ایسے صحابی نے خبر دی جنہوں نے بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا یا اس واقعہ کے بعد خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی اور بروقت اخبار اس حرکت کو مشاہدہ کر دیا تھا یہی احتمال راجح ہے۔ کیونکہ ابو داؤد طیالسی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسند میں اسکی تصریح بیان فرمائی ہے

رَفَأَنزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تَحْرُكَ بِهِ لَيْسَ أَنْكَ لَتَعْجَلَ بِهِ اس کے مانند سورہ طہ ص ۱۰۱ کی یہ آیت ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ۔ ترجمہ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اسکی وحی تمہیں پوری نہ ہوئے۔ اور بر قول راجح ان دونوں آیتوں کی شان نزول بھی ایک ہے جو حدیث زیر بحث میں مذکور ہوئی۔ **سوال** اگر دونوں کا مفہوم اور شان نزول عقد تسلیم کر لیا جائے تو زیر دست قہامت لازم آئیگی۔ وہ یہ کہ ان میں سے جب پہلے ایک آیت کا نزول ہوا جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے مانعت کی گئی تو اب دو احتمال ہیں، را، یہ کہ اپنے اس حکم کی تعمیل کی اور ان کے ساتھ پڑھنا ترک کر دیا (۲) یہ کہ تعمیل نہیں کی اور باوجود مانعت حسب معمول پڑھتے رہے۔ بر تقدیر اول احتمال جبکہ اپنے اسیر لکھا اہل ان کے ساتھ پڑھنے سے روک گئے تو دوسری آیت کا شان نزول یہ نہ رہا اور نہ دونوں کا مفہوم ایک ہوا کہ جب آپ نے ان کیساتھ پڑھنا ترک فرما دیا تو پھر ساتھ پڑھنے کی مانعت کا کیا عمل ہے اور بر تقدیر احتمال دوم لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل رسول نہ کریں جو بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی کی تعمیل نہ کرنا معصیت ہے اور رسول سے معصیت کا صدور ممکن نہیں کہ رسول معصوم ہوا کرتے ہیں۔ **جواب** اقل

نہی ہے کہ یہ آیت

ان آیتوں میں لَا تَعْجَلْ اور لَا تَحْرُكَ دونوں صنف ہی ہیں اور انہی کے تہقیداً تحریم کیا اسلئے ہوا کرتی ہے جیسے امر جو بکے لے لیکن محاذ اور سرے معانی میں بھی متعلیٰ ہوتی ہے۔ **دعا** کے واسطے جیسے **أَلَمْ تَرَ أَنَا نُفِخُ فِي قُلُوبِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَاكَ** بیان عاقبت کے واسطے جیسے **لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا** یا اس کے لئے جیسے **لَا تَحْزَنْ وَأَلْيَوْمَ** تھیر کے لئے جیسے **لَا تَحْزَنْ يَا عِيسَىٰ** انماں کے لئے جیسے کوئی اپنے برابر اسے کہے **لَا تَفْعَلْ عَذَابًا** تلوئے کے لئے جیسے **أَصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا** تہدید کے واسطے جیسے **لَا تَأْخُذْ بِالْحِجَةِ فَإِنَّا هَذَا كَذِبٌ** اور شلہ کے واسطے جیسے **لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدِلَ لَكُمْ كَيْدَكُمُ** اس سے مخاطب کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے کہ وہ دنیوی مشقت اپنے آپ کو نہ کائے۔ مخاطب کو اختیار ہے کہ وہ بچے یا نہ بچے اگر نہ بچے تو مشکم کی جانب اصلاحی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا جیسے اصل ارشادی میں دنیوی مشقت کے حصول کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے۔ اگر نہ بچے تو مشقت حاصل کرے تو کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بروقت نزول وحی حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے جس سے تکلیف محسوس ہوتی تھی مولیٰ تعالیٰ نے ابتداء سورہ طہ شریف کی آیت وَلَا تَعْجَلْ نازل کر کے اس سے پہنی فرمائی۔ لیکن یہ نہیں چونکہ ارشادی تھی اہل ہمارے پڑھنے میں اگرچہ مشقت سے دوچار ہونا پڑتا تھا مگر ہمارے پڑھنے میں

حالات وحی بھی محسوس ہوتی تھی۔ نظر ہر آن آپ اپنے معمول پر قائم تھے اور ساتھ پڑھنا ترک نہیں فرمایا یہاں تک کہ مولیٰ تعالیٰ کو جب محبوب کا اس طرح مشقت برداشت کرنا گوارا نہ ہوا تو سورہ قیامت کی آیت نکلا تھوڑے نازل کر کے پھر نبی فرمائی۔ یہ نبی جو مکہ تحریم کے واسطے تھی اسلئے آپ نے ساتھ پڑھنا ترک فرمادیا۔ حدیث زیر بحث کے آخر میں ہے کہ اس نبی کے بعد حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وحی لے کر حاضر ہوئے تو آپ غاموشی کے ساتھ بیٹھ رہتے تھے **حَاصِل** جواب یہ ہوا کہ سورہ ظہ شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں نبی ارشاد کیا واسطے ہے بخلاف آیت سورہ قیامت کہ اس میں نبی تحریم کے لئے اور اس کی نزول ہو تو سورہ ہے۔ اس تقدیر پر سوال ہیں کہ کردہ دونوں باتوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی۔ لیکن کسی کتاب سے اس بات کی تائید و ستیاب نہ ہو سکی کہ سورہ ظہ شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں نبی ارشاد کیا واسطے ہے **فہذا الجواب** ان کا ان صَوَابًا فَمَنْ الرِّحْمٰنُ وَاَنْ كَانَ خَطَا الْفٰنِ وَمِنْ الشَّيْطٰنِ اور کتاب التامیخ والمنسوخ میں علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ سورہ اعلیٰ کی آیت "سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسٰی" ان دونوں باتوں کیلئے ناسخ ہے **جواب دوم** محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی لیکر حاضر ہوتے اور نہایتی طور پر پیش کر دیتے پہلے نبوی جسم کے ساتھ مس ہوا کہ جس کا قلب میں لقا شروع کرتے تو آپ اسی وقت مجتہد کیساتھ ٹھہرے گا ارادہ فرماتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ظہ شریف کی آیت "وَلَا تَعْجَلْ بِهٰذَا الْكِتٰبِ" کا قلب میں القاء تمام ہو نیسے پتھر پڑھنے کی جلدی نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ جبریل القاء تمام کرنے کے بعد باقی طور پر پیش کریں۔ چنانچہ اس کے بعد بروقت القاء آچا گوش ہے۔ پھر جب حضرت جبریل ذہانی طور پر پیش کرتے تو ان کے ساتھ پڑھنے جاتے جس سے مشقت کا سامنا ہوتا تھا اسلئے مولیٰ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا اور اس سے سورہ قیامت کی آیت نکلا تھوڑے نازل فرمائی۔ اس جواب میں اگرچہ دونوں ہی اپنے حقیقی معنی صحیح ہیں پر بھی لیکن شان نزول کا اتحاد باقی نہیں رہتا یہ جواب راف بنشر شیخ احمد صاوی قدس سرہ کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے جو انہوں نے سورہ ظہ شریف کی آیت مذکورہ کے ماتحت فرمایا ہے۔ **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔**

زَان عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقَرَأْنَاهُ بعد از حدیث جہاں اس معنی اللہ تعالیٰ عنہما نے "جمعه" کی تفسیر میں فرمایا: **جَمْعُهُ لَآلِہٖ** صدراک اکثر روایات میں صیغہ ماضی ہے اور صدراک اس کا فاعل لیکن یہ سناد مجازی ہے جیسا انبیت الربیع البقل میں کہ ظون کی طرف اسناد ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ اس میں ظون زمان کی طرف اور اس میں ظون مکان کی طرف اس کی اصل یہ ہے: **وَاَنْبَتَ اللّٰهُ فِي الرِّبْعِ الْبَقْلَ** اور اس کی یہ جمعه اللہ لك في صدراک اور ضمیر منصوب کا مرجع قرآن ہے۔ اور بعض روایات میں **جَمْعُهُ لَآلِہٖ** صدراک بصیغہ مصدر آیا ہے اللہ صدراک اس کا فاعل۔ اور بعض میں جمعه لك في صدراک بصیغہ مصدر ہے۔ اور صدراک سے ضمیر تانی کی نیادت۔ یہ واسطہ اول کی تائید کرتی ہے۔ اور بعض میں **جَمْعُهُ لَہٗ** صدراک ضمیر مضاف الیہ کا مرجع اسم ہلالہ اور ضمیر مرکب کا قرآن اور مصدر منصوب ہے۔ اور بعض میں **جَمْعُهُ لَہٗ** صدراک بزرگوارت فی "آل سب" دایوں کا ایک ہے۔ اور لك میں لام برائے تعلیل ہے یا برائے تبیین کما فی فتح الباسری **سوال** مذکورہ بالا روایات میں سے بعض میں لفظ لك ہے اور بعض میں نہیں جن میں سے ان میں سے بعض میں اگرچہ لفظ جمع کی اسناد صدراک کی جانب ہو رہی ہے مگر حقیقت اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حکماً مگر نظر ہر آن اگر لام کو برائے تعلیل میں گئے تو فعل الہی کا مفعول بالذم ہو گا لازم آجائے گا جو بالذم جواب لام تعلیل کا مفعول بھی فعل کی علت مترتب ہوتا ہے جیسے خلق لک مفعول لک لہذا من حیثیہ لام برائے تعلیل اور لک کا مفعول انتفاع مقدم ہے یعنی خلق لا انتفاع بعد از لک انتفاع میں کی خلق مترتب ہوتا ہے اسی طرح لك میں لام کا مفعول انتفاع مقدم ہے اور علت مترتب ہو کر اللہ تعالیٰ کیلئے کرتی ہے ہر فعل الہی کا مفعول انتفاع لازم آجائے گا اور لک کا مفعول انتفاع مترتب ہوتا ہے جیسے ضرورت معلول سے ہر لام کا مفعول انتفاع کیلئے کرتی ہے ہر فعل الہی کا مفعول انتفاع

تشریح القامری

جلالین کے قول **قَالَ لَا لِلْعَلَّةِ الْغَاثِيَةِ** پر حاشیہ صاوی میں فرمایا ای وہی المذرتیۃ علی آخر الفعل ولیست علیہا علة لا مستحالة الاعراض علی الله تعالیٰ فی الافعال والاحکام۔ **اقول** راقم الحروف اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہا کہ یہاں پر لام برائے تبيين بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ لام تبيين کی ترقی میں ہے۔ (۱) وہ کہ مفعول کو فاعل سے متنازع کرے اور یہ ہمیشہ ظرف نحو ہو کرتا ہے اور یہ اس فعل تعجبیہ واسطہ تفصیل کے بعد واقع ہوتا ہے جو حجب یا بغض پر دلالت کرے جیسے مَا أَحَبَّنِي لِزَيْدٍ مجھے زید کیسا محبوب ہے؟ مَا أَبْغَضَنِي لِزَيْدٍ مجھے زید کیسا مبغوض ہے۔ اور تَرْيَدُ أَحَبَّ بِي زید مجھے محبوب تر ہے اور تَرْيَدُ أَبْغَضَ بِي زید مجھے مبغوض تر ہے۔ اس لام کا مدخل مفعول ہوتا ہے اور اگر حملہ لے لام الی ذکر کرے تو مفہوم برعکس ہو جائیگا کیونکہ الی تبيين کے واسطے آئے ہے مگر اس کا مدخل فاعل ہو کرتا ہے (۲) وہ کہ مدخل کی غلطی کو بیان کرے جو مفعولیت کیساتھ متبش ہو جیسے تَرْيَدُ لَزَيْدٍ میں (۳) وہ کہ مدخل کی مفعولیت کو بیان کرے جو غلطیت کیساتھ متبش ہو جیسے تَرْيَدُ لَزَيْدٍ میں یہ دونوں لام ظروف متصرفہ کے مبتدا محذوف "الاعراض" کی خبر ہو کرتے ہیں (مخنی اللیب) اور لای کا لام تنوین فاعل میں سے کوئی بھی نہیں ہے تبيين کی واسطہ کیسے ہو سکتا ہے (وقرآنہ) کی تفسیر میں وقرآنہ فرما کر اس بات کی جانب اشارہ کیا کہ لفظ قرآن آیت میں کتاب الہی کا حکم نہیں بلکہ مصدر یعنی قرأت ہے جبکہ مضاف مفعول کی طرف ہو رہی ہے۔ یہ آیت کا محذوف یہی کی غلطی ہے جبکہ معنی لفظ "ان" سے استفادہ ہوتے ہیں اس کا حکم کے حاصل معنی یہ ہیں گے کہ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کو جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھتے جائیے اس لئے کہ اس کو آپ کے سینہ پاک میں محفوظ رکھ دیا مبارک پر جاری کرنا ہلکے ذمہ ہے آپ شفقت کیوں برداشت کرتے ہیں

(فَإِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) بعد از تدریس قرآن یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیے "فاتبع" کی تفسیر میں **فَاتَّبِعْ** وَاَتَّبِعْتُ فرمایا یہ لفظ ابتداء کے معنی موضوع کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر بالمراہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب ہم ہر واسطہ جبریل قرآنی وحی کو پڑھیں تو اس وقت اپنی موشی کیساتھ کان لگا کر سنیں **سؤال** تفسیر میں **استمع** باب فاعل سے کیوں اختیار فرمایا "استمع" مجرور سے کیوں استعمال نہیں کیا **جواب** کسی لفظ کی زیادتی موشی کی زیادتی بدلات کیا کرتی ہے۔ اور یہاں مقصود یہ تھا کہ آپ جبریل کی قرأت کو توجہ کیساتھ سنیں اس واسطے تفسیر میں استماع اختیار کیا کہ اس کے معنی میں بالقد شئنا بخلاف سماع جو مجرور سے ہے کہ اس کے معنی میں شئنا خواہ بالقد ہو یا بالقصد ہو اس واسطے سماع پر آیت سجدہ شئنا سے جبرور واجب ہو جاتا ہے خواہ شئنا کا قصد کیا نہ کرے۔ اور باب افعال سے اَنْصَتَ اور اَفْعَال سے اَنْصَتَ اور مجرور سے نَصَّت اگرچہ ہم معنی ہیں مگر اول کو کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے اختیار فرمایا۔ **سؤال** انصاف کے معنی میں استماع اور سکوت دونوں اہل ہیں تفسیر کبیر جلد چہارم میں ہے **الانصاف** السکوت والا استماع پھر اسی پر اکتفا کیوں نہیں کیا **جواب** فاستمع کے بعد انصاف ذکر کرنے میں تفصیل بہ التعمیم ہوتی جس سے استماع کا ذکر کرنا پورا کمال کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ **سؤال** قرآنی وحی فرشتے کے توسط سے کیوں بھی گئی **جواب** بایں حکمت کا اخذ قرآن بالواسطہ امت کے حق میں شرف ہو جائے اور افراد امت اسی شرف کے ماتحت امین اور دیانت دار اصحاب علم سے قرآن کی تفصیل کیا کریں کہ قرآن یا کسی علم کو امام شاہہ حاصل کرنے میں جو انکشافات حاصل ہوتے ہیں وہ کتاب پر اکتفا کر نیسے مستر نہیں کئے اس واسطے کہ کتاب پر اکتفا کرنے والا فلاح یا نہیں ہوتا **سؤال** حدیث زیر بحث اور ترجمہ الباب میں مطابقت کیونکر ہوگی **جواب** اس طور پر کہ آیت مذکورہ میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقن بیان کی گئی جس پر حدیث زیر بحث مشتمل ہے پس اس حدیث میں قرآن کریم کی صفت کیفیت تلقین و تلقن مذکور ہوئی اور حدیث سابق میں موصوف "قرآن کریم" مذکور ہے تو حدیث زیر بحث بایں طور حدیث سابق کیساتھ مناسبت ہوئی کہ وہ موصوف پر مشتمل ہے اور یہ صفت بایں واسطے حدیث زیر بحث کو مؤخر ذکر کیا

تشریح القامری

تشریح القامری

بر صفت کا مرتبہ و صورت کے مرتبہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ پس یہ حدیث سابق حدیث کیساتھ مناسب ہوئی اور سابق ترجمہ الباب کے ساتھ
 مناسب تھی تو واسطہ سابق یہی ترجمہ الباب کے ساتھ مناسب ہوگئی، اس لئے کہ مناسب شے کا مناسب شے کا مناسب ہوتا ہے۔
(ثمان علیکنا بیانہ) (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیانہ کی تفسیر الفاظ مختلف منقول ہوئی ہے۔ چنانچہ
 ابو عوانہ نے اس روایت میں موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل کی کہ ان تفرأہ اور کتابا التفسیر میں سرائیل نے انہیں سے نقل کیے
 کہا۔ ان نبینہ علی لسانک اور میرے بھی ان سے یہی الفاظ نقل کیے صرف اتنا فرق ہے کہ انہوں نے بجائے "علی لسانک"
 اپنی روایت میں "بلسانک" نقل کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں تفسیریں مالا پہلی تفسیر کے ہم معنی ہیں کیونکہ لفظ ان سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ
 "بیان سے مراد قرآن کریم کا زبان پر جاری فرمادینا ہے جسکا حاصل قرأت ہو جو تفسیر اول کا مدلول ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ ہر تفسیر سیر
 اگرچہ لفظاً مختلف ہے مگر حاصل سب کا ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بیان قرآن سے مراد قرأت قرآن ہے۔ اور فاتح کی مذکورہ تفسیر فاسمع والنت
 کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترتیب معانی کا اقتضایہ ہے کہ "بیان" سے قرأت مراد لی جائے نہ کہ بیان معانی جو بیان کی تفسیر ثانی ہے۔ ورنہ
 ترتیب معانی فوت ہو جائیگی۔ جب ثابت ہو کہ اقوال تفسیر میں معنوی اختلاف نہیں اور تنویر ہی امر پر دلالت کرتی ہیں کہ بیان سے مراد قرأت
 ہے تو یہ کہنا باطل ہو کہ حدیث زیر بحث کے راوی سے نقل تفسیر میں ہم دفع ہوا ہے اور وہ یہ کہ "ان تفرأہ" کو "بیانہ" کی تفسیر میں نقل کر گئے
 حالانکہ وہ قرآن کی تفسیر تھا۔ اور بیان کی تفسیر نہیں بلکہ اسکی تفسیر ان نبینہ علی لسانک ہے۔ باطل اسلئے ہو کہ راوی کی جانب
 وہم کی نسبت اس وقت تک نہیں جبکہ ان دونوں تفسیر میں معنوی اختلاف ہوتا۔ حالانکہ ہم بیان کی جگہ جس کے دونوں میں فعلی اختلاف ہے معنوی نہیں
 دونوں کا حاصل ایک ہی پھر نسبت وہم کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ غالباً اس قائل نے کتاب التفسیر میں سرائیل کی نقل کردہ تفسیر
 "ان نبینہ علی لسانک" کو تین معانی پر محمول کیا جو خلاف ظاہر ہے کیونکہ اس محل میں ضمیر منصوب کے خیر تفسیر مضاف "معانی"
 کی طرف احتیاج ہوگی اور تفسیر خلاف اصل ہے۔ بھروسہ اس پر نہیں بلکہ اس مضمود کی ادائیگی ایک اور تفسیر کی جانب محتج ہے کیونکہ تین
 معانی زبان پر نہیں اسلئے الفاظ ممکن نہیں تو اب تفسیر عبارت یہ ہوگی۔ ان نبین معانیہ علی لسانک بالالفاظ۔ خلافت اس
 صیغہ کے جبکہ اس تفسیر کو ظاہر چھوڑ کر تفسیر اول کے ہم معنی قرار دیا جائے کہ اس میں کسی تفسیر کی طرف احتیاج نہیں ہوتی اور فاتح کی تفسیر مذکورہ
 سے بھی مناسب باقی رہتی ہے جسکو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ وجمہا قرآننا ظہر بطلان ما فی فیض الباری ص ۳۵ من انہ قال
 "قد وقع ہمتنا سوء ترتیب من الراوی فذعن ان تقرأہ فی تفسیر بیانہ" وھو وہم منہ لان تفسیر
 لقولہ وقرآنہ لا لقولہ بیانہ فقل تفسیر ھذا الی ھذا ویشھد لہ ما اخرجہ البخاری فی التفسیر
 ۲ متنا وسند اوفیہ قرآنہ ای ان تقرأہ وبیانہ ای ان نبینہ علی لسانک وھذا واضح فی المراد فلا تلتفت
 الی المتاویدات ام اقول وذلك لا تنفوا التغاير بين التفسيرين معنى كما فصلناه في الشرح والاستشهاد
 برواية اسوئيل لا يثبت ما ادعاه من سوء الترتيب كما لا يخفى على الناظر اللبيب بل هي بظاہر ما بعض
 رواية الی عوانہ وذلك لانھا تشير الی ان الی ان فی قولہ تعالیٰ "بیانہ" بمعنی التبیین کالسلامہ بمعنی
 التسليم ثم مضاف الی المفعول وهو القرآن تبیین القرآن علی اللسان عبارة عن اجراءه علیہ وهو المعنی بالقرآۃ
 فرجعت ہا تان الروایتان الی معنی واحد وهو خلاف ما قصدی لہ ھذا القائل

ان کی قرأت کے تابع ہو ساتھ ساتھ نہ ہو۔ اس تفسیر کے پیش نظر آیت زیر بحث سے علماء کرام نے ایک اصولی مسئلہ پر استدلال فرمایا وہ یہ کہ وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت کی اکثریت جواز کی طرف گئی والد آیت زیر بحث کو دلیل قرار دیا جس میں لفظ "ثم" واقع ہے جو اپنے مابعد کی تراخی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ نظر ہر اہل آیت زیر بحث سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو گئی کہ وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے۔ البتہ وقت حاجت سے تاخیر بیان سبک نزدیک درست نہیں۔ اصول فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

سوال علمائے اصول تصریح فرماتے ہیں کہ لفظ "علی" وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور وہ ان آیات میں دو جگہ مذکور ہے (۱) اَنْ عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقِيْلَ لَهُ اَوْر (۲) ثُمَّ اَنْ عَلَيْنَا بَيَانُهُ میں کو کیا نبوی سینہ میں قرآن کو محفوظ کر کے زبان پر جاری کرنا اور قرآن کی باتیں کو حضور پر نور پر ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا جو واجب واجب و واجب دو معنی ہو لہذا آتا ہے اور دونوں معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں (۱) اس فعل کو کہتے ہیں جب کہ مالک متقی عقودت ہو۔ یا اس معنی کوئی چیز اسلئے واجب نہیں ہو سکتی کہ اس پر کوئی حاکم نہیں جو عقاب کر سکے وہ خود سب پر حاکم ہے (۲) اس فعل کو کہتے ہیں جس کا صدور لازم ہو۔ یا اس معنی اسلئے واجب نہیں کہ وہ فاعل مختار ہے فاعل بالاجابہ نہیں۔ ہاں "علی" یہاں ہد مجہول معنی ضرورت کے لئے ہے اور یہ ضرورت برپائے وعدہ ہے اور اس کے وعدہ میں مختلف نہیں ہوتا اس لئے وہ ایسا ضرور فرمائے گا

وہی چیز ہے جو اس پر واجب ہے

وہی چیز ہے جو اس پر واجب ہے

سبب آیات حدیث زیر بحث میں مذکورہ آیات کو اپنے ماقبل سے بظاہر مناسبت نہیں کیونکہ ماقبل میں اصول قیاس کا ذکر ہے اور ان میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقین بیان کی گئی ہے۔ ایسا واسطے رد افض نے کہا کہ یہ قرآن تغیر و تبدل سے محفوظ نہیں اگر موجودہ ترتیب منجانب اللہ ہوتی تو ان آیات اور ان کے ماقبل میں مناسبت کا فقدان نہ ہوتا لیکن رد افض کا یہ قول ان کے دیگر اقوال کی طرح ظاہر البطلان ہے۔ اولا اس لئے کہ خود قرآن کریم کے معارض ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَإِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَٰحْفَظُوْنَ**۔ ترجمہ بیشک ہم نے انا اسے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں کہ تغیر و تبدل اور زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تمام جن و انس اور ساری خلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں یک حرف کی کمی بیشی کھے یا تغیر و تبدل کر سکے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسلئے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی کی ہے۔ دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ آیات کی باہمی مناسبت کا انگشتانہ تاریک قلوب پر نہیں ہوتا اس لئے قلب کا پاکیزگی اور کار ہے۔ حال شاہد قرآن نقاب آن گاہ بحث یاد کہ دارالملک ایمان را باید خالی از غوغا علمائے اہل سنت جن کو مولیٰ تعالیٰ نے طہارت قلب سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے مناسبت کی متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض کو تفسیر مجہول میں بیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر بقیہ اختصار لایکے جہاں گفتا کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آیات الہی سے اعراض و آیات الہی کی جانب ملامت دونوں میں تعادل ہے اور تعادل وجوہ مناسبت میں محدود۔ سابقہ آیات اعراض کو متضمن ہیں کیونکہ ان میں ایسا انسان کا ذکر ہے جو آیات الہی سے قیامت اور شروشاں شکر اور قرآن سے اعراض کرنے والا ہے اور ان آیات میں کامل انسان جان ایمان اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے جو آیات الہی سے قرآن کی جانب بروقت نزول مبادرت فرماتے تھے۔ **سبب باعنی**

اللہ کی سیرت اہل ایمان ہیں یہ + ان میں نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بنانا ہے + ایمان یہ کہتا ہے میری جان میں یہ

(وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

مذہب - عربی

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ زُهَيْرٍ عَنْ

حدیث بیان کی ہے کہ جبکہ خبر دی ہو کہ عبد اللہ نے کہا کہ خبر دی ہو کہ رسول نے فرمایا ہے (مخبر) اور

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ مَخْجُوعٌ

حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن محمد نے کہا کہ حدیث بیان کی کہ ہم سے عبد اللہ بن ابی اسلمہ نے کہا کہ خبر دی کہ ہم کو اس نے بالفاظ اور معنی سے
عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

نہری سے انہوں نے کہا فردی بمحکمہ مسجد اشد بن عبد اللہ نے ایں جاس و ضا اللہ تعالیٰ عنہا سے
 قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا لَكُمْ

انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے سخی تر ہے اور زیادہ تر سخاوت آپ کی

فِي زَمَانٍ مِّثْلِكَ لَأَسْفَهَةٌ ۚ وَكَانَ يُنَادِي لَهُمْ إِنَّكُمْ كُفَّارُونَ ۚ

رمضان میں ہونے والی جبرئیل ملاقات کے لئے حاضر ہوتے اور وہ رمضان کی ہر شب میں ملاقات کے لئے حاضر ہو کر آپ کے ساتھ

قرآن کا ذکر کیا کرتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے واسطے بھیجی ہوئی ہوا سے زیادہ خبر رساں ہو جاتے تھے۔

۱۔ اریز

”عبداللہ“ بن المبارک بن واضح حظلی تھیں مروزی تہ تیغ تاجین سے یہی آپ کی جلالت شان اور امامت پر

تعالیٰ ان کے شاگرد و شاگرد ہیں۔ سلسلہ سہری میں پیدا ہوئے ابوبکر رمضان السہری جہاد سے واپس آئے تھے ترکیہ و مال کی عربی

خلیفہ ہاشم بن سہید کی موجودگی میں آپ شہر سراقہ میں رونق افروز ہوئے۔ آمد کی اطلاع پاتے ہی شہر میں

جنگل میں رہا ہو گیا۔ لوگ ہر چیز اور جاب سے حصولِ زیادت اور اس سے فائدے میں لگے رہے۔ پھر لڑائی اور سرکوبی اور دھم دھماکا سے جوئے ٹوٹ گئے۔ اور زمین و آسمان کی دیوہیالی فضا پر جبار چھا گیا، ظیفہ کی ایک حرم سرے لے کر قہر شاہی سے بدھ کر دیتا ہے۔

نیا کیا گیا ہے؟ جو اب کہا گیا کہ خراسان کے ایک عالم دین جن کا نام کرامی عبد اللہ بن الجبار رک ہے اس پہرے سیرت میں فرمایا ہے کہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ نماز سے

فلت کر کہ آپ مجھے ساتھ لٹخت نہیں فرماتے۔ اس لئے فرمایا یہاں سے جا کر صحابہ و تابعین کیساتھ نشست کر لیں۔ عرض کیا گیا کہ صحابہ و تابعین کہاں ہیں۔ فرمایا اپنے معلومات پر نظر ڈالت ہوں۔ جن میں صحابہ و تابعین کے واقعات اور اعمال ملتے ہیں۔ ان کے

جو خط میں ہمدردی اور لطف میں مقصورہ ہوتی ہے۔ بر مذہب مختار یہ قول سے ماخوذ ہے اس لئے کہ ایک اسناد سے دوسری اسناد کی جانب حدیث کے متحمل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس بخاری جب اس تک پہنچے تو ح "کہا کہ بعد کی قرأت میں مشغول ہو جائے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حال بین الشیعیین "بمعنی "جس سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ دو اسنادوں کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ بخاری جب اس تک پہنچے تو کسی چیز کا لفظ نہ کرے کہ یہ روایت میں اصل نہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ لفظ الحمد حدیث کی جانب اشارہ ہے، چنانچہ تمام اہل مغرب اس تک پہنچ کر لفظ "الحمد" میں "کہا کرتے ہیں۔ اور حلقہ حدیث کی بابت جماعت نے بجائے "ح" لفظ "صحیح" تحریر فرمایا جس سے شہادت ہے کہ "ح" لفظ "صحیح" کی جانب اشارہ ہے اور یہاں ہم اس کا کھنا اس لئے اچھا ہے کہ کسی کو یہ ہم نہ ہو کہ اسناد اول کا متن ساقط ہو گیا ہے۔

"مخو" ضمیر مضان الیہ کا مرجع حدیث یونس ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو دو شیوخ "عبد اللہ" اور بشر سے روایت کیا ہے۔ عبد اللہ نے امام عبد اللہ بن مبارک کے صرف ایک شیخ "یونس" کو ذکر کیا اور بشر نے دو شیخ یونس اور محمد ذکر کئے۔ مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ محمد کی روایت "یونس" کی روایت کیساتھ فعلی موافقت نہیں رکھتی۔ وہی واسطہ "مثلاً" نہیں کہا کہ "مثلاً" اس روایت کو کہتے ہیں جو دوسری روایت کیساتھ لفظاً موافق ہو، بلکہ محمد کی روایت "یونس" کی روایت کیساتھ معنی موافق ہے اسی لئے (مخو) فرمایا کیونکہ مخو کا اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جو دوسری روایت کیساتھ صرف معنوی موافقت رکھتی ہو۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ مخو کا تعلق صرف محمد سے ہے

(أَجْوَدُ النَّاسِ) اسم تفضیل مشتق از جود ہے جس کے معنی ہیں اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی یعنی سزا چیز مناسب شخص کو دینا یہی معنی سخاوت کے ہیں۔ تو أجود الناس کے معنی مجھے تمام لوگوں سے سخی تر ہو کر جلا فعال داخل کا حسن شرافت نفس اور اعتدال مزاج پر مبنی ہے اور آپ کا نفس پاک تمام نفوس سے اشرف اور آپ کا مزاج الطوف تمام مزاجوں سے زیادہ معتدل تھا اس لئے ضروری ہوا کہ آپ کا فعل احسن الافعال ہو۔ اور آپ کا خلق احسن الاخلاق اسی واسطے آپ أجود الناس بھی ہوئے۔ حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جود فرماتے والا ہے پھر تمام انسانوں سے سخی تر ہیں ہوں پھر میرے بعد وہ شخص جو علم دین تحصیل کر کے اسکو بھینائے۔ آپ تمام مخلوق سے زیادہ جود فرماتے والے ہیں لیکن یہاں پر أجود الناس اس لئے فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور جب بہ نسبت اشرف المخلوقات آپ أجود ہیں تو بلحاظ غیر اشرف وہی اولی ہوئے۔ تو ثابت ہوا کہ آپ نہ صرف أجود الناس بلکہ أجود المخلوق ہیں۔ اور وہ بھی ایسے کہ دنیا و آخرت آپ کے خوان جود کا ایک ٹکڑا ہے اسی واسطے امام بوصیری قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں شعر: فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرِّهَا وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ التَّوْحِيدِ وَالْقَلَمِ اور المصنف ترمذی مأتہ - حاضرة مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے اپنے انوکھے انداز میں یوں عرض کیا ہے کہ وہ کیا جو حکم پر شریعی تیرا + نہیں سنا ہی نہیں مانگے دلا تیرا "ماتے چلتے ہیں حلقے وہ ہے قطار تیرا ماتے چلتے ہیں سنا کے وہ جزوہ تیرا + میں تو مالک ہی کہہ سکتا کہ "انک حبیب یعنی محبوب محبوب میری محبوب" سوال - المصنف قدس سرہ کے ذکر کردہ پہلے شعر کے "دوسرے مصرعے سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ سائل سے "نہیں" نہ فرماتے تھے۔ حالانکہ ایک روایت سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ وہ یہ کہ ایک جماعت نے حاضر ہو کر سواری طلب کی تو جواباً فرمایا تھا وَاللّٰهُ لَا أَحْمَلُکُمْ تھا میں تم کو سواری نہ دوں گا جواب بیشک عادت کر گیا ہی تھی کہ سائل جو چیز طلب کرتا عطا فرماتے اور اگر وہ چیز نہ ہوتی تو سکوت اختیار فرماتے یا سنسن گفتار کے ساتھ دل جوں کر کے معذرت فرمادیا کرتے تھے۔ اور کبھی فرمادیتے کہ فرض ہے کہ کام چلا لو ادائیگی ہمارے ذمہ

ہے کہ اس مہینے میں بندوں پر ہونے والی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں (۳۱) ملاقات جبریل کہ صالحین کی ملاقات مزید نعمت کا باعث بنتی ہے۔
 خصوصاً جبکہ ملاقات کرنے والے قاصد رب الغلیہ ہوں۔ کیونکہ اس ملاقات میں آپ کے مقامات کی ترقی اور علوم میں اضافہ ہوتا تھا
 جس کے شکر میں جو زیادہ فرماتے تھے۔ (۳۲) حدیث اس سلسلہ قرآن کرم پر حقائق و معارف پر اطلاع کے لئے سببِ امداد و غیرہ معارف و احادیث
 کے ساتھ متفق ہونے کے واسطے باعث اور ترقی بالائے ترقی کے واسطے موجب۔ اسی لئے حدیث اس سلسلہ قرآن کرم پر انکار بالائے انکار
 کی مقتضی ہے کہ "لن شکرتہ کلا منہ منکم" نظر ہر ان نبوی جو شہیدِ مضان میں بے پایاں ہو جاتا تھا بعض ضعیف و کثیمت
 فقیر و احمق و بے بلا زمان سلطان کہ رسائدا میں دعا را کہ بشکر ادا شاہی و لظہر مراں گدرا را اس بیان سے
 ہر تہہ جلوں کا حسن ترتیب آشکارا کرتے بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ہر جملہ مابعد میں نسبت ماقبل تخصیص پائی جاتی ہے اور وہ بھی علی
 سبیل الترقی۔ کیونکہ اولاً میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام انسانوں کے جوہر پر مطلقاً نبوی جوہر کی افزائی بیان
 کی اور ثانیاً ترقی کرتے ہوئے آپ کے جوہر پر خود آپ کے رمضان جوہر کی افزائی اور ثالثاً آپ کے رمضان جوہر پر خود آپ کے رمضان شہینہ
 جوہر کی زیادت بیان فرمائی ہے ہم قرآن کریم حدیث "حسبنا" ذکر کر چکے ہیں کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتداء ماہ رمضان المبارک
 یوم دوم شنبہ میں ہوئی تھی۔ جملہ زیر بحث میں اس ابتدائی نزول کی کیفیت کی جانب اشارہ ہے جسکے پیش نظر حدیث زیر بحث اور
 ترجمۃ الباب میں مطابقت نمایاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں یہ صراحت مذکور ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان
 کی ہر شب میں حاضر ہو کر ایک مرتبہ قرآن پاک کا وہ کیا کرتے تھے تو قرآنی وحی کے لئے بارہ مہینوں میں رمضان کا انتخاب اسی مناسبت
 سے ہوا کہ زمین پر قرآنی نزول کی ابتداء اس مہینے میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں خود قرآن کریم سے بھی یہ بات ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔
 "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" جب ثابت ہوا کہ وحی قرآنی کے نزول کی ابتداء ماہ رمضان میں ہوئی تھی تو
 اس سے ابتدائی نزول کی کیفیت بھی ظاہر ہو گئی جو ترجمۃ الباب ہے۔ یہ کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتداء اس حال میں ہوئی
 کہ وقت نزول وحی ماہ رمضان تھا۔ جیسے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول بھی اس مہینے میں ہوا ہے اور وہ
 اس طریقے پر کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام لوح محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمان دنیا پر پہنچے اور وہاں پر فرشتوں کو اطا
 کیا یا فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے موافق اپنے صحیفوں میں لکھ کر "بیت الحرق" میں رکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے پھر
 جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتدار حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا خدمت نبوی میں پیش کرتے رہے
 یہاں تک کہ یہ نزول تیس سال کی مدت میں پورا ہوا۔ اس چلے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصہ پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے
 کیونکہ تین سال نزول وحی موقوف رہا کہ جب شروع ہوا تو ہر رمضان میں سابق نازل شدہ سورت و آیات کا دور کیا جاتا تھا۔ جو
 یقیناً بعض قرآن میں اس جملے میں "ان قرآن کا اطلاق کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ بعض قرآن پر قرآن کا اطلاق درست ہے۔
 بعض بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت ملاقات اہل صلاح جو دعوات میں افزائش پسندیدہ چیز ہے اور صالحین کی زیارت اور انکی تکرار
 لائق ہے جبکہ تکرار مکرر کے نزدیک مکرر نہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں تلاوت قرآن کی کثرت مستحب ہے اور یہ تمام اذکار سے
 افضل ہے۔ کیونکہ اگر کوئی اور کس سے افضل یا مساوی ہوتا تو جبریل امین اور حضور پر نور اسکو ضرور اختیار فرماتے۔ سوال
 رمضان میں قرآنی وحی اس لئے نہ تھا کہ وہ افضل یا مساوی اس سے مقصود یہ تھا کہ حفظ مستحکم ہو جائے۔ جواب حفظ مستحکم تھا
 اور مزید استحکام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر سال رمضان شریف کی ہر شب میں دُعا کیا جائے۔ پھر سال وفات سے پہلے رمضان میں روزِ تہ
 دُعا کیوں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ ایک فعل سے چند مقصود ہو سکتے ہیں چنانچہ یہاں پر استحکام حفظ کے ساتھ ساتھ یہ مقصود بھی

عَظَمَاءُ الرُّومِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجَمَانَهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي يُزْعِمُ
 اجلاس میں بیٹھ کر ان کو طلب کیا جبکہ اس کے اس پاس عالم دین روم بیٹھے تھے پھر ان کو قریب بلا کر اپنے ترجمان کو بلا کر ان سے کہا کہ تم میں کون شخص
 أَنَّهُ نَبِيُّ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ أَذْنُؤُهُ مِنِّي وَفَرُّوا أَصْحَابَهُ
 ان سے نسب میں قریب نہیں ہے جو نبی ہوئے گا دعویٰ کرتے ہیں ابو سفیان کہا میں ہوں تو ہر قریب سے کہا ان کو کچھ سے قریب کر دو
 فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِي ثُمَّ قَالَ لِيَرْجَمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَأَيْلُ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ
 اعدان کے ساتھیوں کو قریب کے لنگہ میں پشت بٹھا دو۔ پھر ہر قریب نے اپنے ترجمان سے کہا ان کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص (ابو سفیان) سے ان مرد
 فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَيْدُ بَوَّةٍ فَوَاللَّهِ لَوْ لَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ
 (دعویٰ نبوت) کے متعلق سوال کرتا ہوں پس اگر کچھ سے غلط بیانی کرے تو تم گداز کر دینا (ابو سفیان) سے کہا جسے اگر تم کو اس بات کی ضرورت ہو تو اس سے
 أَوَّلُ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فَيَكْفُرُ فَيَقُولُ هُوَ فَيَنَادُ وَلَسِبَ قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ
 ہاں ہاں کہ جسے جو قریب کو قریب سے پہلے متعلق مقرر جھوٹ بولن پھر سب سے پہلے بات بولنے کے متعلق کچھ سے دریافت کی یہ بھی کہو کہ لا تہادسے یہاں ان کا نسب کیا
 مِنْكُمْ أَحَدٌ فَظَفَرَهُ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَيْلِكَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاشْرَافَ لِلنَّاسِ
 میں سے کہا وہ ہمارے یہاں عالی نسب میں ہر قریب نے کہا تو کیا یہ بات (دعویٰ نبوت) کہی تم میں سے کسی نے ان سے پہلے کہی تھی میرے کہا نہیں ہر قریب نے کہا
 ابْتَعَوْهُ أَمْ ضَعُفَاءُ هُمْ قُلْتُ بَلْ ضَعُفَاءُ هُمْ قَالَ أَيْزِيدُ وَنَ أَمْرٌ يَفْضَحُونَ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُ وَ
 کرنا آئے باہر کی بے ادبیاں ملنے سے بھی کہا نہیں ہر قریب نے کہا کہ ان بھلا گروں نے انکی بددعا کی ہے یا دے ہوؤں میں کہا بلکہ یہ ہوں نے ہر قریب نے کہا بڑھتے
 قَالَ فَهَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ مِنْهُمْ مَخْطُؤَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ
 جاتے ہیں یا کہ ہوسے ہیں میں نے کہا بلکہ بڑھتے جاتے ہیں ہر قریب نے کہا تو کیا ان میں سے کوئی ان کے دین کو بڑا سمجھ کر بھی جاتا ہے اس میں داخل ہونے کے بعد میں نے
 تَتَّبَعُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَتَحْنُ مِنْهُ
 کہا نہیں ہر قریب نے کہا تم کو گروں پر جھوٹ بولنے کے ساتھ متہم کرتے تھے اس سے پہلے جواب کہی ہے میں کہا نہیں ہر قریب نے کہا کیا وہ ہوشیاری کرتے ہیں
 فِي مُدَّةٍ لَا تَذْهَبُ مِمَّا هُوَ قَاعِلٌ فِيهَا قَالَ وَلَمْ تَمْنَحْنِي كَلِمَةً أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ
 میں نے کہا نہیں لیکن یہ زمانہ نہ مصالحت میرے تھے میں نے نہیں کہہ اس میں کیا کر رہے ہیں ابو سفیان نے کہا کہ مجھے اس کے سوا کسی بات پر قدرت نہیں تھی جس میں وجہ
 الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ أَيَاةُ قُلْتُ أَخْرَبُ
 تفصیل چیز ملا دیتا۔ ہر قریب نے کہا کہ ان سے جنگ کی ہے میں نے کہا ہاں۔ ابو لاؤ ان سے جنگ کر کے کیا حاشہ ہوا میں نے کہا جب تک ہمارے ان کے درمیان
 بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ مِتْنَا وَنَسَالَ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَا مَرْكُومُ قُلْتُ يَقُولُ أَعْبُدُوا اللَّهَ
 قُلْ كَمَا نَدُّ بِكُمْ أَحَدُكُمْ بِيَوْمٍ مَرَّةٍ سِرَّكُمْ جَانِبُكُمْ مِمَّنْ يَنْفَعُ بَاتِي فِي الدُّنْيَا هِمَّ - ہر قریب نے کہا کہ وہ تم کو کیا حکم کہتے ہیں میں نے کہا کہتے ہیں کہ تمہارا
 وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِشَيْءٍ وَأَتْرَكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَا مَرْكُومُ بِالْصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ
 الشکی کی علامت کا واسطہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ادا دینے باپ و داد کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں غار کا حکم کہتے ہیں۔ اور راست گوئی کا
 وَالْعَقَابِ وَالصَّلَاةِ فَقَالَ لِيَرْجَمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ فَذَكَرْتُ أَنَّهُ فِيكُمْ
 اور سلام و ناز یا افعال سے بچے گا اور صلہ رحمی کا۔ اب ہر قریب نے ترجمان سے کہا کہ ابو سفیان سے کہو۔ میں نے تم سے ان کے نسب کو دریافت

کیا تھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے یہاں

وَوَسَّيْنَا لَكَ الْرَّسُولُ لَمُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا
 عالی نسب ہیں۔ اور رسول بھی اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ یہ بات تم میں سے کسی نے
 اَلْقَوْلَ فَقَدَرْتُ أَنْ لَا قَوْلَ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَقُلْتُ مَرْجُلٌ يَا لَيْسَ يَقُولُ قَبْلَ
 ان سے پہلے کوئی بھی تو حق تعالیٰ بنا کر نہیں۔ میں نے دل میں کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ شخص پہلے ہی ہوئی ان کے نیچے
 قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مِثْلِكَ فَقَدَرْتُ أَنْ لَا قَوْلَ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ
 پڑے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں نے دل میں کہا کہ اگر ان کے
 مِنْ مِثْلِكَ قُلْتُ مَرْجُلٌ يَطْلُبُ مِثْلَكَ آيِدِهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَهَمُّونَهُ بِالْعِدَابِ قَبْلَ
 باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ شخص اپنا آباؤں کا ملکہ چاہتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم ان کو لوگوں پر جھوٹ بولنے کے ساتھ
 أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَقَدَرْتُ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرِفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدْرَ الْعِدَابَ عَلَى النَّاسِ
 متہم کرتے تھے اس بات سے پہنچو جسے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں بالتقصیل جانتا ہوں کہ وہ ایسے ہرگز نہیں ہو سکے کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دیں وَهُمْ
 وَيَعْدِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشَرَّ النَّاسِ (تَبَعُوهُ أَمْضِعُوا وَهُمْ فَقَدَرْتُ أَنْ ضَمَقُوا
 اور اللہ پر جھوٹ بولیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ ان کے لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا رہے ہوؤں نے تو تم نے بیان کیا کہ وہ یہ ہوؤں نے
 أَتَبَعُوهُ وَهُمْ أَتَّبَعَ الرِّسُولَ وَسَأَلْتُكَ آيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَقَدَرْتُ أَنْ أَتَّهَمُ بِزَيْدُونَ
 اتباع کی ہے۔ اور یہی لوگ رسولوں کے متبع ہوا کرتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ بڑھتے جاتے
 فَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ آيَزِيدُ مِنْهُمْ أَحَدٌ سَخَطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ
 ہیں۔ اور ایسے ہی مشران ایمان ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا ان میں سے کوئی ان کے دین کو بڑا سمجھ کر داخل ہونے کے بعد
 أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ فَقَدَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ جِئْنَا بِشَاشَةِ الْقُلُوبِ
 پھر جاتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ اور ایسے ہی ایمان ہے جبکہ اس کی تازگی قلوب میں ہوسکتی ہو جائے تو پھر نکلتا نہیں کہنا۔ اور میں نے تم سے سوال
 وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَخْدِرُ فَقَدَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الرِّسُولُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا أَمْرُ
 سوال کیا تھا کہ ہمدردی کرتے ہیں تو نیچے بیان کیا کہ نہیں۔ اور ایسے ہی رسول بھی ہمدردی نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تم کو کیا حکم کرتے
 فَقَدَرْتُ أَنْ يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ
 میں تو نیچے بیان کیا کہ وہ تم کو یہ حکم کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ اور تم کو بت پرستی سے منع کرتے ہیں
 أَلَا وَذَلِكَ يَأْمُرُكُمْ بِالْقِسْوَةِ وَالْقِدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا نَقُولُ خُفَا فَسَيَمْلِكُ
 اور نماز کا حکم کرتے ہیں اور راست گوئی اور حقیت کا پس اگر تمہاری یہ باتیں سچی ہیں تو غریب وہ میرے
 مَوْضِعَ قَدْ هَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ
 پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہو جائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم (قریش)
 فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمْتُ رَبِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَكَ لَفَسَلْتُ عَنْ
 میں سے ہوں گے تو کاش مجھے یقین ہو جاتا کہ ان تک پہنچ جاؤں گا تو شفقت برداشت کر کے اُن کی ملاقات حاصل کرتا اور ان کے
 پاس ہونا تو ان کے بے پروا ہونا ہوتا

قَدْ مَيَّيْتُهُ ثُمَّ دَعَا بَكْتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ رَحِيَّةٍ الْكَافِي
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ منگایا جو حضور پر نور نے دستِ دھبہ کی شہر بھری کے امیر
 اِلَى عَظِيمٍ بَصْرَى قَدْ قَعَهُ عَظِيمُ بَصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَالَ أَهْ يَا ذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 کو بھیجا تھا اور امیر نے اُس کو ہرقل کے پاس پہنچا دیا تھا پھر اُس کو پڑھا تو اُس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع جو نہایت ہیران
 مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ
 رحمت والا یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول محمد کی جانب سے روم کے منظم ہرقل کو بھیجا جاتا ہے اُس پر سلام جو ہدایت کی اتباع کرے بعد
 فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمَ تَسْلِمُ يُونَاثَ اللَّهُ مَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ
 اِس میں ترکِ اسلام کے کلمہ شہادت کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اللہ تمہیں دانا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے کلمہ شہادت
 فَإِنْ تَوَلَّيْتَ إِلَّا تَوَلَّيْتَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
 قبول کرنے سے سد گردانی کی تور عطا کیا گناہ بھی نہیں ہوگا اور اسے کتا بوائے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ وہ کلمہ عبادتِ کو
 أَنْ لَا تَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
 مگر خدا کی اور اُس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ انہیں تو کہہ دو تم
 فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَشْهُدُ بِآثَانِ مُسْلِمُونَ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ
 گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ابو سفیان نے کہا۔ پس جب ہرقل سوال جواب کر چکا اور نبوی دعوت نامہ کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو اُس
 الْكِتَابِ كَرِهَ عِنْدَهُ الصَّبْرَ فَأَرْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأَخْرَجْنَا فَقُلْتُ لَا صَبْرَ لِي حِينَ
 اس شور و شغب پر مگر آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو باہر کر دیا گیا جب ہم باہر کر دئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں
 أَخْرَجْنَا لَقَدْ أَمَرَ أَمْرًا مِنْ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يُخَاخُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصَمْرِ فَمَا بَرَلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ
 سے کہا بخدا ابو کبشہ کے فرزند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظیم ہو گئی کیونکہ اُن سے بادشاہ روم بھی ڈرتا ہے۔ پس مجھے
 سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَى الْأَسْلَامِ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقْلُ
 یقین رکھتا کہ آپ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر اسلام داخل فرمایا۔ سادوی حدیث زہری نے خبر دی کہ
 اسْقَفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيثَ
 بیت المقدس کا امیر ہرقل کا ہم نشین شام کے نصاریوں کا خادم ابنِ ناطور بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس پہنچا۔ تو یکدم صبح کو کسل مند
 النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقِيهِ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَذَا فَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ كَانَ هِرَقْلُ
 ہو گیا۔ اس پر بعض اراکینِ دولت نے عرضداشت پیش کی کہ ہم سرکار کا مزاج خلاف معمول محسوس ہوتا ہے۔ ابنِ ناطور نے کہا کہ (ہرقل عالم اور
 حَزَاءٌ يَنْظُرُ فِي الْجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي مَرَّيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي السُّجُومِ
 کا کہن ہونے کے ساتھ ساتھ نجوم میں بھی نظر رکھتا تھا تو بعض اراکین کے سوال کرتے پراس نے کہا کہ میں نے شبِ گذشتہ نجوم میں نظر کرتے وقت دیکھا
 مَلِكُ الْخِزَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَبِرُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا الْيَسَّ يَخْتَبِرُ إِلَّا الْيَهُودَ فَلَا
 کہ جس بادشاہ کے یہاں ختم ہوتی ہیں وہ غالب ہو گیا۔ تو موجودہ اہل زمانہ میں کس کے یہاں ختموں کا دستور ہے۔ اراکین نے اسے کہنے تو صرت
 یہودیوں میں ہوتی ہیں۔ سوائے ان کی

اوصاف مکہ کی شب بزم اسلام قبول کیا۔ غزوہ طائف اور حنین میں شریک ہوئے ایک آنکھ غزوہ طائف میں نیرنگ کرکٹ پڑی تھی اور دوسری
 پھر گرجا گھر میں بھاگ کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے۔ اس سال وکات ہاکر جنتہ البقیع میں دفن ہوئے۔ اور خلیفہ سوم حضرت
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناز جانہ پڑھائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپے الیہ ماجدیں اسلام قبول کر کے شہر
 آپکی صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ مطہرات میں داخل ہوئے تھیں۔ غزوہ طائف میں تیر گئے اسے آنکھ پڑی تو نبوی
 خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کو فرمایا یا کھڑا ہو خدایں بر باد ہوئی ہے اگرچہ تو خود ماکر دوں درست ہو جائے گی اور اگرچہ تو حق تعالیٰ کو
 ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزم کیا۔ میں جنت قبول کرتا ہوں نبوی حکم سے مقام قدید میں پہنچ کر مہنا کا نامی بت کو
 آپ ہی نے توڑا تھا۔ ابوسفیان میں اس پر تینوں حرکتیں آتی ہیں

نیزہ - بانی کے نام

(کھن قل) ہا کھن اور ہا مفتوح بروزن و مشق لغت میں معنی غربال ہے اور بنائے ضرورت شرعی رہا ساکن اور
 "قان" کسو ہوتا ہے جیسے لبید بن ربیعہ کے اس شعر میں غَلَبَ اللَّيْلُ نَالَ خَلْفَ آلِ مُجَرِّقٍ بِوَكْمَا فَعَلَنِي بَيْعٌ وَهَرَقٌ
 اور بعض حضرات نے اسم بھی قرار دیا۔ اس مقدم پر جو علمیت اور عمیہ غیر منفرد ہے۔ اور بر تقدیر اول منفرد۔ وہاں کے اُس بادشاہ کا نام ہے
 جس نے انیس سال سلطنت کی اور اس کے عہد حکومت میں عسکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ سب سے پہلے اسی نے اشرفی آباد کی
 تھی اور گوانو اس کا لقب قیصر تھا جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب کسی ہے اور ترک کا مخاطبان اور عرب کا "نجاشی" اور
 قبط کا "فرعون" اور مصر کا "عزیز" اور ہند کا "سارے" اور چین کا "خفقو" اور یونان کا "بطلموس" اور ہندو کا "قیطون" اور
 بربر کا "جگوت" اور صابئہ کا "فرس" اور طبرستان کا "ملاز" اور اسکندریہ کا "ملک مہقوقس" اور یمن کا "تبع" اور
 لقب قیصر یاں جو ہا کہ قیصر کے معنی ہیں "جیرا" چونکہ درینہ میں سکی مار کا انتقال ہو گیا تھا پیٹ چیر کر اس کو نکال لیا۔ نظر میں
 اس لقب کے ساتھ لقب ہوا۔ اس چیز کو اپنے لئے باعث فخر خیال کرتا تھا کہ پیشا کے راستے سے پیدا نہیں ہوا۔ اس سوال اس حدیث کا
 کیا مطلب ہے۔ انا هلك قيصري فلا قيصري بعدا فاذا هلك قيصري فلا قيصري بعدا جواب قریش نے یہاں
 سے شام اور عراق میں بغض نہایت جاتے تھے۔ اسلام لائے کے بعد انہیں یہ خوف و اضطراب ہوا کہ اب سلسلہ تجارت وہاں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی
 جو عالمہ حق میں حضرت مدیناں ہے کہ نہ کشای اور عراقی اسلام کے مخالف ہیں ہم چواری آمد و رفت کی طرح گوارا کر سکیں گے اس پر یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ قیصر کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا یعنی شام میں اور کسی کی ہلاکت کے بعد کوئی کسی نہ ہوگا۔
 یعنی عراق میں چنانچہ خود کے چور اٹانے کے لیے ہر ایک کی جگہ کے مطابق ہوا۔ نبوی عہد میں کسی قیصر نے انہیں کوئی ہتھیار دیا تھا۔ تاہم انہیں
 کی معرفت اس کے پاس بھی نبوی دعوت نامہ پہنچا جس کو پڑھنے کے بعد ہر ایک کے ہاں پارہ پارہ کر ڈالا۔ پھر شہنشاہ دور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے ہر ایک کے لئے فرمایا "مَنْ رَأَى الْإِسْلَامَ مُلْكًا" یعنی خدا اس کے ملک کو دینہ دینہ کر ڈالے۔ چنانچہ "پرویز" کا پیٹ اس کے بیٹے شہنشاہ
 نے ہاک کر دیا جبکہ نسبت کی امید باقی نہ رہی تو ایک نے ہر ایک کو ہتھیار دیا اور اجماع کیا وسطی نافع ہے۔ پھر اسی حادثہ میں انات باقی اس کے
 بعد عراق میں کوئی کسی نہ تھا۔ شہنشاہ نے ہر ایک کو ہتھیار دیا۔ ہاں انتقال کے چوہا بعد جبکہ ہتھیار نظر سے گزری تو دعائے نافع بھلا کر اگل
 جس سے اس کی موت واقع ہو گئی نبوی مدعا کے باعث ایسی خوش مستط ہوئی کہ ہر فاروقی صحابہ غازیان ہی نسبت دیا وہ کہہ گیا۔ اور
 ہر قل کے بعد بھی کوئی قیصر شام میں نہیں ہوا لیکن اس کا جانشین نہ فرمایا کہ لا تَكُنْتَ اللَّهُ مُلْكًا اللہ تعالیٰ اس کا ملک قائم رکھے۔
 کہو کہ اس نے اگرچہ دعوت نامہ پر لبیک نہیں کہا مگر عسوی کی طرح اس سے بے ادبی صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے دعوت نامہ کو
 تعظیم کے ساتھ سنے کے بعد ان میں کھاتا جو اس کے بعد غازیان میں ہر حق نشین کے پاس کے بعد بڑے ہی پختہ رہا۔ ہر حق نشین نہایت اہم

وہاں کے نام

اور خلافت سے رکھتا تھا۔ چنانچہ سیف الدین خلیج منصوری بیان کرتے ہیں کہ حکمران ملک منصور قلاوون نے ایک فاتح کے کرایہ دار عرب کے پاس بھیجا اور اس نے حکمران سلسلہ سفارش بادشاہ فرنگ کے یہاں بھیج دیا اس نے سفارش منظور کر کے مجھ سے اپنے پاس شہر کے لوگوں میں غنا مندوں کو اس کے کھانا کھانے میں ہمارے سامنے ایک عالی قدر نقد پیش کرنا ہوں یہ حکمران ایک صندوق نکالا جس میں کھانا پانی چڑھا ہوا تھا۔ پھر اس میں سے سونے کا قلمدان نکالا اور قلمدان سے ایک دعوت نامہ جس کے اکثر و بیشتر حروف محو ہو چکے تھے اور اس پر لکھا تھا کہ پھر کہنے لگا کہ یہ تمہارے بی بی کا دعوت نامہ ہے جو میرے دادا قصی کے پاس آیا تھا اور اب تک ہمارے خاندان میں ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا چلا آ رہا ہے۔ اور ہمارے باپ دادا وصیت کر گئے ہیں کہ جب تک اس دعوت نامہ کو محفوظ رکھو گے ملک ہمارا خاندان میں باقی رہے گا اس لئے ہم غایت درجہ حفاظت کرتے اور تعظیم سے رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لغزانیوں کو اس پر مطلع نہیں کرتے تاکہ ملک ہمارا خاندان میں باقی رہے (مجمع البحار وغیرہ)

(فی سرب) ظرف مستقر ہو کر ابوسفیان سے حال ہے۔ علامۃ الخفش کے نزدیک "سرب" سرب کی جمع ہے جیسے "صحب" صحابہ کی اور "تج" تاجر کی اور "طیر" طائر کی اور "امام النحاہ" سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے، جیسے "قوم" اور "دون" ابوجیان نے فرمایا ہیں مسلک راجح ہے کہ لفظ اگر جمع ہوتا تو اس کی تفسیر "سرب" نہ ہوتی بلکہ "سرب" تفسیر کو مفرد "سراحب" کی طرف پھیرا جاتا یعنی مفرد کو مصدر کے مذکر عاقل کی واسطے واو اور فون کیساتھ جمع بناتے ہیں یونٹ اور مذکر غیر عاقل کے لئے "الف" اور "تا" کے ساتھ جیسے شعراء کی تفسیر "شعر" و "شعر" و "شعر" اور جوارى کی تفسیر "جوارى" اور در اہم کی تفسیر "سرب" نظر ہوتا ہے "سرب" کی تفسیر بر تقدیر جمعیت "سرب" و "یکون" ہوتی۔ علامہ کورب کے نزدیک اس کی تفسیر "سرب" ہے ہر کیف اس کا اطلاق اس یاس سے ناگزیر سواہد پر ہوتا ہے جو سفر میں ہیں۔ اور امام لغت ابن سید نے فرمایا کہ اس سواہد پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور "سرب" بفتح الراء والکاف کو "سرب" کے دلیل سے اقل پاد اور "سرب" کو اکثر پر ہونے میں اور "سرب" کی جمع "اسرب" اور "سرب" اور جمع الجمع "اسرب" آتی ہے اور "سرب" کا ب معنی اہل اسم جمع ہے اس کا واحد "سرب" ہے جیسے قوم اسم جمع کا واحد "سرب" ہے اور جمع "سرب" اور "سرب" کا بابت آتی ہے حدیث زیر بحث کے بعض طرف میں کہا ہے کہ یہ ستر سواہد تھے انہیں میں ابوسفیان ہیں چونکہ قلعہ میں یہ بڑے تھے اس لئے ارسال کی نسبت ان کی جانب کی گئی۔ ورنہ قاصد یہ کہ سہمی کا بلانا منظور تھا۔ اور اگر "فی" بمعنی "مع" ہو تو ارسال کی نسبت اس کی جانب اشارہ ہوگی۔ (مجمع الہوامع وغیرہ)

(قریش) قریش ضرب اور منصوبہ کہی یعنی جمع "آلہ" جیسے قریش الشیء یعنی جمعۃ من ہذا ومن ہنا وضمۃ بکسۃ الی بعض الیہ کہی یعنی قطع "جیسے قریش الشیء یعنی قطعۃ اور کہی یعنی وجدان جیسے قریش من الطعام یعنی اصحاب منہ قلیلۃ قریش وافریش وافریش یعنی اکتساب اور قریش بینہم یعنی اغری بینہم اور قریش قریش اور افریش وافریش بہ معنی آخرت بعدہ اور قریش المال یعنی جمعۃ اور قریش عن السبکات یعنی تفرۃ اور قریش القوم یعنی جمعوں اور قریش ایک دیکھائی جانور جسکو کلب البحر بھی کہتے ہیں اس کے دانتوں کی تیزی کا یہ عالم کہ پانی کا اندھا دندوں کو تلوار کی طرح کاٹ ڈالتا ہے سب پر غالب ہوتا ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسکی تفسیر "قریش" آتی ہے جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ کا نام بھی ہے۔ اسکی نسبت "قریش" اور "قریشی" دونوں آتی ہے مگر اول ظاہر قیاس ہے۔ کنانہ بن خنیس بن مکرکۃ

وہی ہے کہ قریشی

نہ فریق کی جگہ لکھیں۔ صرف قریش کے نام سے

تہ طہات و سہ نام ۱۱

بن الیاس بن مضر کے ایک بیوی مٹرہ بنت صخر سے چہ بیٹے "نضر" "مالک" "ملکلان" "مؤنلک" "عزوان" "عمرو" "عامر" تھے یہ قول جمہور ان میں سے "نضر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مالک کے بیٹے "فھر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔ اس تقدیر پر قریش کا اطلاق اولاد فھر تک محدود ہے گا۔ فھر اور ان سے مافوق کو کنانی کہیں گے نہ قریش اور بعض نے کہا کہ الیاس کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ "مضر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں بہر کیف قریش کی وجہ تسمیہ میں چند قول ذکر کئے گئے ہیں (۱) یہ کہ حضرت امیو معاذ بنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ قبیلہ قریش کو "قریش" کے ساتھ کیوں موسوم کیا گیا۔ فرمایا ایک عجمی جانور سے مشابہت کی بنا پر جو دریائی جانور کو کھا جاتا ہے اس کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ غالبہ ہند ہے مغلوب نہیں ہوتا اس کو "قرش" کہتے ہیں جو جس طرح وہ تمام دریائی جانوروں میں اعظم ہے اسی طرح یہ قبیلہ تمام ہی قبائل کے اندر عزت میں فخر میں نسبت میں اعظم ہے۔ اس مشابہت کی بنا پر قریش کی تصغیر قریش کے ساتھ موسوم ہوا جو برائے تعظیم ہے۔ لکھنی شاعر نے بھی یہی دعا پائے اس شعر میں بیان کی ہے۔ "و قریش ہی النی تسکن البحر"۔ یہاں سمیت قریش قریشا لیکن لکھنی نے بجائے قرش اس کی تصغیر ذکر کی ہے تاکہ وزن مستقیم ہو جائے۔ (۲) خلیفہ عبد الملک نے اپنے باپ سے وجہ تسمیہ دریافت کی تو کہا کہ قبیلہ میں اگر مجمع ہو گیا تھا اور "قریش" "نقرش" سے ماخوذ ہے جو معنی جملہ آتے ہے۔ اس مناسبت سے قریش کیساتھ موسوم کیا گیا (۳) قریش "نقرش" سے ماخوذ ہے جو معنی تعیش آتا ہے جیسے شاعر کے اس شعر میں۔ "ایھا النارطی المقرش عتاء جندھم فھل لنا ابتقاء"۔ نظر براں معروف بن خربوز نے کہا چونکہ قبیلہ ضراریات حجاز کی خود تعیش کر کے مکرور کیا کرتا تھا۔ اس لئے "قریش" کے ساتھ موسوم ہوا (۴) قریش کو قرش سے اخذ کیا گیا ہے جو معنی کسب آتا ہے چونکہ قبیلہ تجارت پیشہ تھا اور تجارت میں اس کو فزیت حاصل تھی اس لئے "قریش" کے ساتھ موسوم ہوا۔ مگر شبہ متبادر کرزت و قلت تملکات منقسم ہے جن کے اسما مخصوص ہیں اور انکی ترتیب ہے بہت بڑے طبقہ کو "شعب" کہا جاتا ہے جیسے مضر۔ اس سے ابدر کو قبیلہ کہتے ہیں جیسے کنانہ اور اس سے ابدر کو "عسارہ" جیسے قریش اور اس سے ابدر کو بطن کہتے ہیں جیسے عدی اس سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس سے ابدر کو "نجد" کہتے ہیں جیسے یتیم اس سے سعد بن اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور "میسہ مخزوم" اس سے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جیسے "ہاشم" اس سے سید کائنات فخر موجودات محبوب خدا جناب احمد بن حنبل رحمہ اللہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسکے ابدر کو قبیلہ کہتے ہیں جیسے عباس اور اسکے ابدر کو عشیہ کہتے ہیں کسی دیر کے ان طبقات کو ترتیباً از مندرجہ ذیل اشار میں بیان کیا ہے۔ "اقصد الشعب فھو اکثری عدنی الجواء ثم القبیلۃ ثم تیلوھا العارسة ثم الـ بطن والفضد بعدھا والفضیلۃ ثم من بعدھا العشیہ ثم لکن"۔ مافی جنبہا ذکرنا قلیلہ۔ (فتح القدیر و دیگرہ)

(فی الملتحۃ الخ) اس سے صلح حدیبیہ کی مدت مزید ہے جو سترہ میں واقع ہوئی تھی مادیہ مدت بقول مشہور اس مال بھی لیکن بقادر عہد شکی کر مٹھے زعمو بنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سترہ میں غزوہ کر کے مکہ فرمایا۔ (فا توہ) میں "فا" ضمیمہ ہے جس سے پہلے کبھی شرط محذوف ہوتی ہے اور کبھی معطوف اور یہ دونوں اس کے ابدر کی واسطے سبب ہوتے ہیں چنانچہ اس سے پیشتر "فطلب انبیائکم" معطوف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ "فجاء الرسول فطلب انبیائہم فاتوہ"۔ یا یہ شرط محذوف ہے۔ "فلما طلب الرسول انبیائہم جیسے آیت فقلنا اضرب بعصاک الحجر فالنجد من فافجرت سے پیشتر "فصوب منہون" یا "فانضربت سوال ہر قل کے قاصد نے ان لوگوں کو ملک شام میں کس مقام پر پایا تھا جواب مقام "غزہ" پر حیدر

۱۱۔ قریش کی کنانی اولاد کو کچھ نہیں لکھا۔ قریش کا جو کچھ لکھا ہے

۱۱۔ طہات و سہ نام

یہ لوگ بغضِ تجارت جایا کرتے تھے۔ "با یلیا" "بامعنی" فی ہے اور "ایلیا" "بروزن" خبر تیار "عربی زبان میں بیت المقدس کو کہتے ہیں اس میں چند لغات اور بھی ہیں۔ "ایلیا" "مقصود اور الیا" "و ایلا" "بروزن" اعطاء اور "ایلیا" "مقصود اور بشیر دیا گئے دم اور مست بالام" "ایلیا" "مبی" آتا ہے۔ اس وقت ہر قبل بیت المقدس میں مقامِ حمص سے شکر آتی کالانے کے لئے پیدل حاضر ہوا تھا مگر اس شان سے کہ اسے میں فرش کر کے اُس پر بھول بچائے گئے تھے جن پر تل کر پورا سفر طے کیا۔ بیت المقدس کی حاضری اس نعمتِ عظیمہ کے شکر میں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دم کو فارس پر فتح عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ دم اور فارس کے درمیان جنگ تھی مشرکین کو چاہتے تھے کہ فارس کو غلبہ حاصل ہو کیونکہ اُمّی ہونے کے ساتھ ساتھ شرک میں دونوں کا اشتراک تھا اور مسلمان چاہتے تھے کہ دم غالب جائے اسلئے کہ وہ اہل کتاب تھے چنانچہ کسی بادشاہِ فارس نے بسرکردگی "شہر مکان" اپنا لشکر بھیجا اور قیصری بادشاہِ دم نے زیرِ قیادت "خنس" اپنا لشکر روانہ کیا۔ دونوں لشکر مقام "افس عات" اور "نصوی" میں پہونچ کر مصروفِ جنگ ہوئے۔ اور بالآخر فارس کو دم پر غلبہ حاصل ہوا اور کچھ شہر قبضہ میں آگئے۔ یہ خبر مگر پہونچی تو مسلمانوں کو رنج ہوا۔ اللہ شکر کہیں خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اہل کتاب ہو اور رومی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم اُمّی اور فارس بھی اُمّی ہیں۔ ہمارے بھائی فارس تمہارے بھائی درمیان پر غالب ہوئے تو اگر کہتے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی خبر غالب آجائیں گے اس پر سورہ دم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں مشرکین کی گفتگو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچی۔ وہ کفار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے غالب آجانیسے خوش ہو گئے لیکن تمہیں خوش نہ ہونا چاہیے (کہ یہ خوشی ناپائیدار ہے) بخدا اب دم فارس پر غالب ہوں گے غیب بتائے والے آقا جناب احمد مہتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر ارشاد فرمائی ہے۔ ابی ابن خلف جمعیتی مکرے ہو کر بولاکہ تم جو ملے ہو۔ آپ نے فرمایا اے دشمنِ خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ بولا اچھا میں نے سنا کہ کسی مشطہ بد لو اگر تین سال کے اندر پھر فارس دم پر غالب آئے تو تم دس دنٹ دیدینا اور اگر دم فارس پر غالب آگئے تو میں دوں گا آپ نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اور نہیِ خدمت میں حاضر ہو کر باہمی طے شدہ شرط کو ذکر کیا۔ میدانِ عالم صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آکر دم نے فرمایا میں نے مکرے خبر کہتی تھی کہ تین سال میں دم فارس میں گئے ہیں لے تو لفظ "بضع" بیان کیا تھا۔ جس کا اطلاق تین اور دس کے درمیان اعداد پر ہوتا ہے۔ لہذا مدت میں اضافہ کر دے۔ اور شرط میں بھی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن خلف کے پاس پہونچے وہ دیکھ کر بولا شاید آپ نام ہو گئے فرمایا نہیں آؤ شرط اور مدت میں اضافہ کر لیں۔ مدت نو سال اور شرط میں سو سو دنٹ۔ بولا منظور ہے پھر ابی بن خلف نے بائیں خیال کر آپ کے گلے چلے نہ جائیں۔ ضامن طلب کیا تو آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمانت کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور جب ابی بن خلف نے جنگِ اُحد میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ نے بھی اُس کے پاس پہونچ کر ضمانت طلب کی۔ چنانچہ اُس نے ایک شخص کو اپنا ضامن بنادیا۔ پھر جنگِ اُحد میں جا کر شرکت کی اور نہیِ ضرب سے زخمی ہو کر گرا پڑا۔ اگر مر گیا۔ وقتِ شرط سے ساتویں سال دم اور فارس میں پھر جنگ چھڑی۔ اور اس مرتبہ دم فارس پر غالب آگئے۔ (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیتے اور ابی بن خلف ہار گیا۔ آپ نے اُس کے درخت سے تنو اونٹ وصول فرما کر بکر نہی مانگو صدقہ کو با غلبہ دم کے زمانہ کی تعبیر میں اصحابِ میر کا بیان مختلف ہے کسی نے یومِ حدِ یدیبہ کا ذکر کیا اور کسی نے یومِ بدر بعض علماء نے فرمایا اگر دم اور فارس کے درمیان پہلی جنگ ہجرت سے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو دوسری جنگ میں دم کے غالب ہونا نہ یومِ حدِ یدیبہ ہوا اور اگر پہلی جنگ ہجرت کے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو غلبہ دم کا زمانہ یومِ بدر آج پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ پہلے ہجرت کے مدینہ منورہ پہونچ چکے تھے اور ان پہیے ہی شرط کے منظور نہٹ وصول فرمائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یدیبہ عقلاً نہ فارغی کا مال لینا جائز ہے اگرچہ لینے والا اسلام کا اسلام میں ہوا اور اگر فارغی بغیر ذی سلطانِ اسلام دارِ اسلام میں ہو تو بھی مسلم بدیعہ خود فارسہ جیسے بادلوہ اُس کا مال لے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا مال

معلوم نہیں بلکہ اس کی جان اور مال دونوں بے لعل ہیں اور سب کی حرمت کے لئے یہ شرط ہے کہ بدین معلوم ہوں سدا محتسب میں ہے۔
 قال فی الشرع بلائینہ ومن شرائط الریاء عصمة البدلین وكونها مضمونین بالائلاف فصمة احدھا
 وعدم تقومہ لا يمنع اداش بیان سے پسند بھی واضح ہو گیا کہ اگر اجل ہندوستان کے اندر ان جنگوں میں روپیہ جمع کر کے منافع لینا
 درست ہے جن میں کسی مسلم کا شیر (حصہ) نہیں وہ خالص غیر مسلم کے ہیں اور اگر ایک مسلم بھی ان میں حصہ دار ہے تو منافع سب سے ان کا لینا
 حرام ہے۔ یہی حکم ظاہر غلوں کا ہے کہ اگر حکومت غیر مسلم ہے تو منافع لینا درست ہے ورنہ حرام دانستہ تعالیٰ اعلم
 ہاں تو رد کو غلبہ حاصل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ فارس کا امیر لشکر شہرستان پہلی مرتبہ راجہ غالب آیا تو مدعوں کو با مال ادا ان ہندو
 کی تخریب کرنے کے خلیج تک پہنچا۔ ایک نے اس کا بھائی فرحان بھیجا ہوا شراب پی رہا تھا۔ انشا میں اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا
 بیشک میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ میں کسی کے تحت پریشا ہوا ہوں۔ یہ بات کسی طرح کسی تک پہنچ گئی۔ اس نے فوراً شہرستان
 کو خط لکھا کہ جب یہ خط پہنچا ہے پاس پہنچے اسی وقت اپنے بھائی فرحان کا سفر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ شہرستان نے جواباً تحریر
 کیا کہ میرے بادشاہ فرحان جیسا آدمی آپ کے یہاں نہیں۔ دشمن پر حملہ کر کے زیر کرنے کا ڈھب اس کو خاص طور پر آتا ہے۔ تو یہاں ارادہ نہ کیجئے
 کسی نے پھر لکھا کہ اہل فارس اس کے خائف ہیں لہذا جلد تر اس کا سفر بھیجا جائے۔ شہرستان نے پھر جواب دیا کہ ایسا مناسب نہیں
 اس پر کسی نے غضب نہ کیا۔ اور شہرستان سے اس سلسلے میں مراسلت بند کر دی۔ اور اہل فارس کے پاس پناہ فرما کر دیکر قاصد بھیجا
 کہ میں نے شہرستان کو مغرور کر کے اس کی جگہ فرحان کو مقرر کر دیا۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک چھوٹا سا خط بھی بنام فرحان بھیجا جس میں لکھا
 حکم دیا تھا کہ شہرستان کو قتل کر دے اور قاصد سے کہدیا تھا کہ جب فرحان والی ہو جائے اور شہرستان اس کی اطاعت قبول کرے تو اس
 وقت یہ خط فرحان کو دینا چاہئے قاصد نے پہنچ کر فرمان شاہی پیش کیا۔ شہرستان اس کو پڑھ کر ہلاک ہو گیا اور خیم منظر اور تخت سے اتر کر اپنے
 اپنے بھائی فرحان کو بھیجا۔ تخت نشینی کے مراسم پورے ہونے کے بعد قاصد نے وہ خط فرحان کو پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر شہرستان کو
 طلب کیا تاکہ حکم شاہی کی تعمیل میں اس کو قتل کیا جائے۔ شہرستان یوں اتنا توقف کر دے کہ وصیت لکھو۔ فرحان نے کہا۔ اچھا۔
 پھر شہرستان نے اپنا صندوق مٹا کر اس سے کسی کے تین خط بابت قتل فرحان لگائے اور اس کو دیکر لولا کہ میں نے تینوں مرتبہ
 بادشاہ کو جواب دیکر تمہارے قتل کو ملا اور تم ایک ہی خدا کی بنا پر میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ یہ اجازت دیکر فرحان نے تخت حکومت اپنے
 بھائی شہرستان کی واسطے خالی کر دیا پھر شہرستان نے قیصر دم کو لکھا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے جس کی اطلاع نہ ہدیہ قاصد
 کی جاسکتی ہے نہ ہدیہ مکتوب تو آپ پچاس روپیوں کیساتھ مجھ سے ملاقات کریں اور میں پچاس فارسیوں کیساتھ ملوں گا۔ چنانچہ اُدھر سے
 قیصر دم پہنچ لاکھ روپیوں کیساتھ چل پڑا اور ادھر سے شہرستان۔ مگر قیصر دم نے اپنے آگے جاسوس بھیج دئے کہ کہیں شہرستان ہوگا
 نہ دے یہاں تک کہ جاسوسوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ شہرستان کیساتھ پچاس فارسی ہیں۔ چھ روپوں کی ایک مقام پر ملاقات پہنچی۔
 اور ایک شہری غیر نصب کیا گیا اور دونوں اپنے ساتھ ایک چھری لیکر اس میں داخل ہوئے۔ تو وہ جہان کو بلایا گیا تو شہرستان نے کہا
 کہ آپ کے شہروں کی تخریب میں ملتا ہوں میرے بھائی نے اپنی نذر ہوا اور شجاعت سے کی ہے اور کسی نے ہم پر حسد کرنے لگا چنانچہ میرے بھائی کے
 قتل کا اس نے ارادہ کیا جس کو میں نے پورا ہونے دیا پھر مجھے قتل کرنے کا حکم میرے بھائی کو دیا جس کی تعمیل سے اس نے اتفاق کر دیا اور اب ہم
 دونوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے آپ کیساتھ ہرگز اس سے جنگ کرنے کے قصور دم بولا تھا کہ ہے اور ایک نے دوسرے سے اشاروں اشاروں میں کہا کہ
 ملازمدی میں یہ سکتا ہے تیرے کے علم میں آکر فاش ہو جاتا ہے۔ لہذا دونوں نے اپنی اپنی چھری سے اس ترجمان کو قتل کر ڈالا پھر دونوں
 نے مل کر فارس پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ روپوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ جس کی خبر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوی خود میں

دیکھا اور ان کے میں مدد بھیج کر ان کے لیے کام کیا ۱۱

۱۱۔ جس کے اشاروں اشاروں میں مدد بھیج کر ان کے لیے کام کیا

باختلاف روایات اہم حدیث بدینہ پیش کی کہ یوم بدر مگر ہر قل کا اس وقت بسلسلہ شکر بیت المقدس میں حاضر ہونا اور
 ابی ابن خلف کا شرط کے بعد ہی بایں خیال ضمانت طلب کرنا کہ ابونیکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں گے باہر نہ چلے جائیں۔
 پہلی روایت کی تائید کرنا ہے کہ چونکہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قل کی یہ ملاقات یقیناً صلح کے بعد ہوئی ہے جو سترہ میں واقع ہوئی تھی
 نظریہ دو بیوں کے غلبہ کا زمانہ اگر یوم بدر قرار دیا جائے جو سترہ میں واقع ہوا ہے تو لازم آئے گا کہ چار سال کے بعد ہر قل شکرہ ادا کرنے
 بیت المقدس حاضر ہوا تھا۔ جو بعد از قیاس ہے بخلاف پہلی روایت کے کہ سترہ استبعاد لازم نہیں آتا نیز اس تقریر پر رد ہوا اور قیاس کی
 پہلی جنگ میں فارسیوں کے غلبہ کا زمانہ ہجرت سے پانچ سال قبل ہوتا ہے اس وقت ابی ابن خلف کا ضمانت طلب کرنا بھی بعد از قیاس
 اور پہلی روایت کی بنا پر غلبہ فارس کا زمانہ ہجرت سے ایک سال قبل ہے تو یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابی ابن خلف کو
 ہجرت کے کچھ آثار محسوس ہوئے ہوں جن کی بنا پر ضمانت طلب کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر خازن وغیرہ)

فدعائہم فی مجلسہ الخ "دعا" کی ضمیر فاعل کا مرجع ہر قل ہے اور ہم "ضمیر منصوب کا مرجع ابوسفیان اور ان کے
 ساتھی ہیں۔ جادھر و ظرف مستقر ہو کر ضمیر فاعل سے حال ہے۔ سوال "دعا" دعا اور دعویٰ سے مشتق ہے۔ اور اس کا مطلق
 فی ہینر آنا بلکالی آتا ہے جیسے قرآن پاک ہے۔ واللہ یدعوالی داس السلام پھر یہاں ہر فی کیوں آیا جواب فی صلہ
 نہیں حد ظرف لغو ہوتا اور ہم نے ابی بیان کر دیا کہ ظرف مستقر ہو کر حال ہے "دعا" کہی معنی "استعانا" آتا ہے اور کہی معنی
 "ترغب الیہ" اور کہی معنی "طلب" یہ اسی قبل سے ہے۔ اس کا کوئی صلہ نہیں آتا متعدی بیک مفعول ہے اور استدعا ہے
 مزید کے بھی یہی معنی ہیں اور دعا الی الکامیر "بمعنی ساقۃ الیہ" آتا ہے اور دعا ہے "بمعنی استحضرة" اور دعا
 قلانا "اور دعا بفلان" دونوں معنی ستماء ہے "اور دعا المیت" بمعنی "ندبہ" آتا ہے اور دعا "بمعنی دعاۃ خیر اور
 دعا علیہ" بمعنی بد دعا آتا ہے۔ اور دعاۃ وید دعاۃ مصدر سے دعا ہے "بمعنی طلب لیا کل عندہ" آتا ہے۔
 (عظماء السوم) عظیم کی جمع ہے اور سوم "بقول صحیح عبید بن اسحق بن ابراہیم علیہما السلام کی اطلاع
 کو کہتے ہیں جس میں عرب کے بعض قبائل جیسے تنوخ اور شیلخ اور غسان وغیرہ بھی داخل ہو گئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی
 کہ مسلمانوں نے جب ان قبائل کو شام سے جلا وطن کیا تو انہوں نے روم کے شہروں میں پہنچ کر سکونت اختیار کی اور وہیں وطن
 بنالیا اسی واسطے ان کے نسب بھی اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے یہاں تک کہ ان کا شمار بھی روم میں ہو گیا۔

(ثم دعاھم) اپنے ماقبل "دعائہم" پر معطوف ہے۔ سوال پھر تو یہ تکرار ہوا ہے گی جس سے کوئی فائدہ نہیں
 جواب جی نہیں۔ تکرار ہونے کیونکہ مراد ہے کہ ہر قل نے لین کا اوکا شاہی مہمان خانے سے طلب کیا جہاں ہر انکو پرایا گیا تھا۔
 جب وہ حاضر ہو گئے تو اطلاع کی گئی ہر قل نے قہر سے توقف کے بعد اجلاس میں طلب کیا تو اول طلب مہمان خانے سے تھی اور دوا
 کے دھمازے سے مادہ توقف پر لفظ "ثم" دلائل کرتا ہے۔ اور اوکا شاہیوں کا طریقہ یہی ہے کہ جب کسی کو طلب کرتے ہیں تو اس کے حاضر ہونے
 پر دوا پور طلبی کے بعد اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں پر ہوا۔

(ترجمہ مانہ) اسکو چار طرح پڑھنا درست ہے۔ (۱) تا اور جیم کا زبر (۲) طوں کا پیش (۳) اول کا زبر اور دوم کا پیش
 (۴) اول کا پیش اور دوم کا زبر معنی فصیح و تیز زبان و خوش تقریر اور کہی تاوان بھی آتا ہے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو دو زبانیں جانتا ہو
 ایک، لیان کی تفسیر دوسری زبان میں کہے یہ لفظ عربی ہے یا مصری۔ بریں تقدیر اسکو ترجمان "بمعنی تیز زبان سے بنایا گیا ہے" تفسیر
 کے بعد اس سے مصدر بنا کر افعال اسما مشتق کئے گئے چنانچہ سابقہ معنی مجرّد کے باب فعلیۃ سے مصدر ترجمہ آتا ہے اور ترجمان

لازم آئے گی کیونکہ بعثت سے پہلے نماز اور زکوٰۃ دونوں فعل متساوی تھے نہ کوئی قبیح پر بعد بعثت نماز کو واجب اور زکوٰۃ کو حرام قرار دیا گیا ہی تو ترجیح بلا مرجح ہوتی۔ لیکن ترجیح بلا مرجح باطل کہ حکمت امر کے متانی ہے۔ اور آہر فیضاً حکیمہ تجویز نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو لا محالہ عقلی ہو اس لئے کہ شرعی افعال عقلی دونوں متسانی ہیں۔ اور دو متسانی چیزوں میں سے ایک کا ارتفاع دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے جب شرعی ہونا باطل ہو تو عقلی ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن وہ اگر افعال کا حسن و قبح شرعی ہو تو رسولوں کی بعثت بندوں کے حق میں بلا اور رحمت ہوگی۔ اس لئے کہ بعثت سے پہلے زمین اور آرام میں تھے کہ کسی فعل پر کوئی مواظف نہیں جو چاہا کرے اور بعثت کے بعد بعض افعال پر جیسے کبائر محدود وقت تک مذاب کے سختی اور بعض پر جیسے کفر و شرک دائمی عذاب کے سختی لیکن رسولوں کی بعثت بلا اور رحمت نہیں۔ بلکہ عین رحمت ہے اور وہ بھی ایسی کہ مومن کو مومن بنانے پر اسرار احسان جتایا۔ قرآن کریم اس پر شاہ عدل ہے۔ ارشاد فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** پس تجویز نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو عقلی ہوا۔ **وَهُوَ الْمَطْلُوبُ كَذَا فِي قَوْلِهِمُ الرَّجْعُونَ** شرح مسئلہ الثبوت **(ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَ لَنِي عَنْهُ اَلْخَم)** اس حدیث کے راویوں نے فقہاء اقل منسوب روایت کیا ہے اور یہ اس لئے کہ کان کی خبر ہے۔ اب اس کے اسم میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ کہ حُكَّان میں ضمیر شان مستتر ہو۔ اُس کا اسم ہو اور اُن قَالَ "مَا سَأَلَ لَنِي عَنْهُ" سے بدل۔ یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ اس فقرہ پر ضمیر شان کی تفسیر مفردہ اول کے ساتھ ہوگی۔ جو کو فیہین کے نزدیک اگرچہ جائز ہے مگر بزم مذہب بصری دین درست نہیں۔ اور نہ صحیح یہی ہے کہ اُس کی تفسیر جملہ کے ساتھ کی جائے جیسا کہ بعض دین کا مذہب ہے۔ امّا سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب مع الوصایع شرح جمع البحر امع جلد اول ص ۱۶ میں ضمیر شان کا دیگر ضائر کے ساتھ فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الضَّمَا ئِرَانَهُ لَا يَعْطِفُ عَلَيْهِ وَلَا يُوَكِّدُ وَلَا يَبْدِلُ مِنْهُ وَلَا يَقْدِرُ خَبَرُهُ عَلَيْهِ وَلَا يَنْصَرِفُ عَنْهُ** (۲) یہ کہ "اُن قَالَ" بتاویل "قوله" ہو کہ حُكَّان کا اسم مؤخر ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ "اَوَّلَ" اسم کان ہو کہ مرفوع ہو اور اُن قَالَ "خبر کان ہوئے کے وجہ سے عمل نصب میں مگر یہ بھی ضعیف اور احتمال دوم مختار ہے کیونکہ اُن قَالَ "معرفہ ہے بلکہ اعراف المعارف کیونکہ اُن "اور اُن" جب مصدر معرفت کی تاویل میں ہوں تو اُن کے لئے حق تعریف میں حکم ضائر ہوتا ہے جو اعراف المعارف میں معنی اللیب جلد دوم ص ۱۶ میں ہے۔ **وَاَعْلَمُ اَنَّهُمْ حُكْمُ اَلْاَنْ وَاَنَّ اَلْمَقْدَرَاتَيْنِ مَعْدَرُ مَعْرِفٍ بِحُكْمِ الضَّمَا ئِر** لانه لا يوصف كما اَنَّ الضمير كذا لك فلهذا قرأت السبعة ما كان محتملاً الا ان قالوا فما كان جواب قوله اَنَّ قالوا والرفع ضعيف كضعف آله خبرا بالضمير عما وانه في التعريف "اور اَوَّلَ" کر ہے جبکہ اُس کے مضاف الیه "مَا" کو "مَا" موصوفہ قرار دیا جائے اور حُكَّان کے بعد جب معرفہ اندک نہ آئے تو معرفہ کو اسم اندک نہ کو خبر قرار دیا جاتا ہے۔ اسم و خبر کی شناخت کے زیر بیان معنی اللیب جلد دوم ص ۱۶ میں ہے۔ **اَلْحَالَةُ الثَّلَاثَةُ اِنْ يَكُونُ اَخْتِلَافٌ فَيَجْعَلُ الْمَعْرِفَةُ اَلْاَسْمَ وَالتَّكْرَرُ اَلْمَخْبَرُ** حُكَّان تَرْيَدُ قَائِمًا وَلَا يَعْكُسُ اِلَّا فِي الضَّرُورَةِ "اور اگر "مَا" کو موصولہ قرار دیا جائے تو "اَوَّلَ" اگرچہ معرفہ ہو جائے گا۔ مگر حُكَّان قَالَ "کی تعریف سے اُس کی تعریف کم مرتبہ کی ہے گی۔ کیونکہ تعریف میں بقول راجع مضاف کو دوی مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو مضاف الیه کا ہے۔ مضاف فیہ جلد اول میں ہے **فَعِنْدَ سَيِّدِي تَعْرِيفُ الْمَصْطَافِ مَسَاوِلُ تَعْرِيفِ الْمَصْطَافِ**

نام احمد علیہ السلام ہے جس کا نسب صحیح ہے

یہاں پر اولیٰ کا معنی الیہ اسم موصول ہے تو اس کو تعریف موصول کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور ان قال کو تعریف منیر کا اور میرا موصول سے تعریف میں علی مرتبہ یعنی ہے۔ شرح جامع میں ہے۔ والمنتقل عن مسیبیہ وعلیہ جمہور النخاع ان امر فحما للمصبرات ثم لا علام ثم اسم الاشارة ثم الماعرف باللائحة والموصولات فیہما مساواة ہں۔
 ان قال اول سے اعرف ہوا۔ اور مختار ہی ہے کہ اعرف کو اسم قرار دیا جائے۔ معنی اللیبب جلدی ورم مکے میں ہے۔
 وان مکان احدہما اعرف فالختار جملہ الا سم، بلکہ امام النخاع سیبویہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ترتیب عارف یوں ہے کہ اعرف للمعارف اسم جلالت اللہ پھر ضمائر پھر اعلام پھر اسائے اشارۃ پھر معرف باللام اور اسلئے موصولہ اور ان دونوں میں مساوات ہے۔ چنانچہ الفوائد الشافیہ علی اعراب الکافیہ معروت بہ نثر بنی مزاحمہ میں بحوالہ علامۃ قہستانی اہ علامۃ فاکھانی نقل فرمایا ہے کہ امام النخاع کو جمال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ فرمایا: مغفرت فرمادی۔ دریافت کیا کس بات پر فرمایا اس بات پر کہ میں نے دنیا میں کہا تھا۔ اسم جلالت اللہ اعرف للمعارف ہے۔ سبحان اللہ کسی نے سچ کہا ہے۔ ع۔ رحمت حق بہا ہی جوید۔
(ہو فینا فی ونسب) میں تنوین برائے تعظیم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ وہ ہمارے اندر نسب عظیم دے ہیں۔ ہمارا نسب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت لَقَدْ جَاءَ كَحَدِّ مَوْلًی مِنْ أَنْفُسِکُمْ کو بفتح فا ملاؤت کے کر فرمایا کہ میں تم سے حسب نسب (رشتہ پدری) اور صھر (رشتہ مادری) میں نفیس تر ہوں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک میرے آباؤ اجداد و سفاخ جاہلیت سے محفوظ رہا ہے۔ جملہ زیر بحث اور روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہوا کہ عرفا اور شیخا انس اب میں تفاضل نسب پر قائم ہے۔ اسی واسطے متعدد احکام فرق نسب پر مبنی ہیں۔ چنانچہ کتاب النکاح میں سادہ باب کفارات تفاضل النسب پر قائم ہے۔ مسید ذلذلی اگر کسی منل چٹان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ملی نکاح کرے گی تو نکاح ہی ہوگا جب تک بسبب فضل علم دین مکانات ہو کر کفارات نہ ہوگی ہو۔ یوہیں امامت صغریٰ کی تشریح میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح بنتا ہے تنویر الابصار میں ہے الا حق بکالامامۃ الا علیہ الی قولہ ثم لا اشتوف نسباً اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس درجہ لحاظ نسب فرمایا کہ اس سے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا۔ غیر قریش اگرچہ عالم اہل ہوامام وظیفہ نہیں ہو سکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ اول یہ کہ میں قریش سے ہوں (یہ تمام فضاں سے مانع و علی ہے) دوم یہ کہ خلافت انہیں میں ہے گی۔ سوم یہ کہ کعبہ معمر کی درہائی انہیں کے لئے ہے۔ چھارم یہ کہ خدمت سقایہ انہیں کا حق ہے۔ پنجم یہ کہ انہیں صحابہ کرام پر نفرت بخش۔ ششم یہ کہ انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سارے زمین پر اور کسی خاندان کا لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبید و سوا) ہفتم یہ کہ ان کے بارے میں ایک صورت قرآن عظیم کی آوری جس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورت کا یلاف قریش ہے۔ فقہی کتب کے مطالعہ سے مذکورہ بالا احکام کے علاوہ اور بھی احکام ظاہر ہوتے ہیں۔ جن میں شریف النسب اقوام کو امتیازی شان حاصل ہے۔
 اخلاق فاضلہ میں بھی شرافت نسب کو کافی دخل ہے۔ منامہ اور تجربہ گواہ ہیں کہ شریف تو میں بحیثیت جمعی دیگر اقوام جا جمیت۔ محمدیہ۔ مروت۔ سخاوت۔ صیحت۔ فتوت۔ موصلا۔ صحت۔ صفائے فرحیت وغیرہ کثرت اخلاق حمیدہ و مہربانہ اور کسوہ میں نام نہ ہوئی ہیں۔ اور سب کا آدم و حوا علیہما السلام ایک ماں باپ سے ہوا جس طرح

تفاوت افراد کا تعلق نہیں رہا، اصناف اقوام کے تفاوت کا مثالی نہیں۔ قریش کی جرأت، شجاعہ، ساحت، قوت، ثروت، شہامت، اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے۔ اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم کی۔ یوں جاہلیت میں بنی ہاشم باہلہ خست و نمانت کے ساتھ معروف تھے۔ یہاں تک کہ ایک شاعر نے بنی ہاشم کی ذاروت طبع کا اپنے شعر میں ہوں اظہار کیا۔

نشعر - اذ اقبل للکلب یا باہلی عوی الکلب من شومہ هذا النسب - یعنی اگر گئے کو اس قبیلہ کی طرف نسبت کر کے آواز دی جائے اور یوں کہیں کہ اے بنی ہاشم کے گئے تو وہ بھی اس نسب کی نحوست کے باعث غرائے لگے۔ اسی تفاوت بہت کا سبب ہے کہ دنیا و دین کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک اور سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی و ساری قوموں کا اُس میں حصہ معدوم یا کم معدوم ہے۔ اخلاق فاضلہ میں چونکہ شرافت نسب اثر نام رکھتی ہے اس لئے حدیث میں ہدایت فرمائی گئی کہ اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو۔ کفو میں بیاہو اور کفو سے بیاہ کر لاؤ کیونکہ حدیث میں اپنے ہی گنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔ نفع آخرت کے لئے بھی شرافت نسب باعث جنتی ہے۔

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جنت میں گیا تو ملا خدا فرمایا کہ جعفر ابن ابی طالب کا درجہ مزید ابن ثابت کے درجے سے اوپر ہے میں نے کہا کہ مجھ گمان نہ تھا کہ مزید جعفر ہے کم ہے جس میں ابی طالب نے عرض کیا کہ مزید جعفر سے کم تو نہیں۔ مگر میرے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ اُن کو حضور سے قربت ہے۔ سوال اگر آدمی بے عمل ہے تو شریف نسب بھی آخرت میں نفع نہیں دے سکتا۔ خود محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باری الفاظ روایت کیا ہے "مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُتَوَّعَ بِهِ نَسَبُهُ" یعنی جو بے عمل ہو گا وہ گنہگار ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ داردار عمل پر ہے نسب کوئی چیز نہیں اسی واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "إِنْ أَكْرَهَكُمْ يُحِثُّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ" بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور اگر عمل کے بغیر نسب آخرت میں نفع بخش جو تلو تمام کافروں کی مغفرت پر ناچا ہے سب کے سب کسی نہ کسی بنی کی اولاد میں ضرور ہیں جو اب۔ نجات کا طاربان پر ہے بغیر ایمان شرافت نسب معتبر ہے نہ شرف حسب جلا و صاف و کمالات اصلا مفید نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ بعد حصول ایمان ہر طرح دیگر فضائل آخرت میں نفع بخش ہوں گے۔

یہ ہیں نسب بھی قرآن کریم میں سورۃ طور کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے "الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ" ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان میں اُن کی پیروی کی۔ ہم نے اُن کی اولاد اُن سے ملا دی اور اُن کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی یعنی انہیں اعمال کا پورا ثواب دیا۔ اسناد اولاد کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے۔ سبیل عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اُس کے درجے میں اُس کے پاس اُٹھائے گا۔ اگرچہ وہ عمل میں اُس سے کم ہو۔ تاکہ اُن سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آیت مذکورہ بالا بطور مستند تلاوت فرمائی۔ آیت وحد لیت دونوں سے واضح ہوا کہ آخرت میں نسب نافع ہو گا اور مسلسل شریفی کی حدیث مذکور سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمل میں اتنا نیچے نہ گیا کہ ایمان بھی اُس کے پاس نہیں تو ایسے شخص کو اُس کا نسب فائدہ نہ پہنچائے گا۔ در نہ حدیث سورۃ طور کی مسطورہ آیت کے معارض ہو جائے گی۔ سوال۔ ایک حدیث میں ہے "أَلَا كَلَّا فَضْلُ بَعِیَّتِي عَلٰی عَجَبِي وَكَأَلَا حَمْرٌ عَلٰی أَسْوَدَ" یعنی خبردار کسی عربی کو عجمی پر اصلا فضیلت نہیں نہ شرع کو سیاہ پر اور دوسری حدیث میں ہے "أَنْظُرْ فَإِنَّكَ

لَسْتُ بِمُخْتَلِفٍ مِنْ أَحَدٍ وَلَا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهُ بِتَقْوَى الْعَمَلِ وَكَيْفِيَّةِ تَكْوِينِ شَرْحٍ بِرَدِّ كَيْ سِيَاهٍ كَيْ وَقَدْ بَرَزَ مَلِ
نہیں مگر حکیم اُس سے بذریعہ تقویٰ بڑھ جائے۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نسب و وجہ فضیلت نہیں بلکہ وجہ
فضیلت تقویٰ ہے۔ پس یہ ان احادیث کے معارض ہو گئیں جن سے ثابت ہے کہ عرب غم سے افضل ہیں۔ اور نسب بھی وجہ فضیلت ہوتا
ہے تو دفع تعارض کس طرح کیا جائے گا؟ جواب ان دونوں حدیثوں سے فضل کلی کی نفی رائے ہے اور فضل کلی کی نجات کو کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوا
کہ عرب کو غم پر یا میں معنی فضیلت نہیں کہ عرب ہونا مدار نجات ہے یا شمع کو سیاہ پر یا میں معنی فضیلت نہیں کہ شمع ہونا مدار نجات ہے کیونکہ
سبب نجات صرف تقویٰ ہے نہ سبب عربی ہونا یا رنگ کا شمع ہونا مدار نجات نہیں۔

فَقَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ "منکم" ظرف مستقر ہو کر امر بہم مقدم مقدار
کی صفت ہے تاکہ بیان بعد بہرام ہو سکے اور احاد مذکور اس کا عطف بیان پر اور "منکم" کے مخاطب اگرچہ ابوسفیان اور ان کے ساتھی ہیں
مگر مراد عام ہے کہ تم حاضرین میں سے کسی نے یا تمہاری قوم "عرب" میں سے کسی نے یہ بات بھی کہی تھی ہر قول کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ صرف تم
حاضرین میں سے کسی نے ان سے بشیر بات کسی وقت بھی ہے یعنی دعویٰ نبوت کیسے پس ثابت ہوا کہ خطاب شفاعی بھی عام ہوا کرتا ہے
اسی طرح "فَقَالَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ" اور "مَاذَا يَا مَعْرُوفُ" میں خطاب عام ہے صرف مخاطبین مراد نہیں ہیں۔ **سَمَوَالٍ** لفظ قَطُّ
میں قسم پر ہے۔ **أَوَّلُ** یعنی "حَسْبُ" جیسے قطر اید نہ رہے کہ حسب نہ اید نہ رہے مگر فرق اتنا ہے کہ "حَسْبُ" صرف
ہے اور یہی کیونکہ دوحہ میں ہے **بِقَطْرِ الْغَائِطِ وَسَكُونِ الطَّاءِ وَوَمِ** اسم فعل یعنی "میکھی" اور معنی "انتہ" یہ بھی مفتوح الف
اور بکن الطاء ہے۔ اسکا استعمال نون و قاف کے ساتھ ہوتا ہے جیسے **قَطْنِي** معنی **تَكْفِينِي** اور اول دونوں طرح اور لفظ "قط"
میں بھی "قط" معنی "انتہ" امر حاضر ہے اسکی "قاف" میں تین قول ہیں (۱) زائدہ (۲) جن انثیہ (۳) عاطفہ **يَسُومُ**
ظرف زمان گذشتہ زمانہ کے استعارہ کیونکہ جیسے ماضیہ قط معنی ماضیہ فاما انقطع من عمری لی الا ان۔ اس میں قاف مفتوح اور طائ
میں ضم ہے اور کئی قاف بھی مفہوم ہوتا ہے جیسے **قَطُّ** اور کئی طاف "تخفیف کیساتھ مفہوم ہوتی ہے جیسے **قَطُّ** اور کئی ساکن جیسے **قَطُّ** اور کئی
طاف "تشدید کیساتھ مفہوم ہوتا ہے جیسے **قَطُّ** جلد زبردستی میں دل اور دم قسم کا استعارہ ہر قسم اسلئے درست نہیں کہ وہ نفی کیساتھ مفہوم ہے۔
اور یہاں پر کلام منفی نہیں جواب بیشک کثرت و بیشتر قسم کا استعمال نفی میں ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ایجاب میں بھی وارد ہوا ہے جیسے فاروق
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں جو ناز قصر کے باغ میں واقع ہے کہ قصر خوں کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ حالت امن میں بھی واجب
"صَلَّيْنَا أَكْثَرَ مَا كُنَّا قَطُّ وَأَمَّا مَنْ تَرَكَ عَتَيْنِ"۔

فَقَالَ النَّاسُ الْاَلَمُ اشرف الکسان انسان کے ہر دو گوشہ دینی کو کہتے ہیں اور اشرف الناس ہر اشرف
جمع شریف جو شرافت معنی ملو دینی یا دنیاوی سے ماخوذ ہے اور **ضَعْفَاءُ** جمع ضعیف جو ضعیف معنی کمزوری کے شق ہے تو اشرف
سے مراد وہ لوگ تھے جو دینی یا دنیاوی ہر دین رکھتے ہیں اور **ضَعْفَاءُ** سے اس کے برعکس **سَمَوَالٍ** مراد مجمع نہیں کیونکہ اس واقعہ بشیر صدیق اکبر
اور فاروق اعظم وغیرہ حضرات کو شرف ابتداء حاصل ہو چکا تھا جو دینی اور دنیاوی دونوں برتری کے لحاظ سے اشرف تھے حالانکہ ابوسفیان نے
ضعفاء کے اتباع کا اثبات کر کے اشرف کے اتباع کی نفی کی ہے جواب اکثریت کا اثبات اور اکثریت کی نفی مراد یہی ہے اتباع کرنے
والہیں ضعیفاء کی اکثریت پر اور روایتی کرنے والوں میں اشرف کی اکثریت۔ اس سے مفہوم ہوا کہ ضعیفاء کی اکثریت کیساتھ اشرف
کی اقلیت کے بھی اتباع کی ہے سوال اگر اکثریت اشرف کی نفی مراد ہے تو روایت ابن اسحق اس کے معارض ہو جائیگی جس کے الفاظ یہ ہیں
"تَبِعَهُ مِمَّا الضَّعْفَاءُ وَالْمَسَاحِينِ وَالْأَحْدَاثُ فَاَمَّا ذَوَا نَسَابٍ الشُّرَفُ فَمَا تَبِعَهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ"۔

و تعلق لفظ کے معانی

یہ نفاذ صراحتاً دلائل کرتے ہیں کہ کسی شریعت نے اتباع نہیں کی جواب اس حدیث میں بھی اکثریت کی نفی مراد ہے درجہ جان غلات واقع ہو جائے گا لیکن کہہ سکتا ہے کہ صدیق اکبر اور فاطمہ علیہ السلام علیہما السلام نے بیشک اپنے اور فردوس کے ہر ایک کفار کو بھی ان کا عالی نسب میں تسلیم کیا۔ حالانکہ اس روایت میں ہر والی شیعہ انباء کی نفی کی جا رہی ہے پس ثابت ہو کہ مراد اکثریت کی نفی ہے سوال ائمہ ہا قسم ہے۔

اول زائدہ جیسے ساعدہ بن جویہ کے اس شعر میں صلیا لیت شیعری ولا متجا من العرمرہ و آخر قل علی العیش بعد النیب من نذر اس شعر میں ام کا اہل شیعری کا ممول در آیت کی خبر حاصل ہے مخوف ہے وہم الف کلام کی طرح تعریف کے واسطے آتا ہے جیسے اس حدیث میں لیس من امیر امصیا مری افسق سوم منقطعہ جس سے بشیر بھی خبر محض ہوتی ہے جیسے تنزیل الکتاب لا یریب فیہ من رب العالمین امر نقولون افتراہ اور بھی ہمزہ جو استفہام کے واسطے نہیں ہوتی جیسے اعمہم ارجل یمشون چھا املہم اید ینبطشون چھا۔ اس میں ہمزہ استفہام کے لئے نہیں بلکہ انکار کے واسطے ہے جو ہمزہ نفی ہوتا ہے اور کسی استفہام انکاری بغیر ہمزہ کے جیسے هل یستوی الا عقی والبصیر امر هل تستوی لظلمت والنور امر جعلوا للہ شکاء چھا ہمزہ منقطعہ جس سے بشیر ہمزہ تسویہ ہوتی ہے جیسے سواء علیہم انذرہم امر لکنہم یزعمون لا یؤمنون اور بھی ہمزہ استفہام کے کہ ام اور ہمزہ استفہام دونوں تعین طلب کی جاتی ہے۔ عام ازیں کہ استفہام حقیقی ہوا یا برائے تعجب یا تقریری جیسے آء نذر اشد خلقا امر السماء بناھا جو زمرہ میں چاند میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتی۔ اول و دوم کا اعتناء ظاہر ہے اور چہام یعنی متصلہ اس لئے نہیں کہ اس سے بشیر ہمزہ تسویہ ہے نہ ہمزہ استفہام جواب بیشک یہ ام منقطعہ ہے اور اس بشیر ہمزہ استفہام مفردی ہے جیسے کہ کتاب التفسیر کی روایت میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ۱۔ یبغیۃ اشرف الناس امر ضعیفاء ہمزہ استفہام کا وجود ظاہر ہے خواہ لفظا ہو خواہ تقریر میں اور اگر لفظا نہیں مگر تقریر ہے۔ جمع الجوامع اور اسکی شرح مع الجوامع میں ہر وقد تحذت الہمزۃ وتؤتی حقولہا لعمۃ ما ذکر فی وان کنت ذاریا ۲۔ ینبع ترینا انما ہرینا۔

(سخطۃ لیدنیہ الخ) بفتح سین ہمزہ دخلے بھی یعنی گرا ہے اور جب غیر تلو ہو تو دونوں مضموم ہوتے ہیں اور بھی اول مضموم اشدانی ساکن مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ سوال ہر قل کے اس سوال کے جواب میں ابوسفیان کا کہنا درست نہیں۔ کیونکہ ابوسفیان کے دادا یعنی انکی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اول ۱۔ عبید اللہ بن جحش بحالیہ اسلام لکے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ پہنچے اور وہاں پر مرتد ہو کر نصرانی ہو گئے اور اسی حال میں انتقال کیا۔ اس کے باوجود ارتداد کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے جواب ابوسفیان کے جواب میں مطلقاً ارتداد کی نفی نہیں بلکہ اس ارتداد کی نفی ہے جو دین اسلام کو پسند اور مکروہ رکھنے کی بنا پر واقع ہوا ہو عبید اللہ بن جحش مرتد ضرور ہوا مگر دین اسلام کو مکروہ اور بغض نہ رکھتے ہوئے تھے کہ جب اللہ کی خاطر دین کی محبت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ لہذا سخت لیدنیہ کی قید نے اسکو ہر قل کے سوال ہی سے خارج کر دیا لہذا ہر قل صرف ان لوگوں کے متعلق دیا جو اسلام سے پورے گراہت مرتد تھے ہول اور چونکہ ایک بھی ایسا نہیں تو ابوسفیان کا جواب میں ۱۔ کہنا بالکل درست ہے اسی طرح سوال میں وہ لوگ بھی داخل نہیں جو مجبوراً کراہ مرتد ہوئے سوال ہر قل نے پہلے سوال کیا تھا اگر انکی اتباع کرنے والے بڑھتے جلتے یا گھٹتے جاتے ہیں ابوسفیان انکے جواب میں کہہ چکے ہیں ان یزیدون کثر تے جاتے ہیں تو اس جواب کے بعد یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ ان کے دین سے مستغفر ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے کیونکہ ارتداد کی نفی خدا اس جواب سے مضموم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ارتداد کو لغو لازم ہے کہ جب کوئی مرتد ہوگا تو رجعت متبعین سے خارج ہو جائیگا جس سے ابتداء کرنے والوں کی تعداد میں لا محالہ کمی واقع ہوگی۔ اور نقص منافی کیونکہ ابوسفیان کا جواب

(رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّتَكَ) سے زیادہ ثابت انقص و زیادت یہاں پر جتنا فی ہیں جن میں سے ایک کا ثبوت دوسرے کے انقضا و کسے مستلزم ہے پس جبکہ بوسعیان کے جواب مذکور سے زیادہ ثابت ہوئی تو نقص منقہ ہو گیا۔ اور نقص اتنا کہ لازم تھا تو انقضا و لازم ہوا۔ اور چونکہ انقضا و لازم انقضا و لازم ہوتا ہے اس لئے اتنا و منقہ ہو گیا پس بوسعیان کے جواب (رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّتَكَ) سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کوئی مرتبہ نہیں ہوتا پس سوال کرنے کی کیا حاجت رہی اور ہر قل نے نفی ارتداد کے بارے میں بوسعیان کے جواب مذکور پر انکشاف کیوں نہیں کیا جو جواب سوال میں ذکر کردہ محقق مدعی کو نقص اتنا کہ لازم ہے سوال کے دور دورہ واسطے موقوف علیہ بلکہ اسکی جان ہے مگر یہ مقدمہ خود بے جان ہے کیونکہ بعض صورتوں میں ارتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوتا ہے جیسا ابتداء کرنے والوں میں سے ہانکے مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ پندرہ جدید داخل ہو گئے تو اس صورت میں ارتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوا بلکہ ابتداء کرنے والوں کی تعداد میں دل کا اضافہ ہو گیا۔ تو ارتداد کے ساتھ نقص کے بجائے زیادہ پائی گئی پس معلوم ہوا کہ ارتداد کے لئے نقص لازم نہیں اسی واسطے ہر قل کو ارتداد کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

(قُلْ كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ بِالْكَذِبِ) یعنی علی الناس انہم سے مشفق ہے جو اصل میں ادھام تھا۔ مستندی بد و منقول ہے مگر اول کی جانب سے اور ثانی کی طرف بواسطہ ہا "رَا حَقْمَةً يَكْنَىٰ اَمْعَنِي ظَلْفُهُ" آتا ہے۔ اور سوال کے معنی یہ تھے کہ کیا دعویٰ نبوت کریمہ پر جھوٹ پرانے کی ہمت کھتے تھے یعنی تم انکو لوگوں جھوٹ پرانے کیساتھ موصوف گمان کرتے تھے بمحال ہر قل نے سوال میں نفس کذب کی جانب سے دل کیوں کیا یعنی سوال کیا کہ تمہارے نزدیک ہر کذب کی ہمت یا نہیں اور یہ سوال انہیں کیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں یا نہیں جو اب ہر قل کو پہلے سے آپ کی نبوت کا علم ہو چکا تھا۔ نظر تیراں نے چاہا کہ ان لوگوں کے تپکے صدق پر جانے کہ کوئی نکتہ ہی بولا کرتے ہیں۔ ان سے کذب ضرور ممکن نہیں۔ اس واسطے نفس کذب کے متعلق سوال نہیں کیا یاں لیکن یہ ہے کہ لوگ اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر نبی کو کذب کے ساتھ تم کو برا سمجھتے تھے یا میرا خیال کیا۔ نیز اس مسئلہ میں فقہ مسافت بھی ہے کیونکہ سوال ہمت کے بعد سوال کذب کی حاجت باقی نہیں رہتی اسلئے کہ ہمت مسببہ اور کذب مسببہ اور انقضا و سبب انقضا و سبب کے واسطے مستلزم ہوتا ہے تو ہمت کی نفی سے کذب کی بھی نفی ہو گئی۔ بخلاف کذب کی نفی سے ہمت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ انقضا و سبب انقضا و سبب پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی نظریہ کے تحت ہمت کذب کے متعلق سوال کرنے کے بعد مذکور کے بارے میں سوال کیا کہ وہ بھی ہمت کی طرح مسببہ و کذب مسببہ ہے۔ اسکی نفی بھی کذب کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس عدول میں نہ سبب کہ شہدہ و کاذب کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ اسی واسطے ہر قل نے اس کو اختیار کیا۔ معمول حدیث زیر بحث کی ترجمۃ الباب کیساتھ کیا مناسب ہو جو اپنے اول بعض شامین نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث میں ذکر کردہ آیت مجھے آتی ہے اس آیت کے مناسب جو ترجمۃ الباب میں ذکر کی گئی تھی۔ اس تقدیر پر حدیث زیر بحث کو ترجمۃ الباب کے جرد دوم سے مناسب ہوگی اور اگر وہ آیت ترجمۃ الباب میں اہل نہیں تو بیان مناسب میں لیا کہا جائیگا کہ حدیث زیر بحث پہلی آیت کے مناسب ہے اس آیت کے مناسب اور وہ آیت ترجمۃ الباب ہے لہذا حدیث زیر بحث ترجمۃ الباب کے مناسب ہوئی کیونکہ مناسب شے کا مناسب بھی شے کا مناسب ہوتا ہے ہر یک کی طرف سے مناسب میں مناسب ہے کہ اقامت دین پر مدخلی مثل میں۔ حدیث زیر بحث کی آیت میں ہر کہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور یہ اقامت دین ہر جسکی وہی حضرت نفی بلکہ جملہ نبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کوئی گئی تھی چنانچہ آیت شریعہ لکم من الدین ما وصی بہ نوحاہ اس مضمون پر مراحۃ دلالت کرتی ہے اور ترجمۃ الباب کی آیت اجمالا۔

جواب دوم اقول مجملہ زیر بحث میں موصی الیہ یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا وصف مذکور ہے جسکے ساتھ آپ وقت ابتداء وہی متصف تھے اور وہ ہمت کا کذب ہونا جو پہلے بتلئے وہی کی کیفیت جو ترجمۃ الباب کی حدیث زیر بحث سے اس طرح معلوم ہوئی

کہ بتلئے دئی اس حال میں ہوئی تھی کہ ”موتی الیہ“ متہم بالکذب ہونیکے ساتھ موصوف تھے۔ مخفی نہا لیسے کہ حدیث زیر بحث میں عدم اتہام بالکذب کے علاوہ آپ کے اور بھی اوصاف مذکور ہیں مگر مناسبت انہیں سے حاصل ہوگی جو بروقت ابتداء کے نزول دئی ذات باریکا میں موجود تھے۔ پھر ستر نہیے کہ ابتدائی حالات انہیں کو کہا جاتا ہے جو ستر نہوں۔

(وَحْنٌ مِنْهُ فِي مَدَّةِ الْخَمْرِ) اس حدیث سے صلح حدیبیہ کا زمانہ مراد ہے یا ابوسفیان کے اس سفر کا زمانہ اشارہ ہیں حدیث کے اسی میں قول ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے اول پر تفصیل فرمائی۔ علامۃ عینی علیہ الرحمۃ نے اول احتمال کو رد کر کے دواضح فرمایا۔ علامۃ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تفسیری کہہ کر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ **۱۔ قول** شاید قول اول کی وجہ یہ ہو کہ دوسری روایت میں احتمال دل کی تصریح آگئی ہے چنانچہ فتح الباری میں عروہ سے ابوالکاسم کی مرسل روایت الفاظ یہ ہیں **قَالَ فَعَلَّ يَغْدُرُ اِذَا عَاهَدَ قَالَ لَا اَكَلَا اِنْ يَغْدُرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ فَقَالَ وَمَا يَخَافُ مِنْ هَذِهِ فَقَالَ اِنْ قَوْمِي اَمَدُوا حَلْفًا لَّيْسَ عَلَيَّ حَلْفَانَهُ قَالَ اِنْ كُنْتُمْ بَدَلْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُا** ترجمہ ہر قل نے کہا۔ تو کیا وہ معاہدہ کر کے ہند گئی کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔ مگر یہ کہ اپنی اس مصالحت کے زلنے میں ہند گئی کرٹھیں۔ اسپر ہر قل نے دریافت کیا کہ اس زمانہ مصالحت میں ہند گئی کا خوف کیوں ہے۔ تو ابوسفیان نے وجہ خوف بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری قوم نے انکے حلیفوں کے مقابل اپنے حلیفوں کی امداد کی ہے۔ ہر قل نے کہا کہ جب تم نے ہند گئی میں ابتدا کی تو تمہیں غدار کہئے۔ اب ان کے غدار سے خائف ہونا چاہئے۔ لیکن اس مرسل روایت میں نظر ایک محذور لازم آئے گا جسکی تقریر یہ ہے **تَقْرَأُ مِنْ رِوَايَتِ اس** روایت مرسل کا اول اپنے آخر کیساتھ مناقض ہو گیا تو ابوسفیان کے قول **اَلَا اِنْ يَغْدُرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ** سے بقائے عہد غم ہوتا ہے اور انکے قول **فَاِنْ قَوْمِي اَمَدُوا حَلْفًا لَّيْسَ عَلَيَّ حَلْفَانَهُ** سے عدم بقا اور بقا عدم بقا دونوں مناقض ہیں پس روایت مناقضین کی مثبت ہوئی۔ اور جو کلام مناقضین کے اثبات پر مشتمل ہو اس سے متکد درست نہیں کہتا۔ مشہور روایت لکھتے مسطور۔ نیز جبکہ اس روایت مرسل نے اپنے آٹھ کے اعتبار سے عدم بقائے عہد و طالت کی توبہ فقرہ زیر بحث معارض ہو گئی لہذا یہ تقریر احتمال دل بقائے عہد و طالت کرتا ہے۔ پھر اس روایت مرسل سے احتمال دل کی ترجیح پر استدلال کس طرح درست ہو سکے گا **جَوَابُ** فقہاء نے بحث اس روایت مرسل میں مخالفین کیوں فقرہ زیر بحث میں جارحانہ مدعہ اپنے متعلق سے مل کر مدعہ کی صفت ہو اور تقریر عبارتوں ہوگی۔ **مَوْجِبُ** فی مدعہ ثابتہ منہ ہو کر تقریر محققہ التاخیر افادہ تھریا کرتی ہو نظر برائ منہ کی تقریر کے فقرہ کا افادہ کیا۔ اب فقرہ زیر بحث کے معنی یہ ہوتے کہ ہم ایسی مدت میں ہیں جو انہیں کی جانب سے ثابت ہو اور انہیں کی جانب سے ثابت ہوئی ہے مصالحت کی مدت فریقین کی طرف سے ہو کر کرتی ہے اور ابوسفیان کی قوم اپنے حلیفوں کی آپ کے حلیفوں کے مقابل ہر قل کے چکر ہند گئی کر چکی اسلئے مصالحت تو باقی رہی نہیں۔ البتہ آپ بھی ایک اس کے متقاضی پر قائم ہیں۔ تو فقرہ زیر بحث میں لفظ **مَدَّة** سے متقاضی مصالحت پر قیام کا زمانہ ہی مراد ہوا۔ اور اس معنی کے پیش نظر روایت مرسل میں **هَذِهِ** یعنی مصالحت کو آپ کی جانب صاف انت کو کے ذکر کیا ہے۔ جو تفصیل پر دلالت کرتی ہے۔ ورنہ **هَذِهِ** نشتا کہنا چاہئے تھا کیونکہ مصالحت باب مفاعلت سے ہونیکے باعث دونوں فریق سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس تقریر پر روایت مرسل میں ابوسفیان کا **اَلَا اِنْ يَغْدُرُ** کہنا درست نہیں۔ کیونکہ جب مصالحت ختم ہو چکی تو غدار کا احتمال بھی جاتا رہا۔ اسلئے ہر قل نے اسپر مواخذہ کرتے ہوئے کہا **اِنْ كُنْتُمْ بَدَلْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُا** ہر قل کے اس قول میں **اَعْدَاؤُا** تفضیل کے معنی پر نہیں جیسے لفظ **اَعْدَاؤُا** اکابر میں مدعہ کلام کے معنی فاسد ہو جائینگے۔ اب بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو کہ روایت مرسل کا اول آخر یہاں مناقض بھی نہیں۔ اور فقرہ زیر بحث کے معارض بھی نہیں۔ لہذا روایت مرسل سے احتمال دل کی ترجیح پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ **سوال** مذکور بالا روایت مرسل کے پیش نظر مصالحت ختم ہو گئی پھر نہ مصالحت کہاں کی رہا چکی کہ نہ مراد لیا جاسکے اور جبکہ مصالحت باقی نہ رہا تو اسکی

ترجیح پر استدلال کیا گیا اب تو ثابت ہوا کہ احتمال اول کا مرد ہونا باطل ہے جواب۔ اس تقدیر پر زمانہ مصالحت سے مراد وہ زمانہ نہیں جس میں مصالحت قائم ہو چکی کہ اعتراض مذکور لازم آئے بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جس کے بارے میں مصالحت ہوئی تھی۔ اور جس ایک فرقہ ہفت کے مقتضی قائم ہے۔ اگرچہ مصالحت باقی نہ رہی۔ واللہ اعلم۔ یا قول اول کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائے حدیث میں فقرہ زیر بحث سے پیشتر ابوسفیان کے قول فی المدۃ التي انتم من مصالحت کا ذکر ہو چکا ہے اسلئے فقرہ زیر بحث میں لفظ مدۃ کا سے مدت مصالحت یعنی صلح حدیبیہ کا زمانہ مراد ہے۔ قول دوم کی وجہ شاید یہ ہے کہ بعض فقہ کا اعادہ جب نکرہ کیساتھ کیا جائے تو ثنائی بخلاف اولی ہوتا ہے اور ابتدائے حدیث میں لفظ مدۃ معروف ہے جس کا اعادہ فقرہ زیر بحث میں نکرہ کیساتھ کیا گیا تو یہ مدت اول کے اعتبار مفہوم مغایر ہوئی لہذا اس مدت سے زمانہ سفر مراد ہے۔ اور اس تقدیر پر فقرہ زیر بحث میں مدۃ جار مجرورہ مدۃ کی صفت نہیں بلکہ لفظ محض سے حال ہے تقدیر عبارت لیس ہوگی۔ و تخون غائبین منہ فی مدۃ جو نکرہ غیبیہ کا صمد عن آتا ہے اسلئے یہاں پر من بمعنی عن ہے جیسے آیت قد عان فی غفلة من هذا اور آیت قول بلذنا سیتہ قلوبھم من ذیقر اللہ من من بمعنی عن ہے کہانی مع العوامع واضح رہے کہ یہ اختلاف مراد لفظ میں ہے جبکہ ابوسفیان کے قول لہذا لا ندری ما ہو فاعل فیہا کی مراد کا اختلاف نہیں ہے۔ کہ اسبابی مصداق میں اختلاف نہیں اسلئے کہ ایک حصہ زمانہ مصالحت اور زمانہ سفر کے مصداق میں اتحاد ہے جبکہ سبب میں بقیہ عام ندیبہ سبب وایت مشہورہ وں سال کے لئے التو لے جنگ پر مصالحت ہوئی تھی۔ اور کفار قریش کی ہمدستی کے باعث شہرہ میں چٹھائی کر کے لکھ کر نہ کر کے یا تو صلح افسح کا دہائی زمانہ ابوسفیان کے سفر زمانہ ہے جو مصالحت کے زمانے میں داخل تھا چونکہ دونوں باعتبار صلح مقدم ہیں اسلئے علامہ سطلانی قس فرمے فرمایا کہ فقرہ زیر بحث میں لفظ مدۃ قسے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے لیکن بطور تحذیر لہذا واسطہ تھا۔ و اسے نزدیک قول ہم اظہر ہے اسلئے کہ قول اول کی طرح متحد تکلف نہیں لہذا ما عندی فی شرح هذا المقام واللہ اعلم اور عبادہ الاحمر۔ لا ندری ما ہو فاعل فیہا یہ بول لفظ مدۃ کی صفت ہے جن حضرات نے فقرہ سابق میں مدۃ سے زمانہ مصالحت مراد لیا ان کے نزدیک اس جملے سے ابوسفیان کا نبوی عدم غدر کے متعلق تردد مستفاد ہوتا ہے کہ وہ یقینی نہیں اور یہی ایک فرع کی تفسیر ہے کیونکہ جس شخص کا عدم غدر مشکوک ہو اس کا مرتبہ ایسے شخص سے یقیناً بہت ہوتا ہے جس کا عدم غدر یقینی ہو علی القلہ میں ہے۔ قال الامام ملائی فی قولہ لا ندری اشارة الی ان عدم غدر سے غیر محض وم بہ اہم چونکہ عدم غدر مشکوک قرار دینا بھی ایک نوع تفسیر ہے اسی واسطے ابوسفیان نے کہا۔ و لکم تمکین فی کلۃ ان دخل فیہا شیتا غیر ہذا الکلمۃ یعنی اور مجھے کسی ایسی بات پر قدرت نہ ہوئی۔ جس میں کوئی چیز موجب تفسیر اسکے سوا داخل کر دیتا۔ علامۃ عینی قدس سورۃ نے چونکہ فقرہ سابق میں مدۃ سے زمانہ سفر مراد لیا اسلئے وہ فرماتے ہیں کہ لا ندری الخ سے تردد ضرور شرع ہوتا ہے مگر اسلئے نہیں کہ آپ کا عدم غدر مشکوک ابوسفیان کو آپ کے عدم غدر متعلق یقین مستقر تھا بلکہ اسلئے کہ وہ سفر میں ہیں دنیا کی خبروں کے وصول کا سلسلہ منقطع ہے انسان کے حالات کبھی متغیر ہو جا کر تے ہیں اور سفر میں رہنے والوں کو علم نہیں ہوتا کہ وہ انہیں حالات پر قائم ہے جبکہ سبب سے چھوڑا تھا یا ان میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے ظہر کا کمال ہے کہ شد بدترین مخالفت کی زبان بھی کلمہ تفسیر کہنے سے عاجز ہو گئی اور نبوی وفاتے عہد کے خلاف دم نہا رہیں۔ اسلئے یہاں نے کہا کہ مجھے خبر اس کے کسی وجہ تفسیر بات کے کچھ قدرت نہ ہوئی اس تقریر سے چونکہ نبوی کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ جانی دشمن کو بھی اسکے خلاف زبان کھولنے کی طاقت نہیں اسلئے ہمارے نزدیک علامہ عینی قدس سرہ کا قول راجح ہے اللہ سر اقول مرجع کیونکہ ابوسفیان کی اس گفتگو کے وقت مصالحت قائم نہ تھی۔ کما سبق۔ پھر عدم غدر کے بارے میں تردد و ظاہر کیا گیا معنی رکھتا ہے۔ لہذا ان اگر مصالحت قائم ہوتی تو عدم غدر کے متعلق اظہار تردد بر عمل ہو سکتا تھا واللہ اعلم۔

(غیر ہذا الکلمۃ) لفظ غیر پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ رفع اسلئے کہ ”کلمۃ“ کی صفت ہے جو فاعل فعل ہے۔ اور نصب اسلئے کہ ”کلمۃ“ مفعول ہے۔ سوال ”کلمۃ“ اور ”شیئا“ دونوں نگو ہیں۔ اور لفظ ”غیر“ معرف کی طرف مضاف ہے۔ کیونکہ معرف ہو گیا تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہ رہی۔ جواب لفظ ”غیر“ دوہام میں اس قدر توسل ہے کہ معرف کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرف نہیں الیہ۔ ایک شرط سے معرف ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مضاف الیک مضافت کیساتھ مشہور ہے۔ الحکۃ غیر السکون میں ”الحکۃ“ مضاف ہے اور سکون مضاف الیہ اور اول کی مضافت ثانی کیساتھ مشہور ہے تو اس وقت معرف ہو جاتا ہے۔ اور یہاں پر چونکہ یہ شرط نہیں پائی جاتی اسلئے معرف ہوا۔ اور نہ کی سہ۔ مدح ہو یا مذمت ہو گیا۔ یہ جواب پر مذہب ابن عباس پر ہوتا ہے۔ جمہور کا کہ نزدیک اس شرط کے باوجود معرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کے نزدیک غیر المفعول علیہم کہ ”الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“ کی صفت قرار دینا یا یہ شرط درست ہے۔ کہ ”الَّذِينَ“ موصول کو بمنزلة نکرہ قرار دے لیں۔ ورنہ درست نہیں۔ حالانکہ یہاں پر مضاف ”هُمْ عَلَیْهِمْ“ مضاف الیہ مفعول علیہم کی مضافت کیساتھ مشہور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک اس شرط کے باوجود ”غیر“ نکرہ رہتا ہے۔

سوال ”ہذا الکلمۃ“ سے مراد کلام ہی مآخوذ فاعل فیہ تھا ہے۔ اللہ کی کلمہ نہیں۔ بلکہ کلام ہے۔ پھر اسکو کلمہ سے تعبیر کیا جس طرح درست ہو گا۔ جواب یہاں پر کلمہ سے لغوی معنی مراد ہیں۔ جن کا اطلاق مفرد اور مرکب نام دونوں پر ہوتا ہے۔

(فَقُلْ قَاتِلُوا) سوال فیہ فعل باب مضارع علیت سے ہے۔ کاف فاعل ظاہر معنی مفعول اور مفعول ظاہر معنی فاعل ہو کر ہے۔ یعنی جو چیز لفظ فاعل ہوتی ہے وہ معنی مفعول اور جو لفظ مفعول وہ معنی فاعل ہو کر ہے۔ تو ہر فعل نے اس سوال میں دو مضافین اور ان کے مضاف کو لفظ ضمیر فاعل سے اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لفظ ضمیر مفعول سے ذکر کیوں کیا۔ اور اسلئے برعکس یوں کیوں نہیں کیا۔ فَعَلْ قَاتِلُوا کلام اس صورت میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لفظ فاعل اور ابو سفیان مضافین مضافین کے لفظ مفعول ہوتے۔ آخر اس تعبیر کو اس پر کیا مقرر کیا۔ جبکہ بنا پر اسکو اختیار کیا گیا۔ حالانکہ یہ انحصار ہے۔ جواب ہر فعل نے سوال میں قَاتِلُوا کہ لکھتے ہیں قتال کو ابو سفیان اور ان کے رفقاء طرف منسوب کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ نبی اپنی قوم سے قتال میں ابتدا نہیں فرماتے اور اگر سوال میں قَاتِلُوا کہ لکھا گیا تو لفظ ابتداء قتال کی نسبت نبی کی طرف ہوتی تھا۔ علم کے خلاف تھی۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اول تعبیر کو ثانی پر اختیار کیا۔ سوال ضمیر مفصل اس وقت لائی جاتی ہے۔ جبکہ ضمیر مفصل لانا مستعد ہو۔ چنانچہ کافیر میں ہے۔ ”لَا يَسُوغُ الْمُنْفَصِلُ اَلْاَلْعَدَا الْمُنْتَصِلُ“ ہذا کیفہ کان قتالکم ایدام۔ بانفعال ضمیر فاعل بنا درست نہیں اسلئے کہ ”كَتَبْتُ“ کان قتالکم وہ بانفعال ضمیر فاعل بنا درست ہے۔ پس ضمیر مفصل لانا مستعد ہوا۔ یعنی کہ مفصل لانے کی ضرورت ہو۔ جواب کافیر کی عبارت مذکورہ ضمیر مضاف یا منصوب کے بار میں ہے۔ فقرہ مذکورہ فی السؤال سے متعلق نہیں۔ فقرہ اس قارئین سے متعلق ہے جو جملہ ضمیرین کے بار میں یا اس لفظ بیان کیا ہے۔ ”وَإِذَا اجتمع ضمیران ولیس احدہما مرفوعاً فان كان احدہما اعراف وقد متہ فذاك الجبار فی الثانی“۔ جبکہ وہ ضمیریں جمع ہوں اور ضمیر کوئی مرفوع نہ ہو اور اعراف کو مقدم کر دیا گیا تو ثانی میں اختیار ہے کہ یا منصوب یا مفصل لایا جائے یا متصل پس قتالکم ایدام کہ قتالکم وہ دونوں جائز ہیں۔ بلکہ علامہ مخضری نے اول کے اصح ہونے پر تفسیر کی ہے۔ کما فی عملہ القاری۔

رَأْسُ رَبِّ بَيْنَا وَبَيْنَا سَبْعَ مِائَاتٍ الْحَرْبُ جتہ ہے اور سبچال اسکی خبر ہے۔ سوال اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ جتہ اور خبر میں مطابقت نہ ہے۔ کیونکہ الحرب مرفوع ہے اور سبچال مجمل معنی لوکی جمع ہے۔ جواب اقل چونکہ حرب اسم جنس ہے جس کا اطلاق کثیر و قلیل پر ہو کر سبچال سے خبر جمع ہو نا درست ہے۔ جواب دوم سبچال معنی نہیں بلکہ وزن قتال بمعنی حلقہ مصد ہے جس کے معنی مفاخرہ آتے ہیں۔ قول جواب اول سے سوال دفع نہیں ہوا۔ ”کہ اسم جنس جمع نہیں ہوتا۔ حتی کہ جتہ اور خبر میں

کیا ہے۔ ابوسفیان نے سوال کے جواب میں چند باتیں ذکر کیں (۱) نَعُوذُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَلَا نَسْتَعِيْزُ بِاَمٍّ شَيْئًا لِّغَلَا
 "امر کے بار میں ہمارا اصل مختلف ہیں کہ دو صیغہ مخصوص میں حقیقۃً اور اصل میں مجازاً۔ یا دونوں میں مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی
 قول دل محتاج ہے۔ ابوسفیان کا سوال مذکور کے جواب میں "اعبدوا" کہنا قول عجمی کی بہترین دلیل ہے کیونکہ وہ اہل لسان میں جب انہوں نے
 سوال مذکور کے جواب میں صیغہ مخصوص اختیار کیا (معلوم ہوا کہ اگر اس کا موضوع لایعینہ مخصوص ہے۔ اسی طرح ان سے روایت کر نیوالے عبد اللہ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اہل لسان ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ وہ انصاف ہیں۔ انہوں نے بھی روایت کرتے وقت اس کو برقرار رکھا۔
 پس ثابت ہوا کہ اہل لسان کے نزدیک لفظ (۱) امر کا موضوع لایعینہ مخصوص ہے۔ ایک روایت میں (لَا تَسْتَعِيْزُ كُؤَابَ شَيْئًا) بدون "واو" آیا ہے
 اس روایت پر (لَا تَسْتَعِيْزُ كُؤَابَ شَيْئًا) لفظ "وَحْدَهُ" کی تاکید ہے۔ معمول روایت "واو" کی بنا پر لازم آئے گا کہ لفظ "امر" کے
 موضوع لایعینہ صیغہ ہی ہی داخل ہو کہ ابوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں دونوں صیغے ذکر کئے ہیں۔ جواب امر یا شئی مامور کی ضد
 مغفرت سے ہی کو متضمن ہوتا ہے جیسے نہی عن الشئی۔ امر یا لایعینہ کو متضمن ہوتی ہے اسلئے "لَا تَسْتَعِيْزُ كُؤَابَ شَيْئًا" کو ذکر کیا کیونکہ
 اَشْيَا الْعِبَادَةِ اللّٰهُ وَحْدَهُ کی ضد مغفرت ہو کہ متضمن اور متضمن میں منیارت ہوتی ہے۔ اس واسطے "واو" عاطف اختیار کیا
 جو منیارت پر دلالت کرتا ہے۔

اشد ضروری تنبیہ۔ جس کا محفوظ رکھنا ہر مسلم کے لئے عوام اور علم دین کی تکمیل کے لئے خواہ طلبہ کے لئے خصوصاً اشد ضروری ہے
 اسلامی تاریخ مطالعہ کرنے والے اصحاب پر بھی نہیں کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی مرتب پہلا وہ شخص ہے جس نے اسلام دشمنی کے پیش
 مکر اسلامی لباس پہن کر ایک ایسا مشن قائم کیا تھا جو اسلامی عقاید پر تحریب اور مسلم جماعت میں اختلافات پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ
 شیخ راغنی تفضیلیہ وغیرہ فرماتے اسی مشن کی قہم دینے کا فساد کے نتائج ہیں عبد اللہ ابن سبا یہودی کے اس واقعہ اور اس کے کرد و فریب کو
 اللہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے اپنی کتاب تحفۃ الثنا عشریہ میں مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ وہ سن
 اب تک قائم ہے اور مذکورہ بالا ناپاک مقصد کو واسطے طے طرح کی کوششیں جاری ہیں۔ اور اس کے حصول کے لئے ہندوستان میں ہر طرف کجائی ہے۔
 انہما کی فریب اور کامل عیاری یہ کہ اس کیلئے گراہ پر ایسے لوگوں کا انتخاب ملتا ہے جو اسلام کے دلی ہیں۔ اسلام کے حقیقہ حق
 دشمنی نہت کو غم کرنے کے پیش نظر ایران میں مرزا علی حسین بہاؤ اللہ کو قادیان میں مرزا غلام احمد کو نبوت کا دعویدار بنا کر کھڑا کر دیا۔ اور کچھ
 گراہ کے ایجنٹ لگانے جنہوں نے انکی آواز پر بلند آہنگی کے ساتھ تبلیغ ابھرائی تو ت کے گیت گانے شروع کر دیے آج کل مہذب اہل
 سنت کے خلاف بخند و عیاری کی تبلیغ کے لئے مشرک و الاصلی صاحب مودودی اور مولوی الیاس صاحب مکتبہ کیا گیا۔ اول الذکر نے اسلامی جماعت
 کی زیادہ ال اور اول الذکر نے تبلیغی جامعہ کی یہ دونوں جماعتیں بھری عیاری کی تبلیغ کرتی اور بات بات پر حکم شرک لگاتی ہیں۔ اسلئے شرک کے معنی
 کی وضاحت کر دینا ضروری ہوا جسکے ارتکاب سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ تاکہ ناواقف اصحاب ان کے دھوکے میں نہ گریں کہ مسلمانوں کو
 مشرک نہ بنائیں۔ شریک کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ جو دیا استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یعنی غیر خدا کو واجب الوجود
 یا سخی عبادت عطا کرنا واجب الوجود اس بات کو کہتے ہیں جبکہ وہ ضروری ہوا اور ہر دم طاوی ہو کہ تو اگر کسی غیر خدا کو واجب الوجود
 یا سخی عبادت عطا نہیں کیا تو ہرگز مشرک نہیں ہو سکتا فوقہ معقول ہے کہ شرک کا حکم نہیں لگا یا جاتا حالانکہ وہ بدول کو اپنے افعال
 کا خالق کہتے ہیں۔ کیوں۔ اسلئے کہ انہوں نے بخل کے لئے دعوے جو دیا استحقاق عبادت کا اثبات نہیں کیا چنانچہ شرح عقائد سنہی
 مطبوعہ انوار اموی ص ۳۳ میں یہ بحث مسکرات افعال عبادت فرماتے ہیں: "الاشراک ہوا اثبات الشریک فی الالوہیۃ بمعنی
 وجوب الوجود کما للجورس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما العبدۃ الا صنم اھ یعنی شرک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

و شد ضروری تنبیہ

دیکھو کہ

اشد ضروری تنبیہ

دیکھو کہ

اگر کسی شے پر گناہ پہنچ جاتی تو اسکو ہاں سے ہکاتے تھے۔ اس دشمنی کا نام ان کے یہاں مجبورۃً عقاب و عذاب تھا۔ ہر گز بغیر اس سے نہیں بھاگ سکتا اگر سفر سے واپس آیا تو میری دشمنی تباہ شد۔ یا نہیں کہتا اگر فکرو شغل ہوئی تو میری دشمنی تباہ شد۔ جب حکم تباہ یہاں بجا رہتا ہے مجبورۃً کہ طرح اس سے بھی اطلاع کو حرم سمجھتے تھے۔ اور بکری یا تو بے خبر نہ رہتی تو اسکو روکھا جاتا اور اگر وہ جیتی تو اسکو بکریوں میں چھوڑا جاتا اور اگر زیادہ دونوں ضعیف اسکو فصیلہ کی مانند سوکھاتے تھے۔ اور جب بے ادب ہو گیا تو اسکو بھال بھال کر دیتے۔ یا سپکاوی کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اسکو چاہے پانی بہت دیکھتے۔ ایسے دشمنی کا نام ان کے نزدیک تھا۔ مذکورہ بالا اعتقادات رسوم اور طریقے تمام سورہ ہدایت کو وائز کو اعمال بقول اہل کفر شامل ہے۔

(۳) بات مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے یہ بیان کی (وَمَا مَرُونَا بِالصَّلَاةِ وَالْإِصْدَاقِ وَالْعَفَاةِ وَالصَّلَاةِ) ایک روایت میں بدلے لفظ "صدق" لفظ "صدقہ" آیا ہے اور امام بخاری کے نزدیک کتاب الجہاد کی روایت میں دونوں وارد ہوئے ہیں۔ صلاۃ سے مراد افعال مجبورہ ہیں جنکی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے اور انتہا تسلیم پر "صدق" وہ قول جو واقع کے مطابق ہو اس کا مقابل کذب ہے۔ عفاۃ کے معنی حرام اور خلاف مروت باتوں سے اجتناب کرنا۔ "صدقہ" بمعنی عطف و رحمت جو تمام انواع پر کو شامل ہے۔

سوال مامورات ادبی ہیں۔ ان چار میں غفر نہیں پھر مقام ذکر میں کی تفصیل کیوں کی گئی جواب اس تفصیل میں تفصیل کے انواع کا مسئلہ و مکرم اخلاق کے منجات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ تفصیل دوم میں منہر ہے (اول قسم قولی و دوم فعلی) صدق و قبول اور ہے پھر فعلی تین قسم ہے (۱) بہ نسبت اللہ تعالیٰ جیسے صلوٰۃ۔ (۲) بہ نسبت خود جیسے عفاۃ (۳) بہ نسبت غیر جیسے صلہ جو کہ ان تمام فضائل کی محنت و حمید و ترک شرک پر موقوف تھی اسلئے اول اسکو ذکر کیا اور ثانیاً ان فضائل کو۔ ابو سفیان کے جواب کا اصل یہ ہوا کہ کمالات کا امر فرشتہ ہیں اور نقائص سے بہی۔ سوال مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے اولاً سینہ مخصوص "عبدوا" ذکر کیا۔ پھر "وَمَا مَرُونَا" یہاں پہلی مذکورہ چاروں چیزوں کو بصیغہ مخصوص کیوں بیان نہیں کیا۔ اس تغیر میں کیا نکتہ ہے۔ جواب اس تغیر دونوں باتوں کی ملکی مغایرت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اول کا علما علی لفظ کا فر ہے اور دوم کا گناہگار۔

فقہالترجمانہ (۱) اب ہر قل نے ابو سفیان کے جوابات پر تبصرہ شروع کیا چنانچہ (۲) جواب پر کہا (وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ تَبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا) تبصیر رمضان ہے۔ ای فی اشرف نسب قومہا۔ یعنی بقول منہائے حبیب یا بنی قوم میں عالی نسب ہیں۔ اسی طرح زمانہ گذشتہ میں رسول بنی قوم کے نسب شرف میں معوث ہوئے ہیں تو ان کا عالی نسب ہونا علامت نبوت ہے۔ رسولوں کے عالی نسب ہونیکا علم ہر قل کو نسب سابق سے حاصل ہوا تھا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ علونب کی بنا پر لوگ تبلیغ سے فریب نہ ہوتا۔ (۳) جواب پر کہا (فَقُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدُ الْوَلَدِ فِي نَفْسِي) یہاں پر حدیث نفس پر قول کا اطلاق کیا۔ یعنی میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر کسی نے تم میں سے یہ بات (دعوی نبوت) ان سے پیشتر کی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ گزشتہ بات کے دپے ہونے والے مرد ہیں لیکن جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۴) جواب پر کہا (فَقُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ) یعنی بقول تمہارے جہان کے باپوں کی بادشاہ نہیں گذرا تو میں نے دلیس سوچا کہ اگر اٹھ یا دس کوئی بادشاہ گذرا ہو تو میں کہہ دیتا کہ دعوی نبوت کر کے اپنے باپ کا ملک فتنہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے۔ سوال ابو سفیان کے جوابات پر تبصیر کرنے والے ہر قل نے صرف ان دو مقام پر لفظ "قلت" کہا باقی پر نہیں اس میں کیا نکتہ ہے۔ جواب باقی مقامات نقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں نظر فکر کو دخل نہیں بخلاف ان دو مقام کے کہ یہ نظری و فکری ہیں۔ اسلئے قول نفسی اختیار کیا جو سوچ بچار کے معنی میں آتا ہے۔ سوال (فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلَاحٍ) شرط ہے اور (فَقُلْتُ) مرسل یطلب ملاح ابیہ) جزل ہے لیکن اس جزا کا شرط مذکور پر ترتیب دست نہیں کیونکہ اگر دادا یا پردادا بادشاہ گذرا ہے تو اسوقت یہ کہنا درست نہیں کہ اپنے باپ کا ملک طلب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جزا تو صرف ایک نکتہ

میں مترتب ہو سکتی ہے وہ یہ کہ باپ بادشاہ ہوا ہو جواب اس روایت میں لفظ "اب" حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی پر محمول ہے جو اب حقیقی اور تمام اجداد کو شامل ہیں۔ اور یہ قول نے معنی عام ہی کا ارادہ کیا تھا۔ اس واسطے کہ کتاب النفس میں سورۃ آل عمران کی روایت میں لفظ "آباء" بصیغہ جمع آیا ہے (۴) جواب پر کہا (فقد اعترف انہ لم یکن لیذی من الخ) اس "لام" کلام مجہود اور کلام جحد کے ساتھ موسوم کیا جائے اس لئے کہ "جحد" یا جحد کے معنی نفی میں ہیں اور یہ "لام" نفی سابق کی تاکید کرتا ہے۔ علامۃ نحاس نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ اسکو "لام النفی" کے ساتھ موسوم کیا جائے کیونکہ "جحد" یا جحد کے معنی مطلقاً نفی نہیں۔ بلکہ انستہ نفی کو کہتے ہیں۔ اور یہ "لام" انستہ نفی کی تاکید کے لئے کلام عرب میں آیا ہی نہیں پھر کسی طرح درست ہوگا، اس "لام" کو واسطے دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ اس سے پیشتر مآکان ناقصہ یا اسکے دیگر صیغے ہوں یا "لم یکن" ناقصہ یا اسکے دیگر صیغے۔ اور کبھی "لام جحد" سے پیشتر مکان محذوف ہوتا ہے جیسے اس شعر میں۔ فَمَا جَمَعَ لِيْ غَلِبَ جَمْعٌ قَوْيٌّ مِّمَّا وَمَا وَمَا وَلَا فَرْدٌ لِّفَرْدٍ۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ "فَمَا كَانَ جَمْعٌ لِيْ غَلِبَ جَمْعٌ قَوْيٌّ" یا جیسے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں جو دو رکعت نفل بعد عصر کہا ہے میں فرمایا تھا۔ "مَا أَتَى لَدَ عَهْمًا" تقدیر عبارت یہ ہے۔ "مَا كُنْتُ لَدَ عَهْمًا" اور بریلئے تحقیق اخاف یہ دو رکعت نفل بعد عصر صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہیں۔ دوسم یہ کہ اسکے دخول اور نفل سابق کا فاعل ایک چیز ہو۔ یہ دونوں شرطیں یہاں مستحق ہیں۔ اور اس "یذی" سے مراد یعنی ترک سے شوق اور باب جمع سے متعدی بیک مفعول متعلی ہے۔ لیکن اس مائے سے مضاعف اور استعمال میں ہیں ماضی اور اسم فاعل نہیں۔ یعنی جب تم اقرار کرتے ہو کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ لوگوں پر جھوٹ بولے کیسا تھا تمہارے لئے تو مجھے یقین ہے۔ ایسا نہیں ہو سکا کہ لوگوں پر جھوٹ بولیں اور دعویٰ نبوت کر کے ظاہر جھوٹ بول دیں۔ پس ان کا متہم بالکذب ہونا علامت نبوت ہے۔

سوال اب تک ہرگز نے دریافت کر وہ اسود کی ترتیب کو تبصرہ میں نمودار کیا تھا کہ جو سوال میں مقدم تھا اسکو تبصرہ میں مقدم کیا۔ لیکن متبعین ان کی کئی شبہی اور ان کے ارادے باریں تین سوال تہمت کذب پر مقدم تھے جنکو تبصرہ میں ہمت کذب سے مؤخر کر کے ترتیب کو نظر انداز کر دیا۔ ہمیں کیا کہتے ہیں جواب کذب علی اللہ کی نفی کو متہم بالشان قرار دینے اور اسکی اہمیت ظاہر کرنے کے باعث ترتیب نظر انداز کر دی گئی

(۵) جواب پر کہا (وَهُمَّا اتَّبَعَ الرَّسُولَ) یعنی رسول کی اتباع کر کے بولے غائبانہ جھوٹے لوگ ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ انہیں عاجزی اور فروتنی کا ملکہ ہوتا ہے جو اتباع سے روکتا نہیں بخلاف بڑے لوگوں کے کہ وہ اپنے عجب کے باعث اتباع سے محروم رہتے ہیں۔ اور جب تم اس بات کے متفرق ہو کہ جھوٹے لوگ ملکہ غلامی میں داخل تھے ہیں۔ تو یہ علامت نبوت ہے (۶) جواب پر کہا (وَكُنْ لَكَ آمْرًا وَكَيْفَانٍ حَتَّى آتِيَهُمْ) یعنی ایمان کی شان میں ایسی ہوتی ہے کہ جب تک مامیت کو نہ پہنچے یوماً فیوماً بڑھتی رہے اور اس کا تمام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ ان احکام کیساتھ ہوتا ہے جو مکلف سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ جب باریں طور کمال تمام ہو گیا تو آیات نازل ہوئی۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ پس جبکہ بقول تمہارے ان کے متبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ تو یہ علامت نبوت ہے (۷) جواب پر کہا (وَكُنْ لَكَ الْإِيمَانُ حِينَ يَخْلُطُ بِشَاشَةِ الْقُلُوبِ) ابن اسحق کی روایت باریں لفظ ہے۔ "وَكُنْ لَكَ حَلَاوَةً الْإِيمَانِ لَا تَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجَ مِنْهُ" یعنی شان ایمان یہ ہے کہ جب کسی تازگی اور شفا قلب میں سرایت کر جائے۔ تو پھر کلی نہیں۔ اس واسطے کہ دین میں داخل ہونیکے بعد دین کو مکروہ بھلا کر اس سے کوئی برگشتہ نہیں ہوتا تو جب تمہیں عزت ہے کہ لوگ ان کے دین کو قبول کرینگے بعد متفرق ہو کر اس سے برگشتہ نہیں ہوتے۔ تو یہ علامت نبوت ہے۔

(۸) جواب پر کہا "وَكُنْ لَكَ الرَّسُولُ لَا تَقْدِرُ" یعنی بقول تمہارے یہ ہدشکی نہیں کرتے ایسے ہی زمانہ سابق میں رسول ہدشکی نہیں کرتے تھے کیونکہ دنیا کے طلب کرنے والے ہدشکی کیا کرتے ہیں اور رسول طالب دنیا نہیں تھے۔ انکا طمع آخرت ہوتا ہے۔ پس بقول تمہارے جب وہ

ہر کسکی نہیں کرتے تو یہ علامت نبوت ہے۔ **سوال** ہر قل نے کیا راہ سوال کئے تھے۔ ابو سفیان نے سب کے جوابات دے جو با قبل میں
 مذکور ہیں۔ بروقت تبصرہ ہر قل نے ہر سوال اور اس کے جواب کا اعادہ کیا لیکن نویں دسویں سوالات اور ان کے جوابات کو مقام تبصرہ میں ترک کر دیا
 اسکی کیا وجہ ہے جواب یہ ترک ہر قل سے واقع نہیں ہوا بلکہ راوی سے اخذ ہوا ہے۔ چنانچہ کتاب الجہاد کی روایت میں دونوں باب لفظاً
 مبرور ہیں (وَسَأَلَ لُثُفُ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ وَذَعَمْتُمْ أَنْ قَدْ فَعَلْتُمْ) وان حربكم وحره يكون دولا وكذلك الرسل
 تبثلي وتكون لها العاقبة یعنی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے تو تم نے اسکا اقرار کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ میں کبھی
 ہم کامیاب ہوئے ہیں اور کبھی وہ۔ تو عادت ایسی ہو جس ہی جاری رہی ہے کہ سوال کے ساتھ جملہ کئے گئے مگر انجام میں نہیں کے ہاتھ مارا پس یہ جنگ
 علامت نبوت ہے۔ **سوال** کیا ہر قل نے جوابی الفاظ کی نقل مطابق اصل نہیں کی؟ اس میں کی شبی ہو گئی ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ جو ہر قل
 نے ذکر کئے ہیں وہ ابو سفیان کے بیان کردہ نہیں۔ ابو سفیان کے بعض جوابی الفاظ ہر قل نے نقل میں ترک کر دیے ہیں۔ چنانچہ ہر قل نے جوابی الفاظ کی
 نقل میں طور کی ہے۔ "فذكرت انه يا امرئكم ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً وينهاكم عن عبادة الاوثان". و
 يا امرئكم بالصلاة والصدق والعفاف. انہیں نشان دادہ الفاظ ابو سفیان کے نہیں۔ یہ نبی ہوئی اور آخر سے والصلة ترک
 کر دیا کی کوئی ہوئی۔ نیز ابو سفیان کے ہر جواب پر ہر قل نے بطور تبصرہ کچھ نہ کچھ کہا تھا اس جواب پر تبصرہ کوئی لکھا ذکر نہیں کیا۔ اسکی وجہ کیا ہے۔
 جواب ہر قل کے سوال مذکور "مَاذَا يَا مَرْكُم" کے جواب میں ابو سفیان نے "اَوَّلَ صِيَةٍ تَقُصُّونَ" اَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ ذکر کیا تھا کہنا
 جو امر بعبادة الله کو مقتضی ہے اور "وحده" کی قید اور "واتركوا ما يقول آباءكم" سے بھی عن عبادة الاوثان مستفاد
 ہوتی ہے۔ نظریہ ان نشان دادہ ہر قل کے کلام میں از قبل نقل بالمعنی ہیں جس نقل کی نقلی مطابقت اصل کیساتھ ہائی نہیں ہوتی
 پس اگر عدم مطابقت نقل سے مراد اسل عدم مطابقت بحسب اللفظ ہے تو سائل کا یہ کہنا صحیح ہے کہ نقل مطابق اصل نہیں۔ لیکن
 اس سے ہر قل پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا کہ تبصرہ بحسب المعنی کیلئے جوابی الفاظ کی نقل بحسب اللفظ ضروری نہیں۔ اور اگر مراد سائل سے عدم
 مطابقت بحسب المعنی ہے تو سائل کا یہ کہنا کہ نقل مطابق اصل نہیں غیر صحیح ہے کیونکہ تبصرہ بحسب المعنی کے لئے نقل بحسب المعنی
 میں مطابقت معنی کا نقل کرنا ضروری نہیں حتیٰ کہ عدم مطابقت کا اعراض صحیح ہو۔ بلکہ اس کیلئے التزام معنی کی نقل کفایت کرتی ہے۔ اور نقل
 بحسب المعنی کی صورت میں الفاظ کی معنی قابل اعراض نہیں ہوتی۔ اور لفظ "صلة" کو عبادت میں بقرینہ سابق حدوت کر دیا ہے یا یوں کہا جائے
 کہما فی تعدد القاسی کہ عفاف کا ذکر صلوٰۃ کو مستلزم ہے کیونکہ جب حرام اور خلاف مروت افعال سے اعتنا نہ ہوگا۔ جو
 معنی عفاف میں تو اس کے ساتھ عادات لطف و رحمت بھی پائی جائیگی جو معنی "صلة" میں بہر کیف یہ کی بھی قابل اعراض نہیں۔ اور ان جوابی الفاظ
 پر عفا تبصرہ بقرینہ سابق مذکور ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ "وَكُنْ لَكَ الرِّسْلُ يَا مَرْيُونُ بِالْأَمْرِ الْمَذْكُورِ" یعنی وہ حکم کرتے
 ہیں کہ صحت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور غلام ٹھہرو۔ مستثنیٰ پاک دانی اختیار کرو جیسے کہ تم نے ابھی ہمارے سامنے اقرار کیا ہے تو زیادہ
 سابق میں دیگر رسول بھی ان باتوں کا حکم کرتے تھے پس امور مذکورہ کا حکم کرنا علامت نبوت ہے۔ **سوال** نسب عالی۔ آپ سے پیشہ پیش
 میں طوی نبوت نہ کرنا۔ آپ کے آباؤ اس کے آباؤ شاہ نہ ہونا چھوٹے لوگوں کی اتباع میں سبقت۔ اتباع کرنے والوں کی مدد پر روزیاد عدم ارشاد
 عدم تہمت کذب۔ عدم غدر۔ مقلد میں ایسی غلطی نہ ہونا۔ امور مذکورہ کا حکم کرنا ان گناہوں میں سے ہر ایک کے ہر قل نے علامت نبوت کیونکر قرار
 دیا۔ انکا ایک ہی ہے غیر نبی اشخاص ایسے گزرتے ہیں جن میں بعض امور مذکورہ موجود تھے جو جواب تو ریت۔ انجیل وغیرہ کتب قدیم میں سید عالم نور چشم
 جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اوصاف کیساتھ یہ امور بھی مذکور تھے تو یہ امور مطلقاً ہر قل کے لئے علامت نہیں انکو صرف آپ کے
 لئے علامت قرار دیا گیا تھا۔ انہیں کتب قدیم سے ہر قل کو علم حاصل ہو چکا ہوا پس ہر ایک کو علامت نبوت بتایا۔ کنافی عمادہ اللہ

مذہب ائمہ اربعہ کی تفسیر

وَقَالَ كَانَ مَا نَقُولُ حَقًّا الْخ) ہر قل نے فرمایا "اے جو میرے شک میں ہے اس لئے استعمال کیا کہ ابوسفیان کا بیان از قبیل خبر ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ فَاَنْتَ لَا" ان "اور اِذَا" اگرچہ دونوں شرط کیواسطے آتے ہیں مگر دونوں میں مخوی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اقل قائل قائلہ شک و دوام افتادہ جزم کر رہا ہے اور علی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اول جائز ہے اور دوم جائز نہیں۔ فرق مخوی اور مخی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختلافات و النظائر عجیبیں علامہ سیوطی قدس سرہ القوی نے ایک جہت سے بیان کیا جو اب بصورت اشعار ذکر کیا ہے۔ جیستہ استان: سَلِمَ عَلَى شَيْخِ الْإِسْلَامِ وَقُلْ لَهُ: هَذَا اسْتِوَالٌ مِّنْ تَحِيَّةٍ يُعْظَمُ أَنَا إِن شَكَكْتُ وَجَدْتُ مَوْثِقًا جَازِمًا + وَإِذَا جَزَمْتُ فَإِنِّي لَمْ أَجْزِمُ مَكَاجِرًا + هَذَا اسْتِوَالٌ غَاوٍ فِي كَلِمَتِي شَرْطِي وَإِنِ إِذَا مُرَادٌ مِّمَّيْ بِي أَن تَطُقْتُ بِهَا فَإِنَّكَ جَائِزٌ + وَإِذَا إِذَا تَأَنَّى بِهَا لَمْ تَجْزِمْ وَإِذَا إِذَا جَزَمْتُ الْفَتَى يَوْقُو عِيَهُ + بِخِلَافِ إِنْ فَافَهُمْ آخِرًا وَفِيهِمْ۔

(موضع قد ہی ہا تین) سے مجازاً میں بیت المقدس مراد ہے کہ اس گفتگو کے وقت ہر قل وہیں پر تھا یا ہر قل کا ہر ملک بہر حال یہ ارادہ از قبیل اطلاق جزو ارادہ کل ہے (قَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِج) یہ بات انہیں علامات کی بنا پر ہی جو کتب قدیمہ سے اس کے علم میں آئی تھیں۔ اور سورہ عمران کی قرأت باہر لغنا ہے۔ (فَإِنْ كَانَ مَا نَقُولُ حَقًّا فَانْهَ بَنِي) اور کتاب الجہاد کی روایت ہاں الفاظ (ہل ہے صفہ نبی) اس سے یہ مراد نہیں کہ امور مذکورہ مطلقاً صفات نبی ہیں بلکہ لفظ "نبی" پر تخریج ہونے سے تعلیم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ امور مذکورہ ایک نبی معظم کی صفات ہیں جن کے ظہور کا میں منتظر ہوں۔ اور ہر اسے یہاں "نبی" اور ان کے بار بار کی تصویر لکھ موجود ہے۔ چنانچہ اہمالی معاملی میں روایت اصباحانیین بطریق ہشام بن عروہ عن ابنہ عن ابی سفيان ہے۔ کما فی القسط لانی "کہ نصیری" کہ امیر نے ابوسفیان سے کہا کہ ان کی تصویر دیکھ کر پہچان لو گے۔ ابوسفیان بولے ہاں پہچان لوں گے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ کچھ مجھے ایک گریہ میں داخل کیا گیا۔ وہاں تو آپ کی تصویر دیکھی نہیں۔ اس کے بعد دوسرے گرجے میں تو وہاں میں نے آپ کی تصویر اور ابو بکر کی تصویر دیکھی

رَفَلُوا عَلِمَ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ الْخ) از باب نصر بن ضمر غلو ص یا غلام سے مشتق ہے جس کے معنی با اختلاف ملہ مختلف ہوتے ہیں۔ "خلص من الهلاك" بمعنی "نجا" اور "خلص من القوم" بمعنی "اعتزلهم" آتا ہے اور "خلص" بمعنی "صاحب خالص" بھی آتا ہے۔ اور وہ "صلہ" "الی" یا "یا" ہو تو بمعنی وصول ہوتا ہے جیسے یہاں پر اور تجنمت المصل بمعنی کہت معظمتہ۔ اور تجنمت فلا نامن بلیس القوم بمعنی اختارتہ وقصدت قدسہ آتا ہے۔ اور تجنمت الامن بمعنی کففتہ علی مشقتہ۔ یہاں پر اس معنی میں ہے۔ اس تجنم سے مراد ہجرت ہے جو اس نے اپنے میں فتح کے سے پیشتر ہر سلم ہر ذمہ میں اصرار یہ ہے کہ اگر یقین نہ ہو کہ اسلامی کیسے تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا تو ہجرت کر کے شہر، ملاقات محال کرنا مگر خون ہے کہ بارگاہ نبوت کی محسوس سے پہلے قتل کر دیا جاؤں جیسے کہ ضحاکر کا اسلام لانے کی بنا پر دمیوں نے قتل کر دیا تھا جس کی تفصیل مقررہ آتی ہے۔ (ولو كنت عندك لغسلت من قد ميه) اور (باب دعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الناس الى الاسلام والنبوة) کی روایت ہے (ولو كنت عندك لغسلت قد ميه) اور روایت شد ان عن ابی سفيان میں ہے (لو علمت انه هو لم شيت اليه حتى اقبل راسه واغسل قد ميه) غسل متدی بنفسہ جیسا کہ ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ نظریات روایت زیر بحث کی توجیس بعض شراحین نے فرمایا کہ "غسلت" میں ازلت کے معنی کی تفسیر ہے۔ ایسا طے عن "صلواتہ" ہوا ہے | قول اس تقدیر پر "غسلت" کا مفعول یہ ہوگا اور وہ بطحا معنی "دنس" ہو سکتا ہے۔ اب معنی یہ ہیں گے کہ اگر مجھے خبر نہ تھیں

یہاں تک کہ اس کا جواب نہ ملے

نہایت پرانی کتاب ہے

صنوبری نصیب ہوتی تو ان کے قدروں سے میل کچیل چھوڑ کر تانہ فیکر کا تباہی خروغ کے ذوق محبت کو میل کچیل کی نفلی نسبت بھی ان قدر مہینت انداز کی طرف گوارا نہیں جو فرش کی رخت اور عرش کی زینت ہوں۔ اگرچہ نسبت کلام کا فرس میں کون نہ ہو جبکہ ہم اس تقدیر کو اختیار کرتے پرآوردے تو ہم مجبور نہیں پس احسن یہ ہے کہ یہاں پر عن کی زیادت کا قول کیا جائے جو فرصت شہری کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ خالی از ضرورت کلام میں بھی واقع ہوتی ہے جو کو بخوبی مد کلام سے تعبیر کرتے ہیں جمیع الجوامع اور اس کی شرح جمع العوامع میں ہے۔ و زیادت تھا ضرورت خلافاً لابن عبید حیث اجانہا فی الاختیار واستدل بقول تعالیٰ "فَلْيَعْبُدُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْلُقُونَهُ أَمْثَرَ" اور یہ ای امرہ اور محاشیہ الصبان علی الاشمونی ج ۱ "وفی تفسیر الثعلبی انہم اختلفوا فی قولہ تعالیٰ "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْكُفَّالِ فَقِيلَ عَنْ سَلْمَاءَ قِيلَ عَنْ صَلَٰةٍ وَعَلَىٰ هَذَا قَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ اھ" یا اختلاف اس پر ہی ہے کہ آیت میں سوال استخارہ یا سوال استطاعت پر تقدیر اول "عَنْ" ذکر نہیں اور بر تقدیر ثانی ناگزیر ہے۔ الغرض مقصود قتل بالغ فی النحر مہر سے اور غسل قدس میں پراقتدار کرنے میں اشارہ ہے کہ اگر اسلامی کیساتھ خدمت نبوی میں حاضر فی نصیب ہو گئی تو نہ کسی مقام کی ولایت طلب کی جائیگی نہ کوئی منصب بلکہ اگر طلب کے جائیں گے جن سے برکت حاصل ہو بعموال کیا ان کلمات کی بنا پر قتل کا سلام کا حکم کیا جاسکتا ہے جواب ان کلمات میں کوئی کلمہ ایسا نہیں جو تصدیق اور اقرار رسالت پر دلالت کرتا ہو۔ البتہ ابن اسحق کی مرسل روایت میں ہر کلمہ قتل ہے کہ تھا "وَجِئْتُكَ وَاللَّهِ اِنِّي لَا عَلِمْتُ ذَنْبِي مَرَّلًا وَلَكِنْ اخاف ان ارم علی نفسی ولو لا ذلک لا تبعثہ" مگر اس قول سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ نبوت و رسالت کا یقین تھا بخوف قتل کا اظہار نہ کر سکا۔ لیکن ایمان کے لئے جو یقین کافی نہیں "اودنیکم انکم ساتھ تسلیم نہ ہو چر لفظ "علمہ دلالت نہیں کرتا بلکہ مذکور بالا آیت شہادہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ کلمہ نبوت کا قتل کو یقین ہی نہ تھا کیونکہ ان میں لفظ "لو" واقع ہے جسکی شرط جزا اگر لفظ مثبت ہوں تو معنی منفی ہوا کرتی ہے اور اس ثبوت میں دونوں لفظ مثبت ہیں۔ تو ایسی ہی یہ تھے کہ کلمہ یقین نہیں کہ یہ ہم میں جن کی علامت لئے ہو کر کلمہ علم ہے اسی واسطے میں ان کے پاس نہیں گیا البتہ مسند امام احمد بن حنبلہ میں اس کا قتل نے نبوی خدمت میں قبول سے تحریر کیا تھا "انی مسلم" مگر میں مسلمان ہوں مگر اس پر حضور پر نور نے ارشاد فرمایا۔ "کذب بل هو علی نصرا نیتہ" اُس نے جھوٹ بولا وہ ابھی تک اپنی نصرا نیت پر قائم ہے اور ابو عبیدہ کی کتاب الاموال میں پسند صبیح ہے کہ حضور پر نور نے فرمایا کن ب عدہ اللہ لیس بمسلّم و دشمن خدا جھوٹا ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ اور حدیث زیر بحث کے آخر میں جو کلمات ایسے آ رہے ہیں جن سے تصدیق نبوت مفہوم ہوتی ہے۔ ان کو خود اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ میں نے یہ کلمات تمہاری دینی بخشگی جانچنے کے لئے کہہ تھے ان کا ظاہری مفہوم مراد تھا نیز اس واقعہ سے غرض ہر کلمہ کا واقعہ بخیر ہے جس پر قتل کے قول "اِنِّي مُسْلِمٌ" کی تکریم خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ کہنا ہوتا ہے اس واسطے تحقیق نے فرمایا کہ ہر قتل دنیا سے ملک کی خاطر ایمان سے محروم کیسا حدیث زیر بحث کے اختتام پر ہم ایک طویل حدیث ذکر کریں گے جو اسکی تائید کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ (ثم عابکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ) عبارت قال ابو سیفیان "مخوف کا مسطور ہے مادہ معی غاء کا مفعول یہ کتاب نہیں بلکہ مخوف ہے کیونکہ یہ دعا بمعنی نادہی ہے اور اس کا مفعول یہ مدعو ہوئے مدعوہ نہیں ہوتا۔ اور کتاب مدعوہ ہے مدعو نہیں۔ نظر بران علامہ کرمانی قدس سرہ السامی نے فرمایا تقدیر عبارت یہ ہے "ثم عاب قتل الناس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ترجمہ پھر قتل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوت نامے کو سنا کے لئے لوگ بلائے۔ اس قول کی بنا پر با "بمعنی سلام برائے سبیت ہے اور اسماع معصات کتاب پہلے مقدم کر کے تعلیل غافل کیا تھا ہوتی ہے ذات کیساتھ نہ نہیں اور ملائکہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی نے ہو کول الیہ کو مفعول بہ مخوف قرار دیکر تقدیر عبارت اس طرح بیان فرمائی۔ "ثم عاب من وکل ذلک الیہ" ترجمہ پھر نبوی فوت نامے کیساتھ اُس شخص کو بلایا جسکو وہ دعوت نامہ قبول نہیں کیا تھا۔ اس صورت میں با "برائے

الصاق ہوگی جو مدعوین پر داخل ہو کر رہے۔ اور علامہ علی بن قیس سے روایا: حسن تقدیر یہ ہے کہ تقدیر عامن انی
کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ پر نقل ہے اس شخص کو بلا یا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعوت نامہ لیکر آیا تھا
تقدیر ہذا کی وجہ احسنیت بہ نسبت تقدیر اول غالباً یہ ہے کہ مقدور محذوف میں اگرچہ دونوں برابر ہیں مگر ان فرق ہے کہ اول میں با اپنے
حقیقی معنی "الصاق" پر نہیں رہتی اور تقدیر مضائق کی امتیاج طریق ہے کہ خلاف تقدیر اگر اس میں با اپنے حقیقی معنی پر رہی ہے اور محتاج تقدیر
بھی نہیں۔ اور وجہ احسنیت بہ نسبت تقدیر ثانی غالباً یہ ہے کہ اس میں مقدار محذوف بہ نسبت اس کے زیادہ ہے اور شک نہیں کہ حقیقت مجاز سے
اور عدم امتیاج تقدیر امتیاج تقدیر سے اور تفصیل حرف کثیر سے اولی ہوتی ہے اقول تقدیر کے بوجہ مذکورہ من حیث اللفظ احسن
ہوئے میں صلاح شک نہیں مگر من حیث المعنی فقیر کا ترنا محذوف کے خیال ناقص میں تقدیر ثانی دونوں سے احسن ہے کیونکہ دعا اور فقرہ
دونوں جملوں میں ترتیب معانی بدون امتیاج حرف اسی تقدیر پر حاصل ہوتی ہے بخلاف تقدیر اول و ثالث کہ ان میں ترتیب معانی کا حصول دونوں
اختیار حرف ممکن نہیں۔ قضاہ ملحق التامیل کیلا تفع فی التعلیل۔ اور یہی باثر ہے کہ دعا "بمعنی طلب" ہوا دعا کو مفعول بہ پرنا
قرار دیا جائے۔ کیا دعا میں اشتغال کے معنی کی تفہیم ہے اور با اثر نہیں کیونکہ اشتغال کے صلے میں با آیا کرتی ہے بہر حال
ناقص میں یہ دونوں جمالی احسن ہیں کیونکہ ترتیب معانی حاصل رہنے کے ساتھ ساتھ محتاج حرف نہیں (کی حقیقت) وال پر نیز وز ہر دونوں
آئے میں لغت اہل یمن میں بمعنی رئیس آتا ہے ابن خلیفہ کلنی قدیم الاسلام اور طیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فاطمہ بنت ابی اسحق حرمین تھے کہ مدینہ منورہ اور شام کی پورے فہمیں عورتیں خبر آمد مشکوٰۃ شوق دیو میں مکانات سے
نکل پڑتی تھیں بجز کل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم انہیں کی صورت اختیار کر کے نبوی خدمت میں حاضر ہوتے تھے (بصورتی) مدینہ منورہ اور
دمشق کے درمیان ایک شہر ہے جس کو بقول بعض حوران بھی کہتے ہیں اس کے گورنر حضرت بن ابی شمر غسانی کے پاس انکو لے کر کے آخر
میں حدیبیہ سے واپسی پر مذکورہ بالا دعوت نامہ لیکر بھیجا گیا تھا اس نے عدی بن حاتم کے ہمراہ اہل ہرقل کے پاس بھیجا۔ اس وقت
ہرقل بلیت المقدس میں موجود تھا اور عدی بن حاتم اس وقت نصرانی تھے۔ آپ نے ان کے ہمراہ ہرقل کے پاس محرم شہر میں فروکش ہو کر
دعوت نامہ پیش کیا۔ ہرقل ان کے مضمون پر مطلع ہو کر عرق بھیس ہو گیا۔ اور ارکان دولت سے لاکھوں کی قوم کا کوئی شخص ہلری مملکت میں پہنچ
تلاش کر کے لایا جائے تاکہ ان کے صحیح حالات معلوم ہو سکیں جس اتفاق کا یہ سفیان اپنے چند رفقاء کے ساتھ بغرض ثبات اس وقت
مقام غزہ پہنچے تھے۔ ہرقل انکو منع دفعائے سفیریت المقدس لایا گیا۔ ان سے مذکورہ بالا سوالات کر کے بعد ہرقل نے نہ جان سے
دعوت نامہ پڑھوایا جس سے فارغ ہونے پر مجلس میں شہود و شغب پیدا ہو کر آوازیں بلند ہو گئیں۔ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو مجلس سے باہر
کر دیا گیا پھر ہرقل نے حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت نامہ لیکر مقام "وحیہ" ایک شخص کے پاس بھیجا جس کا نام ضحاطو تھا۔
انصرانی اس کو اپنا پیشوا اور دین مسیحی کا امام مانتے تھے۔ حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کے پاس پہنچے تو دعوت دیکھ کر بلا خبر
محمد بن حنفیہ ہیں اور لے وحیہ تھے جو ان کے اوصاف بیان کے وہ سب ہلری کتاب میں موجود ہیں۔ اور یہی کی نبوت میں صلاح شک و خبیث نہیں
یہ کہ ضحاطو باہر نکلا اور نصرانیوں کو خطاب کر کے کہا۔ اے موم والو! احمد بنی کی جانب سے ہمارے پاس دعوت نامہ آیا ہے۔ اس میں ان کی
ہدایت فرمائی ہے۔ آ کتاب کی طرح ان کی رسالت کے حق میں شک نہیں تم میں سے ہر ایک خدا کی الوہیت اور ان کی رسالت تسلیم کرتے ہو
کہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ اَحْمَدَ عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ۔ یہ سن کر انصرانی پٹ پٹ بڑے یہانک انہیں کہہ کر ڈالا
حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس کر لیا مگر اب بیان کیا۔ ضحاطو کی خبر شہادت سن کر ہرقل بیت المقدس سے روانہ ہو کر "بعض
پہنچا جو اس کا دار السلطنت تھا۔ وہاں ہر لوگوں کو جمع کیا اسکی تفصیل حدیث زیر بحث میں مذکور ہے۔ (مدارج النبوة)

وہ شخصیت جو ہرگز کسی نے نہ دیکھی تھی

نبوی دعوت نامہ کی تشریح

فَاِذَا فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الخ اس سے ثابت ہوا کہ خطبہ کا ابتدا تسبیہ کے ساتھ مسنون ہے اگرچہ مکتوباً لیکر کا فر ہو۔ **سوال** اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ خدا و رسول جب اپنے کلام میں گذشتہ شرائط کو بدون انکار و نفی فرمائیں تو انکی بقا شریعت محمدیہ کے احکام ہوگی حیثیت سے ہوتی ہے اور ہم ان کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ نظر برائ الزم آتا ہے کہ خطبہ کی ابتدا بھیجئے والے کے نام سے مسنون ہو نہ کہ تسبیہ کیساتھ کیونکہ خداوند قدس نے قرآن کریم میں مسلمان علیہ السلام کے ایک خط کو نقل فرمایا ہے جو بلقیس کو بھیجا تھا اسکی ابتدا میں نہیں کا نام ہے تسبیہ نہیں چنانچہ بلقیس نے اسکا اظہار کیا تھا جس کو قرآن کریم نے پاس طوطی نقل فرمایا ہے۔ **فَالْتِمِثَا نَحْنُ الْمَلَاِئِیَ الْتَقٰی اِلٰی كِتَابِ كُرْسِیْ اَنَا مِنْ سُلَیْمَانَ وَاَنَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا لَا نَعْلُوْا عَلٰی اَنْتُوْنِیْ** مسلمانین: ترجمہ: وہ عورت بلقیس بولی اے سوار و بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا۔ بیشک وہ مسلمان کی طرف سے ہے۔ اور بیشک وہ اللہ کے نام ہے جو نہایت جہراں رحمت والا یہ کچھ پر بندگی نہ چاہو اور گردن رکھتے ہوئے یہ حضور حاضر ہو۔ جلالین وغیرہ تفاسیر میں اس مکتوب کی عبارت حسب ترتیب نے مل ذکر ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا دعوت نامہ بنام بلقیس ملکہ سبا

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوُدَ اِلٰی بَلْقِیْسَ مَلِكَةِ سَبَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی اِنَّا بَعْدُ فَلَا تُعْلُوْا عَلٰی وَاَنْتُوْنِیْ مُسْلِمٰیْنِ ترجمہ: بندہ خدا سلیمان بن داؤد کی طرف ملکہ سبا بلقیس کے نام سے جو نہایت جہراں رحمت والا اس پر سلام جس نے اتباع و ہدایت کی۔ بعد ازیں ہرگز کچھ پر بندگی نہ چاہو یعنی تعمیل ارشاد کرو اور ذکر تذکرہ صیحا بعض بادشاہ کیا کرتے تھے اور مغزبان ہر دارا دشمن سے گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔ علامہ الشیخ سلیمان حمل قدس سرہ کے حاشیہ جلالین فتوحات العیوب جلد سوم ص ۱۷۷ میں ہے (الحمد یبدع باسم اللہ لا ذلھا کا انت کا فرقة فائزۃ فی خان من کفرھا ان تستخف باسم اللہ فجعل اسمہ وقایۃ لا سم اللہ ام" یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس دعوت نامے کو اللہ کے نام پاک سے شروع نہیں کیا اسلئے کہ بلقیس اس وقت کا کافر اور غواۃ تھیں تو ان کے کفر کی وجہ سے خوف دامنگیر ہوا کہ اول نظر بنام الہی پر پڑے کی تو اسکی بے حرمتی کر دیا لیں گی اس لئے اپنے نام کو شروع میں لاکر نام الہی کی حفاظت کی کہ بے حرمتی ہو تو میرے نام کی ہو۔ نام الہی کی نہ بھولے پائے اور تفسیر ارشاد) السلیم وکشاف میں دعوت نامہ کی جو عبارت مذکور ہے کہ ہے اس میں تسبیہ کا ذکر ہی نہیں۔ نہ درمیان میں نہ اہل میں۔ بلکہ ان دونوں تفاسیر کی نقل کے مطابق عبارت خط بایں ترتیب تھی: **وَرُوِیَ اَنْ نَسَخَ الْكِتَابَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوُدَ اِلٰی بَلْقِیْسَ مَلِكَةِ سَبَا السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی اِنَّا بَعْدُ فَلَا تُعْلُوْا عَلٰی وَاَنْتُوْنِیْ** مسلمانین جب آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ دعوت نامہ کا آغاز تسبیہ کے لئے کے نام سے ہونا چاہئے تو نبوی دعوت نامہ بنام ہر قتل اور دیگر احادیث جو ابتدا با تسبیہ پر دلالت کرتی ہیں وہ سب کی سب مجموعہ ہو کر ناقابل عمل نہیں کیونکہ خبر کا دھوئے کے باعث ظنی ہیں اور آیت قطعی اور ظنی قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی اور دربارہ عمل متروک ہو جاتی ہے جواب اول۔ آیت مذکورہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ دعوت نامے کا آغاز سلیمان علیہ السلام کے نام سے تھا اور اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ تھی حتیٰ کہ نبوی دعوت نامے اور احادیث ابتدا با تسبیہ کو متروک قرار دیا جائے چونکہ مسلمانوں کو آیت مذکورہ میں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

پر مقدم ذکر کیا گیا ہے اس لئے بادی نظر میں مستہزاء پیدا ہوتا ہے کہ دعوت نامہ میں بھی اسی طرح مقدم مذکور تھا حالانکہ یہ تقدیم بلقیس کی حکایت میں ہے جس سے ٹھکی عنہ میں مقدم ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ امام رازی قدس سرہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ تقدیم حکایت میں ہے۔ ٹھکی عنہ میں نہیں تقدیم کر چلے ششم مکتبہ میں ہے۔ البعث الثانی بقال لما قدم سلیمان اسمہ علی قولہ یسبح اللہ الرحمن الرحیم (جوابہ) حاشا شاہ من ذلک بل ابتدا اھو بیسلم اللہ الرحمن الرحیم والتماد ذکرت بلقیس ان هذا الكتاب من سليمان ثم حكى ما في الكتاب والله تعالى حكى ذلك فالتقديم واقع في الحكاية ترجمة دوسری بحث اس مقام پر یہ کی جاتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے دعوت نامے میں اپنے نام کو یسبح اللہ الرحمن الرحیم پر کر کے مقدم کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا نام اس سے پاک ہے بلکہ انہوں نے دعوت نامے کی ابتدا یسبح اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی تھی البتہ بلقیس پہلے اس بات کو ذکر کیا کہ یہ دعوت نامہ سلیمان کی جانب سے ہے پھر دعوت نامے کے اندرونی مضمون کو جس سے ان کے نام کو قول بلقیس میں تقدیم حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی کی حکایت فرمادی تو یہ تقدیم حکایت بلقیس میں واقع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قول بلقیس کی حکایت فرمائی ہے شریعت سابقہ کی نہیں حتیٰ کہ مسائل کا اعتراض مست ہو۔ | قول جواب کے الفاظ "ثم حكى ما في الكتاب" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عبارت "من عبد الله سليمان بن داود ابني بلقيس ملكة سبأ" دعوت نامے کے اندر تھی۔ تو لامحالہ دعوت نامے کے لفظ پر ہوگی جہاں پر یہ تحریر کیا جاتا ہے بلکہ ایسا ہی تھا چنانچہ علامۃ قسطلانی قدس سرہ السامی نے اسی مسئلہ زیر بحث پر ارشاد الساری میں فرمایا: "فان قلت قد قدم سليمان اسمه على البسمة اجيب انما ابتدا بالبسمة وكتب اسمه عنوانا بعد ختمه لان بلقيس عرفت كونه من سليمان بقراءة عنوانه المصنوع في ذلك قالت انه من سليمان انه يسبح الله الرحمن الرحيم فالتقديم واقع في حكاية الحال" ترجمہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام کو یسبح اللہ الرحمن الرحیم پر مقدم کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دعوت نامے کی ابتدا یسبح اللہ سے کی تھی اور دعوت نامے پر یہ تحریر کر کے پتہ کے مقام پر اپنا نام اہل طور لکھا تھا "من عبد الله سليمان بن داود ابني بلقيس ملكة سبأ" اس لئے کہ بلقیس کو دعوت نامے کا مخاطب سلیمان ہونا مستلزم تہ کی عبارت پر ذکر معلوم ہو گیا تھا اس واسطے اس نے ترتیب علم ملحوظ رکھتے ہوئے کہا: "ان من سليمان وانه يسبح الله الرحمن الرحيم" کہ ابتدا یہ کہ مقام پر نظر رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دعوت نامہ مخاطب سلیمان علیہ السلام ہے پھر کھل کر دیکھا تو پہلی نظر یسبح اللہ شریف پر پڑی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کی گئی ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام کے نام کی تقدیم واقع کی حکایت میں ترتیب علم پر مبنی ہے۔ دعوت نامے میں نہیں۔

تقدیم فی الحکایت کی ایک وجہ اور بھی ہے جیسا کہ عبارت دعوت نامے کی ترتیب حسب قبل جو جیسے کہ ارشاد العقل السليم وغیرہ قاضی کی روایت اسی پر مبنی ہے۔ کما سبائی "يسبح الله الرحمن الرحيم من عبد الله سليمان بن داود ابني بلقيس ملكة سبأ السلام على من اتبع الهدى ابا عبد ولا تغفلوا عني واولي" مسلمانین "اس ترتیب پر قسم یہ مقدم اور سلیمان علیہ السلام کا نام ترجمہ مگر بلقیس نے بروقت حکایت ان کا نام مقدم اور تمیہ کو مؤخر ذکر کیا کیوں۔ اس لئے کہ قول بلقیس "انه من سليمان وانه يسبح الرحمن الرحيم" مقام تعلیل میں واقع ہے کہ اس نے دعوت نامے کے کریم باعزت "ہوئی علی سبیل المرقی دولت بیان کہیں جو ترقی میں الا حق ابی الی الا علی کہا جاتا ہے مگر فقیر کا تب لکھو کہ الفظ معروض کا استعمال اس مقام پر یہی کہ اسم گرامی کی عظمت کے پیش نظر گوارا نہیں بغیر (۱) یہ کہ دعوت نامہ مرقر والا اس لئے ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی جانب سے آیا ہے جو بادشاہ وقت ہیں (۲) یہ کہ اس دعوت نامے کا آغاز نہایت بہرہ ان رحمت والے اللہ کے نام سے کیا گیا ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے یہی ثابت ہوا کہ تقدیم فی الحکایت

صورت مذکورہ میں تعلیل علی سبیل الترتیب پر مبنی ہے۔ اس توجیہ کی بنا پر آیت مذکورہ کی وجہ اعراب یہ ہوگی کہ "قالت" فعل اس میں ضمیر ہی "مستتر راجع بسوئے امرأۃ" یعنی طہیس "یا آیتھا الملاء" جملہ اور انی الفی الی کتاب کریم" جواب نہ "انہ من سلیمان" واندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہر دو جملے معللہ "ان لا تغلوا علی واثوئی مسبلین" موضع رفع میں۔ کیونکہ کتاب سے بدل بعض ہے بشرطیکہ "ان" نا صبیہ اور اگر حرف نفیر ہے تو بالبدل کے لئے محل اعراب نہیں گذرانی وجہ کلا غراب والقرآن لابی البقا العکبری قدس سؤ۔ مخفی نہ ہے کہ اس تقدیر پر سلیمانی دعوت نامے کو نبوی دعوت نامے کیساتھ ترتیب سیرا و اسم میں توازن حاصل ہو جاتا ہے جس سے مذکور ترتیب کی تائید کر سکتے ہیں۔ نیز تقدیم فی الحکایت کی ان دونوں توجیہات پر اندہ من سلیمان واندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ضمیر منصوب اول مرجع "کتاب" بمعنی کل کتاب ہے اور ضمیر منصوب ثانی کا مرجع بعض کتاب ہے یعنی ماسوا تسمیہ نہ دعوت نامے میں دو تسمیہ کا ہونا لازم آئیگا۔ فاصل فان یتحتاج الی تجرید الذہن جواب دوم مذکور آیت مذکورہ کا ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامے کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی اسکی تفصیل یہ ہے کہ مفسرین کرام نے "انہ من سلیمان واندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ ہر دو جملے معللہ ہوں کہما ذکرنا انفا یہ احتمال ظاہر ہے۔ دوم یہ کہ ہر ایک کو جملہ ستانہ حوالہ مقدور کا جواب قرار دیا جائے جبکہ عالم سیر میں مذکور ہے ہمارے خیال ناقص میں احتمال خالی از محذور نہیں۔ اسی واسطے غیر ظاہر ہے۔ لزوم محذور کی وجہ یہ کہ جب طہیس نے کہا۔ "یا آیتھا الملاء الی الفی الی کتاب کریم" سے سواد دوم کے پاس ایک حرکت والا خط "دعوت نامہ" ڈالا گیا ہے یہاں نہ کتاب" بمعنی کتاب ہے، تو باقتضا و طبع یہ سوال پیدا ہوا کہ خط "دعوت نامہ" کس کلمے اس سوال کے جواب میں کہا گیا۔ اندہ من سلیمان کے خط "دعوت نامہ" منجانب سلیمان ہے اس جواب میں بھی ضمیر منصوب کا مرجع "کتاب" بمعنی کتبہ ہر سوال پیدا ہوا کہ اس خط "دعوت نامہ" کا مضمون کیا ہے یا نہیں لیا لکھا ہے تو اسکا جواب صرف "انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے یا "انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" ان لا تغلوا علی واثوئی مسبلین" ان دونوں تفادیر پر ضمیر منصوب کا مرجع کتاب بمعنی ما یکتب فیہ ہے اور بقدر یہ سوال مضمون "یا" مستوجب مضاف مقدور ہے۔ بر تقدیر اول خبر "ان بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے اور بر تقدیر ثانی بسم اللہ الرحمن الرحیم "ان لا تغلوا علی واثوئی مسبلین" پر تقدیر اول جواب تھا کہ اسکا مضمون بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے یا اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے اس صورت میں محذور لازم آتا ہے کہ جواب ال کے مطابق نہیں کیونکہ کچھ قسم سوال سے سائل کا منشا ایسی چیز کا دریافت کرنا ہو اگر کتاب جو خط "دعوت نامے" میں مقصود بالذات ہو۔ ظاہر ہے کہ تسمیہ دعوت نامے میں مقصود بالذات نہیں وہ تو حصول برکت کے لئے ہوتی ہے۔ اور بر تقدیر ثانی جواب تھا کہ اسکا مضمون بسم اللہ الرحمن الرحیم "ان لا تغلوا علی واثوئی مسبلین" ہے یا اس میں لکھا ہوا ہے اس صورت میں مقصود بالذات مذکور ہونے کی وجہ سے جواب مطابق سوال ہوگا اگرچہ مقصود بالعرض تسمیہ بھی مذکور ہے مگر محذور لازم آتا ہے کہ حکایت خلاف واقع ہو جائے کیونکہ خط "دعوت نامے" میں "ان لا تغلوا" لکھا ہوا تھا بلکہ "لا تغلوا" بغیر "ان" تھا جیسا کہ دعوت نامے کی روایت کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔ نظر براں احتمال دوم خلاف ظاہر ہے۔ اور احتمال اول پر چونکہ اس قسم کے محذور اور ضرورت لازم نہیں تھے اسلئے وہ ظاہر قرار پایا۔ لیکن احتمال اول پر ان کی خبر بسم اللہ الرحمن الرحیم یا مع آئینہ عبادت کے نہیں بلکہ باء "کاملت" سے جسکی تقدیر میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ لفظ "مصدقاً" ہو۔ دوم یہ کہ لفظ "ثابت" یا کوئی اور لفظ از قبیل فعال عامر بر تقدیر احتمال اول آیت کا مضمون دعوت نامے کی طرف اس ترتیب پر صادق آتا ہے جو تقدیم فی الحکایت کی وجہ دوم میں مذکور گئی اہر بر تقدیر احتمال دوم اس پر بھی صادق آتا ہے اور اس ترتیب پر بھی جو کہ جلالین وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ ہمارے خیال ناقص میں

مقام کی خصوصیت کے پیش نظر متبادر ہوئی کہ باعث احوال اول ظاہر ہوا۔ اس واسطے مدسائے التذریل اور ارشاد افضل السليم وغيرہ تفاسیر میں لفظ مصدس کی تقدیر اختیار فرمائی ہے چونکہ نسو من ظاہر معنی پر محمول ہو کر آتی ہیں۔ نظر برائے آیت مذکور سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تسلیما فی دعوت نامہ میں جملہ من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس ملکہ مستبناہ تسمیہ پر مقدم مذکور تھا بلکہ اس دعوت نامے کی تقدیر تسبیح اللہ الرحمن الرحیم ہے کی گئی تھی پس اس کا بیان کردہ مخالفت دور ہوا۔ نبوی دعوت نامے و احادیث ابتدا بالتسمیہ اور آیت مذکورہ کے مابین توافق حاصل ہو گیا سوال لیکن اس تقدیر پر آیت مذکورہ اور اس روایت میں مخالفت ہو گئی جو ارشاد افضل السليم وغيرہ تفاسیر میں سلیمان بن داؤد کے متعلق مذکور ہے کہ چونکہ آیت اپنے ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے کہ اس کی تقدیر تسبیح کے ساتھ کی گئی تھی اور روایت مذکورہ دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامہ کا آغاز جملہ من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس ملکہ مستبناہ سے ہوا تھا۔ اور تسمیہ سے مذکور ہی تھی جو اب۔ اس مخالفت کو ہل دور کیا جاسکتا ہے کہ روایت میں مقدمہ بالذات پر اقتصار ہے تسمیہ چونکہ مقصود بالذات نہیں۔ نظر برائے راوی نے بدوقت روایت ابتدا سے اسکو حذف کر کے باقی عبارت نقل کر دی۔ سوال کتاب اس روایت میں اور اس میں مخالفت ہو جائیگی جبکہ جلالین وغیرہ تفاسیر میں ذکر کیا ہے کہ چونکہ اس روایت کی دسے تسمیہ دعوت نامے کے شروع میں ہے ہر دو اسکی رو سے درمیان میں جواب روایت ارشاد افضل السليم کو روایت جلالین وغیرہ ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ نبوی دعوت نامہ احادیث ابتدا بالتسمیہ روایت مذکورہ اپنے ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اسکی تائید کرتی ہیں سوال باب علامۃ سلطانی قدس سرہ کا جواب مستحب ہے کہ وہ ترجیح یافتہ روایت کے خلاف ہے کیونکہ وہ دلالت کرتا ہے کہ عبارت من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس ملکہ مستبناہ کو مقام سپر پر کر کے بعد لکھا تھا دعوت نامے کے اندر یہ عبارت تھی اور ترجیح یافتہ روایت کی رو سے دعوت نامے کے اندر تھی جواب علامۃ سلطانی قدس سرہ کے جواب میں کتب اسمہ عنوانا بعد ختمہ کا مضاف ابتداء بالبسملة پر نہیں جس کی گمانا ہے جس میں ہوئی کہ باعث عبارت مذکورہ کے دعوت نامے کا اندر ہونے کی نفی ہو جائے بلکہ انما ابتداء بالبسملة پر موقوف ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ دعوت نامے کے اندر بعد تسمیہ بھی تھی اور مقام سپر بھی۔ نظر برائے علامہ کے جواب اور ترجیح یافتہ روایت میں مخالفت نہ رہے گی۔ ہذا وَلَقَدْ لَخِّنَّا لَكَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔

(من محمد عبد اللہ اور رسولہ) سلیمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تسمیہ بعد دعوت نامہ کی ابتدا اپنے نام پاک سے فرمائی اور ان کے ساتھ منصب سالت کا انہار بھی فرمایا ابتدا ثابت ہو کہ تسمیہ کے بعد بھیجنے والے کا اپنے نام سے خط کی ابتدا کرنا اور اپنے منصب کا اظہار مسنون ہے اس واسطے فقیر کا کتاب الحمد و شکر میں اپنے نام کیساتھ "حمد و الحمد و مدین" تحریر کیا کرتا ہے اور اس میں ذکر نعمت بھی محال ہے قبیل شکر ہر عظیم الروم یعنی معظم اہل اہل مضائق قدس یعنی معظم اہل الروم سوال "ملک الروم" دیا امیر الروم کیوں تحریر نہیں فرمایا جواب اس کے کہ حکم اسلام وہ من دون مناسبت کے معزول تھا کہ بغیر خط کے نبی کسی کو یہ مستاصل نہیں ہوتے جب قاری نے دعوت نامے کی عبارت من محمد عبد اللہ اور رسولہ بڑی توہر قل کا بجائی شکر فضیلت ہو گیا بعد دعوت نامہ قاری کے ہاتھ سے چھین لیا ہر قل بولا تم نے یہ کیا کیا مائے کہا کہ میں اس واسطے چھین لیا کہ انہوں نے اپنے نام سے ابتدا کی ہے اور "سرکار کو بجائے ملک الروم" صاحب یم (عظیمہ) تحریر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ منکر انسان ہی اپنے انکو بڑا اور سرکار کو حقیر تصور کرتے ہیں۔ ہر قل نے کہا تم ضعیف الرائے انسان ہو کیا تمہاری یہ نشا ہے کہ دعوت نامے کے مضمون پر مطلع ہونے سے بیشتر اسکو چھین لیا جاگا اگر وہ اندکے دھل میں تو بہ نسبت میرے نام سے ابتدا کر کے اپنے نام سے ابتدا کر کے حق انکو زیادہ ہو چکا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے بھی فرمائی کہ میں صاحب یم ہوں مالک یم نہیں میرا اور یم کا مالک اللہ ہے (سلام علی من ابغی الہدی) سوال کا ذکر کو ابتدا و سلام

جیسے اس آیت میں "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا لِقَوْلِهِ" سوال اس آیت میں امر کو دوام کے لئے کہنا درست نہیں کیونکہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی تو سنی آیت یہ ہوئے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا لِقَوْلِهِ" تو آیت میں امر خلاص کے لئے ہے نہ دوام کی واسطے۔ جواب آیت مذکورہ کے نزول میں تین قول ہیں (۱) مجاہد کا کہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ (۲) امر کا اخص کے لئے ہونا اسی قول پر مبنی ہے (۳) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کہ مومنین اہل کتاب کے بارے میں اس کا نزول ہوا تھا (۴) ایک جماعت مختصرین نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین اہل اسلام ہوئے۔ بخیر الذکر دونوں قول کے پیش نظر آیت میں امر دوام کے لئے ہوا۔ اور انہیں کے ماتحت آیت کو تمثیل میں پیش کیا گیا ہے۔ اجر دو ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک اجر اپنے نبی پر پایا لائے گا۔ اور ایک محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا یا یہ ہے کہ ایک اجر اپنے اسلام لائے پر اور ایک اجر اپنے متبعین کے قبول اسلام کا سبب بننے پر۔

(۱) **الیرسین** (۲) یرسین بروزن کریمہ کی جمع ہے جو اصل میں یرسین تھا اس واسطے ایک روایت میں (۳) یرسین (۴) آیا ہے اور ایک روایت میں یرسین اور ایک روایت میں یرسین؟ باضافہ یائے نسبت وارد ہوا۔ اول یرسین کی جمع ہے۔ اور ثانی یرسین کی غرض اس لفظ میں چار وجوہ مردی ہیں۔ ابن فارس نے یرسین کے عربی ہونے کا انکار کیا جو جھری ہے کہا کہ یرسین زمان کا لفظ ہے بعض نے کہا کہ یرسین اپنی اصل ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں غلطی ہوئی ہے کہ اصل میں یرسین تھا جو یرسین سے مشتق ہے۔ عین کھڑ کو فاکہ جگہ اور فاکہ عین کی جگہ کر دیا۔ بہر کیف یرسین کے معنی کی تفسیر میں چند قول ہیں (۱) کاشتکاران (۲) اصواء (۳) اہل کس یعنی ٹیکس گیرندگان (۴) خدائے و تحویل یعنی خدمت گزاران و متعلقین (۵) متکبران (۶) یہود و نصاریٰ متبعین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے سابق میں گزرا ہے۔ اس نے اور اس کے سابقوں نے اپنے نبی کو شہید کیا تھا اسی تقدیر پر یائے نسبت لینے حقیقی معنی پر ہوگی۔ اور دیگر معانی پر بلے بالغ جیسے احمدی میں یہاں پر پر بلے سلک صحیح اول معنی مراد ہیں کیونکہ دیگر روایات میں ان کی تصریح آگئی ہے چنانچہ ابن اسحق کی روایت بطریق نثری میں ہے: "وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُمْ كَارِئِينَ" برواقی نے اپنی روایت میں انکار میں کی تفسیر "حَرَاتِئِينَ" سے کی ہے۔ اور روایت مدائنی میں ہے: "وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُمْ كَارِئِينَ" اور قلاح کا شتکار کو کہتے ہیں۔ لیکن مجازاً بنظر اطلاق الجوز فارادہ کل "کل رعایا مراد ہے۔ اور اس جز کی ذکر میں تخصیص بائیں جہ کی گئی کہ کاشتکاران اکثریت میں ہوتے ہیں۔ سوال نبوی ارشاد "وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُمْ كَارِئِينَ" قرآنی آیت "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" کے مخالف ہے کیونکہ آیت دلالت کرتی ہے کہ گناہ کی عقوبت گنہگار تک محدود ہے گی حد سدا نہیں مآخوذ نہ ہوگا۔ اور نبوی ارشاد دلالت کرتا ہے کہ رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ہر قل پر ہوا خذو ہے جو اب ہر قل پر دوزخ ہوں گے۔ ایک خبر کے اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر کہ بالعموم رعایا غریب میں بادشاہ کے تابع ہوا کرتے ہیں اسی واسطے مثل مشہور ہے "الأناس علی ذین ملوک وجہ ہم" چونکہ ہر قل کا اسلام قبول نہ کرنے سے انحراف رعایا کے عدم قبول واسطے سبب بنا۔ اس لئے ہر قل پر ہوا خذو برہائے سمیت ہوا نبوی ارشاد سے یہی مراد ہے اور آیت اس کی نفی نہیں کرتی۔ اور اسلام قبول نہ کرنے پر ہوا خذو رعایا سے ہوگا جس کا اثبات ہر قل پر نبوی ارشاد نہیں کرتا۔ اور آیت اسی کی نفی کرتی ہے۔ پس نبوی ارشاد اور آیت میں مخالف نہ ہوا۔ اور نبوی ارشاد سے ثابت ہوا کہ ہر قل پر دوزخ ہوا خذو ہوں گے۔ ایک خود اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر۔ سوال نبوی ارشاد میں ہر قل پر صرف دوسرے مآخوذ کا ذکر ہے پہلے کا نہیں پھر نبوی ارشاد سے دونوں کا اثبات کس طرح درست ہو سکتا؟ جواب کلام میں "مع اثم" خلاف ہے جس پر معنی دلالت کرتے ہیں۔ کہ جب برہائے سمیت گنہگار ہوتا ہے تو خود قبول نہ کرنے پر

بدعت اولیٰ گنہگار ہوگا۔ اصل کلام یہ ہے: "فَإِنْ عَلِمْتَ مَعَ أَهْلِكَ إِثْمَ الْكَلَامِ نَسِيتُ"۔

ربا اہل الکتاب (الہی راویان صحیح البخاری جیسے اصیلی و اما بونی رک کی رعایت میں) "واو" نہیں۔ بریں تقدیر پر جملہ قرآنی آیتوں کو بدعتیہ کہلا سلاہ کا بیان ہے۔ عبدوس، قالہی اور نسفی کی رعایت میں "واو" ثابت ہے۔ اس تقدیر پر

"واو" مقتدر پر اعلیٰ ہے جو ان عموک پر معطوف ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی: "ان عموک بدعتیہ کہلا سلاہ یا قول لک ولا تبعاعک یا اهل الکتاب"۔ سوال اس تقدیر پر معطوف کا حذف اور حزن علت کی بقا لازم آئے گا جو جائز نہیں۔ جواب یہ اس وقت نامائز ہے

جبکہ معطوف جمع متعلقات کیساتھ حذف ہوا اور اگر بعض متعلقات باقی ہیں جو محدود کی محمول ہیں تو جائز ہے جیسے آیت وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأَيْمَانَ مِنْكُمْ لِإِخْلَاصِهَا لِلْمُؤْمِنِينَ وَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ فِيكُمْ وَهُمْ لَا يَخْرُجُونَ۔ "مؤکوا" اس کا مفعول ہے۔ محقق فرمے کہ تقدیر معطوف

کی طرف متعلق اس وقت ہوگی جبکہ "یا اهل الکتاب" کو قرآنی آیت قرار دیا جائے جو ادائل ہجرت میں دعوت نامہ تحریر کرنے پر مشیر نازل ہوئی تھی جیسے کہ کلام ابن اسحق اسکی جانب بیا کرتا ہے۔ اور اگر یہ اختیار کیا جائے کہ آیت کا نزول وفد بخران کے قفسے میں ہوا ہے جو شہر میں واقع

ہوا تھا تو اس تقدیر پر یہ الفاظ کلام رسول ہیں۔ کیونکہ دعوت نامہ وفد بخران سے چند سال پیشتر مسند کے اواخر میں تحریر کیا گیا تھا پھر وحی نبوی الفاظ کے موافق نازل ہوئی۔ نظر برائے تقدیر معطوف کی طرف احتیاج نہ ہوگی اور اب یہ قرآنی آیتوں کو بدعتیہ کہلا سلاہ پر معطوف ہو کر

"امّا" کا جواب ثانی قرار پایگا لیکن یہ قول غرشات سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ مقتدیہ علماء کرام نے جو قرآن وحدیث کے زیادہ مانگتے۔ دعوت نامے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عدد کا ذکر کی جانب آیت و آیات تحریر کر کے مبینا جائے یہ استدلال اس وقت درست

ہو سکتا ہے جبکہ ان الفاظ کو قرآنی آیت قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ اگر الفاظ مذکورہ کلام رسول ہوتے تو "فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ" بصیغہ خطاب بتا حالانکہ دعوت نامے میں "فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ" بصیغہ غائب ہے۔ نیز "فَقُولُوا" نہ ہونا چاہیے تھا لہذا اس کے مخاطب ہرقل اور اسکی جماعت نہیں بن سکتی۔

بلکہ صریح "فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ" حالانکہ دعوت نامے میں "فَقُولُوا" موجود ہے تو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ قرآنی ہیں کلام رسول نہیں (مَا قَالَ) سے مراد وہ سوالات و جوابات ہیں جو ہرقل نے بیان کئے تھے (الصحیح) اور انوں کے اختلاف کو کہتے ہیں جو بدعت

میں صمم ہوتا ہے (راوی) باب صحیح سے معنی "عظیم" ہے راہن ابی کبشہ، سے مراد عبید بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام ہیں عرب کا دستور تھا کہ کسی کی تنقید کرتے وقت اسکو نسب غیر معروف کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی نظریہ کی بنا پر ابو سفیان نے "ابو کبشہ" کی طرف

منسوب کیا جس کی طرف نسبت معروف نہ تھی۔ اور بقول ابو الفتح: "اساری و ابن ماکحول" ابو کبشہ آپ کے رضاعی باپ تھے۔ ان کا نام نحرث بن عبد العزیٰ تھا جو بقول ابن عبید شریعت اسلام ہوئے کبشہ نامی ان کے ایک لڑکی تھی جسکی وجہ سے

ان کی کنیت "ابو کبشہ" ہوئی۔ اور کلجی نے کتاب الدقائق میں بیان کیا کہ ابو کبشہ حضور کے رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر ہیں لہذا نام بھی اسی تھا۔ اور ابن ماکحول نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے والدین انکی کنیت بھی

"ابو کبشہ" تھی۔ اور ابو الحسن جرجانی نسبتاً بہ (علم انساک ماہر) نے بیان کیا کہ ابو کبشہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نانا کے نانا ہیں اسلئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد "وہب" آپ کے نانا ہیں اور وہب کی والدہ قیلما کے

والدہ ابو کبشہ تھے جو وہب کے نانا تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ وہب کی کنیت بنی "ابو کبشہ" تھی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ ابو کبشہ حضرت عبدالمطلب کے نانا کی کنیت ہے جن کا نام عمرو بن زید بن زحرجی تھا۔ ان کے علاوہ ابو کبشہ

کے بانی میں اور بھی اقوال ہیں، انہیں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نسب غیر معروف کی جانب ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے جو ابو سفیان کا مقصود ہے

(انہ یخافہ ملک بنی الاصف) ان کو سہ ہے اولاً اسلئے کہ مقام تعلیل ہے جس کی واسطے مفتوحہ نہیں آتا۔ ثانیاً اسلئے کہ دوسری روایت میں خبر پر لام آیا ہے یعنی انہ یخافہ جو مفتوحہ کی خبر نہیں آتا (بنی الاصف) سے مراد رومی ہیں اور ان کو بنی الاصف کہنے کی وجہ بقول ابن الکلبیاری یہ ہے کہ ان کے دادا اس واد میں عیص نے بادشاہ حبشہ کی راہ کی سے نکاح کیا اس سے جو ایک پیرا ہوا وہ رنگ میں نکل برزوری تھا بدیں وجہ اس کو اصف کہنے لگے چونکہ رومی اسی کی اولاد میں ہیں۔ نظروں کو بنی الاصف کہا جاتا ہے اور کتاب التیجان میں ابن ہشام نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کی پردادی حضرت مسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (بچپن میں) ان کو مہولے کے اتنے کثیر زیورات پہنا کر راستہ کر دیا تھا کہ دیکھنے میں زرد محسوس ہونے لگے۔ بایں وجہ ان کا لقب اصف پڑ گیا۔

(فمازلت موقناً انہ سیظہر حتیٰ ان یدخل اللہ علی الاسلام) ظہر ظہراً از باب مع معنی اشتکی ظہر اور ظہراً ظہراً از باب نصیر معنی کان قوی الظہر اور ظہراً ظہراً از باب فتح معنی بروز اور ظہراً الشئ وہ معنی نبذ لا خلف ظہر اور ظہراً البیت معنی علا اور ظہراً بقلان وعلیہ معنی غلبہ یہاں اس قبل سے ہے اور صلہ عبارت میں مقدار سیظہر یا عدلہ یا علی اعدائہ معنی اللیب وغیرہ میں ہو کر لفظ حتیٰ تین معنی میں آتا ہے (۱) انتہائے غایت یعنی اکثر میں (۲) تعلیل یعنی قلیل میں (۳) استثنا یعنی اقل اور حتیٰ کا استعمال تین وجوہ پر ہوتا ہے اول جاریہ تین قسم پر ہے (۱) غائبہ معنی الیٰ مگر سیرا وریٰ میں بند ہوہ فرق ہے فرق اول یہ کہ حتیٰ اسم ظاہر کیساتھ مخصوص ہے بخلاف الیٰ کہ وہ ظاہر اور ضمیر دونوں پر اہل ہوتا ہے۔ فرق ثانی یہ کہ حتیٰ فعل ماقبل کے غایت تک نہ رہی انقضائے روالات کو تاہم بخلاف الیٰ اس واسطے کہتہ حتیٰ مزید جائز نہیں کہ اس ترکیب میں مقصود نظم تدریجی انقضائے نہیں آتا۔ فرق ثالث یہ کہ حتیٰ کے مجرور کیلئے شرط ہے کہ شئی کا آخری جز ہو جیسے اکلت السمکۃ حتیٰ سراسمھا یا آخری جز کے طاقی ہو جیسے سلام می حتیٰ مطلع الفجر بخلاف الیٰ کہ اس کے لئے یہ شرط نہیں۔ فرق رابع یہ کہ حتیٰ کا مابعد اس کے ماقبل میں عموماً داخل ہوا کرتا ہے بخلاف الیٰ کہ اس میں عدم دخول غالب ہے۔ فرق خامس یہ کہ حتیٰ اپنے مجرور کیساتھ خبر مبتدائی جگہ واقع نہیں ہوتا بخلاف الیٰ کہ وہ واقع ہوتا ہے جیسے والامر الیہ۔ فرق سہمیں یہ کہ حتیٰ قابل تہا نہیں بخلاف الیٰ پس یہ ترکیب بہت نہیں۔ صون من البصرۃ حتیٰ الکوفۃ (۲) تعلیلیہ معنی کی جیسے ولا یز الون یقائ لونکم حتیٰ یروکم (۳) استثنائیہ معنی الا جیسے وما یعلم من احد حتیٰ یقولوا ای الا وقت قولہا یہ برائے استثنا ہے اور جیسے مقع کندی کا شریس القطاء من الفضول سماکتہ حتیٰ تجود وما لک ذلک قلیل یہ برائے استثنا منقطع ہے۔ ثانی عاطفہ جو معنی واو عاطفہ ہوتا ہے مگر دونوں میں چند فرق ہیں۔ فرق اول یہ کہ حتیٰ عاطفہ کا مطعون مشروط بشرط ثالث ہے۔ شرط اول یہ کہ اسم ظاہر ہو جیسے حتیٰ جار کے مجرور کیلئے بھی یہ شرط تھی بشرط دوم یہ کہ حتیٰ سے پیشہ واقع شدہ جمع کا بعض ہو جیسے قد تم الحاجر حتیٰ المشاء یا حتیٰ سے پیشہ واقع شدہ کل کا بعض ہو جیسے اکلنت السمکۃ حتیٰ سراسمھا یا مانند جیسے اعجببتنیٰ انجاریہ حتیٰ حید بیہا۔ شرط سوم یہ کہ مطعون حتیٰ ماقبل کے لئے ترقی کے اعتبار سے غایت ہو۔ جیسے مات الناس حتیٰ الابد یا تنزل کے اعتبار سے جیسے مات اراک الناس حتیٰ الخلاقون اس میں ترقی اور تنزل کا کوئی صورتیں مجتمع ہیں۔ قہراً کہ معنی انکماۃ قائمہ تھا بونما حتیٰ تینینا الا کھا یغ۔ فرق دوم یہ کہ حتیٰ کا مطعون جز نہیں ہوتا۔ فرق سوم یہ کہ جب حتیٰ سے مجرور پر عطف ہوتا ہے مطعون پر حرف جار کا اعادہ کیا جاتا ہے جیسے مودت بالقوم حتیٰ یزید۔ ثالث ابتدائیہ یہ بھی انتہائے غایت پر دلالت کرتا ہے مگر اس کو ابتدائیہ بدیں وجہ کہتے ہیں کہ اس کا مابعد کلام

مستأنف باین معنی ہوتا ہے کہ اسکو قبل کیساتھ امرائی تلقین نہیں۔ اسکا مدخل جلد ہوتا ہے اسمیہ جیسے جری نے کہا۔ فَمَا مَرَّ الْقَتْلُ تَمَجَّحَ مَا يُلْهَاهُ بِدَجَلَةٍ حَتَّى مَاءٌ جَلَّةٌ أَشْكَلُ۔ یا فعلیہ جس کا فعل مضارع ہو جیسے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یُعْشَوْنَ حَتَّى مَا يَحْتَرُّ وَلَا يَهُمُّ وَلَا يَسْأَلُونَ عَنِ الشَّوَارِدِ الْمُفْطِلِ۔ یا قرآنی ارشاد حسب قراءت نافع۔ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ۔ یا اس کا فعل ماضی ہو جیسے قرآنی ارشاد۔ أَلْهَكُمُ اللَّهُ تَرَحُّنًا حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ جمع الھوامع شیح جمع الجوامع میں ہر سہ قسم "حتیٰ" کی شناخت کیا اسلئے ایک سابط بعض شیوخ سے نقل کر کے افادہ فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اگر اس کا مدخل اسم مفر دیکھ دیا مضارع منصوب ہو تو "حتیٰ" جار ہے اور اگر اسم مفعول یا منصوب ہو تو "حتیٰ" عاطفہ ہے اور اگر جملہ ہو تو "حتیٰ" ابتدائیہ ہے۔ نظر میں ہے فقرہ زیر بحث میں "حتیٰ" ابتدائیہ ہوا۔ سوال اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ اسکا بعد اس کے قبل کے لئے غایت ہو اور اب معنی ہو گئے کہ ابوسفیان کے یقین غلبہ کا استمرار بدیع اذخاں سلام پر مبنی ہوا تھا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ اسلئے کہ اذخاں سلام تو اس کے مزاج استحکام کے لئے سبب ہے۔ اس میں یہ صلاحیت نہیں کہ یقین غلبہ کے استمرار کی غایت ہے۔

جواب یہ "حتیٰ" فعل مذکور کی غایت نہیں۔ حتیٰ کہ اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ فعل "لہ اظہر" کی غایت ہے۔ کما یستفاد من فتح الباری جو حزن عطف "واو" کے ساتھ مقدمہ فعل مذکور مناسبت موقفاً پر معطوف ہے اہل اصل عبارت یوں ہوگی۔

"فَمَا مَرَّ الْقَتْلُ مَوْقَاتًا سَيُظْهِرُ لَكُمْ أَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَى الْأَسْلَافِ یعنی ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہوا کہ آپؐ غالب آئیں گے اور میں نے اس یقین کو ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں سلام داخل فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وَكَانَ ابْنُ النَّاظُورِ (ابن) فاوہ برائے عطف اور كَانَ لہ نام و فرسے مل کر "ابن ابی عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود" مقولہ اول پر معطوف ہو کر قال کا مقولہ ثانی ہے اور قال کا قائل نہ رہی ہیں تو حدیث ابوسفیان اور قصہ ابن ناظور دونوں کے راوی نہ رہی ہوئے مگر اتنا فرق ہے کہ حدیث ابوسفیان کو عبد اللہ سے روایت کیا ہے اور قصہ ابن ناظور کو خدابن ناظور سے کیونکہ نہ ہری کو ابن ناظور سے ملاقات حاصل تھی۔ چنانچہ ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بیان کیا۔ ان الزہری قَالَ لَقِيتُهُ بِدِمْشَقٍ فِي زَمَنِ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَرْوَانَ ابْنًا بَتَّةً هَاكِرًا وَكَانَ ابْنُ النَّاظُورِ (ابن) بصورت رسالہ ہو چکے یا وجود تلقین نہیں جیسا کہ بعض حضرات نے گمان کیا اللہ تعالیٰ ابن ناظور بسند سابق ابوسفیان سے مروی نہیں جیسا کہ بعض مغاسر بدنا کو غلط فہمی واقع ہوئی۔ اس غلط فہمی کا سبب میرت ابن اسحق کی روایت ہے جس میں انہوں نے قصہ ابن ناظور کو مختلف الفاظ اور متحد المعنی کہے کہ حدیث ابوسفیان ہر ابن ناظور مقدم ذکر کیا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِرَاقْلَ اصْبَحَ خَبِثَ النَّفْسِ لِمِ حَقِّ حَدِيثِ اس روایت کے خلاف ہیں۔ انہوں نے جزم کیساتھ بیان فرمایا کہ قصہ ابن ناظور کو زہری نے خدابن ناظور سے روایت کیا ہے۔ (ناظور) یہ کہہ سکتا ہے اول بطل ہے ہر جیسے کہ اس روایت میں۔ اسکی جمع "نواظیر" آتی ہے اور وہم بٹائے ہو جیسے کہ روایت حمادی میں اور سوم "ناظور" بطل ہے ہر جیسے کہ اس روایت میں۔ الف و ذرا فرجیہ کہ روایت لیث عن یونس میں ہر جیسے بمعنی باغبان بر تقدیر وجہ سوم اسم بھی ہے اور بر تقدیر وجہ اول و دوم بعض نے کہا کہ عربی ہے اور بعض نے کہا کہ عجمی۔

رَصَاحِبِ اِيلِيَاءَ وَهَرَقْلَ (روایت ابو ذر میں منصوب ہے بر بنائے اختصاص یا بر بنائے حال یا اسلئے کہ کان کی خبر مل ہے اور غیر روایت ابو ذر میں مرفوع آیا ہے اسلئے کہ ابن ناظور کی صفت ہو۔ یا اسلئے کہ جہذا مزدون ہو۔ کی خبر سے سوال یہاں پر لفظ "رصاص" کا استعمال "ایلیا" اور ہرقل کی طرف مضائقہ کہ دست نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ استعمال و بعد میں لفظ سے مجازی اور دقیق دونوں معنی مراد ہو جائیں۔ اسلئے کہ صاحب "پہنبت" "ایلیاء" بمعنی "اصغر و خاکی" جو

و فوق منوع ہے۔

(فقال لهم الى قوله ملك اختان قد ظهر) یہ اراکین دولت کے سوال مذکور کا جواب ہے کہ مجھے غوم میں نظر کرنے سے معلوم ہوا جس بادشاہ کے ملک میں حضور کا دستور ہے اسے غلبہ حاصل ہو گیا یعنی غلبہ حاصل ہو جائیگا کہ اگر مالک اس کے بیٹے میں آجائیں گے **مُلْكُ الْخِثَانِ** یعنی ہم و اسکان لام اور وایت کشیدہ یعنی میں بفتح سیم و کسر لام ہے **سوال** جب غلبہ از آئندہ میں ہوگا تو اسکو ہرق نے بسند یعنی قد ظهر کیوں تعبیر کیا **جواب** چونکہ اس غلبہ کا وقوع ہر قل کے نزدیک یقین تھا اسلئے غلبہ مستقبل کہیں سے باقی ہو کر یا کرنا آئندہ میں جس طرح کا وقوع یقین تھا اہل دین کو تاویل المنتظر ماننا واقع کے تحت پسند ماضی تعبیر کر دیتے ہیں **سوال** تیرا دلیل حقیقہ ہوا یا قیل کا یا زیر تعبیر تیری مجاز و قیل ہوا یا استعارہ **جواب** تعبیر قیل استعارہ ہوتی کہ تیرا دلیل کی مگر ظہور لایا گیا اس تفصیل پر کہ ظہور مستقبل مشیہ جسکو مستعار لایا گئے ہیں **ظہور ماضی** مشیہ ہے جسکو مستعار لایا گئے ہیں اور تحقیق فی زمان ما وجہ شہرہ جسکو جامع کہتے ہیں اور ظہور نقد مستعار ہے ظہور ماضی مشیہ یعنی جو مشیہ **ظہور** مضموع ہے اسکو ظہور مستقبل مشیہ کے لئے **وجہ شہرہ** مذکور میں شعر اک کے باعث استعمال کیا گیا

سوال یہ استعارہ اصل یہ ہوا یا تبعیہ **جواب** نہ اصل یہ نہ تبعیہ اصل یہ اسلئے نہیں کہ وہ اصل کے اجناس میں ہوا کرتا ہے اور **ظہور** ام جس نہیں بلکہ فعل ہے اور تبعیہ اسلئے نہیں کہ وہ مشتقات میں ہوتا ہے بلکہ دونوں شق کا **مشتق** منہ **متعد** ہوا یہاں پر دونوں شق **ظہور** اور **ظہور** کا مشتق منہ ہے سنی **ظہور** نظر اس شہیہ بلا استعارہ کہا جاسکتا ہے کہما استفاد من حاشیة العلامة الکاذرقی علی البیضاوی **العرض** ہر قل کا یہ بیان نبوی غلبہ کے بار میں اہل غوم کے اس حساب پر مبنی تھا کہ برج عقرب میں علویین کا قرآن ہر سال ہوتا ہے **ظہور** نظر ہر سال تین قرآن ساٹھ سال میں ہوئے پہلے تین سال کی ابتدا میں و کائنات نبوی واقع ہوئی اور دوسرے میں سال کے قریب باقتضا غار حرا میں قرآنی نزول کا آغاز ہوا اور تیسرے میں سال تمام ہو چکا ہے **صلی** حد یبید کا واقعہ مشیہ آیا جو فتح مکہ **ظہور** اسلام کا پیش خیمہ تھا انہیں پیام میں ہر قل نے غوم میں نظر کر کے اراکین دولت کے سوال پر نبوی غلبہ کی خبر یا اس حساب بیان کی تھی کہ برج عقرب نماز اربعہ میں سے **آب** کی جانب منسوب ہے اسلئے اسکو مائی کہتے ہیں اس برج میں علویین کا قرآن مذکور اس بات کی دلیل تھا کہ اس قوم میں حضور کا دستور ہے اس کی جانب ملک منتقل ہوگا **سوال** اس زمانے میں عرب کی طرح ہر دین میں بھی رسم فقہ جاری تھی پھر قرآن مذکور کو عرب کے حق میں استعمال ملک کی دلیل قرار دینا یہ ہر قل کے حق میں کس طرح درست تھا **جواب** یہ ملک منقض ہو چکا تھا نصاریٰ کے ماتحت تھے قرآن مذکور اہل تقیم کے نزدیک اس قوم کے حق میں دلیل نہیں جس کا ملک منقض ہے یہاں اس قوم کے حق میں دیگر ممالک کے استعمال کی دلیل ہے جس کا ملک باقی ہوا وہاں کے یہاں غلبہ ہوتی ہوں **ظہور** یہود و ادنیہیں ہو سکتے عرب ہی مراد ہیں **سوال** نبوی غلبہ کی خبر مذکور ہر قل نے بیان کیا حساب غوم پر مبنی تھی اور ایسی خبروں پر شیخاؤن واقعہ و موقوف ہے کہ انھو مضموع فی کتب الفقہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اس مقام پر ذکر کرنا یہی منہج ہوتا ہے کہ ایسی خبریں قابل اعتماد و وثوق ہیں پھر اس خبر کا ذکر امام بخاری علیہ الرحمۃ کے لئے کس طرح جائز ہوا **جواب** امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس خبر کو باقی قسم پر ذکر نہیں کیا کہ اس پر اعتماد جائز ہے جس کی تمکین غوم میں تقویت منہج ہوا و اختلاف شریعہ کا ارتکاب لازم گئے بلکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا علیہ السلام علیہ السلام و سلمہ کے اربعین ہر ایک فرقہ کی زبان پر مشین گوئیوں جاری ہوئیں اہل حق نے بھی مشین گوئی کی اہل باطل نے بھی مشین گوئی کی انسانوں نے بھی کی جنوں نے بھی کی کچھ انہوں نے بھی نہیں دیں اور مجتہدوں نے بھی نہیں دیں اور آپ کے بار میں شرعی اور غیر شرعی ہر طریق سے خبریں وصول ہوئیں تو آپ کے معلق احادیث کی اصلاح کما شائستہ نہیں ہی کہ موافق اور مخالف ہر ایک معترف ہے اور معتبر اور غیر معتبر ہر ایک طریقہ آئیں کرتا ہے یہ آپ کی حقانیت کا کبریاں دلیل ہے جس کی جانب امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس خبر کے ذکر سے اشارہ فرمایا۔

(من هذه الامة) ای من اهل هذا العصر لغت میں **امّة** یعنی جماعت ہے تو اس فقرے میں کمال عربیہ **امّة**

کا اطلاق مجازاً قبیل طاق اسم چھل اٹھ گیا۔ بخلاف قرة آمنة قریباً کلاماً قد ظہر کہ میں لفظ "امنة" اپنے حسی معنی پر ہے۔
 کیونکہ اس سے امر و عرف عرب میں کل اہل عرب میں یہ قولو الیس یختنن الا الیہود الخ سوال را کہیں دولت کے اس جواب سے حلیم ہوا
 ہے کہ تم ختم صرف یہودیوں میں جادوی تھی حالانکہ عرب بڑی دستور تھا تو پھر را کہیں دولت کا یہ قسم ختم کو یہودی کے اندر منحصر کرنا کس طرح درست ہوا جواب را کہیں
 دولت یہ سہل ہے علم کی بنا پر کیا ہے انہیں یہی علم کا ختم صرف یہودیوں کے لیے ہے۔ مدائن ملک "تبع مدینہ" بمعنی شہر ہے ایک ماہ میں مختلف ہے
 بعض نے کہا کہ مدائن بالمکائن بمعنی "آقا قریبہ" سے ماخوذ ہے تو مدینہ بروزن صمدیہ ہوا۔ اور مدائن بروزن قبائل دوزن
 میں الفتح کے بعد ہوا ہے اور بعض نے کہا کہ مدائن بمعنی "مملک" سے ماخوذ ہے تو مدینہ بروزن "مفعلاً" ہوا۔ اور مدائن بروزن
 معالیش دوزن میں الفتح کے بعد آیا ہے الحاصل بتقدیر قول صحیح ہے۔ اور بتقدیر ثانی اجون یا کی روایتنا اھیر علی امرھم ای
 فی ہذہ المشورۃ یعنی سرے سے مراد مشورہ ہے راہی ہر قل ہر قل ہر قل کے پاس یکساں ہوا گیا جبکہ مملک غسان امیر ہمدان نے
 بیجا تھا روایت میں اس مرد کا نام نہ ملتا نہ میں درناں شخص کا بلکہ ہمراہ بھیجا تھا مگر ہم بیشتر مملک غسان کا عدی بن حاتمہ کو ہر قل کے
 پاس بھیجا بیان کر چکے ہیں تو ممکن ہے کہ اس شخص کو انہیں کے ہمراہ بھیجا ہو

بخیر عن خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجزل رجل کی صفت ناہیہ ہے اور جزل المرسل بہ الخ
 صفت اولیٰ قناس مراد کی خبر روایت میں اس سخن میں باہر الفاظ مذکور ہے۔ فقال خیر بن ابی اظھرنا رجل من عمارانہ بنی فقد
 اتبعنا ناس وخالضنا ناس فکانتم بینہم ملاحم فی ہواضن فترکتہم وہم علی ذلک۔ ترجمہ۔ تو اس مرد نے خبر
 لیتہ ہوئے کہ ماہر ہلے اند ایک شخص کا پتہ ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کچھ لوگ انکے پیرو ہو گئے اور کچھ نے مخالفت کی تو بت پاس جا کر سید
 چند مقامات پر ان کے درمیان معرکہ آواں ہوئی تو میں انہیں اسی حال میں چھوڑ آیا ہوں

ہذا املک ہذا کلامہ قد ظہر بغیر میں وسکون لام۔ اور قالسی کی روایت میں بفتح میم اور کسر لام ہے اس روایت کی
 بنا پر ہذا مبتدئہ ہے جسکے مشار الیہ شہنشاہ کشور رسالت مل شد تعالیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور مملک ہذا کلامہ خبر اور قد ظہر حال
 مستطرحہ اور بتقدیر روایت اولیٰ ہذا مبتدئہ جسکی خبر الذی نظرتہ فی النجوم یا ہذا فعل فزوف جاء کا فاعل ہو اور اس تقریر
 مشار الیہ ہر قل کا قول مذکور مملک الحقان قد ظہر ہے اور مملک ہذا کلامہ خبر ہے۔ اور قد ظہر خبر ہے۔ یہ جملہ اس بات چلنے کے لئے
 معاشقہ کے مکرم میں ہوا واسطے حرف عطف نہیں لایا گیا۔ املک روایت میں مملک بصیغہ مضارع معروف آیا ہے اس تقریر پر ہذا مبتدئہ
 مملک جملہ میں نہیں ہوا ہذا کلامہ مفعول ہذا قد ظہر جو حالیہ ہوا ایک روایت میں مملک حرف جار کیا ہے آیا ہوا اس تقریر پر
 قد ظہر کا ظرف مقدم ہوگا ہذا کا مشار الیہ خبر ہے جو نجوم میں نظر کر کے بیان کی تھی۔ سل عبارت میں ہو گی۔ ہذا الذی را ایتہ فی النجوم
 قد ظہر مملک ہذا کلامہ التی تختنن کلامی عمدۃ القاری (برووضیۃ) ملک کو ایک عظیم شان شہر کا نام ہے جسکی شہرناہ کا دار
 جو میں بل قانچ شہر میں صغریٰ ہے جواری تھی اس پر عقد کی بنے ہوئے تھے خلیفہ نصاریٰ کی حکومت اسی شہر میں ہا کی تھی جسکو باب گیا
 موسم کرتے تھے۔ اس شہر کے اندر خیمہ کوڑمتر قریب زمین میں ایک گریبا بھی بنا ہوا تھا جسکی تختیں انکے بنائی گئی تھیں۔ اور فرس سنگ مر مر کا تھا۔ اسیں ستون
 بکثرت تھے۔ گرجے کے متعدد پر سونے کی ایک گری بھی ہوئی تھی چہر باب بیٹھا کرتا تھا۔ جسکے نیچے چاندی کی بارہے جڑا ہوا ایک دروازہ تھا جس سے
 داخل ہو کر چار دروازے اور کتبہ خانے تک پہنچتے تھے۔ اس تہ خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدی بطوس کی قبر تھی۔ اس شہر
 میں ایک گریباور بھی تھا جس میں بولس کی قبر تھی

قلتم یرم جمص یعنی یا "کستر" اجون یا ان باب ضرب یضرب لہر بالمکائن بمعنی "آقا قریبہ"

اور تارة حصل لغيره بمعنى مال اور لا يفعل كذا بمعنى ما زال يفعل كذا اس متصرف فعل ناقص ہے اور دام الحوض بمعنى انضم فمئة للبيعة اور لا يملك ان الله لا يملك المكان بمعنى فارقہ یہاں ہی قبل ہے لیکن ہاں معنی بدل حرف نقلی حاصل نہیں ہوتا (مخصوص بکسر حاء و سکون میم تانیث معنوی اور طبعیت کی بنا پر غیر معترف ہے) ما ہے ملک شام کا مشہور شہر ہے جس کی نقل لے والا سلفت بزرگ تھا اور عمالہ کے ایک نفر جمعی بن المہدی بن حاتم کے نام کیساتھ موسم ہوا جیسے شہر حلب بن المہدی کے نام کیساتھ مہم کیا گیا امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ اس شہر میں موسم ہوا کہ رام رونق افروز ہوئے ہیں اور اس واقعہ سے دس سال بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اس میں ایک فتح کیا تھا۔ بیست و یک روز شام اس کی زمین باؤں سے پاک تھی۔ یہاں پہلے یہاں پہنچے تھے (حتیٰ انما کتاب من صاحبہ) اس سے ضغاطور مراد ہیں جن کا تذکرہ مغرب گنڈا کہہ مشرف باسلام ہوئے تھے اس کی بنا پر وہیں نے انہیں شہید کر ڈالا تھا۔ (فانہ نبی) یعنی الف و لام شدہ اپنے اسم وغیرہ سے مل کر خروجر پر مدعو ہوا اس سے مفہوم ہوا کہ قبل اور ضغاطور دونوں نے نبوت کا قرار کیا تھا گو ضغاطور اقرار پر قائم ہے کہ اس سبق اور قبل ملک کی طبع میں قائم رہا۔ کما استانی (فانہ نبی) باب سبع و ستم سے ہے اذ انزل الیہ ولہ اذنا بمعنی استمع لہ آتا ہے و اذن بالشیء اذنا بمعنی طریقہ اذنا یعنی اذنا فی الشیء اذنا بمعنی اذنا کرید آتا ہے یہاں پر قبل سے ہے (ذی دس گز) تغیر یہ صفات اسی فی دخول حصن و سکرة یعنی دال و سکون سینہ فتح صفات وہ تغیر کے کرار و نبوت یعنی ہی معنی ساء کرا آتی ہے اور قبول بعض دستا کے تغیر میں قبل پر قبل ہے اٹکے دروازے بند کر دیئے تھے اور میں تھریں عائدین شہر کو مجتمع ہو کر باجماعت دی۔ بعد از اجتماع نبوت کے اللہ انہی ہی ہذا کرانہ پھر تھریں کسی بلانی حصے سے ہر ہر اور دوسروں کو خطاب کر کے چند کلمات کہے جو آئندہ آئے ہیں۔ یہ طریقہ اپنی حفاظت کے پیش نظر اختیار کیا تھا کہ دوسروں کے مجمع میں ایک بکری طلب کرنے سے غصہ نہ کھتا۔ کہ قبول نبوت کی طرف اگر دعوت ناگوار گزری تو ضغاطور کی طرح قبل کر ڈالیں گے۔

(یا معشر الروہ) جمع معاشق آتی ہے اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک چیز میں اشتراک رکھتی ہو چنانچہ نبوت میں اشتراک کے باعث انہی ایک معشر ہیں۔ اور فقہ میں اشتراک کے سبب فقہاء ایک معشر ہیں۔ اس واسطے استیناس میں اشتراک کی وجہ سے انس ایک معشر ہوئے اور استنسا میں اشتراک کے پیش نظر جن ایک معشر ہوئے (رحل لکم فی الفلاح والرشد) لکم خبر مقدم اور فی الفلاح حرف مستقر ہے رعبۃ املا کا جو بتدوین ہو رہا ہے۔ فلاح معنی کامیابی و نجات نامی۔ و الرشید بمعنی راہ اور سکون شہین اور وہاں پر ہے آتا ہے بمعنی استقامت اور اعتدال ہے۔ (وان یثبتہ) ان موصول حرفی اپنے صلے سے مل کر جو مصالحت الفلاح پر معطوف ہے اور قرب الرشید پر مضاف ہے (یعنی) یہاں پر جمع رہا تیس ہیں (۱) بعینہ جمع ذکر حاضر بحث مضاعف صفت (۲) قبا یعنوا بعینہ جمع ذکر حاضر بحث امر حاضر معروف (۳) قبا یعنوا بعینہ جمع متکلم بحث مضارع معروف ہر مذکر مذکر باب مفاعلة بمعنی سے ماخوذ ہیں (۴) قبا یعنوا بعینہ جمع متکلم بحث مضارع معنوں ان باب مفاعلة (۵) قبا یعنوا بعینہ جمع ذکر حاضر بحث مضاعف معنوں ان باب تفاعل (۶) قبا یعنوا بعینہ جمع متکلم بحث مضارع معنوں ان باب افتعال یہ تینوں قبا بمعنی پیڑی کر دینے سے ماخوذ ہیں۔ بر تقدیر یہ روایت دوم قبا جزایہ اول اس سے پیشتر ان خان لکم رعبۃ فی الفلاح والرشد و نبوت الملک شرط مقدمہ ہدایتی روایات پر قبا برائے عطف ہر کے بعد ان مقدمہ پر اگر تاہم استقامت و غیرہ اشارت کے بعد واقع ہو اسی واسطے حاضر کے معنوں سے تین علامت رفع ساقل ہو اور متکلم کے معنی منصوب ہیں اس فائکے ما بعد میں قول ہیں۔ اول قول چہر نما کہ ما بعد تاویل مفر ہوا کہ مقدمہ پر معطوف ہے کلام سابق سے پیوستہ ہے اور یہاں پر رعبۃ فی الفلاح والرشد ہوگا۔ تقدیر عبارت تیسروں ہوگی۔ ہل یحکون لکم رعبۃ فی الفلاح والرشد و نبوت الملک قبا یعنوا بعینہم رعبۃ و تقدیر بیست و یک روز

نسیم الشریاض میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے

حدیث مثلاً ابو نعیم خیلان ابن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب تیر میں تھے ہم نے ایک ایک بیب ات دیکھی وہ یہ کہ ایک منزل میں اترے وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی یا نبی اللہ میرا ایک باغ ہے جس سے میری اور میرے جہال کی گڑ باوقات ہوتی ہے اہمیں میرے دوست تیرا کیش تھے دونوں مت مجھ سے زاپنے پاس نے دیں زباغ میں قدم رکھنے دیں کسی کی ملاقت نہیں کر قریب جانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام العلم اس باغ کو گئے فو صایا باغ وچھوڑا نہ کھولے عرض کی یا نبی اللہ یہ بات خطرناک ہے فرمایا کہ ہول وہاں کے کو جنبش ہوئی تھی کہ وہو شکر کرتے ہوا کی طرح چھپے وہاں کھلا اور انہوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا فوراً زمین میں گر پڑے حضور نے ان کے سر پر کرناک کے سپرد کر دیا اور فرمایا ان سے کام لے اور چارہ بگڑی ہے حاضرین نے عرض کی یا نبی اللہ چرپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور کی بدولت ہم کو بہترین نعمتیں عطا فرمائیں گراہی سے دور کیا دنیوی اور اخروی مہالک سے نجات بخشی تو کیا حضور ہم کو ابانت زدہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان الشجرۃ لیس فی الاصل طی اللہ کی لا یصوت ولو آتی امر احداً من ہذا ہذا کا مٹے بالستجود لا یصوت المرء ان تسجد ازاجما ترجمہ بیشک سجدہ میرے لئے نہیں وہ تو اسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا میں اس امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

نہی ہوا کہ ان کو شکر کرنا

حدیث ۳ امام احمد و دارمی و بیہقی حضرت ہار بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں ہم نکامہ اللہ تعالیٰ نے حاجت کے لئے ہم کو وہاں کی ضرورت ہوئی دو پہر پار کر کے غاصلے سے تھے مجھ سے فرمایا اے جاہل ان درختوں سے کہ نہ کرنا کہ دوسرے سے مل جائے میں نے کہا تو وہ فوراً مل گئے بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے پھر سارا ہوا وہاں میں ایک عورت اپنا بچہ لئے ملی عرض کی یا رسول اللہ اسے ہر دو تین دفعہ شیلنا دے تاکہ بچہ تھکے پس اس سے لیکر تین بار فرمایا دو ہوئے خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں پھر بچہ اسکی ماں کو دیا یا جب ہم چلے ہوئے اسی منزل میں ہو چکے دی بی بی اپنا بچہ اور دو دے لئے حاضر ہوئی عرض کی یا رسول اللہ میرا بچہ یہ قبول فرمائیں قیم اسکی جس نے حضور کو کھنکھایا کہ اسوقت سے بچہ کو ظل پہنوا حضور نے فرمایا ایک ڈنبلے لو ایک پیر دو پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہائے بیچ میں تھے (خاموشی کا یہ عالم کہ گرا جائے سروں پر پرندے سایہ کسے ہوئے ہیں ناگاہ ایک وٹ چوٹا ہوا آیا جبے دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسکا مالک حاضر ہو کہ انصاری جو ان حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ یہ ہمارا ہے فرمایا اسکا کیا تقدہ ہے عرض کی کہ میں برس سے پہنے اسپر آب کشتی نہیں کی یہ فرہ چربی داہ ہے اب جا ہا کہ اس حلال کر کے بانٹ لیں تو ہم سے چوٹ گیا فرمایا یہ ہائے ہاتھ فروخت کر دو عرض کی کہ یا رسول اللہ حضور کی ضرور ہے فرمایا میرا ہے تو اس کے مرنے تک اس کے کیا تھ اچھا سلوک کرو یہ دیکھو کہ مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ جو پاؤں سے زیادہ میں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں فرمایا لا یصوت المرء ان تسجد و لا یصوت المرء ان تسجد و لا یصوت المرء ان تسجد کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں وہ نہ عورتیں شہروں کو کرتیں امام سبیوطی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناہل میں فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے

نہی ہوا کہ ان کو شکر کرنا

حدیث ۴ حاکم مستدرک میں ابو نعیم و کمال میں ابوامام ثقیل ابو الیث تمبہ الغافلین میں حضرت یونس کا بن انحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اعرابی نے تیر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میں اسلام لایا ہوں مجھے کچھ ایسی چیز ملے ہے جس سے میرا یقین بڑھے فرمایا کیا چاہتا ہے عرض کی کہ حضور اس درخت کو بکائیں تاکہ خدمت میں حاضر ہو جائے فرمایا جا بکلا وہ اعرابی درخت کے پاس گئے ادھا کھاتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے ہیں وہ فوراً ایک طرف کہ اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر پلا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس زمانہ سے کہا یا رسول اللہ قلیل یا رسول اللہ یہ سنکر اعرابی

نہی ہوا کہ ان کو شکر کرنا

بزرگان و بزرگان سبزی و میوه و...

حدیث ۱۵۱: امام احمد و ابن ماکہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کعبہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا جنھوں نے فرمایا: معاذی، یہ کیا عرض کی میں ملک شام کو گیا ہاں نصاریٰ کو دیکھا کہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں فرمایا: (لَا تَفْعَلُوا فَإِنِّي لَوَكُنتُ أَمْرًا أَحَدًا إِنَّهُ سَيُعَذِّبُكَمُ اللَّهُ) اور مردوں کو سجدہ کرو (تَسْجُدُوا لِرَبِّكُمْ) ترجمہ: سجدہ ہو کر اپنے رب کو۔ میں اگر میرے لشکر کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوبہ کا یہ حدیث من ہے۔ اس کی سند میں کوئی ضعیف راوی نہیں۔ ابن ابی حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا اور منذری نے اس کے صلح ہونے کا اشارہ کیا۔

سوال اصول فقہ میں یہ ہے جو چاہے کہ قرآن و حدیث میں شریعت سابقہ کے کسی حکم اگر بیان فرمایا جائے تو وہ بمقتضائے ارشاد باری عز و جل
رفیہذا ہوا اقتداء شریعت محمدیہ کا حکم قرار دیا جاتا ہے اور ہم اسکے ساتھ مکلف ہوتے ہیں بشرطیکہ قرآن و حدیث میں اس پر انکار نہ فرمایا ہو
ہندہ منسوخ و کراپاٹا۔ انکار چونکہ اس حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے اسلئے وہ عام اگر قرآن میں بیان کیا گیا ہے تو انکار کا بھی قرآن میں ہونا ضروری ہے
حدیث غیر متواتر میں ہونا کافی نہیں کیونکہ قرآن قطعی ہے اور حدیث غیر متواتر ظنی اور ظنی کا ناسخ قطعی ہوتا ہے ظنی نہیں ہو سکتا۔ نظریوں مذکورہ بالا اٹھ
سے سجدہ تحیت کی حرمت ثابت نہو سکے گی کہ یہ سب کی سب خبر احاد ہو چیکے باعث ظنی ہیں۔ اور غیر اللہ کے لئے سجدہ تحیت کا جواز قرآن کریم
میں ثابت ہے جو کہ قطعی ہے۔ صوریہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ حضرات کے سجدہ تحیت کو بایں طور بیان فرمایا
ہے (وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا) ترجمہ اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو نکتہ پہنچایا اور وہ دونوں منسوب ہو گئے
اس کے لئے سجدہ میں گئے۔ شریعت یعقوب میں اگر سجدہ تحیت غیر اللہ کے لئے ناجائز ہوتا تو یعقوب علیہ السلام ہرگز نہ کرتے کیونکہ انبیاء کے کام میں ناجائز
کام صادر نہیں ہوتا۔ تو ثابت ہوا کہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔ قرآن کریم نے چونکہ اس پر انکار نہیں فرمایا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہماری شریعت میں اسکا جواز
برقرار رکھا گیا ہے۔ منسوخ نہیں ہوا جواب۔ آیت مذکورہ سے اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ تھی۔
کہ انبیاء کے کام میں علیہم الصلوٰۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے۔ صحت اُخت جہاں دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں سکے جواز کا حکم ہو۔
یا اباحت شرعیہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اسکا ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شہ مانع نہ فرماتے مباح ہے یا اباحت اصلہ
ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے اور جب دونوں صورتیں فعل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوب میں اسکی نسبت کوئی حکم تھا حتیٰ کہ سجدہ تحیت
جواز کو شریعت سابقہ قرار دیکر اس کیلئے ناسخ قطعی تلاش کیا جائے۔ سوال علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ سابق شریعتوں میں غیر اللہ کے لئے سجدہ
تحیت جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا ظاہر ہے کہ حکم شرعی کے دفع کو نسخ کہتے ہیں اباحت اصلہ کے دفع کو نسخ نہیں کیا جاتا۔ کما آھو موضح فی
الاصول۔ اور ثبوت میں فقہ یوسف علیہ السلام کو پیش فرماتے ہیں تو ثابت ہوا کہ شریعت یعقوب میں سجدہ تحیت کا جواز حکم شرعی تھا نہ کہ اباحت
اصلہ اور چونکہ اس جواز پر آیت مذکورہ نہ دلالت کی جو قطعی ہے تو ضروری ہوا کہ اسکا ناسخ بھی قطعی ہو اور احادیث مذکورہ متواتر ہونیکے باعث ظنی
ہیں وہ ناسخ ہو سکتی ہیں جواب۔ یہ بات صحیح ہے مگر ناسخ قطعی پھر بھی ضروری نہیں کیونکہ سجدہ تحیت سے ہماری مراد سجدہ معروف ہے جس کے

معنی میں غیر اللہ کے لئے ماتھا لیکن اب اس معنی سجدہ تحت پر آیت مذکورہ کی دلالت قطعی ہے اور نہ کرت (وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدْ لِحَاكُمَا ذَرِّیَّةَ اٰدَمَ) کی حالانکہ اس کی فقہ یوسف آدم علیہا الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ تحت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے دلالت قطعی کیوں نہیں اس لئے کہ ماوراء کرام کا ہر روایات میں نہ طور پر اختلاف ہے۔ پھر سجدہ کے معنی مراد میں کہ ماتھا لیکن اب اس معنی میں ہے۔ یعنی سجدہ یعنی اول و سوا اختلاف یہ کہ آدم و یوسف علیہما السلام مسجود لہ تھے یا مسجود لہیہ۔ احتیاج اختلاف ترجیح میں ہے۔ بعض علماء نے سجدہ یعنی (سجود) کو ترجیح دی اور بعض نے سجدہ یعنی (ما تھا لیکن) کو اور ہر دو حضرات مسجود لہ ہوئے۔ اور بعض نے مسجود لہ ہونے کو۔ اور بعض نے اسی کو اختیار فرمایا۔ ہر حال خود اختلاف نافی قطعی ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔ نظر میں ہر دو آیات کی دلالت کو بالاسجدہ تحت کے جواز قطعی ندی بلکہ قطعی ہے پس احادیث مذکورہ ناسخ برکس کر اور اگر آیات کی دلالت جواز قطعی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ تحریم میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ القوی۔ تفسیر عزیزی میں سجدہ تحت کی تعلق فرماتے ہیں (وہا مت ہائے سابقہ جواز پر چنانچہ در فقہ یوسف و اخوان ایشان واقع شدہ۔ و از شریعت ہا میں طریق ہم نمابین فلوقات حرام ست بدلیل حدیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ) اور حدیث متواتر سے قطعی کاسخ رو ہے۔ سوال ان احادیث کو متواتر کہنا درست نہیں۔ کیونکہ حدیث متواتر کے وجود کا مسئلہ جب یہ بحث آیا تو بعض علماء نے بایں الفاظ مطلقاً نفی فرمادی۔ (امتنوا من الاخبار لا یوجد) ترجمہ خبر متواتر موجود نہیں۔ بدلیل القدر محدث ابن صلاح کو کافی تفسیر کے بعد ایک حدیث متواتر دستیاب ہو سکی چنانچہ فرماتے ہیں کہ عرف حدیث من کذب علی متعمداً اقلیٰ نبوءۃ متعمداً من النبا کیوں نہ کہ ہر جگہ اسکا ہے حضرت بحر العلوم کہنوی قدس سرہ القوی نے اپنی طبع جستجو کے بعد فوائض الرحمت شرح مسئلہ الثبوت میں فرمادہ جو کلمات ذرا جتنا فرماتے ہیں کہ حدیث (وَقُلْ لِلْعَقَابِ مِنَ النَّاسِ) اور حدیث (وَاَنْتُمْ كُنْتُمْ اَصْدَقُ) بھی متواتر ہیں تحریم سجدہ تحت کی احادیث میں اس سبب نظر اباب علم سے مخفی نہ تھیں مگر وہ متواتر ہیں تو اس مقام پر ضرور شمار کرتے یا انکے سوا اور ملحد جتنے لیکن کسی نے شاہ نہیں کیا تو معلوم ہو کہ یہ متواتر نہیں جو جواب میں حضرت علی گڑھ مطلقاً متواتر نہیں بلکہ روایات متواتر ہیں جس کو لفظ متواتر بھی کہتے ہیں مگر تفسیر عزیزی کی عبارت مذکورہ میں احادیث متواتر سے مراد روایات متواتر نہیں جتنی کہ اعتراض مذکور اور ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ احادیث تحریم قبول متواتر ہیں کہ تمام ائمہ نے انہیں مانا ہو اور روایات متواتر حدیث کی طرح قبول متواتر حدیث سے بھی قطعی کاسخ ہے جیسے حدیث (لا ھبۃ لوارث) کہ اس سے وصیت الدین و قرین کو منسوخ قرار دیا گیا جو منسوس قرآن ہی۔ چنانچہ امام اجل بخاری علیہ رحمۃ الہی کشف الامار میں فرماتے ہیں (ھذا الحدیث فی قوۃ المتواتر ان المتواتر نوعان متواترۃ من حیث الرایۃ ومتواترۃ من حیث ظہور العمل بہ من غیر تکیف فان ظہورہ لا یغنی الناس عن دلیلہ وھو یجلیۃ المنا فان العمل ظہور بہ مع القول من ائمة الفتوی بلا تنازع فیجوز النسخ بہ)

نیز سجدہ تحت مذکورہ کی حریمہ اجماع قطعی ہے۔ غرضی عزیزی یہ ہیں (ایما کہ (اجماع قطعی است بر تحریم سجدہ) اجماع اگر خارج نہیں ہوتا لیکن دلیل نسخ یقیناً کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اجتمع امتی علی النسخ لہ) کشف الامار میں ہے (الاجماع لا ینفقد البتہ بخلاف الکتاب السنۃ فلا یقتضون ان یكون ناسخا لھا ولو وجب الاجماع بخلافھا لکان خلاق بناء علی نفس تاخر ثبت عندہم انہ ناسخ للکتاب السنۃ) مسلم الثبوت اور اسکی شرح فوائض المحموت میں ہے (الاجماع دلیل علی النسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسی میں معلوم ہوا کہ سجدہ تحت کا حجاز کسی نص قطعی سے منسوخ ہو چکا ہے۔

نہ سجدہ کے جواز پر دلالت قطعی نہیں

نہ سجدہ کے جواز پر دلالت قطعی نہیں

نہ سجدہ کے جواز پر دلالت قطعی نہیں

قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم

قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم

قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم

قَالَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمَرْكُومُ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْشَرْتُمُوهُ لَعْنُونَ ترجمہ کیا جی: تم کفر (سجدہ تحیت) کا حکم دینے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ امام محمد بن محمد حافظ الدین قدس سرہ و جلیز میں فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ مخاطباً للفقہاء و فی اللہ تعالیٰ ایا مکرکما بالکفر بعد اذ انتم مسلمون نزولت حین استأذنیوا فی التبعون لہ فلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یخفی ان الا سنیذ ان السجود الخیة بذلالہ (بعد ازاں انتم مسلمون) ومع اعتقاد جواز العبادۃ لا ینکون مسلماً انکیر یطلق علیہم بعد اذ انتم مسلمون ترجمہ اللہ عزوجل نے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کیا جی: تمہیں کفر کا حکم دینے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ یہ آیت اس وقت اتری جب صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے سجدہ تحیت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرمایا ہے: بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو اور سجدہ عبادت جائز مان کر مسلمان نہیں رہتا تو یہ کیوں فرمایا جاتا اور بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو! قولہ بعینہی دلیل روشن کر دی ہے کہ آیت میں کون سے فقرہ حقیقی مراد نہیں کیوں کہ کفر حقیقی کی درخواست کر کے کسی مسلمان نہیں رہتا۔ اور آیت میں درخواست پیش کرنے والوں کو مسلمان قرار دیا جا رہا ہے پس معلوم ہوا کہ آیت میں کفر سے مراد کفر حقیقی نہیں۔ تو لامحالہ حضور در کفر ہونے کا جو عوارضات شاخ میں شامل ہے خصوصاً سجدہ تحیت کہ نہایت درجہ پرستش غیر کبریا تھم شاہد ہے اسکی صورت بعینہا صورت کو لا ادنی تفاوت ہے۔ تو اگر صوری طور پر ایسا واسطے نصاب لا احتساب میں فرمایا اران ہذا کفر صوری (ترجمہ سجدہ صوری) کفر ہے اور احلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے تحت فرمایا (فقطہ نحو ید التبعون (خیر اللہ تعالیٰ) ترجمہ تو اس آیت کو نہ صرف خود کو (تحیت) کا سجدہ حرام فرمایا پس قرآن کریم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام کہ مشابہ کفر ہے صحابہ کرام نے حضور کو سجدہ تحیت کی اجازت چاہی آپ ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدہ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سجدہ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر

سوال جب یہ آیت سجدہ تحیت کی تحریم پر دلالت کرتی ہے تو سجدہ تحیت کے جواز پر دلالت کئے والی ہر وہ آیات مذکورہ کا ناسخ اور کفر و یثابہ یا چاہے تاکر قطعی کا ناسخ قطعی ہو جائے۔ قبولاً متواتر احادیث کو ناسخ قرار دینے یا اجماع مذکور سے نفس ناسخ پر استدلال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟
جواب۔ آیت ہذا کا ناسخ اسلئے قرار نہیں دیا جاسکتا کہ سجدہ تحیت کی تحریم پر اسکی دلالت قطعی ہے قطعی نہیں۔ اور ہم اسوقت تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں کہ ہر وہ آیات کی دلالت سجدہ تحیت کے جواز پر قطعی ہے۔ اور قطعی الدلالة کا ناسخ بغیر قطعی الدلالة ناسخ کے نہیں ہو سکتا۔ باقی رہی یہ کہ آیت ہذا کی دلالت تحریم پر قطعی کسی لئے ہوئی تو اسکی تفصیل یہ کہ آیت ہذا کی شان نزول میں دو قول قوی ہیں اول قول یہ کہ بخوان کے نصاریٰ نے کہا۔ ہمیں میں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ ہم ان کو خوانیں اس پر تائید نازل ہوئی: یا کان بشران یوقیہ اللہ العذاب المحکم والبقوۃ ثم ینقول الناس کونوا عباداً لی میں دون اللہ ولكن کونوا احراراً بانیین بعد انکم تعلمون الکتاب فی پاکستہ تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا المثلکة والنسبیین اریا یا ایا مکرکما بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ترجمہ کیا آدمی یہ جی نہیں کہ اللہ اسے کتاب دے دے وہ پیروی نہ کرے جو وہ دیکھوں سے کہ کھانا کھو کر کھڑے ہوتے ہو جاؤ۔ جہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ۔ اس سبب سے ہم کتاب کھاتے ہو اور اس سبب سے ہم دس کرتے ہو اور نہ تمہیں یہ کہہ دیا کہ فرشتوں و پیروں کو خدا مقرر الوب کیا تمہیں کفر کا حکم دیا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوئے۔ دوم یہ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کی درخواست پیش کی آپ پر آیت نازل ہوئی کہما سبق جلالہ میں ہے (انزل لہما قال نقدر ان عیسای امرہما ان یتخذوا سبدا ولہما طلب العیض المسلمین

آیت ناسخ قطعی ہو سکتی ہے

آیت ناسخ قطعی ہو سکتی ہے

الحمد لله الذي جعلنا منكم امة واحدة (بعد اذ انتم مسلمون) میں مجاز اختیار کرنا چاہیگا کیونکہ نزاری نے یہاں یہ لفظ استعمال کیا ہے جو اس مقام پر بقرینہ سابق اعتبار و ملائکہ کو خدا ماننا ہے اور یہ قول دوم لفظ "کفر" میں تاویل کی استیجاب ہوگی۔ کیونکہ کفر توحید عبارت ہے اور مسلمانوں نے اسکی اجازت نہیں چاہی تھی۔ اولاً اسلئے کہ یہ جابہ سے تصور نہ تھا و زوال سے توحید کا آفتاب عالم آفتاب افرا و یاغیا مافوق خالف ہر شخص جانتا اور گھر گھر میں چرچا تھا کہ ایک اللہ کی جلالت و کونیت ہے۔ اور شرک کے برابر کسی شے کو دشمن نہیں رکھتے۔ تو کسی صحابی سے عبادت نبی کی درخواست اور وہ بھی خود ہی سے کیونکہ تصور ہی خصوصاً یہی ہے کہ اللہ کی درخواست کرنا کون کئے۔ اہل صحابہ عظام میں جبل قیس بن سعد مسلمان غازی تھے جسکی تصدیق اکبر و رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثانیاً اسلئے کہ حضور قدس سلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے جواب میں بھی فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ اگر درخواست سجدہ عبادت کیلئے ہوتی تو اسپر کتنا غم و غنا طے فرماتے کہ تم عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے کافر ہو گئے۔ بہت بڑی عورتیں کھج سے نکل گئیں تو یہ کہ وہ بارہ اسلام لائے کیونکہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کرنا کفر ہے اور کفر کبھی آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور وہاں کھج سے نکل جاتی ہیں، وجہ یہ نہیں فرمایا تو مسلم ہو کر درخواست سجدہ عبادت کے لئے نہ تھی۔ ثالثاً اسلئے کہ اگر درخواست سجدہ عبادت کیلئے ہوتی تو درخواست کنندگان کو درخواست کرنے کے بلکہ مسلمان قرار دینا درست نہ ہو تاکہ وہ توحید و عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے اسلام سے خارج ہو گئے۔ حالانکہ کوئی انکار اسی آیت میں باری خطاب (بعد اذ انتم مسلمون) انکو مسلمان قرار دیا ہے جب ثابت ہو کہ سجدہ عبادت کی درخواست نہ تھی جو کفر ہے۔ بلکہ سجدہ کی درخواست کی تھی جو کہ نہیں تو کمال حال۔ لفظ "کفر" میں تاویل کرنا بڑے ہی۔ کہ کفر سے کفر ضروری مراد ہے۔ اور شک نہیں کہ سجدہ عبادت کی تہمت کفر ضروری ہے۔ کما سبق تو اس تاویل کے بعد آیت سے سجدہ عبادت کی تہمت کی تہمید ہوگی۔ نظر میں آیت کی دلالت اس تحریم پر ملتی ہوئی نہ فطری اسلوب اسطے واضح قرار نہیں ملے گا۔

سوال۔ اس آیت کی دلالت تحریم پر اگر قطعی تسلیم کر لی جائے تب بھی ان دونوں آیات کے لئے ناسخ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ دونوں از قبیل خبر ہیں اور خبر منسوخ ہوتی نہیں۔ اسی طرح مذکور بالا مادیت متواترہ کو ناسخ قرار دینا درست نہیں جو اب بیشک خبر منسوخ نہیں ہوتی۔ کیونکہ واقعہ شہد امر کا غیر واقع ہو ناممکن نہیں۔ مگر مزید یہ کہ وہ آیات مذکورہ سجدہ عبادت کی تہمت کے جواز کو متضمن ہیں احادیث متواترہ مذکورہ۔ جس جواز کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح آیت مذکورہ اگر تحریم قطعی الدلالة ہوتی تو اس سے بھی وہ جواز منسوخ ہو جاتا چونکہ یہ آیت تحریم پر قطعی الدلالة نہیں نظر میں اسکو ناسخ قرار نہیں ملے گا۔

والمتفصل بعد کلام مزید علیہ فی الرسالة السنیہ المستمارة بالزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التیمۃ لمجدد الملة المحمداً واما اهل السنة مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب علیہ السلام للامام صاحب

(فكان ذلك آخر شأن هرقل) (روایت حدیث لفظ آخر کو خبر رکھنا) قرار دیکر منسوب آیت کیا ہے کما فی

ارشاد الساری وغیرہا لیکن اس پر شبہ اور ہوتا ہے کہ لفظ آخر کو تعریف علی کا مرتبہ حاصل ہے کیونکہ یہ لفظ (شأن) کی طرف منسوب ہے اور لفظ (هرقل) کی طرف جو حکم ہے اور منصف کو تعریف کا وہی مرتبہ حاصل ہوتا ہے منصف الیک یا سید منصفاً (شأن) کو تعریف علی حاصل ہوئی تو لفظ (آخر) کو بھی تعریف علی کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور تعریف علی کا مرتبہ تعریف اشارہ سے اعلیٰ ہے نظر میں لفظ آخر تعریف میں لفظ (ذلك) سے اعرف ہوا اور مرتبہ ہے کہ اعرف کو اسم قرار دیا جائے کما مترو مفصلاً فی ۱۸۸۵ و ۱۸۸۶ فلیہر۔ فقہ کا زیر بحث (و معنی کو مثل) اگر (ذلك) کا مشار الیہ ہرقل قرار دیا جاتی قلت مقالی اختیار ہوا شد ذکر علی بن ابی طالب فذلک ثابت قرار دیا جائے۔ اور (شأن) معنی ہزاران ہو تو معنی یہ ہوئے کہ قول مذکور اس مجلس میں ہرقل کی آخری بات تھی کہ اس کے بعد اور کچھ نہیں کہا۔ مجلس پر فاسد ہو گئی۔ اور پہلی بات اس مجلس میں یہ تھی کہ (یا معشر الزموا) کہ فی الفلاح والرشد وان یثبت ملککم فیتالیعوا الھذا الیئس) اور اگر (ذلك) کا مشار الیہ اختیار ملک برامان قرار دیں جو اصل سے

دوہو نہیں تو متنع سے بدحوال کہنا آیت فی الاصول کی دلیل یہ ہے کہ حال اگر مقدور ہو تو وہ حال سے خالی نہیں جو ہر حال مقدور وہ یا جس
 کلمات مقدور ہو گئے اللہ تعالیٰ نے کئے۔ دوسری صورت تہجیم بلا مزج کو مستلزم ہے قدر مزج باطل اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ باطل تو یہ ممکن
 عورت باطل مہدی اور پھلی جیسے مسئلے باطل کجب ہر حال مقدور ہوگا تو حالات میں سے ایک حال قائلین واجب اللہ کی فتویٰ بھی تو یہ بھی مقدور ہوگی۔
 اور جب کسی نامقدور پہلی تودہ واجب بالذات نہ ہو کہ جسکی نامقدور ہو نہ ہو مگر ہر حال واجب بالذات کیونکہ واجب بالذات موجود ہے جسکی ناممکن نہ ہو۔
 پس مجدد خالی ثابت ہوا کہ متنع بالذات زیر قدرت نہیں ہے۔ وال قرآن کریم فرماتا ہے لا الہ الا علی کل شیء قدیر اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے
 اور متنع بالذات بھی ایک شے جو تو اس پر کبھی قاصر ہو چکر ہے کہ کس طرح درست ہو کہ متنع بالذات پر قادر نہیں جو واجب اس مقام پر آیت مذکورہ کو پیش کرنا
 باطل ہے متورک فریب در غلط ہے جس سے بھولے ہوئے کہ ہم فرماؤں کہ اگر وہ کیا کرتے ہیں۔ آیت سے یہی تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ متنع بالذات
 تو شے نہیں ہوتا تو شے پر اور آیت شے قدرت کا اثبات کر رہی ہے نہ کہ شے پر اور شے موجود کر دیتے ہیں اور متنع بالذات موجود نہیں ہے اس پر اثبات قدرت
 کس طرح ہو گیا۔ شجر عقائد نسفی کے شروع میں ہے ہذا الشیء عندنا حق المو جود، اہلسنت کے نزدیک شے وجود کو کہتے ہیں۔ ان دو کو کون کونسا
 کہے کے بعد جواب کی تقریر کی ہے۔

جواب کی تقریر

منہ
 تہجیم

اوصاف و قسم ہیں قسم اول وہ وصف جس کے موصوف کا اندر عقل جائز رہتی ہے بوجہ دوم یہ ہے ایک ہے جس میں شرک واقع ہے اور
 اس کے موصوف کثرت متحقق ہیں جیسے بشریت، عربیت، ہاشمیت، نبوت، رسالت وغیرہ اوصاف جو کثیرین میں مشترک ہیں جو مجموعہ اوصاف اعتبار
 سے آپ کا مثل متحقق ہے۔ دوسرا وہ وصف جس میں شرک واقع نہیں جیسے حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پس ہونا حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شوہر ہونا، راحۃ اللغالبین ہونا، منزل علیہا القرآن ہونا، جمالی مزین ہونا وغیرہ اوصاف
 جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں شرک واقع نہیں ہوا۔ ایسے اوصاف میں آپ کا مثل ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوا اور نہ آپ کا قسم دوم وہ
 وصف جس کے موصوف کا تعدد عقلاً جائز نہیں جیسے اول مخلوق ہونا، اول مومن ہونا، بیرون قیامت اول شافع ہونا، اول مشفق ہونا، خالق اللہ تعالیٰ
 ہونا، انیس سے ہر ایک صف کا موصوف ایک ہی ہو سکتا ہے مقدور ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول مخلوق کے معنی میں وہ ذات واحد و متحقق ہونا ہے جس کا
 ہر سابق ہوا اول مومن کے معنی میں وہ ذات پہلا مان لائے میں ہے جمیع ماسواہ سابق ہوا اول شافع کے معنی میں وہ ذات واحد و بیرون قیامت
 کرنے میں ہے جمیع ماسواہ سابق ہوا اول مشفق کے معنی میں وہ ذات واحد و بیرون قیامت مقبول نہیں ہے جمیع ماسواہ سابق ہونا خود مختار
 النعمین کے معنی میں ذات واحد و تمام انہما سے مافوق ہو چو فلک یہ اوصاف آپ کے لئے ثابت ہیں اور عقل کے موصوف کا تعدد جائز نہیں کہتی اس لئے
 ان میں آپ کا مثل مستنع بالذات ہے۔ علمائے اہلسنت ایسے ہی اوصاف کے اعتبار سے آپ کا مثل مستنع بالذات فرماتے ہیں انہوں نے اوصاف قسم اول میں
 متکثر مکان کی نفی نہیں فرمائی۔ نہ ان کے یہ تصور بلکہ کوئی جاہل سے جاہل بھی اس پر کہہ سکتا کہ تو قرآن آیہ دھن بشریت میں شرک کا ثبوت فرما رہے۔

قل یا ایہا انابغو مثلکم اور وصف بشریت قسم اول سے ہے۔ ان میں میں مثل کی نفی سے قرآن کا شمار معائنہ کا جو کفر ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا
 کہ قسم دوم کے اوصاف مذکور میں آپ کا مثل مستنع بالذات ہے تو آپ ہم ان کے حکم شرعی کا تقاضا بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اول چار اوصاف بشری مثل
 کو ممکن اعتقاد کیا کہ والا اگر وہ ہے۔ کیونکہ یہ چار اول اوصاف آپ کے لئے حدیث غیر متواتر سے ثابت ہیں۔ ان چار اوصاف میں مثل کو ممکن اعتقاد کرنے سے
 حدیث غیر متواتر نقلی کا انکار لازم آئے گا اور یہ حدیث غیر متواتر نقلی کا انکار اگر ہی ہے کفر نہیں۔ اہل کفر و بدعت سلف و خلف میں مثل کو ممکن اعتقاد
 کرنے سے قرآن نقلی کا انکار لازم آئے گا اور ان نقلی کا انکار کفر ہے۔ ایسا واسطے امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورثی حنفی اپنی
 کتاب (المعتدل فی المعتقد) میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو ایک جہاد کے نبی دیکھ لیا یا غواہ پروردگار کے کسی کو دیکھا تو کان انکب انکب انکب

این است شرط حق ایا بن خاتم النبیا علیهم الصلوات علیہم اجمعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترجمہ اور جو شخص کہے کہ اگر کسی بدو مرئی ہوا تھا یا ہوا
 ہوگا اور جو شخص کہے کہ ممکن ہے کہ ہوا انیس سے ہر ایک کا فر ہے خاتم النبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا یان و دست
 ہوئی یہ شرط ہے کہ آپ کے بعد دست نبی کے امکان کی نفی کرے اولاً مستغنیہ بالذات لے کیونکہ ممکن اعتقاد نہیں ہے و لکن ہر رسول اللہ و
 خاتم النبیین کا انکار لازم آئے گا جو کہ ہے

اقول قدر لت قدم العلامة محل بشیر الدین بن مولانا محمد کریم الدین النعمانی القزوی فی هذا المسئلة
 عن طریق الصواب حيث قال فی متن شرحه لمسللہ الثبوت المسمی بکشف البہم مما فی المسئلہ (و من غمنا ینفہر
 بطلان قول من قال بامتناع مثل سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عقلاً لاخبار الدلالة علی ان اللہ تعالیٰ
 لا یخلق بدہ نبیاً و هو خاتم النبیین و وجه البطلان ان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ممکن مثل الممكن ممکن
 کما یشعرہ قولہما القادر علی الشئ قادر علی مثله کما فی شرح المواقف وغیرہ من الغتب لکلامیہ فلا بد
 ان یكون مثله ممکناً و الممكن لا یخرج عن کلا مکان بل لہ اوضح وقد رفع النزاع فی هذا فی عصورنا و کتب فیہ
 رسائل لکن جاء الحق و زحق الباطل ان الباطل کان زهوقاً و ذلک لوجہ اول نہ بناء علی سوء
 الفہم اذ لہ یقول احد من المعتمدین ان امتناع المثل عقلاً لاخبار الدلالة فی ان اللہ تعالیٰ لا یخلق بدہ
 نبیاً و هو خاتم النبیین کما افسرہ حتی یتوجہ علیہ ان لاخبار بعد ما الشئ لا یجعل الشئ ممتمناً عقلاً کیف
 هو لا یلیق بما قل فضلنا عن الفضلاء الذین ہم حاکم الملة البیضاء بل نقول بامتناع المثل عقلاً مبنی علی
 ان وصف الخاتمیة لا یحتمل التعدد عقلاً کما ذکرنا آفا و نفیاً و ما قیل و کو من عائب و لا صحیحاً و آفة
 من الفہم السقیم و الثاني انک قد علمت ان المثل فی القسم الاول من الوصف ممکن فی القسم الثاني من الوصف
 مستبعد بالذات فان اراد بقوله (و مثل الممكن ممکن) المثل فی القسم الاول فقوله صحیح و لکن لا ینفعہ ولا
 ینتزع اهل الحق فاعلموا فانهم باطلون بامکنہ و ان اراد المثل فی القسم الثاني من الوصف فقوله باطل لا یصح الاستشہار
 بسا فی شرح المواقف من ان القادر علی الشئ قادر علی مثله لان المراد بالمثل فی هذا القول المثل فی القسم الاول من
 الوصف و المراد بالمثل فی القسم الثاني من الوصف لزوم الاستحالة و هو انتفاء الوجوب لذاتی کما فصلناہ سابقاً
 فیمکن ان یخفی ان یقرہ قوله یوالی جاء الحق و زحق الباطل ان الباطل کان زهوقاً فنامح لا یتجوز الحق حقیق
 بالاختلاف و ان کان مراد الباطل حری بالرفض و لو کان دہراً فلا یختلیم هذا القول لروای قلباً و ضمناً المسعودی و البرک
 محمد الیاس لا عظمیٰ هذا ان اللہ القوی عن شمول غمی و غوی فما الغی عنه من قرآئہ مسلم الثبوت عندی فاجبتہ بما قد مر

سوال برقی نے روایت ابو الفخی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت (و من الارض مثلہن یتنزل الامویہن) کا تفسیر
 صحیح اسناد کیساتھ یہ روایت پیش کی ہے کہ قل سبع ارضیں کی کل ارض نبی کنبیہ کہ آدھ کا آدھ کہ مکہ و مروج کو جو حکم و احکام کا براہیم کہ
 عیسیٰ کہ عیسا کہ جو اسات پر دالت کرتی ہے کہ خاتم النبیین علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان کا مثل نہ رہا مگر بلکہ ان سے کہ عیسا
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانے میں اس کا ثبات فرماتے ہیں پھر شریکی کی کتب کسب درستی میں ہے جواب یہ وایت مفید نہیں آؤ کہ اس نے
 کہ اگر آپ اسکی سند صحیح ہے عیسا کہ آگے نبی کی ہے مگر متن میں مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں ابو الفخی متروک
 اس واسطے کہ یہ بھی ہے (لشعب) میں ان کا یہ روایت شاذ المتن ہے اور جب یہ شذوذ متن وایت ضعیف ہے تو قابل احتجاج ہی نہ رہی۔

نقد
 علی
 ہر

ت
 علی
 ہر

لہ
 ان
 ان
 ان
 ان

لہ
 ان
 ان
 ان
 ان

التطبيق الصواب بين الأحاديث ترجمة الباب

قال الإمام البخارى عليه رحمة البلى باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ

أقول اعترض عليه بأن الأحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة لا يطابقها كثير منها وقد قصدى لدفعه

الأدوية فندرجها فالأحاديث أفاد وأمن المحو كما يحرى فيها ههنا وفيما يأتى من الأبواب الأخلاص شمره الذيل

للتطبيق بين هذه الترجمة وكل حديث من هذه الأحاديث فاورودها الاستئذان بالإسماع ولا تميل إليه

الطباع كما استفت عليه انشاء الله تعالى وسلم فذكرى القارئ ما يفيد هذا الخيط على الوجه الذى ذكرنا من الأوطىة وتعميداً

الأول أن الوحي في قوله (بدء الوحي) اسمك في عدة القارى ومعناه الكلام الموحى التعريف للعهد المبعوث وهو القرآن كون

الوحي اسمك يمنع تلقى إجابته فلا تنزل فصلاً من أجل الترجمة كيف كان ابتداء القرآن نزولاً على رسول الله ﷺ صلى الله تعالى عليه وسلم

ومحصول كيف القرآن باعتبار نزوله الأول على رسول الله ﷺ صلى الله تعالى عليه وسلم وأولية النزول عمر من أن يكون

على الإطلاق أو بعداً لا حتمية فالمتسول بكيف حال القرآن بذلك الاعتبار هذا هو ترجمته أي باب المعبر عنها

بقوله كيف كان بدء الوحي الخ فذوق النظر والوحي ينقسم إلى المتلو وغير المتلو وهو الحديث فخصيص المتلو ههنا

بالنظر كونه أعظم معجزة صلى الله تعالى عليه وسلم والمبحوث عنه في علم الحديث ذاته الشريعة صلى

الله تعالى عليه وسلم لا مطلقاً بل من حيث الرسالة واليه إيماء في ترجمته حيث أورد لفظ الرسول القرآن

اعظم البراهين على رسالته صلى الله تعالى عليه وسلم الثاني أن الصفة تنقسم إلى قسمين صفة الشئ في نفسه وصفة

الشئ بالنسبة إلى متعلقه ومعلوم أن نضاف الشئ بصفة في الواقع يصح أن يعتبر أيضاً متعلق ذلك الشئ من

حيث أنه متعلق بصفة أخرى مثلاً إذا قيل زيد بوجه ضارب فيستفاد منه أن الضرب لا ي زيد يكون زيد بحيث

يظهر بوجه صفة زيد كما لا يخفى على المتأمل في القرآن محي طه حمل هو جبريل عليه السلام والموحى إليه هو

رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فههنا ثلاثة أشياء الوحي الحامل للموحى إليه لكل واحد من هذه الثلاثة

تعلق مخصوص مع الآخر نضاف الحامل للموحى إليه بصفة صحيح بالنظر إلى ما ذكرنا أننا لا نعتبر النضاف هنا

الوحي بصفة أخرى الثالث معلوم أن جبريل عليه السلام جاء حين ابتداء نزول القرآن مستكلاً بشكل حل

ولما حفظت ما تلووا عليه فاعلم أن الحديث الأول هو حديث عبد الله بن يوسف ذكر فيه وصف من أوصى الله الخ

أعني تشككه بشكل رجل هو من أوصى الله الخ كان منصفاً بما حين ابتداء الوحي وهذه الأوصاف هي المعتبرة

في هذا المقام ولا يخفى على ذي كلاً فهما في النظر إلى الأمر الثاني يؤخذ من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني حال

القرآن بذلك الاعتبار هو كونه بحيث تشكل حاملاً بشكل حل فحصل التطابق بين هذا الحديث وترجمة الباب

أما الحديث الثاني وهو الأول من حديث يحيى بن بكير فقد ذكر فيه وصف من أوصى الله الخ وهو كونه في غار حرا

حين ابتداءه في النظر إلى الأمر الثاني يستخرج من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني حال القرآن بذلك الاعتبار وهو كونه

بحيث كان الموحى إليه في غار حرا فطابق هذا الحديث وترجمة الباب أما الحديث الثالث وهو الثاني من حديث يحيى بن بكير

فقد ذكر فيه القرآن باعتبار نزوله الأول بعد الاحتباس لزوماً وذلك لأن المذكور فيه إنزاله الأول بعد الاحتباس

ہے ہے جس کو انہوں نے بالفاظ دیگر فرض خفی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہاں لفظی اور ثابت بالاشعارہ جملہ پر ہر باب اصل
مذکور کے ماتحت اس ترجمہ کو پیش کرنا درست ہو جائیگا۔ البتہ حضرت شیخ الہند اگر وہی احادیث کو لے کر ترجمہ کیلئے دلیل قرار دیتے تو آپ کا اعتراض صحیح تھا
جواب۔ رد و تاویل کے لئے کہ شیخ الہند اصل مذکورہ کے پیش نظر ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کا ظاہر ترجمہ کیا تھا مطابق ہونا تسلیم کر
لیجئے جس چنانچہ اس جواب کو دہلہ صحت پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اس کے بعد احادیث سنہ مذکورہ فی الباب میں بھی کوئی نہ ملتا ہے۔
کہ ظاہر ترجمہ کے موافق ایک روایت ہے جس سے سبب ولت یہ گھم میں آئے کہ ظاہر ہی ہے کہ ظاہر ترجمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ غرض
کچھ دوسرے ہے۔ اب تو یاد ہو گیا کہ شیخ الہند ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کا ظاہر ترجمہ کی دلیل قرار دے رہے ہیں جس میں صحت کا اشارہ بھی نہیں
کیونکہ ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوحي) جو جسکے جملہ انشائیہ ہونے میں کوئی مستندی بھی شک نہیں کر سکتا اور جملہ انشائیہ تو دعویٰ ہوتا نہیں
حتیٰ کہ ذیلی حدیث کو اس لئے دلیل بنانا صحیح ہو۔ **سوال** حضرت شیخ الہند (بدء الوحي) کو ظاہر ترجمہ قرار دے رہے ہیں جس پر سابق
میں نقل کردہ حضرت کی یہ عبارت تین دلیل ہے۔ اس کے بعد چھ حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائیں بعض میں تو دعویٰ کا ذکر بھی نہیں اور بدء
وحي سے تو کفر خالی ہیں۔ صرف ایک حدیث حوالہ میں بتا دو (وحي کا ذکر ہے) حضرت کے اس ارشاد کو اگر اسی کے مطابق جب ظاہر ترجمہ (بدء الوحي)
ہو تو یہ جملہ انشائیہ نہیں حتیٰ کہ ذیلی حدیث اس کے لئے دلیل نہ بن سکے **جواب** بدء الوحي کو ظاہر ترجمہ قرار دینے پر قوت جہانی کی داد
دی جا سکتی ہے لیکن ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل قرار دینا پھر بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ دلیل دعویٰ کے واسطے ہوتی ہے اور دعویٰ جملہ خبریہ
ہوتا ہے اور بدء الوحي جملہ خبریہ نہ کہ اس سے جملہ خبریہ نہیں وہ تو مرکبہ صفتیہ ہے اور اگر شیخ الہند کی اشراک شون کے ماتحت کھینچ تان
کر کے مبتدا مقدر مان کر بدء الوحي کو جملہ خبریہ قرار دیں اور یوں کہا جائے کہ اصل عبارت یہ ہے ہذا بدء الوحي تو خدا وادل عود ذکر کیا گیا کہ
ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوحي) ہے نہ کہ ہذا بدء الوحي ہے نہ پلے رفتن نہ چلے ماندن عجیباً فیت میں مبتلا ہوں۔ بلکہ تہ تو دل گایا
پر نہ سمجھا اس کا مال کیا ہے۔ فنامل ولا تفعل قال الشافعی اس لئے کہ شیخ الہند اپنے خیال شریف کی تائید میں بعض حضرات کا قول (ان
کثیرا من انشاء ایث الباب لا یعلق الا بالوحي لا بدء الوحي فکیف جعل الترجمة باب بدء الوحي) پیش کرنا درست
نہیں کیونکہ شیخ الہند کی نظر میں امام بخاری نے بدء الوحي کو ترجمہ الباب قرار دیا اور ان بعض حضرات کے خیال میں باب بدء الوحي کو دعویٰ
باتوں پر بعد المشرقین کو ان بعض حضرات کے قول پر تو ذیلی احادیث میں سے ایک بھی حدیث ترجمہ الباب کے مطابق نہیں ہو سکتی بلکہ پوری ہو گیا
میں ایسی حدیث کا ملنا ممکن نہیں بلکہ جملہ احادیث نبویہ میں ایسی ہی متناہی سکے کیونکہ کسی حدیث میں (باب بدء الوحي) کا ذکر نہ نہیں مل
سکتا جو ان کے نزدیک ترجیحا الباب پر اس قول سے تائید کس طرح ہو سکتی ہے فعلیہ بتدقیر منظر علاوہ ازین کوئی ذی شعور یہ نہیں
سکتا کہ (باب بدء الوحي) ترجمہ الباب اس لئے ہے غیر کاظم غائب اگر بیہارت کسی کی نہیں شیخ الہند کی خود تراشیدہ ہو۔ دیوبندی صاحبان کی
قدیم عادت ہے کہ اپنی تائید کے لئے عبارات میں درکار کتب میں خراج کر کے ملا نسبت کو دیا کرتے ہیں یا شیخ الہند نے محمد ابن اسماعیل نبی کے مقولے کو
اپنی تائید کی خاطر مع کر کے لفظ الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ انہوں نے امام بخاری علیہ رحمۃ الباری پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا تھا (لو قال کیف
کان الوحي لکان احسن لانه قد تضمن فیہ لیسان کیفیت الوحي کا لیسان کیفیت بدء الوحي فقط) یعنی اگر امام بخاری علیہ رحمۃ الباری
کیف کان بدء الوحي کے لئے ترجیحا الباب میں کیف کان الوحي فرماتے تو زیادہ اچھا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس باب میں ایسا ہی ارشاد
بیان کی ہے جس کی کیفیت دعویٰ کا ذکر ہے نہ صرف کیفیت امتدادی کا حالانکہ ترجیحا الباب کا مقتضی یہی وقت عرض ہے کہ فی التطبيق الصواب
مراد ہے اس لئے کہ متن میں جو کچھ ہے شیخ الہند نے ایک ترجمہ الباب (کیف کان بدء الوحي) نہیں بلکہ مراد بدء الوحي اور اصل ارشاد کے پیش نظر اسکا
مطلوبہ مذکور ہے بلکہ لفظی اور ثابت بالاشعارہ مقصود ہے بلکہ لفظی اور ثابت بالاشعارہ مقصود ہے کہ کتنا دالے چنانچہ

فرماتے ہیں (۱) وحی کی عظمت (۲) اس کا خدا و سہو و غلط سے منزہ ہونا (۳) اس کی وجہ امتناع ہونا (۴) اس کا ضروری تسلیم ہونا اور جب شمار کرتے کرتے شک گئے تو آخر میں فرماتے ہیں (غرض وحی کی جملہ مادی مراد ہیں)۔

یہ شمار کر کے ارشاد والا ہوتا ہے کہ اب اس کے بعد علماء احادیث اور ترمذی میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہے۔ اس ارشاد والا کا مطلب یہی تھا کہ تا مزیلی احادیث میں وحی کی عظمت اور وحی کا خدا و سہو و غلط سے منزہ ہونا وحی کا واجب لا تجل ہونا اور وحی کا ضروری تسلیم ہونا مذکور ہو چکے باعث رہ ترجمہ کیا ہے اعتبار دلول التزامی اور مثبت بلا اشارہ مطابق ہو گئیں جب مزیلی احادیث میں وحی کی عظمت کا ذکر ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا یہ تو ممکن نہیں کہ عظمت وحی کا ذکر ہو اور وحی کا نہ ہو کیونکہ عظمت معصات ہے اور وحی معصات الہیہ و معصات کا ذکر معصات ہونے کی حیثیت سے معصات الہیہ کے ذکر کو مستلزم ہے۔ اسی طرح مزیلی احادیث میں جب وحی کا خدا و سہو و غلط سے منزہ ہونا مذکور ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا۔ یہ مزیلی احادیث میں جب وحی کا واجب لا تجل ہونا اور وحی کا ضروری تسلیم ہونا مذکور ہے تو وحی کا بھی ذکر ہوا۔ غرض مکمل اس ارشاد والا کی بنا پر مزیلی احادیث میں سے ہر حدیث میں وحی کا ذکر ہے اور حضرت پہلے فرمایا ہے کہ نام بخاوی علیہ رحمۃ الہی نے اس باب میں پچھلے حدیثیں ذکر فرمائیں بعض میں تو وحی کا ذکر بھی نہیں، تو حضرت کے دونوں قول متناقض ہو گئے کیونکہ یہ سالیح فیہ کی قوت میں ہے اور وہ موجبہ کلیہ کی قوت میں اور یہ دونوں متناقض ہوتے ہیں اگر یا اور نہ ہو تو قطعی ہی اٹھا کر ملاحظہ فرمائیے۔ اور متناقض ہیں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے تو حضرت کا ایک قول صادق تھا اور دوسرا کاذب ہوا۔ یہ کہ کون سا صادق اور کون سا کاذب؟ اس کو آپ خود طے فرمائیں۔ ہمارا دعویٰ اسی قدر تھا کہ یہ کلام متناقض پر مشتمل ہے وہ بھول بھال تھا ہی یا حسن وجہ ثابت ہو گیا۔ جس میں کسی مقل کے نزدیک ملاحظہ فرمائیں۔ خاصاً ہمسما مسئلے کا مصلحت کے تحت بھی احادیث بغیر مطابق رہیں کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کہ (عبد بھی عام ہے نہ مذہب ہو یا مکان اخلاق ہوں یا حالات غرض وحی کی جملہ مادی مراد ہیں) اور جب اس ارشاد والا کے مطابق کل اخلاق و حالات بھی عہد و ہونے تو حصۃ الباب سے جملہ مادی مراد تو جملہ اخلاق و حالات بھی ترجمہ آتا ہے۔ ہر ادب کے اور جب ترجمہ الباب سے جملہ اخلاق و حالات بھی مراد ہیں تو ضروری ہے کہ ہر حدیث جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل ہونا ترجمہ الباب سے مطابق ہو جائے۔ حالانکہ ہر حدیث کا اشتغال دو کتا را احادیث سے کا مجموعہ بھی جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل نہیں کیونکہ قبل وحی کے حالات سے نبوی ولادت با سعادت بھی ہے جو تمام عالم کے حق فیہ غیبت عظمیٰ تھی وہ انہیں سے کسی حدیث میں مذکور نہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت کے بیان کردہ اصول مذکور کے تحت احادیث ترجمہ الباب سے انفرادہ مطابق ہیں نہ جملہ۔ اب فقیر کا تب المحروف ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ جب حضرت شیخ الہند کے پہلے ہی اصول کا یہ حال ہے تو باقی ماندہ اصول کو اسی پر قیاس کر لیں اور ترجمہ کے ساتھ جہم جہم کر دیں مصلحت پر عین جو حضرت نے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے لئے تحریر فرمایا ہے یعنی یہ قیاس کن رنگستان من بہا و مرا۔ بخوف طوالت اور قلت فرصت انہیں پانچ وجوہ نہاد پر گفتا کرتا ہوں۔ دوسرے زفر قیاس مقدم ہر کہ کسی مگر نہ کہ شرمہ داس دل یکشد کہ جالیا مست۔

بخاری شیخ نے اس پہلے باب کی احادیث پر مضمون مطابقت کا جو اشکال پیش کیا گیا تھا۔ شیخ العندی نے اس کا جواب اپنی کتاب (اکالہ ابواب الترجمہ) میں دو جلدوں میں فرمایا۔ اول مقدمہ میں مذکور اصول کی حقیقت ناظرین ملاحظہ فرمائیے جو مضمون صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ پر ابتداء کتاب میں جب کو اب پیش کرتا ہوں حضرت فرماتے ہیں۔

رباب کیف کان بدو الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قول اللہ جل جلالہ
 انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و ابراہیم و اسمعیل و ادریس علیہ السلام و انزلنا انزلنا انزلنا انزلنا انزلنا انزلنا انزلنا
 ہمیشہ ہر نام ہاں چلا آتا ہے بشمول متفقین نے اس کے تعلق ہر نام کو اس سے تحریر فرمایا ہے مگر ہر حدیث میں مرعوض کرنا چاہتے ہیں۔
 جو ہم کو اس تاہیف سے مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسباقات توجہ الباب کا مدلول مطابقی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے کسی خاص فرض کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اسی کو احادیث ثابت کرنا منظور ہے تاکہ یہ صحت پر موقوف ہو اور اول تو ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف نے کتاب کو باطنی معنی سے شروع کیوں فرمایا اسکی یاد دہانہ کر دے کہ کتب احادیث کے موافق ابواب فضائل قدسوں کو اپنے مرقع پر بیان کیا ہو اور متعدد ابواب نے دل جی کے متعلق وہاں مذکور ہیں یہاں ہر حرف اس ایک باب کے مقدمہ لائن میں کیا فرض ہے۔ اس حدت کی یاد دہانی توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ نبی کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت جو تکذیب پر موقوف ہے اسلئے سب سے پہلے نبی کا بیان اور علم سے ہی اول دہی کا ذکر مناسب ہوا۔ چنانچہ مشراح تحقیق صاف ہی ارشاد فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہو گیا کہ مؤلف رحلت شریک فرض اس موقع میں ہے کہ وہی ہر چونکہ علامہ اسلامیہ کا دار ہے اور یہی ایک ایسی دلیل ہے کہ جس کی طرف غلط و غلط کا ادنیٰ احتمال نہیں ہو سکتا لہذا قیامہ الباطل من بین ید یدہ ولا من خلفہ اور یہی مسندہ پر مقرر من الطاعة ہے ان المحکمہ آلا اللہ۔

اور تمام اہل عقل و ادب اہل شران و حکمت اور تمام مخلوقات بھی مل کر اسلئے کسی ایک حکم کا معارضہ نہیں کر سکتے اور یہی ادنیٰ کا حق و مواضع ناظرین ہے ایسے ہی اسلئے غلات کا باطل و لغو ہونا یقینی ہے۔ حقایق ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات اخلاق ہوں یا احوال سب کے حسن و قبح کا منشا اور تحت قاطع دہی ہے۔ وہی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل نقضات بھی نہیں اسلئے مؤلف اپنی کتاب میں اہل دہی کی عظمت اور عصمت و صداقت کو بیان فرما کر اسلئے بعد از پیرزوں کو ذکر کر گیا اور چونکہ بیان کر گیا سبب توفیق من اللہ ہی ہوتا ہے کہ وہی کے متعلق بھی جو احوال بیان کر گیا وہی دہی سے ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد اگرچہ وہی ہر اسکے بعد احادیث مستندہ ذکر نہ فی الباب میں بھی مذکور ناظر دہی کا کظاہر ترجمہ کیا اپنی ایک ایت پر وہیں جس سے سہولت یہ سمجھ میں آئے کہ کظاہر ہی ہے کظاہر ترجمہ کیا بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی فرض کچھ اور ہے۔ سو اس فرض صغیر کے دریافت کرنا کظاہر اس سے بہتر اور اہل و قابل اعتماد کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں احادیث میں مذکور نہ ہو کہ بعد از ایک امر مشترک مناسب مقام معین کے مقصود ترجمہ فرمایا جائے کہ جملہ احادیث مذکورہ فی الباب سہولت اس پر منطبق ہو جائیں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہو جائے سو احادیث مذکورہ میں تامل کر نیسے ہی سمجھ میں آئے کہ فرض مؤلف بیان عظمت و عصمت دہی ہے کہ لاکھ بھنی علی المتامل المتفطن بالجللہ ہر وہ امر معرض للایسے خوب نشین ہوتا ہے کہ ترجمہ الباب کے مؤلف کی فرض اثبات عظمت صداقت دہی ہے اب اس پر صریحاً صائب ہم کارل کے احادیث باب کے منطبق کر لے۔ انشاء اللہ کسی دایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی حاجت نہ ہو گی۔ استحضار آنا تمام ادبی فرض کئے دیتے ہیں کہ بین و الوسی میں مؤلف نے بعد کو عام رکھا ہے اسلئے اسکو اپنی طرف نہان یا مکان کیساتھ متعلق کر لینا ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ زمان مکان دونوں سے عام ہر کہنا اظہار میں یہ احادیث نیز وہی بھی متساوی و غیر متساوی دونوں کو شامل ہے کہما صرح بہ المشاکل ولی اللہ قدس ہو بلکہ مؤلف کا مقصود اہل دہی غیر متساوی اس موقع پر خاص دہی متساوی دہی سے صرف تطبیق میں ہی غلط نہیں پڑتا۔ مؤلف رحلت شریک جو اس ترجمہ سے فرض اصلی پر وہ فوت ہوئی جاتی ہے فاللہ الحمد للہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ باب مقدمہ کتاب کا ہے اسکے بعد مقاصد میں انقحی بلفظہ

سوال آسمان جواب زریسمان

اقول یہ کلام بھی مجدد و جہ فاسد ہے اول اسلئے کہ لفظ ابواب کے بعد جو عبادات ذکر کی جاتی ہے اسکو توجہ الباب کہتے ہیں اسلئے کہ جہ ترجمہ آیت کا اطلاق نہیں ہوتا حدیث پڑھنے والا ہر طالب علم اسکو جانتا ہی نظر برائے مینا کو خود دیکھو اور نایاب کو قادی کی قرأت میں تفریق ہو جاتا ہے کہ بخاری شریف اس پہلے باب کا ترجمہ کر کیف کان بدو الوسی الخ ہے نہ انشاء اللہ نہیں یہاں حضرت شیخ الحدیث نے کھاروا اور چونکہ ترجمہ جملہ سواہر و اسلئے سلام احادیث میں غلطی قدس سے وہ انورانی ارشاد انکسای شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کیف فی قول البخاری باب کیف کان بلحاظ باب

تو سوال آسمان جواب زریسمان

سوال آسمان جواب زریسمان

ارادہ تعظیم کو بصیغہ (یکن) تعبیر فرمایا ہے جسکی ضعف پر حالات قلبیہ میں جانتے ہیں محلی مطلقہ کے نزدیک ارادہ تعظیم ٹھہر ادا آپ کو محض فرمایا
 جس تو آپ ہی انصاف سے کہیں کی تصریح آپ کیلئے مفید ہوئی یا عصر بلکہ حضرت تصریح مذکور کو مقام تحقیق میں پیش کرنا آپ کو کھلا نظر ۱۶ صفحہ ۱۹
 پر علامہ مذکور ہو کر نیچے بعد ارادہ تعظیم کے اثبات میں ترقی کے یہ فرمانا (بلکہ صرف کا مقصود اعظم وہی غیر متلو ہے) مفید وہی نہیں کیونکہ جب وہی غیر متلو
 مقصود اعظم ہوئی تو وہی متلو غیر اعظم ٹھہری اور ظاہر ہے کہ اعظم کو غیر اعظم پر اولویت حاصل ہوتی ہو تو ترجمہ الباب میں (وہی) سے صرف وہی غیر متلو کا
 مراد لیتا ادنیٰ ہوا اور اس کی غلطی ارادہ تعظیم کی مثبت ہوئی۔ بلکہ اس نے ارادہ تعظیم کا افادہ کیا۔ حالانکہ عدم الملتہ حوالہ مذکورہ میں اسکی
 تضعیف فرماتے ہیں کیونکہ انہوں نے ارادہ تعظیم کو بھی بصیغہ (یکن) تعبیر فرمایا ہے جسکی اس ضعف کی واسطے لایا کرتے ہیں الغرض عدم الملتہ
 کے کلام سے تعظیم کا اثبات ہو سکتا ہے آپ کے یہ بطریان سے اجماع حقیقت حال ہے سنئے۔ ترجمہ باب میں (وہی) کے اندر تین احوال ہو سکتے ہیں۔
 (۱) یہ کہ صرف وہی غیر متلو مراد ہو یہ درست نہیں کیونکہ اسے کہ عدم الملتہ نے اسکی تضعیف فرمادی ہو جسکی ہر بات آپ کے سمجھے ہو گئے تسلیم نہ کر دیا کیونکہ میں
 ثانیاً اسے کہ میں تقدیر نہ ہو کوئی حدیث ترجمہ ایک مطابق نہ ہے جی کہ انیس جی غیر متلو کا ابتدائی حالات مذکور نہیں (۲) یہ کہ وہی متلو
 غیر متلو دونوں مراد ہوں یہ بھی درست نہیں کیونکہ کلف لام میں اصل عہد ہے جس سے یہ دونوں قریب صارف فعل جائز نہیں کہما ہو مصحح فی الاصول اور
 یہاں پر مقصود تعظیم کا فورہ ہوتی ہو کہ وہی غیر متلو کا مفہود ہونا باطل ہو چکا اسلئے وہی متلو مراد ہونے کے لئے متعین ہو گئی۔ اس پر آپ نے یہ فرما کر ادراس قی
 پر غرض وہی متلو مراد لینے سے تطبیق ہی میں خلل نہیں پڑتا بولف و مراد اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصل ہے فوت ہوئی حاتی ہو الحمد للہ الحمد
 وہ عدم مراد لینے میں اول یہ خاص جی متلو مراد لینے سے تطبیق میں خلل پڑتا ہے۔ اس پر میں یہ کہ آپ تطبیق امر اسیت کہنے سے فاسد ہے وہ ہم بیان کیے
 ہیں کہ ہر حدیث سے وہی متلو کا ابتدائی حال مفہوم ہوتا ہے دوم یہ کہ مختلف و مراد اللہ کی غرض اصل فوت ہو جاتی ہے سو یہ اس پر میں ہے کہ آپ کے بیان کہ
 امور مختلف جی عصمت جی صداقت جی وغیرہ مختلف کے مقصود دونوں مراد کا مقصود ہونا بظاہر و دروٹ ثابت ہو سکتا ہو اولیٰ یوں کہ وقت کہیں تصریح
 کی ہو کہ اس ترجمہ سے مجھے یا مفہوم قصود ہیں۔ سو تصریح تو مقصود ہے۔ دوم یہ کہ آپ کہنے میں کہ دیا ہو جب دلیاے کرام کا اہام دوم و مرثیٰ کے حق میں
 حجت نہیں ہوتا۔ کما فی شیخ العقادیل النسبی تو آپ کا سپنا و مرثیٰ کے حق میں حجت کیونکہ ہو سکے گا۔ پس بفضلہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ ترجمہ الباب میں (وہی)
 سے مراد وہی متلو ہے۔ اسکی ایک جہاد بھی ہے جسکی تطبیق الصواب میں میان کرچکے ہیں۔ وہ یکہ علم حدیث کا مضموع محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی صفات پر مطلقاً نہیں بلکہ من حدیث الرسالہ اور وہی متلو رسالت پر بیان اعظم نظر میں ابتدائے کتاب جی متلو
 کما بتدائی حالات بیان کرنا مناسب ہوا

وہی غیر متلو مراد ہونا باطل ہو چکا اسلئے وہی متلو مراد ہونے کے لئے متعین ہو گئی۔

بشیر القاسمی

آپ تک ہے کلام شیخ الحدیث کے منویٰ فادات کا نمونہ پیش کیا تھا قلم مستعیا نہیں کیا اس کیلئے وقت حولی دیکھا ہے وہ مسائل تہا منیٰ از زلفہ
 گفت۔ اب کلام جو ذکر فرمایا اختتام ہے اسلئے جانتے ہیں کہ بعض عقلی فادات پر بھی روشنی ڈالنے چاہیں اگرچہ ان کا بیان ہمارا مطلع نظر نہیں مگر انکی
 فساد پر تنبیہ شد فردی ہر تاکہ ناظرین کلام شیخ الحدیث کو باہن علم حدیث خصوصاً انکو دین کے ذکر میں غلاب دے تہذیب طریقہ کے متبادرین جائیں وہ
 یہ کہ حضرت شیخ الحدیث کلام مذکور میں نام بخاری طبعیۃ الباری کو یاں لفظ ذکر کیا ہو ترجمہ بنا تا ہے۔ ذکر کر گیا۔ بیان کر گیا۔ بلکہ کہی کہنا کہ لا ہوا بلکہ
 جس کلام مذکور نقل کیا گیا ہے اسے کوہ اور خلاف تہذیب لفظ سے ہر ترجمہ ہو کہ تہذیب تہذیب لفظ انسان نام بخاری علامۃ الباری صیہ طیل لفظ حدیث کی شان
 میں استعمال کر سکی عبارت نہیں کر سکتا۔ مقتضائے تہذیب تھا کہ فو فی ترجمہ ہے۔ ذکر کر گیا۔ بیان کر گیا۔ کر دیا ہندی صاحبان کی دست نزال ہو جہاں نقصان
 تہذیب سے صحت ہو وہاں صیغہ ماعد ذکر کرتے ہیں وہ جہاں نقصان تہذیب سے صیغہ ماعد ہے وہاں صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ عا حطو پر یہ ہندی صاحبان
 اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیغہ صحت کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ انکی زبانوں پر جاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اور بعض صاحبان
 بجائے نظر (تعالیٰ) لفظ (صاحب) کا استعمال کر کے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

صغری فاسدہ قیاس اول سے لازم آیا تھا۔ لہذا اس میں نظر کیجئے۔ اسکی برکت میں بھی خدا نہیں وہ بدیہی الانشاج ہو تو لامعلا وہ میں خدا ہو جو صغری اور کبری پر مشتمل ہے صغری میں ہی ہو نیکنے اعتقاد نہیں تو لامعلا کبری فاسدہ ہو جو شیخ الاسلام کا یا شاہد الاتقان (امام بخاری) کی پیش کردہ ہر بات دینی کی بات ہی اصل قیاس کے صغری کا شامع بطریق مذکور ہو یا اور کبری بدیہی تھا وہ برکت بھی بدیہی الانشاج تو ثابت ہو کہ قیاس حق ہی ہے یعنی شیخ الاسلام کا ارشاد والا کہ امام بخاری کی پیش کردہ ہر بات دینی کی بات ہے، باطل باطل باطل ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیتا د آگیا

اسکے کہنے حضرت شیخ الاسلام کی فہم و تدبیر پر کیا تھا کہ انھوں نے اصطلاحات فقہ کی واقعیت نامہ کو بھی محاکمے طبع سے ناکار فرمایا۔ آج کل کے رشاد و تشکاہ جو کہ نہ صرف محاکمہ طبع بلکہ دینی و دنیوی کے لئے ہے چنانچہ اصطلاحات فقہ کی واقعیت کا پیغام پر کھڑے نبوی کریم صفا کو نام ملاؤں گے صفت ان مصلوں میں اسطہ فی العرف و درایہ و چنانچہ تقریر بخاری پر فرمائیں اسلئے کہ ایمان مومنین کے پاس آپ کے اسلئے تھا یا کہ تو اپنے حشیت واسطہ بالعرف تھے اور اسطہ الغرض اسلئے کہ کہتے ہیں جو صفت کے ساتھ حقیقتا مستصف ہو اور ذی الواسطہ مستصف نہ ہو جیسے کہ اگر اعراس کی واسطہ صفت این کے حصول میں اسطہ فی العرف اسلئے کہ صفت این کیساتھ جسم مستصف ہو اعراس مستصف نہیں جسٹہ نبوی واسطہ فی العرف مستصف نہ ہو مومنین ذہ الواسطہ تھے لہذا لازم آیا کہ خبر ذات نبوی کریم صفا کی یان کیساتھ مستصف نہ ہو سبب سے بھی یان کی لغوی ہوگی یا یان اور مع تابعین سے بھی اسلئے کہ یہ بھی اولیائے امت و علمائے ملت بھی بلکہ تمام مومنین مومناات یان کی لغوی ہوگی۔ انیس کوئی بھی مومن یا ان شاء اللہ یا ان شاء اللہ صحت دیکھئے یہی بات جو ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ ان حضرات کی شخصیت کا انجام بے ادبی ہو چاہے سب کچھ بوجھ واسطہ فی العرف کا اطلاق کر کے ایک کلمہ میں تمام عالم اسلامی سے ایمان کی لغوی کو الیٰ فی کلمہ جس کیلئے حدیث بخاری میں فرمایا (ان العبد لیسکلمہ من سخط اللہ لا یلقی لہا بالانہوی بھائی یا ناخیم) ترجمہ نہ کہنے کی یان سے کبھی بے خیالی میں ایسا کلمہ نکل جاتا جو کہ سبب ناروغز میں بن جائے کہنا یہ تھا کہ نبوی ذات گرامی صفات سلمانوں کیلئے صفت ایمان کے حصول میں واسطہ فی الثبوت جو میں اسطہ و ذی الواسطہ دونوں صفت کے ساتھ حقیقتا مستصف ہوتے ہیں فرق اتنا کہ جو واسطہ اولیٰ اور ذی الواسطہ تاشا کر کہہ گئے واسطہ فی العرف بلکہ واسطہ فی العرف من سخط اللہ صحت بھی صحیح نہ آیا۔ اسلئے آج ان طلبت امر کے کلمات شریف بھی مومنین میں داخل ہو رہے ہیں۔ مگر اصل میں خیر میں اس تقدیر پر کلام کرنا نہیں اور اگر داخل ہو تو بقول شخصہ جاوید (ماہ در شمس) ان کلمات شریف کی یان کی لغوی ہوگی۔ سبب بھی یوں کہ کا ذات لازم ہو لو آپ اپنے دام میں صیتا د آگیا۔ یہ ہیں دارالعلوم دہلی کے مدرسین کی تعلیمات علوم نقلیہ و عقلیہ جہاں کھدا فاضل نکل چکے ہیں اور نکل رہے ہیں۔ انہیں میں سے ایک فاضل بولانا کفیل احمد صاحب کیرانوی ہیں جنہوں نے شیخ الاسلام کی ان تقریرات لہذا پر جو جمع فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مبدل حشر کی حاضری سے مستثنیٰ کر دئے گئے

ہو کی انشاء بولائی کہ میری کرتے چلے شیخ الاسلام کے ساتھ انکسالی پر (تقریر بخاری) انکسالی شیخ کی لکھت ہوئے تحریر فرماتے ہیں (یہ لکھتے ہوئے ظلم روز نامہ کہ باہر جاوی الاویٰ) کہ بوقت حالی بیچے دیکھتے تھے اسلئے کہ حضرت امام حسین احمد مدنی ایک مرتضیٰ کی سخت بیماری میں مبتلا ہو کر داعی اعلیٰ کی دلا پر لیبیک فرماتے ہوئے عالم مشائخ سے عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رحلت گئے۔ موت کے بعد تک نے کو عالم برزخ کہتے ہیں: انچہ گفت عربی کی مشہور اور معتد کتاب بھی (امام) پر برزخ ہما داشت میان جو قیو قیلا ما بین الدنیا و الآخرۃ من وقت الموت الى المبعث مات دخل المبرخ ترجمہ برزخ جو جہنم دیکھا کہ کہتے ہیں اور میں اور آخر کے درسیان زمانے کو بھی کہتے ہیں جو موت شریعت ہو کہ رحلت فریم ہوتا وہ جیکو موت کی وہ برزخ میں داخل ہو گیا۔ اور وقت موت عالم آخرت کی ابتداء ہوتی ہو جس کے لئے انشاء نہیں۔ اسلئے کہ گفت ہے کہ انسان عالم برزخ سے نکل کر عالم آخرت میں پہنچ گیا۔ اور مبدل حشر ہر ایک کے حاضر ہونا لازم ہو کہ وہی شخص بھی عالم برزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔ لیکن فاضل بولونا کفیل احمد صاحب کیرانوی اپنے استاد محترم سے کہتے ہیں کہ برزخ کے عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رحلت کر گئے ان الفاظ کا مطلب یہی ہو ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ عالم برزخ میں تشریف فرما رہے اور جب عالم برزخ میں ہمیشہ رہتے تو کیا ان کو مردان حشر کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ استغفر اللہ کیا یہ خاک وہ عالم برزخ کی طرف رحلت کر گئے۔ لفظ ہمیشہ ہمیشہ نہ رہنے سے خدا ظلم پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ برزخ میں جس کی موت کے عالم برزخ کیلئے (دوم) منہم ہونا جو جس سے رحلت

تشریف فرما ہوا ہے

تشریف فرما ہوا ہے

نقشہ - درآپ - چہ نام میں مشہور ہے

نقشہ - درآپ - چہ نام میں مشہور ہے

